

فتاویٰ حمداً لہ



دارالافتاء

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دارالافتاء
و دینکرمفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ

بمکملی و مستم

حضرت مولانا صاحب دارالافتاء صاحب دارالافتاء

ترتیب

مفتی محمد رفیع الدین صاحب دارالافتاء

مناسبت

چاندنی دارالافتاء دارالافتاء دارالافتاء

وَلَوْ رَأَوْا إِلَىٰ السَّيِّئِ مَا رَأَوْا إِلَىٰ الْإِسْلَامِ وَمَنْ هَدَىٰ اللَّهُ فَمَا لَهُ مَدِينَةٍ (الابن)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خٹک کے افسانہ صبر و شہادت کے قائلوں کا مجموعہ

فناوی حقانیہ

جلد سوم

نگرانی و اہتمام

مولانا سمیع الحق مہتمم و استاذ حدیث
جامعہ دارالعلوم حقانیہ

تفادلس

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق و دیگر مفتیان کرام
جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ترتیب مفتی مختار اللہ حقانی

شائع کردہ جامعہ برکات العجلو حقیقہ برکات خٹک نو شہادہ پاکستان

(جملہ حقوق و اشاعت و طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب فتاویٰ حقانیہ (جلد سوئم)

افادات شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ و دیگر مفتیان کرام جامعہ ہذا

نگرانی و اہتمام شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ ہذا

ترتیب مولانا مفتی مختار اللہ حقانی استاذ شعبہ التخصّص فی الفقہ والافتاء

ضخامت ۶۲۸ صفحات

تاریخ طبع ہفتم ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

طابع مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

Mob: 0300-4572899

ناشر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

فہرست مضامین جلد سوم

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۲۱ | حرمین شریفین میں تہلیل سے قبل نماز عصر پڑھنے کا حکم | ۳۳ | کتاب الصلوٰۃ |
| ۳۲ | افطاری کی وجہ سے نماز مغرب میں تاخیر کرنا | ۳۳ | باب المواقیت |
| ۳۲ | مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کے تعین کا حکم | ۳۳ | نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا |
| ۳۳ | نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنے کا حکم | ۳۳ | فجر کی نماز کا وقت |
| ۳۳ | تہجد کا وقت کب شروع ہوتا ہے | ۳۳ | رمضان میں فجر کی نماز تاریکی میں پڑھنا |
| ۳۴ | مغرب کے وقت کی مقدار | ۳۳ | نماز کے لیے مستحب وقت کیا ہے؟ |
| ۳۵ | | ۳۵ | نماز عصر میں تاخیر کی مقدار |
| ۳۶ | | ۳۶ | ظہر کی نماز کا وقت |
| ۳۶ | باب الاذان والاقامة | ۳۷ | سورج غروب نہ ہونے کی حالت میں نماز کا حکم |
| ۳۶ | اذان کا شرعی حکم | ۳۸ | زوال کا وقت |
| ۳۶ | بیک وقت تعدد اذان | ۳۹ | مکروہ اوقات کی مقدار حکم |
| ۳۷ | ظالم کی اذان کا حکم | ۴۰ | استواء شمس کے وقت مکروہ وقت کی مقدار |
| ۳۸ | اذان کے جواب میں درود شریف پڑھنا | ۴۰ | مکروہ اوقات میں نماز جتنا رہے |
| ۳۸ | اشھدان لا الہ الا اللہ کے آخر میں یا ہا کہنا | ۴۱ | اور سجدہ تلاوت کا حکم |
| | | | فجر اور عصر کے بعد قضا نمازوں کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۶۱ | نومولود بچے کے کانوں میں اذان دینے کا طریقہ | ۴۹ | اذان میں بھول جانا |
| ۶۲ | اذان میں انگلیوں کا مسئلہ | ۴۹ | اذان وقامت کیلئے دائیں بائیں جانب کا تعین |
| ۶۲ | لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا حکم | ۵۰ | اذان وقامت کی اہمیت |
| ۶۳ | دفع و با کے لیے اذان دینے کا حکم | ۵۱ | وقت سے قبل اذان دینا |
| ۶۴ | کلمات اذان میں وقفہ کی مقدار | ۵۱ | اذان میں روانگی سنت ہے |
| ۶۴ | الصلوة غیر من النوا کا کیا جواب ہے؟ | ۵۲ | نشہ کی حالت میں اذان کا حکم |
| ۶۵ | اذان قبلہ رخ ہو کر پڑھنے کا حکم | ۵۳ | تہجد کے لیے اذان کا حکم |
| ۶۵ | اذان میں لفظ اللہ اور اکبر کے ہمزہ کو لمبا کر کے پڑھنا | ۵۳ | تشویب کا حکم |
| ۶۶ | مؤذن کے کلمات اذان کی تکمیل سے قبل جواب دینے کا حکم | ۵۴ | اذان سے قبل تعویذ اور تسبیح کا حکم |
| ۶۶ | نومولود کے کانوں میں اذان دیتے وقت دائیں بائیں متہ پھیرنا | ۵۴ | اذان دینے کیلئے مہترجگہ کون سی ہے؟ |
| ۶۷ | خواتین کو اذان کا جواب دینا چاہیے | ۵۵ | وقتو کے بغیر اذان دینا |
| ۶۷ | حائضہ عورت اذان کا جواب نہ دے | ۵۵ | نابالغ کی اذان کا حکم |
| ۶۸ | قد قامت الصلوة میں الصلوة کے تاہ پر ضمہ پڑھنے کا حکم | ۵۵ | حی علی الفلاح پڑھنے کے قضا کھڑے ہونے کا حکم |
| ۶۸ | بعد الاذان دعائیں ہاتھ اٹھانا | ۵۶ | مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا |
| ۶۹ | کیا حضرت بلالؓ اذان میں شین کو سین پڑھتے تھے؟ | ۵۷ | جماعت ثانیہ کے لیے اقامت |
| ۷۰ | ب بِأَشْرَاطِ الصَّلَاةِ وَرُكَاثِهَا | ۵۷ | امام کا اقامت کہنا |
| ۷۰ | زبان سے تبت کرنے کا حکم | ۵۸ | قد قامت الصلوة پر وقت کرنا |
| ۷۰ | زبان سے تبت کے الفاظ میں غلطی کا حکم | ۵۹ | اذان کے دوران انگلیوں کا کانوں کے سوراخ میں رکھنے کا حکم |
| | | ۵۹ | ریڈیو وغیرہ سے اذان کا حکم |
| | | ۶۰ | مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم |
| | | ۶۰ | قد قامت الصلوة کے جواب کا حکم |
| | | ۶۱ | دعا بعد الاذان میں والدرجة الرفیعة کے الفاظ کا ثبوت |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۸۱ | سجدہ کو جلتے وقت زمین پر | ۷۱ | امام کی اقتداء کی نیت کا مسئلہ |
| ۸۱ | اولاً ہاتھ رکھنے کا حکم | ۷۱ | تعداد رکعات کی نیت ضروری نہیں |
| ۸۱ | حالت سجدہ میں پاؤں کا اٹھانا | ۷۲ | رکوع و سجدہ میں ترتیب کا وجوب |
| ۸۲ | کوہِ عمامہ پر سجدہ کرنے کا حکم | ۷۲ | جیب میں نسوار کے ساتھ نماز پڑھنا |
| ۸۳ | تختہ پوش پر نماز پڑھنے کا مسئلہ | ۷۲ | تکبیر تحریمہ کی فرضیت |
| ۸۳ | قالین اور قوم کے گدوں پر نماز پڑھنے کا حکم | ۷۳ | نماز کی نیت کا حکم |
| ۸۴ | قعدہ اخیرہ کا حکم | ۷۴ | ہستال کی یونیفارم میں نماز پڑھنے کا حکم |
| ۸۴ | قعدہ اخیرہ کی فرضیت کا منکر کافر نہیں | ۷۴ | دکان میں نماز پڑھنا جائز ہے |
| ۸۵ | ہوا خارج ہونے کی صورت | ۷۵ | جیلخانہ کی جائے نماز پر نماز پڑھنے کا حکم |
| | میں سجدہ کرنے کا حکم | ۷۵ | مسجد کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا |
| ۸۶ | باب واجبات الصلوٰۃ | ۷۶ | تکبیر تحریمہ میں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھایا جائے |
| ۸۶ | جماعت میں امام کا تنہا رہ جانا | ۷۶ | تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کا ارسال یا سیدھا باندھنا |
| ۸۶ | قعدہ اولیٰ واجب ہے | ۷۷ | مکی کے لیے نماز پڑھتے وقت |
| ۸۷ | تعدیل ارکان واجب ہے | ۷۷ | عین کعبہ یا جہت کعبہ کا حکم |
| ۸۷ | نماز میں قومہ اور جلسہ واجب ہے | ۷۷ | حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم |
| ۸۸ | نماز میں التحیات پڑھنے کا حکم | ۷۸ | سمت قبلہ کے تعین کے لیے |
| ۸۸ | وتر نماز میں دعا و قنوت کا حکم | ۷۸ | قبلہ نما کے استعمال کا حکم |
| ۸۸ | تکبیرات زوائد کا حکم | ۷۹ | ریل گاڑی میں بھی نماز کیلئے قیام فرض ہے |
| ۸۹ | باب سنن الصلوٰۃ | ۸۰ | دوران قیام دونوں پاؤں کے |
| ۸۹ | تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے | ۸۰ | درمیانی فاصلہ کا حکم |
| | | ۸۰ | بلاعذر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا |
| | | ۸۰ | نماز میں قرأت کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۸۹ | تحقیق رفع الیدین | ۸۹ | خواتین سجدہ کیسے ادا کریں؟ |
| ۹۰ | نگار کے وقت اٹھانا | ۹۰ | فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا |
| ۹۱ | بسم اللہ ترک کرنے سے نماز کا ارادہ نہیں | ۹۱ | نیت کرنے سے قبل انی وجہت |
| ۹۱ | نماز میں تسبیح کی مقدار | ۹۱ | وجہی الخ کے پڑھنے کا حکم |
| ۹۲ | سجدہ کی حالت میں عورتوں کی | ۹۲ | بائیں طرف سلام پھیرتے وقت |
| | مستون کیفیت کیا ہے؟ | | آواز میں آہستگی اختیار کرنا |
| ۹۲ | نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کا طریقہ | ۹۲ | قیام کی حالت میں نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟ |
| ۹۳ | نماز میں آمین یا الجہر کی کیفیت | ۹۳ | نماز میں جمائی آنے پر منہ کو چھپانے کا حکم |
| ۹۴ | نماز میں تسبیحہ الصوف کا حکم | ۹۴ | آداب صلوٰۃ ترک ہو جانے کا حکم |
| ۹۴ | تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلیوں کا | ۹۴ | امام اور مقتدی کس وقت |
| | رخ کس طرف کیا جائے؟ | | نماز کے لیے کھڑے ہوں؟ |
| ۹۵ | ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے | ۹۵ | امام نماز کس وقت شروع کرے؟ |
| ۹۵ | ثناء سے قبل اور تکبیر تحریمہ | ۹۵ | مقتدی کس وقت سلام پھیرے؟ |
| | کے بعد ادعیہ کا مسئلہ | | سلام کے دوران امام اور ملائکہ کی نیت کرنا |
| ۹۶ | الحاق کعبین کا مسئلہ | ۹۶ | فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم |
| ۹۷ | اگر تکبیرات انتقالات چھو جائیں تو اس کا حکم | ۹۷ | نماز میں ثناء سے پہلے تسبیح پڑھنے کی وجہ |
| ۹۷ | رفع سبایہ بدعت نہیں | ۹۷ | نماز میں نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟ |
| ۹۸ | التحیات میں دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھائی جائے | ۹۸ | تشہد میں اشارہ کرنا مستون ہے |
| ۹۹ | تشہد میں وعدہ لا شریک لہ کے الفاظ بڑھانا | ۹۹ | تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء سے |
| ۹۹ | قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنے کا حکم | ۹۹ | قبل تسبیح پڑھنے کا مسئلہ |
| ۱۰۰ | درود شریف میں سیدنا کے اضافہ کا حکم | ۱۰۰ | نماز کے آداب اور خاصیتیں |
| ۱۰۰ | قعدہ اخیرہ میں دعا چھوٹ جائے تو اس کا حکم | | |
| | امام کی متابعت کی وجہ سے تسبیح | | |
| | پوری نہ پڑھ سکے کا حکم | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|------------------------------------|
| ۱۲۹ | مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری [| ۱۳۰ | باب تسویۃ الصفو |
| ۱۳۰ | جگہ نماز باجماعت پڑھنا] | ۱۳۰ | بوقت ضرورت پہلی صف خالی چھوڑنا |
| ۱۳۰ | معمولی لنگڑے کا جماعت ترک کرنا | ۱۳۰ | صف میں کھڑا ہونے کا طریقہ |
| ۱۳۰ | نماز کے لیے رئیس محلہ کا انتظار کرنا | ۱۳۱ | نابالغ کا بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا |
| ۱۳۱ | شیعہ امام کی اقتداء کا حکم | ۱۳۲ | امام سے بلا ضرورت دور کھڑے ہونا |
| ۱۳۲ | مبتدع کی اقتداء کا حکم | ۱۳۲ | نماز میں ٹخنوں اور کندھوں [|
| ۱۳۲ | جادو کرنے والے شخص کی اقتداء کا حکم | ۱۳۲ | کو ملانے کا حکم] |
| ۱۳۳ | حنفی مشکل کی امامت کا حکم | ۱۳۳ | صف میں اکیلے کھڑے ہونا |
| ۱۳۳ | حنفی المسک کے لیے غیر حنفی [| ۱۳۳ | پہلی صف میں کھڑے ہونا کس کا حق ہے؟ |
| ۱۳۳ | امام کی اقتداء کا حکم] | ۱۳۳ | پہلی صف میں جگہ ہونے کے [|
| ۱۳۳ | منتصب امامت میں ارث [| ۱۳۳ | باوجود دوسری صف میں کھڑے ہونا] |
| ۱۳۳ | اور وصیت کا حکم] | ۱۳۵ | باب الجماعۃ |
| ۱۳۵ | بدکردار اور معقول کی اقتداء کا حکم | ۱۳۵ | عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنا |
| ۱۳۵ | منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے [| ۱۳۵ | جماعت الثانیہ کا حکم |
| ۱۳۵ | امام کی اقتداء کا حکم] | ۱۳۵ | امام کا ربنا لک الحمد پڑھنا |
| ۱۳۶ | عمامہ نہ پہننے والے کی اقتداء کا حکم | ۱۳۶ | گھر کی حفاظت کے لیے جماعت ترک کرنا |
| ۱۳۷ | قاتل کی اقتداء کا حکم | ۱۳۷ | بغیر عذر کے جماعت ترک کرنا |
| ۱۳۸ | نابالغ کی اقتداء کا حکم | ۱۳۸ | تکبیر اولیٰ کا وقت کیا ہے؟ |
| ۱۳۹ | صاحب نسب نہ ہونے والے امام کی اقتداء | ۱۳۸ | امام کا مقتدی کے تشہد مکمل کرنے [|
| ۱۳۹ | معذور کی امامت کا حکم | ۱۳۸ | سے پہلے سلام پھیرنا] |
| ۱۴۰ | گناہ سننے والے امام کی اقتداء کا حکم | | |
| ۱۴۱ | مقرر امام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانا | | |
| ۱۴۲ | گروپ فوٹو بنوانے والے [| | |
| ۱۴۲ | امام کی اقتداء کا حکم] | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|---|
| ۱۵۵ | جس امام کے گھر میں شرعی حجاب [| ۱۴۲ | امام کے لیے محراب میں کھڑے ہونے کا حکم |
| ۱۵۵ | نہ ہو اس کی اقتداء کا حکم { | ۱۴۳ | امامت پر اجرت لینے والے کی اقتداء کا حکم |
| ۱۵۵ | دیوت کی امامت کا حکم | ۱۴۴ | نابینے کی اقتداء کا حکم |
| ۱۵۶ | مردوں کو غسل دینے والے { | ۱۴۴ | زبان میں لکنت والے کی اقتداء کا حکم |
| ۱۵۸ | امام کی اقتداء کا حکم { | ۱۴۵ | قاری کی موجودگی میں غیر قاری کی اقتداء کا حکم |
| ۱۵۷ | احمد رضا خان کے معتقد کی اقتداء کا حکم | ۱۴۶ | ایک مسجد میں متعدد امام ہونا |
| ۱۵۷ | غیر شرعی افعال کے ترک کی اقتداء کا حکم | ۱۴۶ | دوسرے مسلک کے مطابق نماز پڑھانا |
| ۱۵۸ | دارگی منڈوانے والے کی اقتداء کا حکم | ۱۴۷ | وضو کے بارے میں شک کی |
| ۱۵۹ | امام مسجد کا عشاء کے وتر { | ۱۴۷ | حالت میں نماز پڑھانا |
| ۱۶۰ | پڑھے بغیر نماز فجر پڑھانا | ۱۴۸ | فطری طور پر مفقود للحمیۃ کی امامت کا حکم |
| ۱۶۰ | کسی پر بہتان لگانے والے کی اقتداء کا حکم | ۱۴۸ | امام کے لیے ضروری صفات |
| ۱۶۰ | پٹی پر مسح کرتے والے کی اقتداء کا حکم | ۱۴۹ | سودی رقم سے تنخواہ لینے |
| ۱۶۱ | صدقۃ الفطر جبراً وصول کرنے اور { | ۱۵۰ | والے امام کی اقتداء کا حکم |
| ۱۶۱ | لوگوں کو مسجد سے منع کرنے | ۱۵۰ | سرخ کپڑے پہننے والے |
| ۱۶۱ | والے امام کی اقتداء کا حکم { | ۱۵۰ | امام کی اقتداء کا حکم |
| ۱۶۵ | باب القراءة | ۱۵۰ | باپ کا جنازہ نہ پڑھتے |
| ۱۶۵ | الرحمن الرحیم میں اتصال ہے یا انفصال | ۱۵۱ | والے امام کی اقتداء کا حکم |
| ۱۶۵ | اتاکوات اور ارسلنا کو ارسلنی پڑھنا | ۱۵۱ | غیر مسلم کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم |
| ۱۶۶ | فرض نماز میں تکرار سورۃ | ۱۵۲ | صاحب علم کے ہوتے ہوئے چاندروں کے قتل کی اقتداء کا حکم |
| ۱۶۷ | مغرب کی نماز میں سورۃ الاحقاف کا پڑھنا | ۱۵۲ | عورتوں کی جماعت کا حکم |
| ۱۶۸ | سورۃ اور تکبیر میں وصل کرنا | ۱۵۳ | ضعیف امام کی اقتداء کا حکم |
| ۱۶۸ | قرأت کی تقدیم و تاخیر | ۱۵۴ | پاؤں سے مغدور امام کی اقتداء کا حکم |
| | | ۱۵۴ | پاؤں پر صحیح طریقہ سے کھڑا { |
| | | | نہ ہونے والے کی اقتداء کا حکم { |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۱۸۱ | دوسری رکعت میں ملنے والے مسبوق کے لیے تشہد پڑھنے کا حکم | ۱۶۹ | فجر کی نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنا |
| ۱۸۲ | امام کے ساتھ قعدہ ادائی میں ملنے کی صورت میں تشہد پڑھنے کا حکم | ۱۷۰ | قرآن مجید کا بہت تیز پڑھنا |
| ۱۸۳ | امام کی متابعت کا حکم | ۱۷۱ | ظہر و عصر کی فرض نماز میں مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا |
| ۱۸۳ | مسبوق سلام میں امام کی متابعت نہیں کرے گا خواہ سجدہ سہو بھی کھوں نہ ہو | ۱۷۱ | قرأت میں امام کا حد سے تجاوز کرنا |
| ۱۸۴ | مسبوق کے لیے سہو سلام پھیر کر خارج سے لقمہ ملنے پر نماز کا حکم | ۱۷۲ | نماز میں ایک آیت طویلہ کا پڑھنا |
| ۱۸۵ | غاز مغرب کی جماعت میں آخری رکعت پانے والے کا حکم | ۱۷۳ | حرف ض کا صحیح تلفظ |
| ۱۸۶ | یقین رکعات کے مسبوق کیلئے امام کے فارغ ہونے کے بعد رکعت متصل پڑھنے سے نماز کا حکم | ۱۷۴ | ص کی جگہ سے پڑھنا |
| ۱۸۷ | چوتھی رکعت میں امام کو پانے والے مسبوق کی نماز کا حکم | ۱۷۴ | سورۃ فاتحہ سے قبل بسم اللہ پڑھنا |
| ۱۸۷ | مسبوق کیلئے امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنے کا حکم | ۱۷۵ | اعراب میں غلطی کرنا |
| ۱۸۸ | پانچویں رکعت کے لئے سہو امام کے قیام پر مسبوق کی نماز کا حکم | ۱۷۶ | مسد کو مشدّد پڑھنا |
| ۱۹۰ | مسبوق کے لیے فوت شدہ رکعات میں قرأت کا حکم | ۱۷۷ | نماز میں قرأت کی غلطی کا علم ہونے کے بعد اسے درست کرنا |
| ۱۹۰ | امام کی سرکشی و جبر سے مقتدی کو یا سجدہ کی تاخیر کا حکم | ۱۷۸ | اذا جاء نصر اللہ کی جگہ اذا جاء النصر اللہ پڑھنے کا حکم |
| ۱۹۱ | سجدہ سہو کیلئے سلام پھیرنا باعتبار ذات مخرج عن الصلوٰۃ نہیں | ۱۷۸ | دوسری رکعت میں ایک آیت کی زیادتی سبب کراہت نہیں |
| | | ۱۷۹ | تین آیات پڑھ چکے کے بعد مقتدی کا امام کو فتح دینا |
| | | ۱۷۹ | ایک ہی رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنے کا حکم |
| | | ۱۸۰ | باب المسبوق واللاحق |
| | | ۱۸۰ | مسبوق اور لاحق کی تعریف |
| | | ۱۸۰ | مسبوق کے لیے ثناء پڑھنے کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|---|
| ۲۰۱ | تسوار اور سگریٹ کے ساتھ نماز پڑھنا | ۱۹۳ | مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت یا قعدہ میں شامل ہونے والے مقیم مقتدی کی نماز کا حکم |
| ۲۰۲ | نماز میں مقنوک آجلے تو کیا کرنا چاہیے | ۱۹۳ | لاحتی کی نماز کا طریقہ |
| ۲۰۲ | بالوں کا جوڑا بنا کر نماز پڑھنے کا حکم | ۱۹۴ | مدرک کی سستی کی وجہ سے رکن رہ جانے پر اعادہ کا حکم |
| ۲۰۳ | اگر مسجد میں قبر ہو تو نماز کا حکم | ۱۹۵ | باب مکروہا الصلوٰۃ |
| ۲۰۴ | امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونا | ۱۹۵ | شلوار یا تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا |
| ۲۰۴ | قضاء حاجت کی شدید ضرورت کے باوجود نماز پڑھنا | ۱۹۵ | نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا |
| ۲۰۵ | لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر نماز پڑھنے کا حکم | ۱۹۵ | مسجد میں جگہ ہونے کے باوجود چھت پر نماز پڑھنا |
| ۲۰۵ | نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھنے سے نماز کا حکم | ۱۹۵ | بگڑی باندھتے ہیں اگر مکر کا درمیان حصہ خالی رہ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ |
| ۲۰۵ | مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپوں میں نماز کا حکم | ۱۹۶ | جالی والی ٹوپ میں نماز کا حکم |
| ۲۰۶ | نماز میں کندھوں سے چادر کا گر جانا | ۱۹۶ | پوری شدہ ٹوپ میں نماز پڑھنے کا حکم |
| ۲۰۷ | ٹائی باندھ کر نماز پڑھنا | ۱۹۷ | کبار کے کپڑوں میں نماز کا حکم |
| ۲۰۷ | تشہد میں دامن صحیح کرنا | ۱۹۷ | باریک کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے |
| ۲۰۸ | مالی نقصان ہونے کی صورت میں نماز کا توڑنا | ۱۹۷ | سجدہ میں جاتے وقت شلوار اوپر اٹھانے کا حکم |
| ۲۰۸ | سینٹ میں الکحل کی ملاوٹ ہو تو اس کے استعمال کا حکم | ۱۹۸ | غیر مسلم کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا |
| ۲۰۹ | سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم | ۱۹۹ | آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے |
| ۲۰۹ | نماز میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں دعائیں مانگنے کا حکم | ۲۰۰ | منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا |
| ۲۱۰ | دوران نماز بچے کا گود میں بیٹھ جانا | ۲۰۱ | |
| ۲۱۰ | آمین کہنیوں سے اوپر کر کے نماز پڑھنا | | |
| ۲۱۱ | امام سے پہلے سلام کہنا | | |
| ۲۱۱ | چادر بچھا کر نماز پڑھنا | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۲۲۲ | زلزلہ کے وقت نماز کا توڑنا | ۲۱۱ | مکروہ وقت میں نماز پڑھنا |
| ۲۲۵ | { نماز میں امام کی غلطی پر قلمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی | ۲۱۲ | { نماز میں ایک سورۃ کو شروع کر کے بغیر عذر کے دوسری سورۃ شروع کرنا |
| ۲۲۶ | نماز میں باتیں کرنا | ۲۱۳ | ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم |
| ۲۲۶ | { نماز کے دوران عورت کے دوپٹے میں سے بال نظر آنا | ۲۱۳ | { جس قالین پر صلیب کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنے کا حکم |
| ۲۲۷ | نماز میں درود و دعا کے الفاظ دل میں پڑھنا | ۲۱۴ | نماز میں کپڑوں کو صحیح کرتا |
| ۲۲۸ | { نمازی کے آگے کتا یا عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی | ۲۱۴ | امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونے کا حکم |
| ۲۲۹ | نماز میں سری ذکر کرتا | ۲۱۵ | نماز میں ذی روح چیز کی تصویر پاؤں تلے رکھنا |
| ۲۲۹ | کپڑوں پر نجاست ہو تو نماز کا حکم | ۲۱۶ | { قبا کعبہ اور روضہ اقدس کی تصاویر سے مشفق جائے نماز پر نماز پڑھنے کا حکم |
| ۲۲۹ | { زکوٰۃ کی رقم سے خریدی ہوئی صفوں پر نماز کا حکم | ۲۱۸ | بَابُ مَفْسَدِ الصَّلَاةِ |
| ۲۳۰ | زیر ناف بالوں کی موجودگی میں نماز کا حکم | | |
| ۲۳۱ | نماز میں اللہ یا انا للہ کہنا | ۲۱۸ | نماز میں پاؤں ہلاتا |
| ۲۳۱ | { پاگل خاتون کے محاذات سے نماز فاسد نہیں ہوتی | ۲۱۸ | نماز میں کھانسی |
| ۲۳۲ | { زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم | ۲۱۹ | بحالت نماز قرآن سے دیکھ کر قرأت کرنا |
| ۲۳۲ | { زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم | ۲۲۰ | نماز میں قبلہ سے منحرف ہو جانا |
| ۲۳۲ | { آدمی استین والی بنیان میں نماز پڑھنے کا مسئلہ | ۲۲۰ | لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھنا |
| ۲۳۳ | نماز میں کھانسنے کا حکم | ۲۲۱ | عورت کے محاذات کا مسئلہ |
| ۲۳۳ | نماز میں بار بار حیم کو کھلانے کا حکم | ۲۲۲ | بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا |
| ۲۳۴ | نماز میں بار بار تعوذ پڑھنا | ۲۲۳ | { مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دوکانوں میں نماز پڑھنا |
| ۲۳۴ | نماز میں بار بار تعوذ پڑھنا | ۲۲۴ | نماز میں واجبات کا چھوٹ جانا |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|---|
| ۲۳۲ | باب السنن والنوافل | ۲۳۵ | باب الوتر |
| ۲۳۲ | نماز فجر کی سنتیں زیادہ مؤکدہ ہیں | ۲۳۵ | وتر باجماعت پڑھنا رمضان کی خصوصیت ہے |
| ۲۳۲ | سنن مؤکدہ کا ثبوت | ۲۳۵ | وتر کی رکعات میں شک پڑ جانا |
| ۲۳۵ | جمعہ کی سنتوں کی تعداد اور آخری [| ۲۳۶ | وتر میں مشہور دعائے قنوت پڑھنا بہتر ہے |
| ۲۳۶ | دور رکعات میں جمعہ کی نیت کرنا [| ۲۳۶ | رمضان المبارک میں تراویح باجماعت [|
| ۲۳۶ | مکروہ اوقات کے علاوہ ہر وقت [| ۲۳۶ | پڑھنے کے بعد وتر منقرض پڑھنے کا حکم [|
| ۲۳۶ | نفل نماز پڑھنا جائز ہے | ۲۳۸ | رمضان کے بغیر وتر باجماعت پڑھنے کا حکم |
| ۲۳۶ | نماز عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھنے کا حکم | ۲۳۸ | رمضان میں فرض نماز باجماعت پڑھنے |
| ۲۳۸ | نماز عصر سے پہلے نفل جماعت سے خاص نہیں | ۲۳۸ | کی صورت میں وتر باجماعت پڑھنے کا حکم |
| ۲۳۸ | نماز عصر سے پہلے سنن توڑ کر نماز [| ۲۴۰ | وتر کی جماعت میں مقتدی کیلئے دعائے قنوت |
| ۲۳۸ | کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے [| ۲۴۰ | کے اتمام کے بغیر رکوع کا حکم |
| ۲۳۹ | استراشس کے وقت نماز عصر [| ۲۴۰ | عید الفطر کے شک کی صورت میں [|
| ۲۴۰ | سے پہلے نفل پڑھنا | ۲۴۱ | وتر باجماعت پڑھنے کا حکم |
| ۲۵۰ | سنن قبل الظہر کی تعداد | ۲۴۱ | وتر کی آخری رکعت میں رکوع یا رکوع |
| ۲۵۱ | مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا | ۲۴۲ | سے پہلے ملنے والے کیلئے دعائے قنوت پڑھنے کا حکم [|
| ۲۵۱ | نماز مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ [| ۲۴۲ | ایک رکعت وتر پڑھنے والے [|
| ۲۵۱ | کی نیت باندھ کر چار رکعت پڑھنے اور [| ۲۴۲ | امام کی اقتداء درست ہے [|
| ۲۵۲ | آخری دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کا حکم [| ۲۴۲ | عشاء کی فرض نماز قاسد [|
| ۲۵۲ | تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنا | ۲۴۲ | ہونے کی صورت میں وتر [|
| ۲۵۳ | وتر کے بعد دو رکعت نفل کی شرعی حیثیت | ۲۴۲ | کی قضاء کا حکم |
| ۲۵۴ | نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود اور تیسری [| | |
| ۲۵۴ | رکعت کی ابتداء میں ثنا اور تعوذ پڑھنے کا حکم [| | |



| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۲۵۴ | باب التراويح | ۲۵۴ | سُنن زوائد میں قعدہ اولیٰ کے بعد روضہ شریف |
| ۲۵۵ | سحری کو تراویح پڑھنے کا حکم | ۲۵۵ | اور تیسری رکعت میں شام پڑھنے کا حکم |
| ۲۵۶ | تراویح سنت مؤکدہ ہیں | ۲۵۶ | سُنن اور فرائض کے درمیان |
| ۲۵۸ | بیس رکعت تراویح کا ثبوت | ۲۵۷ | دو رکعت نجات المسجد پڑھنا |
| ۲۵۹ | بیس رکعت تراویح کے بارے میں | ۲۵۸ | سُنن جمعہ مسجد کے علاوہ کسی |
| ۲۶۰ | حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی حیثیت | ۲۵۹ | اور جبکہ پڑھنے کا حکم |
| ۲۶۱ | صلوٰۃ اللیل اور قیام رمضان جدا جدا غازی ہیں | ۲۶۰ | سُنن نہ پڑھنے کا حکم |
| ۲۶۲ | حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کا مقصد | ۲۶۱ | نقل پڑھنے کی بجائے قضاء |
| ۲۶۳ | فرض نماز پڑھے بغیر نماز | ۲۶۲ | نمازوں کی ادائیگی بہتر ہے |
| ۲۶۴ | تراویح پڑھانے کا حکم | ۲۶۳ | تہجد کی رکعات کی تعداد |
| ۲۶۵ | تراویح میں شفعہ ثانیہ فاسد ہونے | ۲۶۴ | تہجد کی جماعت کا حکم |
| ۲۶۶ | سے دو رکعات کی قضاء کا حکم | ۲۶۵ | نماز تہجد کے آخر میں وتر پڑھنا افضل ہے |
| ۲۶۷ | چار رکعت تراویح قعدہ اولیٰ | ۲۶۶ | تہجد المسجد دوسری نماز کے |
| ۲۶۸ | کے بغیر پڑھنے کا حکم | ۲۶۷ | ضمن میں بھی ادا ہو سکتی ہے |
| ۲۶۹ | ترویح خامسہ اور وتر کے درمیان نقل | ۲۶۸ | صلوٰۃ التیسع کے قومیہ میں ہاتھ بانٹنے کا حکم |
| ۲۷۰ | پڑھنے سے ضعفاء کی رعایت اولیٰ ہے | ۲۶۹ | استحارہ کی نماز کا مستون طریقہ |
| ۲۷۱ | تراویح کے درمیان بیٹھنے کی | ۲۷۰ | نقل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا |
| ۲۷۲ | صورت میں سکوت بھی جائز ہے | ۲۷۱ | عالم دین کے لیے سنن چھوٹا جائز ہے |
| ۲۷۳ | چار رکعت تراویح اور ظہر کی سُنن | ۲۷۲ | حاجی نقل نماز حرم شریف |
| ۲۷۴ | قبلہ کی ادائیگی میں فراق | ۲۷۳ | میں پڑھے یا ڈیرہ میں ؟ |
| ۲۷۵ | تیس رمضان کو شوال ہونے کے احتمال | ۲۷۴ | نماز عصر کے بعد منذور نقل نماز پڑھنا |
| ۲۷۶ | پرتراویح پڑھنے یا پڑھانے کا حکم | ۲۷۵ | تہجد الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا |
| | | ۲۷۶ | صلوٰۃ التیسع باجماعت پڑھنے کا حکم |
| | | ۲۷۷ | صلوٰۃ التیسع میں تسبیح جانے سے نماز کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۲۸۹ | فجر کی سنتوں کی قضاء کا حکم | ۲۸۷ | حقیقی المساک آدمی کے لیے رمضان |
| ۲۹۰ | چار رکعات ظہر کی سنت رہ جانے کی صورت میں آخری دو رکعات | ۲۸۷ | میں تراویح باجماعت پڑھانے کے لیے مستقل امام رکھنے کا حکم |
| ۲۹۱ | سنت سے ترتیب کا مسئلہ | ۲۸۷ | تراویح میں ختم قرآن کا حکم |
| ۲۹۱ | جمعہ کے دو گناہ فرض سے قبل چار رکعت سنتوں کا حکم | ۲۸۷ | آٹھ رکعت تراویح میں سنون ختم قرآن کا حکم |
| ۲۹۳ | ادا کی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم | ۲۸۸ | آٹھ رکعت تراویح پڑھنے یا پڑھانے کا حکم |
| ۲۹۴ | کسی کے امداد طلب کرنے یا والدین کے بدلانے پر نماز توڑنے کا حکم | ۲۸۸ | ختم قرآن کا سنت ہونا تراویح کی نماز کے ساتھ خاص ہے |
| ۲۹۵ | وتر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد فرض نماز پوری کرنے کا حکم | ۲۸۹ | تراویح میں کئی بار قرآن ختم کرنے کا حکم |
| ۲۹۶ | صاحب ترتیب کی بحالی | ۲۹۰ | تراویح کی دو رکعت فاسد ہونے سے سنون ختم ادا نہیں ہوتا |
| ۲۹۶ | نفل کی جگہ قضاء نمازیں پڑھنا بہتر ہے | ۲۹۰ | ختم قرآن میں لسم اللہ پر جہر کا حکم |
| ۲۹۷ | نفل نمازیں شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہیں | ۲۹۱ | رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں باجماعت نفل نماز میں قرآن ختم کرنے کا حکم |
| ۲۹۷ | ظہر کی پہلی چار سنت رہ جانے سے فرض نماز کے بعد پڑھنا | ۲۹۲ | تراویح باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے |
| ۲۹۸ | سنتوں کی قضاء ضروری نہیں | ۲۹۳ | صلوۃ التراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس ؟ |
| ۲۹۸ | قضاء نمازوں میں ترتیب کی رعایت | ۲۹۸ | باب ادراك الفریضۃ |
| ۲۹۹ | دورانِ سفوفت شدہ نماز کی قضاء | ۲۹۸ | صرف اقامت سنت ہی نماز نہ توڑے |
| ۲۹۹ | نماز فجر و عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے | ۲۹۹ | جماعت ملنے کی امید میں فجر کی سنتیں پہلے پڑھنے کا حکم |
| ۳۰۰ | قرأت میں ادا و قضاء کی یکسانیت | ۳۰۰ | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۳۰۹ | نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کے دعائیں | ۳۰۰ | وتر کی قضاء |
| ۳۰۹ | نماز استسقاء میں قلب و اثابت ہے | ۳۰۱ | قضاء عمری کی حقیقت |
| ۳۱۰ | نماز استسقاء کے بعد کثرت بارش کی وجہ سے | ۳۰۱ | پوروں کے خوف سے نماز کو مؤخر کرنا |
| ۳۱۰ | نقصان سے بچنے کے لیے دعا کرنا | ۳۰۲ | کیا قضاء نمازوں کی وجہ سے |
| ۳۱۰ | نماز استسقاء کے لیے تین دن | ۳۰۲ | ستن شوکہ ترک کی جاسکتی ہیں؟ |
| ۳۱۱ | سے زیادہ باہر نکلنے کا حکم | ۳۰۲ | قضاء نماز فوراً ادا کی جائے یا اس |
| ۳۱۱ | نماز استسقاء کے لیے صرف | ۳۰۳ | میں تاخیر کی گنجائش ہے؟ |
| ۳۱۲ | دعا پر اکتفاء کرنا جائز ہے | ۳۰۳ | قضاء نمازیں باجماعت ادا کی جاسکتی ہیں |
| | باب سجود السہو | ۳۰۳ | احتیاطاً عشاء کے وتر اور مغرب کی |
| ۳۱۲ | سجدہ سہو کے لیے ایک طرف سلام پھیر کافی ہے | ۳۰۳ | قضاء نمازیں کس طرح پڑھی جائیں؟ |
| ۳۱۳ | سورۃ فاتحہ سے اگر ایک حرف بھی رہ | ۳۰۴ | وتر قضاء ہونے کے باوجود نماز فجر کا حکم |
| ۳۱۴ | جائے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے | ۳۰۵ | وقت کی کمی کی وجہ سے قضاء |
| ۳۱۴ | سورۃ فاتحہ کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہے | ۳۰۵ | کی بجائے ادا نماز پڑھنے کا حکم |
| ۳۱۴ | ضمیمہ سورۃ رہ جانے سے سجدہ سہو کا وجوب | | قضاء نمازوں کی ادائیگی کیلئے |
| ۳۱۵ | ضمیمہ سورۃ اور فاتحہ کے درمیان | ۳۰۶ | کوئی خاص وقت مقرر نہیں |
| ۳۱۵ | صلوۃ الوتر میں تکبیر کہنے | | باب صلوۃ الاستسقاء |
| ۳۱۶ | پر سجدہ سہو کا حکم | ۳۰۶ | بارش کے لیے سورۃ یس پڑھ کر |
| ۳۱۶ | سجدہ ثانیہ صلوۃ تہ بھول جانے | ۳۰۶ | اقان دینا مستون طریقہ نہیں |
| ۳۱۶ | کی صورت میں سلام پھیرنے کے | ۳۰۷ | نماز استسقاء باجماعت پڑھنے کا حکم |
| ۳۱۷ | بعد پڑھ سکتا ہے | ۳۰۷ | نماز استسقاء صحرا میں پڑھتی چاہیے |
| ۳۱۷ | رکعت اولی و ثانیہ کے بعد طویل | ۳۰۷ | نماز استسقاء کی دو رکعت ہیں |
| ۳۱۷ | جلسہ موجب سہو ہے | ۳۰۸ | نماز استسقاء کا مستون طریقہ |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۳۲۸ | { سجدہ سہو کے سلام میں امام کی متابعت نہ کرنے سے نماز کا حکم | ۳۱۷ | { مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پانے کے بعد دوسری رکعت پر قعدہ اولیٰ چھوٹ جانے سے سجدہ سہو کا حکم |
| ۳۲۹ | فاسد نماز واجب الا عاده ہے | ۳۱۸ | { قعدہ اولیٰ رہ جانے یا اس پر زیادتی سے سجدہ سہو کا حکم |
| ۳۲۹ | { امام کے سجدہ سہو سے فراغت کے بعد مسبوق کے لیے سجدہ سہو کا حکم | ۳۲۰ | { چار رکعت نقل میں قعدہ اولیٰ کے ترک پر سجدہ سہو کا حکم |
| ۳۳۰ | { عیدین و جمعہ کی نماز میں کثرت جماعت کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنے کا حکم | ۳۲۱ | { قعدہ اولیٰ چھوڑ کر قیام میں جانے سے واپس لوٹنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی |
| ۳۳۱ | نماز میں زیادہ دیر خاموش رہنے کا حکم | ۳۲۲ | { عشاء کی آخری رکعات میں جہر موجب سجدہ سہو ہے |
| ۳۳۲ | باب صلوٰۃ المريض | ۳۲۳ | { تکبیر دعا قنوت سے سجدہ سہو کا حکم |
| ۳۳۲ | { بیماری کی حالت میں فوت ہو جانے والی نمازوں کی قضاء کا حکم | ۳۲۳ | { دعا قنوت سہو ترک ہونے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے |
| ۳۳۲ | مریض کو نماز کے لیے اٹھانا سنت ہے | ۳۲۲ | { قعدہ اخیرہ چھوڑ کر دو رکعت ملانے سے نماز کی فرضیت نفل میں بدل جاتی ہے |
| ۳۳۳ | { نماز کے قیام کے سقوط میں ڈاکٹر کے مشورہ کی شرعی حیثیت | ۳۲۳ | { قعدہ اخیرہ میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت رہ جانے کا ظن غالب یا شک |
| ۳۳۴ | { رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ رکھنے والے مریض کے لیے قیام کا حکم | ۳۲۵ | { قعدہ اخیرہ کے بعد رکعت خامسہ پر سجدہ کرنے یا نہ کرنے سے نماز کا حکم |
| ۳۳۵ | معذور کی نماز کا طریقہ | ۳۲۶ | { فرائض اور نوافل میں سجدہ سہو کا حکم |
| ۳۳۶ | باب سجدۃ التلاوة | ۳۲۷ | { نماز کے آخر میں سلام کا حکم |
| ۳۳۶ | { سجدہ تلاوت کے وجوب کے لیے پوری آیت کا پڑھنا یا سننا ضروری ہے | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|---|
| ۳۳۶ | پاکل اور مجنون سے آیت سجدہ سننے کا حکم | ۳۳۶ | سجدہ تلاوت کے لیے طہارت شرط ہے |
| ۳۳۷ | سورۃ حج کی آیت سجدہ کی تلاوت میں | ۳۳۷ | آیت سجدہ پڑھنے اور سننے سے سجدہ کا وجوب |
| ۳۳۷ | شافعی المسلک امام کی متابعت کرنا | ۳۳۷ | آیت سجدہ سننے سے بھی سجدہ واجب ہوتا ہے |
| ۳۳۷ | آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد | ۳۳۸ | ٹی وی ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ |
| ۳۳۷ | پانچ چھ آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا | ۳۳۸ | آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا عدم وجوب |
| ۳۳۸ | باب صلوٰۃ المسافر | ۳۳۸ | اوقات مکروہ میں سجدہ تلاوت کرنے کا حکم |
| ۳۳۸ | قصر نماز کے لیے مقدار سفر | ۳۳۹ | متعدد آیات سجدہ کے لیے ایک سجدہ کافی نہیں |
| ۳۳۸ | قصر قرائت تک قاص ہے | ۳۳۹ | سجدہ صلوٰۃ کی نیت رکوع میں جائز ہے |
| ۳۳۹ | قصر کے لیے اڑتالیس میل کی مسافت | ۳۴۰ | عصر اور صبح کے وقت سجدہ تلاوت جائز ہے |
| ۳۳۹ | کے مقابلے میں فراسخ معتبر نہیں | ۳۴۱ | کیا بغیر قیام کے سجدہ تلاوت جائز ہے ؟ |
| ۳۳۹ | مسافر کا پوری نماز پڑھنے کی | ۳۴۱ | بلا وضو سجدہ تلاوت کرنا |
| ۳۳۹ | صورتیں ذمہ قانع ہونا | ۳۴۲ | سوئے ہوئے آدمی سے آیت سجدہ سننا |
| ۳۴۰ | قصر نماز کے لیے سفر میں مشقت | ۳۴۲ | سورۃ حج کی دوسری آیت سجدہ پر سجدہ کرنا |
| ۳۴۰ | کا ہونا ضروری نہیں | ۳۴۲ | سورۃ حک میں آیت سجدہ کون سی ہے |
| ۳۴۰ | وطن اصلی میں تعدد ممکن ہے | ۳۴۳ | آیت سجدہ کو ترک کرنے کا حکم |
| ۳۴۱ | ایک وطن اصلی کا دوسرے | ۳۴۳ | نماز سے خارج شخص کا آیت سجدہ |
| ۳۴۱ | وطن اصلی سے متاثر ہونا | ۳۴۳ | پڑھنا اور نمازی کا سننا |
| ۳۴۲ | شادی کے بعد والدین کا گھر عورت | ۳۴۴ | صرف آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ |
| ۳۴۲ | کے لیے وطن اصلی نہیں رہتا | ۳۴۴ | تلاوت واجب نہیں ہوتا |
| ۳۴۲ | وطن اصلی کی آبادی کی | ۳۴۴ | صرف آیت سجدہ کے ترجمہ سے |
| ۳۴۲ | حدود سے نکلتے ہی | ۳۴۵ | بھی سجدہ تلاوت لازم ہو جاتا ہے |
| ۳۴۲ | سفر شروع ہو گا | ۳۴۵ | نماز میں سجدہ تلاوت بلا تاخیر |
| | | ۳۴۶ | فوراً ادا کرنا ضروری ہے |
| | | ۳۴۶ | پرند کی زبان سے آیت سجدہ سننے کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|---|
| ۳۶۰ | عمرہ کے لیے سعودی عرب جانے { والوں پر قصر نماز کا حکم | ۳۵۳ | سامان کے ہوتے ہوئے انشاء سفر سے وطن اقامت یا ظل نہیں ہوتا |
| ۳۶۱ | مجاہدین غلبہ کے دوران قصر کریں گے یا اتمام؟ | ۳۵۳ | مسافر جس راستہ سے جا رہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی |
| ۳۶۲ | دوران جہاد کمانڈر کسی جگہ { پندرہ دن قیام کی نیت کرنا | ۳۵۴ | دونمازوں کو بیک وقت پڑھنا غیر آباد جگہ میں اقامت کی نیت کرنا |
| ۳۶۲ | مسافر کا سہوا پوری نماز پڑھنا | ۳۵۵ | مدت اقامت کی نیت کے بغیر قصر واجب ہے |
| ۳۶۳ | مسافر قصد پوری نماز { پڑھے تو اس کا حکم | ۳۵۵ | اقامت میں ماتحت افراد با اختیار افسران کے تابع رہیں گے |
| ۳۶۳ | قیدی مجاہدین قصر کریں گے یا اتمام؟ | ۳۵۶ | مجاہدین افغانستان کی نیت اقامت کا حکم دائمی مسافر کی نماز کا حکم |
| ۳۶۴ | قصر و اتمام میں قوجی سپاہی { اپنے افسران بالا کے تابع ہیں | ۳۵۷ | مقیم امام کی اقتداء میں پوری نماز پڑھی جائے گی |
| ۳۶۴ | کیا سنت مؤکدہ کی رکعتوں میں بھی قصر کی جائے گی؟ | ۳۵۷ | مسافر امام کی اقتداء میں مقیم کیلئے بقیہ نماز میں قرأت نہیں |
| ۳۶۵ | مسافر کا مقیم امام کے ساتھ { نماز کے آخر میں ملنا | ۳۵۸ | مسافر امام کے اتمام کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز کا فاسد ہونا |
| ۳۶۵ | بحری جہاز کے ملازمین کپتان کے تابع ہیں | ۳۵۸ | امام کی حالت سے واقفیت کی ضرورت میدان عرفات میں حنفی المسلک کیلئے |
| ۳۶۶ | سفر کی نیت نہ ہونے کے { باوجود مہینوں سفر کرنا | ۳۵۹ | مقیم امام کی اقتداء کا حکم |
| ۳۶۶ | سفر میں شاگرد یا مرید اپنے { استاد اور مرشد کا تابع ہے | ۳۶۰ | مسافر کا غلطی سے چار رکعت کی نیت کرنا |
| ۳۶۷ | قرماقبردار بالغ بیٹا باپ کا تابع ہے | ۳۶۰ | باپ بیٹا مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ان کی نمازوں کا حکم |
| ۳۶۷ | پشاور کا رہنے والا کراچی میں سسرال کے { ہاں دوران قیام قصر کرے گا یا اتمام | ۳۶۰ | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۳۸۱ | دیہات میں نماز جمعہ و عیدین کا حکم | ۳۶۸ | انخواہ ہونے والا شخص قصر کرے گا یا اتمام ؟ |
| ۳۸۱ | دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز سے ذمہ قانع نہیں ہوتا | ۳۶۸ | کیا مفروضہ شخص کی نیت اقامت صحیح ہے ؟ |
| ۳۸۲ | صحرا میں نماز جمعہ پڑھنا | ۳۶۹ | دارالعلوم حقانیہ میں مقیم بلوچستانی طلبہ |
| ۳۸۲ | دیہات میں نماز جمعہ | ۳۷۰ | پشاور میں قصر کریں گے یا اتمام ؟ |
| ۳۸۳ | مسافر کے لیے جمعہ کا حکم | ۳۷۰ | سفر کے چند مسائل کے بارے میں معلومات |
| ۳۸۴ | نماز جمعہ و عیدین کیلئے عورتوں کی حاضری | ۳۷۳ | جس سفر کے درمیان وطن اقامت ہو تو اس کا حکم |
| ۳۸۴ | معذور پر نماز جمعہ واجب نہیں | ۳۷۵ | پندرہ دن اقامت کی نیت کے بعد |
| ۳۸۵ | خطبہ جمعہ کی اذان خطیب کے سامنے دینے کا حکم | ۳۷۵ | ارادہ بدلنے پر قصر ہے یا اتمام ؟ |
| ۳۸۵ | جمعہ کیلئے ایک خطبہ پر اکتفا خلاف سنت ہے | ۳۷۵ | کرفیو کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم |
| ۳۸۵ | خطبہ سننے کے لیے بیٹھنے کی کیفیت | ۳۷۵ | کسی دوسرے شہر میں ذاتی مکان |
| ۳۸۶ | منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے | ۳۷۵ | ہو تو اس میں قصر و اتمام کا حکم |
| ۳۸۶ | دوران خطبہ خلفاء راشدین کے تذکرہ کا حکم | ۳۷۷ | |
| ۳۸۷ | دوران خطبہ درود شریف پڑھنے کا حکم | | |
| ۳۸۷ | دوران خطبہ باتیں کر لے کا حکم | | |
| ۳۸۸ | دوران خطبہ دعا کرنے کا حکم | | |
| ۳۸۸ | نماز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں | | |
| ۳۸۸ | عیدین کی جماعت ہونے کے بعد | | |
| ۳۸۸ | دوبارہ جماعت کا اہتمام کرنا | | |
| ۳۸۹ | عیدین کی نماز میں مسبوق کا حکم | | |
| ۳۸۹ | عیدین کی نماز کے لیے باہر نکلنا بہتر ہے | | |
| ۳۹۰ | نماز جمعہ کے لیے افضل وقت | | |
| ۳۹۰ | عیدین کے لیے صاف ستھرے کپڑے پہنتا | | |
| ۳۹۱ | جمعہ کے دن ناخن کٹوانے کا وقت | | |

باب الجمعة والعیدین

نماز جمعہ کی فرضیت سے منکر کا حکم
جمعہ کے وجوب کے لیے حاکم کی اجازت کی شرعی حیثیت
مصر کے توابع میں نماز جمعہ کا حکم
فتاء مصر کی مقدار

متعد آبادیوں پر مشتمل قریہ میں جواز جمعہ کا حکم
ہنگامی حالات کے تحت بازار میں نماز جمعہ پڑھنا
متعد مقامات پر نماز جمعہ کا حکم
فوجی چھاؤنی یا کسی متنوع علاقہ
میں نماز جمعہ کا حکم

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۳۰۰ | خطبہ کے دوران خطیب کا دائیں بائیں دیکھنا | ۳۹۱ | جمعہ کی اذان کے بعد کھانا کھانے کا حکم |
| ۳۰۱ | خطبہ کے دوران سنتیں پڑھنا | ۳۹۲ | عیدین کے لیے اذان دینا خلاف سنت ہے |
| ۳۰۱ | دوران خطبہ مسجد کے لیے چنڈہ اکٹھا کرنا | ۳۹۲ | خطیب کی تقرری کس کا حق ہے؟ |
| ۳۰۲ | خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھتے وقت { | ۳۹۲ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین جمعہ پڑھنا |
| ۳۰۲ | خطیب کا التلاام علیکم کہنا } | ۳۹۳ | تکبیرات ایام تشریق کن پر واجب ہیں؟ |
| ۳۰۲ | کیا خطبہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے؟ | ۳۹۴ | بحری جہاز میں نماز جمعہ کا حکم |
| ۳۰۳ | خطبہ کے دوران بیٹھنے کا طریقہ | ۳۹۴ | جیل میں نماز جمعہ کا حکم |
| ۳۰۳ | خطبہ کے دوران وعظ کرنے کا حکم | ۳۹۴ | عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنا |
| ۳۰۳ | خطبہ جمعہ کے بغیر نماز جمعہ کا حکم | ۳۹۵ | خطبہ میں تہود اور تسمیہ جبرہ لگنا |
| ۳۰۴ | سلطان یا اس کے نائب کے بغیر نماز جمعہ کا حکم | ۳۹۵ | دوسرے شخص کے تعاون کے بغیر { |
| ۳۰۵ | خطبہ جمعہ اور نماز کے لیے { | ۳۹۶ | نابینا آدمی کے لیے جمعہ کا حکم } |
| ۳۰۵ | علیحدہ علیحدہ اماموں کا حکم } | ۳۹۶ | خطبہ جمعہ میں عصا استعمال کرنا |
| ۳۰۵ | دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار | ۳۹۶ | نماز عید کے بعد دعا مانگنا |
| ۳۰۶ | جمعہ وعیدین کا خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے | ۳۹۷ | خطبہ جمعہ کے بعد قنوت سے { |
| ۳۰۶ | غیر متقل امام یا خطیب نماز جمعہ و { | ۳۹۷ | پہلے حدیث کا ترجمہ کرتا } |
| ۳۰۶ | عیدین پڑھا سکتا ہے } | ۳۹۷ | جمعہ کے دن اذان ثانیہ کا جواب دینا |
| ۳۰۷ | خطیب کا خطبہ کے دوران منکر سے منع کرنا | ۳۹۷ | نماز جمعہ میں تاخیر کرنے کا حکم |
| ۳۰۸ | عیدین کی نماز کا اصل وقت | ۳۹۸ | ایک دن میں جمعہ اور عید کے خطبہ کا حکم |
| ۳۰۸ | حنفی العقیدہ کے لیے ثنائی العقیدہ { | ۳۹۸ | جمعہ کے دن نماز سے پہلے { |
| ۳۰۸ | امام کے پیچھے نماز عید پڑھنے کا حکم } | ۳۹۸ | سورۃ کہف کی تلاوت کرنا } |
| ۳۰۹ | عید گاہ جاتے وقت تکبیر اچھا پڑھے یا سرائے؟ | ۳۹۹ | بارش کی وجہ سے جمعہ کی نماز کا ترک کرنا |
| ۳۰۹ | عید کی نماز اور خطبہ دو { | ۳۹۹ | مریض کی حیادت پر مامور بیمار دار { |
| ۳۰۹ | آدمیوں کے پڑھنے کا حکم } | ۳۹۹ | کے لیے جمعہ کا حکم } |
| ۳۱۰ | تکبیرات زوائد بھول جانے کا حکم | ۴۰۰ | خطبہ جمعہ کے دوران کسی کو منکر کام سے منع کرنا |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۴۱۰ | تکبیراتِ زوائد پڑھنے کے بعد نماز میں شامل ہونا | ۴۱۰ | تکبیراتِ تشریق کی تعداد |
| ۴۱۱ | تکبیراتِ تشریق عید کی نماز کے بعد پڑھنے کا حکم | ۴۱۱ | تکبیراتِ تشریق بھول جانے کا حکم |
| ۴۱۲ | تکبیراتِ تشریق میں مفتی بہ قول | ۴۱۲ | تکبیراتِ زوائد کے وقت ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے |
| ۴۱۳ | تکبیراتِ زوائد کے وقت ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے | ۴۱۳ | دو یا تین سو افراد پر مشتمل گاؤں میں نماز عید کا حکم |
| ۴۱۴ | نماز عید کے لیے عید گاہ تبدیل جانا سنت ہے | ۴۱۴ | ایک ہی گاؤں میں دو عید گاہوں میں نماز عید کا حکم |
| ۴۱۵ | ایامِ تشریق میں قضاء نمازوں کے بعد تکبیراتِ تشریق پڑھنا | ۴۱۵ | احناف کے نزدیک عیدین میں تکبیراتِ زوائد کی تعداد |
| ۴۱۶ | چھوٹے گاؤں میں جاری شدہ نماز جمعہ کو بند کرنا | ۴۱۶ | خطبہ جمعہ کے بارے میں چند سوالات |
| ۴۱۷ | خطبہ جمعہ کے بارے میں چند سوالات | ۴۱۷ | عیدین کی نماز کتنے دنوں تک ادا کی جاسکتی ہے؟ |
| ۴۱۸ | احکام و مسائل عید و صدقہ فطر | ۴۱۸ | نماز عید کے متفرق مسائل |
| ۴۱۹ | نماز عید کے متفرق مسائل | ۴۱۹ | صدقہ الفطر |
| ۴۲۰ | صدقہ الفطر | ۴۲۰ | نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۲۱ | نماز جنازہ کا حکم | ۴۲۱ | بغیر نیت کے نماز جنازہ کا کوئی اعتبار نہیں |
| ۴۲۲ | بغیر نیت کے نماز جنازہ کا کوئی اعتبار نہیں | ۴۲۲ | نماز جنازہ کے لیے طہارت مکان ضروری ہے |
| ۴۲۳ | نماز جنازہ کے لیے طہارت مکان ضروری ہے | ۴۲۳ | ولد الزنا کا جنازہ |
| ۴۲۴ | ولد الزنا کا جنازہ | ۴۲۴ | جنازہ نہ پڑھانے کی صورت میں ماتوز کون ہوگا؟ |
| ۴۲۵ | جنازہ نہ پڑھانے کی صورت میں ماتوز کون ہوگا؟ | ۴۲۵ | جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ |
| ۴۲۶ | جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ | ۴۲۶ | اگر مرد موجود نہ ہوں تو خواتین نماز جنازہ پڑھا سکتی ہیں |
| ۴۲۷ | اگر مرد موجود نہ ہوں تو خواتین نماز جنازہ پڑھا سکتی ہیں | ۴۲۷ | مردے کا جنازہ کتنے دنوں تک جائز ہے؟ |
| ۴۲۸ | مردے کا جنازہ کتنے دنوں تک جائز ہے؟ | ۴۲۸ | مرتد کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا |
| ۴۲۹ | مرتد کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا | ۴۲۹ | شیعہ کی نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۳۰ | شیعہ کی نماز جنازہ کا حکم | ۴۳۰ | جرائم کے دوران ہلاک شدگان کی نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۳۱ | جرائم کے دوران ہلاک شدگان کی نماز جنازہ کا حکم | ۴۳۱ | فاسق کی نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۳۲ | فاسق کی نماز جنازہ کا حکم | ۴۳۲ | خودکشی کرچکے والے کی نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۳۳ | خودکشی کرچکے والے کی نماز جنازہ کا حکم | ۴۳۳ | مجنون کے جنازے کا حکم |
| ۴۳۴ | مجنون کے جنازے کا حکم | ۴۳۴ | جسم کے بعض اعضاء پر جنازہ کا حکم |
| ۴۳۵ | جسم کے بعض اعضاء پر جنازہ کا حکم | ۴۳۵ | متعدد اموات کا ایک ہی جنازہ کافی ہے |
| ۴۳۶ | متعدد اموات کا ایک ہی جنازہ کافی ہے | ۴۳۶ | جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کا حکم |
| ۴۳۷ | جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کا حکم | ۴۳۷ | تکبیر کا رہ جانا مفسد جنازہ ہے |
| ۴۳۸ | تکبیر کا رہ جانا مفسد جنازہ ہے | ۴۳۸ | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۴۴۱ | میت کو کنگھی کرنا یا سرمہ لگانا ناجائز ہے | ۴۴۱ | جنازہ کی پانچویں تکبیر اما کی متا فردی نہیں |
| ۴۴۳ | میت کو غسل دینے کیلئے تختہ پر لٹانے کا طریقہ | ۴۴۲ | مسجد میں نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۴۳ | نماز جنازہ پڑھانے کیلئے وصیت کرنا | ۴۴۲ | جنازہ اُٹار کھا گیا تو؟ |
| ۴۴۴ | نماز جنازہ میں درود شریف کا پڑھنا | ۴۴۳ | نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم |
| ۴۴۵ | قبر میں میت کے صرف پہرے [| ۴۴۳ | دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم |
| ۴۴۶ | کو قبیلہ رُخ کرنا چاہیئے] | ۴۴۴ | غائبانہ نماز جنازہ میں شرکت کا حکم |
| ۴۴۷ | نماز جنازہ میں سلام بھول جانا | ۴۴۴ | نماز جنازہ میں درود شریف کا تعین |
| ۴۴۷ | شوہر بیوی کو قبر میں نہیں اتار سکتا | ۴۴۵ | اوقات مکروہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم |
| ۴۴۸ | بیوی کی وفات پر شوہر اُسے [| ۴۴۶ | نماز جنازہ کی دعاؤں میں اخفاء سنت ہے |
| ۴۴۸ | غسل نہیں دے سکتا] | ۴۴۶ | جنازہ کی صفیں طاق رکھنے کی شرعی حیثیت |
| ۴۴۸ | بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے | ۴۴۶ | جنازہ میں قدم شمار کرنے کی شرعی حیثیت |
| ۴۴۸ | شوہر بیوی کو کفن نہیں پہنا سکتا | ۴۴۸ | تعزیت کے لیے چند منٹ کے سکوت کا حکم |
| ۴۴۹ | بھوٹے بچے کا جنازہ ایک آدمی [| ۴۴۸ | ولی کے لیے تسیم جائز نہیں |
| ۴۴۹ | کے لیے اٹھانا جائز ہے] | ۴۴۹ | میت کے لیے چار پائی کا استعمال کرنا |
| ۴۴۹ | نماز جنازہ پڑھانے کے لیے [| ۴۵۰ | جنازہ میں میت کی چارپائی کی جگہ پاگل ہو کر پڑی ہے |
| ۴۵۰ | ولی کی اجازت کا حکم] | ۴۵۰ | دعا بعد الجنازہ کی شرعی حیثیت |
| ۴۵۰ | جنازہ اٹھانے سے قبل اجتماعی دعا کرنا | ۴۵۱ | میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا |
| ۴۵۰ | قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے | ۴۵۲ | شرکاء جنازہ کا ذکر بالجہر کرنا مکروہ ہے |
| ۴۵۱ | سوال و جواب کا سلسلہ میت کو قفانے کے بعد ہوگا | ۴۵۲ | تجہیز و تدفین میں تاخیر کرنا |
| ۴۵۲ | میت کو قبرستان تک لیجانے کا مسنون طریقہ | ۴۵۳ | سحرت کی تدفین میں غیر محارم کی شرکت |
| ۴۵۲ | رنگدار کپڑے میں میت کو کفننا | ۴۵۳ | قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا |
| | | ۴۵۴ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ [|
| | | | میں خلفاء اربعہ کی شرکت] |
| | | ۴۵۴ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی تحقیق |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۴۶۱ | باب فی حکم الشہید | ۴۶۳ | دریا میں ڈوب کر مرنے والے { کو غسل دینے کا حکم |
| ۴۶۱ | شہید کی حقیقت | ۴۶۳ | آپ زمرم سے دھوئے ہوئے { کفن کے استعمال کا حکم |
| ۴۶۱ | آخر وی اور دنیوی شہید کے درمیان فرق | ۴۶۴ | جو توں سمیت نماز جنازہ پڑھنے کا حکم |
| ۴۶۲ | رنجی ہونے کے بعد کھانے پینے کا موقع ملنے { سے مقتول دنیوی شہید نہیں رہتا | ۴۶۵ | نفل نماز پڑھنے کے دوران جنازہ { حاضر ہونے پر نماز توڑنے کا حکم |
| ۴۶۲ | رات کے اندھیرے میں نامعلوم افراد کے { ہاتھوں مارا جانے والا شخص شہید ہے | ۴۶۵ | غلطی سے جنازہ الٹا رکھ کر { اس پر نماز پڑھنے کا حکم |
| ۴۶۳ | محاذ جنگ میں بم پھٹنے سے مرنے والوں کا حکم | ۴۶۶ | قبرستان سے سبز گھاس ختم کرنے کا حکم |
| ۴۶۳ | قاتل کے علاوہ کسی دوسرے شخص { کا ارادہ قتل مبطل شہادت نہیں | ۴۶۶ | قبرستان میں خشک گھاس کو { آگ لگانے کا حکم |
| ۴۶۴ | تخریب کاری میں مرنے والے { مسلمان شہید ہوتے ہیں | ۴۶۷ | میت کو دفن کرتے وقت اس کا منہ { غلط سمت ہو جانے پر قبر کو دوبارہ کھولنے کا حکم |
| ۴۶۴ | ظلم کے تعین کے بغیر دنیوی شہید { کا حکم لگانا درست نہیں | ۴۶۸ | دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا { دو قبروں میں سے میت کون سی قبر میں دفن کی جائے؟ |
| ۴۶۵ | آپس کے تنازعات میں مرنے والے لوگوں کا حکم | ۴۶۸ | رشتہ داروں کی قبریں ایک { ساتھ ہونے کا حکم |
| ۴۶۵ | دفاعی جنگ میں مرنے والوں کا حکم | ۴۶۹ | منکر حدیث کی نماز جنازہ کا حکم |
| ۴۶۶ | افغانستان کے جہاد میں { مرنے والوں کا حکم | ۴۶۹ | دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم |
| ۴۶۷ | شہید کو دفنانے سے قبل یا { بعد اپنے وطن واپس لانا | ۴۷۰ | میت کا قبر میں قبلہ رخ ہونا ضروری ہے |
| ۴۸۰ | حریق بالنار کے حکم کے بارے میں تعارض کا ازالہ | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۲۹۱ | حوائجِ اصلہ سے زائد رقم پر زکوٰۃ کا حکم | | کتاب الزکوٰۃ |
| ۲۹۱ | محفوظ رقم میں ہر سال کی علیحدہ | | |
| ۲۹۱ | زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم | | |
| ۲۹۲ | زکوٰۃ کی یکمشت ادائیگی ضروری نہیں | ۲۸۳ | باب وجوب الزکوٰۃ |
| ۲۹۲ | مہر مؤجل مانع وجوب زکوٰۃ نہیں | | |
| ۲۹۳ | حج کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۳ | دو ہزار روپے میں زکوٰۃ قرض ہے یا نہیں؟ |
| ۲۹۴ | منگنی یا شادی کے مال پر زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۳ | زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت کی اہمیت |
| ۲۹۴ | شادی کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۴ | زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے حوالان حول کی شرط |
| ۲۹۵ | گھر میں استعمال ہونے والے | ۲۸۴ | زکوٰۃ کی ادائیگی میں قمری سال کا اعتبار ہوگا |
| ۲۹۵ | سامان میں زکوٰۃ نہیں | ۲۸۵ | کئی سالوں کی زکوٰۃ کا حکم |
| ۲۹۶ | تایالغ اور مخنون کے مال میں زکوٰۃ نہیں | ۲۸۵ | کیا زکوٰۃ علی الفور واجب ہے یا علی التراخی؟ |
| ۲۹۶ | والد کے مال سے بیٹا بلا اجازت | ۲۸۶ | زکوٰۃ کی ادائیگی میں وقت کا تعین کرنا |
| ۲۹۶ | والد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ | | |
| ۲۹۶ | میت کی طرف سے زکوٰۃ دینے کا حکم | ۲۸۶ | صاحبِ نصاب آدمی کے پاس سال |
| ۲۹۷ | نوٹ سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم | | کے درمیان میں مزید مال آجائے تو |
| ۲۹۸ | قرض پر دی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۷ | اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ |
| ۲۹۸ | کمپنی کی رقم میں زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۷ | زکوٰۃ قضا ہو جانے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ |
| ۲۹۹ | قرض منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ دی | ۲۸۸ | مکان کا نہ ہونا مانع وجوب زکوٰۃ نہیں |
| ۲۹۹ | جلئے گی یا قرض کی موجودگی میں؟ | | |
| ۵۰۰ | بیٹی کے حق مہر کی رقم باپ نے لی | ۲۸۸ | مہتمم مدرسہ کا ذاتی مال طلباء پر |
| ۵۰۰ | ہو تو زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟ | | خرچ کرنے کے لیے وزارتِ نیت |
| ۵۰۱ | وجوب زکوٰۃ کے لیے قرض کا منہا کرنا | ۲۸۹ | ضروری ہے یا ایک دفعہ کافی ہے |
| ۵۰۱ | امانت میں زکوٰۃ کا حکم | | |
| ۵۰۲ | حلال و حرام سے مخلوط مال میں زکوٰۃ کا حکم | ۲۸۹ | اگر یہ معلوم نہ ہو کہ آدمی کب صاحبِ نصاب |
| | | | بن گیا تو کیا کرنا چاہیے؟ |
| | | | حوائجِ اصلہ کے لیے جمع کی |
| | | | ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۵۱۳ | سفر احوال کے لیے زکوٰۃ و صدقات | ۵۰۲ | پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۴ | کی قوم سے حصہ لینا جائز نہیں | ۵۰۳ | شیئر پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۵ | سال گذر جانے کے بعد قرض مانع زکوٰۃ نہیں | ۵۰۴ | لمیٹڈ کمپنیوں پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۶ | قوجی یونٹوں کے سرکاری فنڈ پر زکوٰۃ کا مسئلہ | ۵۰۵ | فکسڈ ڈیپازٹ پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۶ | نصاب سے کم سونے کے ساتھ | ۵۰۵ | انتظامی بانڈ پر زکوٰۃ واجب ہے |
| ۵۱۶ | نقدی پر زکوٰۃ کا حکم | ۵۰۶ | پرائمز بانڈ پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۷ | عید کے موقع پر زکوٰۃ بطور عیدی دینا | ۵۰۶ | بنیک اور انشورنس سے حاصل شدہ |
| ۵۱۷ | شوہر کے مقروض ہونے کی صورت | ۵۰۷ | منافع پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۷ | میں بیوی سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی | ۵۰۷ | پیشگی کرایہ کی رقم میں زکوٰۃ مالک |
| ۵۱۸ | اسلمہ میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۰۷ | پر ہے یا کرایہ دار پر؟ |
| ۵۱۹ | زکوٰۃ لینے والے کو بتائے بغیر زکوٰۃ دینا | ۵۰۷ | زرعہ منات کی رقم میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۹ | افغان مہاجرین کو ملنے والی | ۵۰۸ | رہن پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۱۹ | املا میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۰۹ | کمپنی کی رقم میں زکوٰۃ |
| ۵۲۰ | فارمی مرغیوں اور ان کی پیداوار میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۰۹ | اقبوں کے کاروبار پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۰ | فلور ملز اور دیگر مشین میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۱۰ | طویل المیعاد قرضوں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۱ | خالی سلنڈر اور مائع گیس میں زکوٰۃ کا مسئلہ | ۵۱۰ | میت کے ترکہ سے زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۲ | زکوٰۃ میں قیمت فروخت کا اعتبار ہے | ۵۱۱ | حکومت کا زبردستی زکوٰۃ وصول کرنا |
| ۵۲۳ | زیورات کے موتیوں کا وزن | ۵۱۲ | نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۳ | نصاب میں شامل نہیں | ۵۱۲ | زمرہ و جوہرات اور دیگر قیمتی |
| ۵۲۲ | مکان کے لیے زمین خرید کر | ۵۱۳ | پھروں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۲ | فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم | ۵۱۳ | زیر مطالعہ کتابوں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۲۳ | خالص حرام مال میں زکوٰۃ واجب نہیں | ۵۱۳ | زکوٰۃ کی تبت کے بغیر فقراء اور |
| ۵۲۴ | مختلف ممالک کے کرنسیوں پر زکوٰۃ کا حکم | ۵۱۳ | مساکین میں رقم کی تقسیم زکوٰۃ نہیں |
| ۵۲۴ | زیورات میں زکوٰۃ ہر سال واجب ہے | ۵۱۴ | حکومت کا اموال یا طنہ سے زکوٰۃ کا طتا |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۵۲۵ | باب زکوٰۃ فی الا موال | ۵۲۵ | نفع پر موقوف تجارت کی نیت [زکوٰۃ کے لیے عملی تجارت کی محتاج ہے] |
| ۵۲۶ | زکوٰۃ میں سونے کی کون سی قیمت معتبر ہے ؟ | ۵۲۶ | زکوٰۃ کی مقدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے |
| ۵۲۷ | سونے کی مقررہ مقدار سے کم میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۲۷ | صدقہ زکوٰۃ کی مد میں شمار نہیں ہوگا |
| ۵۲۸ | میاں بیوی کے مشترکہ زیورات میں زکوٰۃ | ۵۲۸ | تقدیر رقم کی بجائے دوسری اشیاء زکوٰۃ میں دینا |
| ۵۲۸ | سونے چاندی کی مقدار میں علامہ عید الحی | ۵۲۸ | پینے کا پانی زکوٰۃ میں دینا |
| ۵۲۹ | اور حضرت تھانویؒ کی عبارات کی تحقیق | ۵۲۹ | زکوٰۃ کی رقم قسطوں میں ادا کرنا |
| ۵۲۹ | زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے | ۵۲۹ | قرض وصولی کی اقساط شروع ہونے سے پہلے سالوں کی زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۳۰ | سونے کی قیمت کا اعتبار نہیں | ۵۳۰ | گاڑی حوائج اصلہ میں داخل ہے |
| ۵۳۰ | سونے چاندی سے ہر سال | ۵۳۰ | سامان تجارت میں اندازہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی |
| ۵۳۱ | زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے | ۵۳۱ | قرض پر زکوٰۃ کس کے ذمے واجب ہے ؟ |
| ۵۳۱ | حکومت کی طرف سے عائد جرمانہ | ۵۳۱ | صاحب نصاب نے زکوٰۃ ادا نہ کی اور |
| ۵۳۱ | کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ دینا | ۵۳۱ | پھر وہ مال مکان کی تعمیر میں خرچ کرنے کے باوجود زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی |
| ۵۳۱ | اموال تجارت میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۳۲ | قرض کی وصولی پر قادر نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۳۱ | اموال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب | ۵۳۲ | حوالہ حول کے بعد شک گذرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم |
| ۵۳۲ | کاروبار کی جگہ کے فقراء زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں | ۵۳۲ | کیا ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل ہو سکتا ہے ؟ |
| ۵۳۳ | مال مضاربیت میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۳۳ | کپڑوں میں سونے یا چاندی کی کڑھائی میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۳۳ | مسجد کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ | ۵۳۳ | سونے چاندی کے اعضاء پر وجوب زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۳۴ | مسجد کی رقم پر تجارت کرنا | ۵۳۴ | زکوٰۃ کا مال چوری ہو جائے تو ؟ |
| ۵۳۴ | اور اس میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۳۵ | |
| ۵۳۵ | جن اشیاء کے خریدنے میں تجارت کا ارادہ نہ ہو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|--|
| ۵۵۶ | باب زکوٰۃ السوائم | ۵۴۵ | کتابوں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۵۶ | بھیر بکریوں میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۴۵ | گائیوں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۵۶ | مولیشیوں کے دودھ میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۴۶ | پلاٹ کی خرید و فروخت میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۵۷ | چراگاہ کی اجرت دینے سے | ۵۴۶ | اسلحہ پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۵۷ | زکوٰۃ متاثر نہیں ہوتی | ۵۴۷ | گدھے اموال تجارت میں ہوں تو زکوٰۃ واجب ہے |
| ۵۵۷ | اتحاد مرعی ضروری نہیں | ۵۴۷ | اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی |
| ۵۵۸ | گائے اور بھینس کی زکوٰۃ کے | ۵۴۸ | ضرورت کے لیے خریدی گئی زمین |
| ۵۵۹ | نصاب میں فرق ہے یا نہیں؟ | ۵۴۸ | پر تجارت کی نیت کرنا |
| ۵۵۹ | بکریوں میں زکوٰۃ کا نصاب | ۵۴۸ | ذاتی استعمال کے لیے خریدی گئی مشینیں |
| ۵۵۹ | بھینسوں کا نصاب زکوٰۃ | ۵۴۹ | کو نفع پر فروخت کرنے میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۰ | گھریں پالے ہوئے جانوروں میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۴۹ | کراکری کے سامان میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۰ | تجارت کے لیے جانوروں میں | ۵۵۰ | مال تجارت میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۰ | سوچا ندی کا نصاب معتبر ہے | ۵۵۰ | تجارت کے لیے مکانات میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۱ | زکوٰۃ میں جانور کے بجائے اسکی قیمت دینا | ۵۵۱ | اجارہ کئے ہوئے مکان پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۱ | گدھوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ | ۵۵۱ | کارخانہ کی زمین اور مشینوں پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۱ | ڈیری فارم کی بھینسوں میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۵۲ | آٹا پیسنے کی مشین اور ٹرک |
| ۵۶۲ | گائے بیل اور دودھ کی ذاتی ضرورت | ۵۵۲ | وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۲ | کے لیے رکھی ہوئی بھینسوں میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۵۳ | زمین کا کرایہ پیشگی دیتے میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۳ | بھیروں کے ساتھ ان کے بچے بھی | ۵۵۳ | قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ کس طرح ادا ہوگی؟ |
| ۵۶۳ | نصاب میں شمار ہوں گے | ۵۵۴ | زیورات کے نگینوں میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۳ | گھوڑوں میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۵۴ | قدرتی خزانہ میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۶۳ | اونٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب | ۵۵۵ | ۲۰ تو لے سوا اور ۳۰ روپے نقد زکوٰۃ کا حکم |
| | | ۵۵۶ | سائیکل اور گھڑی وغیرہ ضرورت یا |
| | | | میں داخل ہیں |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۵۷۵ | سال کے بعد بیچ جانے والے غلہ میں زکوٰۃ کا حکم | ۵۶۶ | باب العشر |
| ۵۷۵ | عشر کا وجوب بائع پر ہے یا مشتری پر؟ | ۵۶۶ | چشمہ کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر کا حکم |
| ۵۷۶ | پہاڑی کی آمدنی میں عشر کا مسئلہ | ۵۶۶ | عشر کس جگہ کے حساب سے واجب ہوتا ہے؟ |
| ۵۷۶ | مزارعت میں عشر کا وجوب | ۵۶۶ | میتوب ویل سے سیراب ہونے والی زمین میں نصف عشر کا وجوب |
| ۵۷۷ | پھل وغیرہ تیار ہونے سے قبل فروخت کرنے پر عشر کا مسئلہ | ۵۶۷ | ائمہ مساجد کو دی گئی سیر کی آمدنی میں عشر یا نصف عشر کا وجوب |
| ۵۷۷ | کسی دوسری جگہ فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کی ادائیگی کا مسئلہ | ۵۶۷ | آئندہ سال کا عشر پیشگی دینا |
| ۵۷۸ | فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے؟ | ۵۶۸ | قومی اخراجات منہا کئے بغیر عشر واجب ہے |
| ۵۷۸ | اجارہ پر دی ہوئی زمین میں عشر کس پر واجب ہے؟ | ۵۶۹ | حکومت کا عشر اور زکوٰۃ وصول کرتا |
| ۵۷۹ | شفقت میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ | ۵۶۹ | پاکستانی زمین کی شرعی حیثیت |
| ۵۸۰ | گنے میں عشر کا حکم | ۵۷۰ | قرض مانع وجوب عشر نہیں |
| ۵۸۰ | گڑ یا اس کی قیمت عشر ادا کرنا جائز ہے | ۵۷۰ | مالیہ یا آبیانہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا |
| ۵۸۱ | مورنگ پھلی میں عشر کا بیان | ۵۷۱ | جہر و تشدد سے لیے ہوئے عشر کا اعادہ بہتر ہے |
| ۵۸۱ | تمباکو کا عشر کب ادا کیا جائے گا؟ | ۵۷۱ | سرکاری محلو سے عشر پر کوئی اثر نہیں پڑتا |
| ۵۸۲ | گھر کے اندر پھلدار درختوں میں عشر واجب نہیں | ۵۷۲ | موقوفہ زمین کی آمدنی میں عشر کا حکم |
| ۵۸۲ | مزرعہ زمین کے گرد پھلدار درختوں میں عشر کا مسئلہ | ۵۷۲ | کراپہ پر دی ہوئی زمین میں زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۸۲ | درختوں کے پتوں میں عشر کا حکم | ۵۷۳ | غصب پر عشر کا وجوب |
| ۵۸۳ | بھوسہ میں عشر واجب نہیں | ۵۷۳ | مشرکہ مال کی عارضی تقسیم مسقط زکوٰۃ نہیں |
| ۵۸۴ | سبز یوں میں عشر کا وجوب | ۵۷۴ | ناقابل کاشت زمین میں زکوٰۃ کا حکم |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۵۸۴ | ۵۸۴ افیون میں عشر کے وجوب کا مسئلہ | ۵۸۴ | وجوب عشر کے لیے زمین کا |
| ۵۸۵ | مقروض پر بھی عشر واجب ہے | ۵۸۵ | مالک ہونا شرط نہیں |
| ۵۸۵ | رقاہ عامہ کے کاموں پر | ۵۸۵ | لکڑیوں میں عشر نہ ہونے کی علت کی وضاحت |
| ۵۸۵ | عشر کی رقم خرچ کرنا | ۵۸۵ | فروخت کرنے کی تبت سے گائے |
| ۵۸۵ | شہر میں عشر واجب ہے یا زکوٰۃ | ۵۸۵ | ہوئے بیج پر عشر کا حکم |
| ۵۸۶ | کیا مچھلیوں میں عشر واجب ہے | ۵۸۶ | فصل کے بار بار اگتے پر عشر کا حکم |
| ۵۸۶ | کافر حکمران کا مسلمانوں سے | ۵۸۶ | درختوں اور لکڑیوں میں عشر و زکوٰۃ کا مسئلہ |
| ۵۸۶ | یکس یا عشر وصول کرنا | ۵۸۶ | اجارہ کی نقد رقم پر زکوٰۃ کا حکم |
| ۵۸۷ | فرنیچر اور کھیلوں کے سامان کے لیے | ۵۸۷ | عشر فی الفور واجب ہے یا علی التاخیر؟ |
| ۵۸۷ | کاشت شدہ درختوں میں عشر کا مسئلہ | ۵۸۸ | نہری اور بارانی پانی سے سیراب |
| ۵۸۸ | ایک ہی رقم سے عشر اور | ۵۸۸ | ہونے والی پیداوار میں عشر کا حکم |
| ۵۸۸ | زکوٰۃ دونوں ادا کرنا | ۵۸۸ | امارت اسلامیہ جبراً عشر |
| ۵۸۸ | ذاتی استعمال کے لیے کاشت کردہ | ۵۸۸ | وصول کر سکتی ہے |
| ۵۸۸ | سبزی میں عشر واجب ہے | ۵۸۸ | نابالغ کی ملوکہ الارضی میں |
| ۵۸۸ | خود روپودوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ | ۵۸۸ | عشر کا مسئلہ |
| ۵۸۹ | جدید طریقہ کاشت کے عشر پر اثرات | ۵۸۹ | محفوظ خود روگھاس |
| ۵۹۰ | فصل مقصودہ پر عشر واجب ہے | ۵۹۰ | میں عشر واجب ہے |
| ۵۹۱ | بائع کا مشتری کو کچھ رقم چھوڑ دینے پر عشر کا حکم | ۵۹۱ | فتاویٰ ہندیہ و درمختار کی عبارت |
| ۵۹۱ | جنگلات میں عشر واجب نہیں | ۵۹۱ | وشجر القطن سے پیدا ہونے |
| ۵۹۲ | بارانی اور چاہی زمین میں عشر کا حکم | ۵۹۲ | والے شہ کا ازالہ |
| ۵۹۳ | عشر میں حوالان حول شرط نہیں | ۵۹۳ | نہری زمین میں عشر اور نصف عشر کا مسئلہ |
| ۵۹۳ | پھل پکنے سے پہلے بیع کی صورت | ۵۹۳ | میت کے مال میں وجوب عشر کا مسئلہ |
| | میں عشر مشتری پر ہے | | |



كتاب القديس القبطي غفر الله ذنبه وستره
 وصره، بآستان

كتاب القديس القبطي غفر الله ذنبه وستره
 وصره، بآستان

كتبه الفقير لغيره المحب عبد الله بن محمد
والعمر، بالسنين

طالعبر، جاكسون

١٠

باب المواقیت

(نمازوں کے اوقات)

سوال :- ہمارے علاقہ کی مساجد میں جماعت کے اوقات نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا مقرر ہیں، لیکن بعض اوقات امام صاحب وقت مقررہ سے تاخیر کر کے آتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ کیا نمازوں کو مقررہ وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- نمازوں کے لیے مقرر شدہ اوقات حتیٰ نہیں بلکہ نمازیوں کی سہولت کو مد نظر رکھ کر مقرر کیے جاتے ہیں، اگر ان اوقات میں کچھ تقدیم و تاخیر ہو جائے بشرطیکہ مکروہ وقت داخل نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تاہم اگر امام تنخواہ دار ہو تو دیگر دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے مقررہ وقت سے تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ نماز مستحب وقت میں پڑھی جائے۔

قال الحصکفی: (و یجلس بیتھما) بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب۔ (الذی المختار علی صدر ما المختار ج ۱ ص ۳۸۹ باب الاذان) لہ

سوال :- فجر کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ اور طلوع فجر اور فجر کی نماز کا وقت

الجواب :- نماز فجر کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہوتا ہے جس کی مقدار تقریباً سو اکھٹہ ہے تاہم کمی و زیادتی بھی ممکن ہے۔ اور صبح صادق کی علامت یہ ہے کہ اُس وقت آسمان کے افق پر سفیدی سی نمودار ہوتی ہے جو آسمان کے افق میں پھیلی ہوتی ہے۔

لہ وفي الهندية: وينتظر المؤذن الناس ويقوم للضعيف المستعجل ولا ينتظر رئيس الحلة و كبيرها كذا في معراج البراهية۔ ينبغي ان يؤذن في اول الوقت ويقوم في وسطه حتى يفرغ المتوضي من وضوئه والمصلي من صلوته والمعتصر من قضاء حلقته كذا في التاتارخانية۔ والهندية ج ۵ باب الاذان) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۵ باب الاذان۔

قال المحصن في وقت صلاة الفجر (.... ومن) اول طلوع الفجر الثاني وهو البياض المنتشر المستطير والمستطيل رالي (قبيل طلوع ذكاء) بالضم غير منصرف اسم الشمس۔ الدر المختار على صدد المختار ج ۱ ص ۳۶۳ کتاب الصلوة ۱۰

سوال :- ہمارے علاقوں میں رمضان کے مہینے میں صبح کی نماز عموماً غلّس (تاریکی) میں پڑھی جاتی ہے جس سے جماعت میں کثرت رہتی ہے، کیا فقہ حنفی کی رو سے یہ درست ہے؟

الجواب :- جواز سے کسی کو انکار نہیں، لیکن فقہ حنفی میں اسفار کے استحباب میں رمضان کا استثناء کہیں نہیں لکھا ہے، اس لیے شاید وقتی مصلحت کی رو سے بہتر ہو لیکن یقینی اعتبار سے اسفار مستحب ہے۔

لما قال شيخ الاسلام ابو كيون بن علي اليميني: ويستحب الاسفار بالفجر..... قيل هو ان يصلي في وقت لو صلى بقراءة حسنة مرة فاذا فرغ ظهر له فساد في طهارته امكنه الوضوء والاعادة قبل طلوع الشمس وهذا كله في السفر والحضر في الازمنة كلها الا يوم النحر بالمزدلفة للحاج۔
الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۵ کتاب الصلوة ۱۰

سوال :- جواز سے قطع نظر نمازوں کے اوقات نماز کے لیے مستحب وقت کیا ہے؟ مستحبہ کی حقیقت کیا ہے؟ تعجیل افضل ہے یا تاخیر؟

۱۰ وفي الهندية: وقت الفجر من الصبح الصادق وهو البياض المنتشر في الافق الى طلوع الشمس ولا عبدة بالكاذب وهو البياض الذي يبدو طوكاً ثم يعقبه الظلام فبالكاذب لا يدخل وقت الصلاة ولا يحرم الاصل على الصائم هكذا في الكافي۔

الهندية ج ۱ ص ۱۸۱ باب الاول في المواقيت (ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۷ کتاب الصلوة) ۱۰
له قال المحصن والمستحب للرجل الابتداء في الفجر باسفار والنختم به هو المختار بحيث يدخل اربعين اية ثم يعيده بطهارة لوفد وقيل يخرج رجل الان لفساد موهم الا لحاج بمزدلفة۔ الدر المختار على صدد المختار ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الصلوة ۱۰
ومثله في شرح الوقاية ج ۱ ص ۱۲۸ کتاب الصلوة ۱۰

الجواب :- مطلقاً تعجیل یا تاخیر مستحب نہیں بلکہ فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فجر کا مستحب وقت اسفار ہے، اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر اور سردیوں میں مقدم کر کے پڑھنا افضل ہے، عصر کو گرمی و سردی دونوں میں مؤخر کرنا افضل ہے بشرطیکہ سورج متغیر نہ ہو، اور عشاء کو ثلث یل تک مؤخر کرنا افضل ہے، تاہم اگر آسمان ابر آلود ہو تو عصر و عشاء کو مقدم کر کے اور باقی کو مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

قال المحقق: والمستحب للرجل (الابتداء) في الفجر ربا سفاذ والختم به، هو المختار بحديث يردل أربعين آية۔ ثم يعيد بطهارة نوسد وقيل يؤخر جداولان الفساد وهو (الحاج بمزدلفة) فالتغليس افضل كمرأة مطلقاً وفي غير الفجر الافضل لها انتظار فراغ الجماعة (وتاخير ظهرا الصيف) بحديث يمشي في الظل (مطلقاً).... وتاخير (عصر) صيفاً وشتاء توسعة للنوافل (وما لم يتغير ذكاء) بان لا يتأخر العين فيها في الاصر (و) تاخير عشاء الى ثلث الليل الى اخره۔ والمستحب تعجيل ظهرا الشتاء يلحق به الربيع وبالصيف الخريف وتعجيل عصر وعشاء يوم غيم.... وتاخير غيرهما فيه۔

والله المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۹ کتاب الصلوة (۱)۔
سوال :- نماز عصر میں فقہائے تاخیر نے کو مستحب نماز عصر میں تاخیر کی مقدار لکھا ہے، لیکن تاخیر کی مقدار کیا ہے؟ اس کے بارے

۱۔ وفي الهندية: يستحب تاخير الفجر ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس بل يسفر بهما.... وليستحب تاخير الظهر في الصيف وتعجيله في الشتاء.... وليستحب تاخير العصر في كل زمان ما لم يتغير الشمس.... وليستحب تعجيل المغرب في كل زمان كذا في الكافي.... وكذا تاخير العشاء الى ثلث الليل والوتر الى انحرالليل لمن يشق بالانتباه.... وفي يوم الغيم ينور الفجر كما في حال الصحو ويؤخر الظهر لئلا يقع قبل الزوال ويعجل العصر خوفاً من أن يقع في الوقت المكروه ويؤخر المغرب خوفاً من الوقوع قبل الغروب ويعجل العشاء كيلا يمنع مطراً وتلجعت الجماعة۔
 (الهندية ج ۱ ص ۵۲ کتاب مواقيت الصلوة) ومثله في شرح الوفاية ج ۱ ص ۵۲ کتاب الصلوة

بارے میں معلومات فراہم فرماویں؟

الجواب :- عصر کی نماز میں بلا شک و شبہ تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر کرنا جو اصفہار الشمس تک مفتی ہو مکروہ تحریمی ہے، سورج پر زردی کے آثار ظاہر ہونے سے قبل ہی نماز عصر سے فارغ ہونا چاہیے۔

قال المحقق (و) آخر العصر إلى اصفہار ذکاء (فلو شرع فيه قبل التغير فمده اليه لا يكره) - الدر المختار على صرر المختار ج ۱ ص ۳۶۸ کتاب الصلوة (۱)

سوال :- مثل ثانی میں ظہر کی نماز پڑھنا ادا ہے یا قضاء؟ جبکہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امام صاحب نے مثل ثانی کے قول سے

رجوع کر لیا تھا لہذا مثل ثانی میں پڑھی گئی نماز ادا نہیں بلکہ قضاء ہے، حقیقت واضح فرماویں؟

الجواب :- محققین احناف کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مثل ثانی میں ظہر کی نماز پڑھنا ادا ہے قضاء نہیں، اور یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ایک فتراہ ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ مثل ثانی سے قبل ادا کی جائے۔

قال ابن عابدین: (قوله إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن أكمام نهائية وهو الصحيح بدائع ومحيط وینا مع وهو المختار وغياثية واختاره الامام المحبوبي وعول عليه النسفي وصدور الشريعة تصحيح قاسم واختار اصحاب المستون وارقضاة الشارحون قول الطحاوی وبقولهما فاخذ لا يدل على انه المذهب وما في الفيض من أنه يفتي بقولهما في العصر والعشاء مسلم في العشاء فقط على

له قال ابن نجيم: (قوله العصر ما لم تتغير) أطلقه فشمّل الصيف والشتاء لما في ذلك من تكثير النوافل لكرهتها بعد العصر وإراد بالتغير ان تكون الشمس بحال لا تحارف فيها العيون على الصحيح فان تاخيرها اليه مكروه لا الفعل لانه ما مور بها منهي عن تركها فلا يكون الفعل مكروها
كذا في السراج - ر البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۶ مواقيت الصلوة (۱)
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۵۳ مواقيت الصلوة

ما فيه وتمامه في البحر - (الدر المختار على صدر المختار ج ۱ ص ۳۵۹ کتاب الصلوة) له
سورج غروب نہ ہونے کی حالت میں نماز کا حکم | سوال :- بعض اوقات مغرب کی جانب
 سفر کرتے وقت سورج غروب ہوتا نظر
 نہیں آتا، ایسی حالت یا ایسے ممالک میں جہاں پر سورج غروب نہیں ہوتا، نماز پڑھنے کا کیا
 حکم ہے؟

الجواب :- جہاں پر سورج کے غروب نہ ہونے کی وجہ سے رات و دن کا امتیاز
 ناممکن ہو تو قریبی ممالک کے اوقات کو اختیار کر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا
 اہتمام کرنا ضروری ہے، تاہم اگر کہیں سفر کی حالت میں وقت ممتد نہ ہو لیکن سورج کا غروب
 ممکن ہو تو پھر سورج کے غروب میں تاخیر سے نماز کے اوقات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
 قال المحقق: روافد وقتہما، کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب
 الشفق فی اربعینۃ الشتاء۔ مکلف بہما فیقدر لہما ولا ینوی القضاء لفقد
 وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر، واختارہ الکمال، وتبعہ ابن الشنۃ
 فی الغارۃ فصححہ فرعم المصنف انہ المذہب۔
 (الدر المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۳۶۲ کتاب الصلوة) ۲

۱۔ قال ابن نجیم (قوله والظہر من الزوال الى بلوغ الظل مثليه سوى الفتي) اي وقت الظہر
 والاوّل قول ابی حنیفۃ قال فی البدائع انہا المذكورۃ فی الاصل وهو الصحيح
 وفي النهاية انہا ظاہر الروایۃ عن ابی حنیفۃ وفي غایۃ البیان وبہا اخذ ابو حنیفۃ
 وهو المشہور عنہ وفي المحيط والصحيح قول ابی حنیفۃ وفي الیتابع وهو الصحيح عن
 ابی حنیفۃ وفي تصحيح القدوری للعلامة قاسم ان برہان الشریعۃ المحبوبي
 اختارہ وعول علیہ التسفی۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۱ کتاب الصلوة)
 ۲۔ لما اخرجہ الامام مسلم بن حجاج القشیری۔ عن النواس بن سمعان حدیثاً طویلاً
 ما لبثتہ فی الارض قال اربعون يوماً۔ يوم کسنتہ ويوم کثرتہ ويوم کجمعتہ وسائر ايامہ
 ما کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک اليوم الذی کسنتہ تکفینا فیہ صلوة يوم قال لا اقدر
 لہ قدرۃ ... الخ۔ (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۲۸۱ باب ذکر الدجال)

سوال :- میں ایک طالب علم ہوں اور تعلیم کی غرض سے ایک شہر میں آیا ہوں، یہاں ایک بات بہت مختلف فیہ ہے، وہ یہ کہ ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ نماز ظہر کا وقت ۱۱/۵۵ سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہم نماز ۱۲/۲ بجے پڑھتے ہیں، کیا ہم اس مولوی صاحب کی بات کا اعتبار کر کے ۱۲/۲ بجے سے پہلے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب :- زوال کا وقت موسم کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور اختلاف مکان کی وجہ سے زوال کے اوقات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، تحقیق کر کے معلوم کیا جائے کہ زوال کا وقت اس وقت ہمارے بلاد میں کیا ہے؟

ہمارے بلاد میں جو نماز ظہر پڑھی جاتی ہے یہ مستحب وقت میں پڑھی جاتی ہے اگر کوئی اس سے قبل بھی پڑھنا چاہے تو وقت زوال معلوم کر کے پڑھ سکتا ہے البتہ زوال کے وقت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

و الزوال طهور زیادة الظل لكل شخص في جانب المشرق كذا في الكافي وطريق معرفة زوال الشمس وفي الزوال ان تغرز خشبة مستوية في ارض مستوية فمادام الظل في الانتقاض فالشمس في حد الارتفاع واذا اخذ الظل في الازدياد علم ان الشمس قد زالت فاجعل على رأس الظل علامة فمن موضع العلامة الى الخشبة يكون فنى الزوال۔

الهندية ج ۱ ص ۱۵۱ الفصل الاول في اوقات الصلاة (

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبات..... وعند الانتصاف الى ان تزول۔ رالهندية ج ۱ ص ۱۵۲ الفصل الثالث في بيان الاوقات التي لا تجوز فيها الصلوة وتكره فيها)۔

لہ قال ابن نجیم: وفي معرفة الزوال روايات اصحها ان يغرز خشبة مستوية في ارض مستوية ويجعل عند منتهى ظلها علامة فان كان الظل يتقص عن العلامة فالشمس لم تزَل وان كان الظل يطول ويجاوز الخط على انها زالت وان امتنع الظل من القصر والطول فهو وقت الزوال كذا في الظهيرة۔ ربح الرائق ج ۱ ص ۲۲۵ باب كتاب الصلوة (ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة الجنازة عند الطلوع والاستواء۔ (جلد ۱ باب الادفات

مکروہ اوقات کی مقدار کا حکم | سوال :- طلوع اور غروب آفتاب کے دوران مکروہ وقت کی مقدار کتنی ہے؟

الجواب :- فقہاء کرام نے ان اوقات میں مکروہ وقت کی پہچان کی علامت یہ لکھی ہے کہ طلوع یا غروب آفتاب کے وقت جب کوئی سورج کو دیکھے تو دیر تک دیکھ سکے اور اس کی آنکھوں کو کسی قسم کی دشواری محسوس نہ ہو بشرطیکہ آسمان بالکل صاف ہو بادل وغیرہ نہ ہوں تو یہ وقت مکروہ ہے۔ تخمیناً مقدار یہ ہے کہ جب سورج ایک ریح ذبیحہ بمحوکہ بارہ باشت کا ہوتا ہے کہ برابر اونچا ہو جائے تو اس کے بعد نماز پڑھنا جائز ہے اس سے قبل کا وقت مکروہ ہے اور غروب کے وقت جب سورج ایک ریح سے کم ہو جائے تو مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے، اس وقت صرف اسی دن کی نماز عصر پڑھنی جائز ہے باقی نمازیں جائز نہیں۔

قال العلامة الحسکفی: وتأخیر عصر صیفا وشتاء توسعة للنوافل ما لم یتغیر ذکامیان لا تحار العین فیہا فی الاصح۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله فی الاصح) صححہ فی المہدایۃ فی الظہیریۃ ان امکنہ الحالۃ النظر فقد تغیرت وعلیہ الفتویٰ فی النصا وغیرہ وبہ تاخذ وهو قولنا امتنا الثلاثۃ ومشائخ بلخ وغیرہم۔۔۔۔۔ وقیل حد التغیر ان یتقی للغروب اقل من ریح۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۶ کتاب الصلوۃ، اوقات الصلوۃ) قال ابن عابدین: (تحت قوله مع شروق) ما دامت العین لا تحار فیہا ففی فی حکم الشروق كما تقدم فی الغروب انه الاصح كما فی البحر۔۔۔۔۔ اقول ینبغی تصحیح ما نقلوہ عن الاصل للامام محمد من انه ما لم ترتفع الشمس قدر ریح ففی فی حکم الطلوع کانت اصحاب المتون مشوا علیہ فی صلوۃ العید حیث جعلوا اول وقتہا من الارتفاع ولذا جزم بہ فی الفیض ونور الایضاح۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۷ کتاب الصلوۃ، اوقات الصلوۃ) لہ

لہ قال ابن نجیم: وذكر فی الاصل ما لم ترتفع الشمس قدر ریح ففی فی حکم الطلوع واختار الفضلی ان الانسان ما دام یقدر علی النظر الی قرص الشمس فی الطلوع فلا تحل الصلوۃ فاذا عجز عن النظر حلت۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵ کتاب الصلوۃ، باب المواقیت)

وفی الہندیۃ: وعند اجماعنا الی ان تغیب العصر یؤید ذلک فانه یجوز اداؤہ عند الغروب۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۵۲ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التي لا تجوز فیہا الصلوۃ)

استواء شمس کے وقت مکروہ وقت کی مقدار | سوال :- استواء شمس کے وقت مکروہ

مختلف آراء ہیں، بعض لوگ دو تین منٹ اور بعض بیس پچیس منٹ کا دورانیہ بتاتے ہیں، اس دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں، اندریں صورت مکروہ وقت کی صحیح مقدار از روئے شرع بیان فرمائیں ؟

الجواب :- زوال میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور نہ اس کے لیے کوئی متعین وقت مقرر ہے، اس لیے مناسب یہ ہے کہ نصف النہار سے چند منٹ قبل اور چند منٹ بعد نماز پڑھنے سے تو وقت کرنا چاہیئے۔

ہکذا فی فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۲۳۷

مکروہ اوقات میں نماز جنازہ و سجدہ تلاوت کا حکم | سوال :- مکروہ اوقات

آفتاب اور استواء شمس کے وقت نماز جنازہ پڑھنا یا سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مکروہ اوقات ہی میں اگر جنازہ تیار ہو جائے یا سجدہ تلاوت واجب ہو جائے تو ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا اور سجدہ تلاوت کرنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اگر جنازہ پہلے سے تیار ہو یا سجدہ تلاوت پہلے سے واجب ہو چکا ہو تو پھر ان اوقات مکروہ میں نماز جنازہ پڑھنا اور سجدہ تلاوت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وکرہ صلوة مطلقاً ووقضاء اولیة او نقلاً او علی جنازة وسجدة تلاوت وسهولاً شکر مع شروق واستواء وغروب الا عصر یومہ..... و سجدة تلاوة وصلوة جنازة تلیت فی کامل وحضرته الجنازة قیل لوجوبہ کاملاً فلا یتأدی ناقصاً فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما ای تحریمًا و فی التحفة الا فضل ان لا تؤخر الجنازة۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله فی التحفة الخ) فثبت کوا التذکرۃ

لہ قال الشیخ المحقق محمد یوسف الدھیانوی: زوال میں نو سے زیادہ منٹ نہیں لگتے لیکن احتیاطاً نصف النہار سے پانچ منٹ قبل اور پانچ منٹ بعد نماز میں تو وقت کرنا چاہیئے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۱۵۱ اوقات نماز)

الجواب :- طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے صرف دو رکعت سنتیں ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نفلی نماز جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے، اور نہ عصر کی نماز کے بعد نوافل جائز ہیں، البتہ قضاء نمازیں پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وكرة نقل قصداً ولوتحية مسجد ولو سنة الفجر بعد
صلوة فجر وصلوة عصر ولو الجمعة يعرفه ولا يكره قضاء فائتة ولو وتراً. الخ
قال ابن عابدين: رتحت قوله وكرة نقل، والكراهية ههنا تحريمية أيضاً كما صرح
به في الحلية ولذا عبر في الخانية والخلاصة: بعدم الجواتر والمراد عدم الحل لعدم
الصحة كما لا يخفى. (رد المحتار ج ١ ص ٣٤٣ كتاب الصلوة - اوقات الصلوة) ٢٤

حریم شریفین میں مثلین سے قبل نماز عصر پڑھنے کا حکم | سوال :- لوگ جب حج یا عمرہ کے لیے حرمین شریفین جاتے ہیں تو وہاں

له وفي الهندية ثلاث ساعات لا يتجوز فيها المكتوبة ولا صلوة الجنائزة ولا سجدة التلاوة
... هذا اذا وجبت صلوة الجنائزة وسجدة التلاوة في وقت مباح واخرتا الى هذا
الوقت فانه لا يجوز قطعاً ما لو وجبتا في هذا الوقت واديتا فيه جاز لانها اديت ناقصة
كما وجبت لكن الافضل في سجدة التلاوة تاخيرها وفي صلوة الجنائزة التاخير مكررة -
(الفتاوى الهندية ج ١ ص ٥٢ الفصل الثاني في بيان الاوقات التي لا يتجوز فيها الصلوة وتكروه فيها)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ١ ص ٢٢٩ مواقيت الصلوة -

٢٣٨
لله قال العلامة ابراهيم الحلبي: واما الوقتان الاخران..... فانه يكره فيهما التطوع فقط ولا يكره
فيهما الفرض..... وهما اي الوقتان المذكوران ما بعد طلوع الفجر الى ان ترتفع الشمس فانه
يكره في هذا الوقت النوافل كلها الا سنة الفجر..... وما بعد صلاة العصر الى غروب الشمس
لحديث ابن عباس ركبيري ص ٢٣٨ كتاب الصلوة، الشرط الخامس
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ٢٥١ اوقات الصلوة -

عصر کی نمازِ مثلین سے قبل ہوتی ہے، تو کیا ہم لوگ جماعت میں شامل ہو کر عصر کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا مثلین تک تاخیر کریں؟

الجواب :- عصر کی نمازِ مثلین کے بعد پڑھنا افضل ہے اگرچہ اس میں جماعت فوت ہو جانے کا خدشہ ہو، مگر یہ حکم دیگر عام مقامات کے لیے ہے، حرمین شریفین کی حرمت اور فضیلت کی وجہ سے جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے اور مثلین تک تاخیر کرنا ضروری نہیں، بلکہ حرمین شریفین میں باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: (وعليه عمل الناس اليوم) وانظر هل اذا لم من تاخيره العصر الى المثليين فونت الجماعة يكون الاولى التاخير ام لا؟ وانظر اهل الاول بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الامام۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۹ کتاب الصلوٰۃ، اوقات الصلوٰۃ)

سوال :- رمضان المبارک میں افطاری کی وجہ سے لوگ مغرب کی نماز میں تاخیر کر دیتے

ہیں، کیا افطاری کی وجہ سے نمازِ مغرب میں تاخیر کرنا جائز ہے؟

الجواب :- مغرب کی نماز میں دو رکعت نماز کی مقدار تاخیر کرنا تو بالاتفاق جائز ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ رمضان المبارک میں جب بھوک زیادہ ہو تو چند منٹ کی تاخیر جائز ہے بشرطیکہ یہ تاخیر ستاروں کے کثرت تعداد میں چمکنے تک نہ پہنچے، اس لیے کہ بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحصكفيؒ: كره اي التاخير لا الفعل لانه ما مؤمرا به تحريماً لا بعذر كسفر وكونه على اكل۔ قال ابن عابدینؒ: (تحت قوله لا بعذر) وعبارته اكل من عذر كسفر ومرض وحضور مائدة او غيم۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۹ کتاب الصلوٰۃ، اوقات الصلوٰۃ)

سوال :- آج کل مساجد میں نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کے تعین کا حکم

له قال العلامة عالم بن العلامة الانصاريؒ: واما المغرب فيكون تاخيراً اذا غربت الشمس وفي السراجية لا بعذر السفر وبأن كان على المائدة۔ (فتاوى تاتارغانیہ ج ۱ ص ۲۰۶ کتاب الصلوٰۃ المواقیت)

لوگ اس کے مطابق نماز کے اوقات تبدیل کرتے ہیں، ان میں سے بعض کیلنڈروں میں مغرب و عشاء کا درمیان فی وقت پونے دو گھنٹے اور بعض میں ڈیڑھ گھنٹہ کا وقت درج ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان صبح وقت کتنا ہے؟

الجواب:۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی متعین وقت مقرر نہیں، البتہ مفتی بہ قول کی رو سے شفقِ احمر کے غروب کے بعد عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے، جبکہ خطِ استواء کے درمیانی مقام پر معتدل ایام میں ۲۵ منٹ کے بعد شفقِ احمر غروب ہوتا ہے اور ۵ منٹ کے بعد سفیدی غروب ہوتی ہے، دیگر مقامات میں اس سے زیادہ وقت بھی ہو سکتا ہے اور اس زیادتی کی کوئی تحدید نہیں، البتہ مغرب کی اذان کے سوا گھنٹہ بعد عشاء کی اذان دینی چاہیے۔
قال العلامة الحصکفی: ووقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحجرة عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شروح المجمع وغيرهما فكان هو المذهب۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله اليه رجع الامام) ای الى قولهما الذي هو رواية عنه ايضا وصرح في المجمع بان عليها الفتوى۔

(مرد المختار ج ۱ ص ۳۶۱ اوقات الصلوة مطلب فی الصلوة الوسطی)۔

نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنے کا حکم | سوال:۔ ہم نے عام کتابوں میں پڑھا ہے کہ نمازِ عشاء کا وقت غروبِ شفق سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے یعنی اس دوران نمازِ عشاء پڑھنا جائز ہے لیکن مجموعۃ الفتاویٰ اردو جلد ۲۱ (ایچ ایم سعید کراچی) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز نصف شب کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور صبح کے وقت نماز کا اعادہ واجب ہے، گویا کہ نصف شب کے بعد نماز نہیں ہوتی حالانکہ یہ وقت نماز ہی کا ہے۔

الجواب:۔ عشاء کی نماز کو نصف شب تک مؤخر کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک نصف شب تک مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جو بھی نماز کراہت تحریمی کے ساتھ

لہ وفي الهندية، ووقت المغرب منه الى غيبوبة الشفق وهو الحجرة عندهما وبه يفتی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ الباب الاول فی المواقیب الفصل الاول فی اوقات الصلوة)

ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۶ مواقیب الصلوة۔

ادا کی جائے واجب الاعادہ ہوتی ہے، اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اس کی علت تقییل جماعت ہے، کراہت تنزیہی کا معاد خلاف اولیٰ ہے اور یہی رائے رائج اور مفتی بہ ہے اس لیے نصف شب کے بعد بھی عشاء کی نماز پڑھی جاسکتی ہے اور اس کا اعادہ بھی واجب نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة الحسکفی: فان اخرها ما زاد على النصف كره لتقليل الجماعة...
قال ابن عابدین: (تحت قوله كره) ای تحریمًا کما یأتی تقيیدہ فی المتن او تنزیہًا
وهو الاظهر كما نذكره عن الحلیة۔ (مراد المختار ج ۱ ص ۳۶۸ کتاب الصلوٰۃ، اوقات الصلوٰۃ)
ایضاً وقال ابن عابدین: (تحت قوله الماتن ای تحریمًا) کذا فی البحر عن القنبر
لكن فی الحلیة ان کلام الطحاوی یشیر الی ان الکراهة فی تاخیر العشاء تنزیہیة
وهو الاظهر۔ (مراد المختار ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب الصلوٰۃ، اوقات الصلوٰۃ) لہ

تہجد کا وقت کب شروع ہوتا ہے | سوال: جناب مفتی صاحب! مجھے تہجد پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح صادق سے پہلے اٹھنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، اگر میں آدھی رات کے بعد تہجد پڑھ کر سو جاؤں تو کیا میری تہجد کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: تہجد کے وقت کے بارے میں اگرچہ مختلف روایات مروی ہیں مگر رائج یہ ہے کہ نصف شب کے بعد تہجد کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اگر کوئی نصف شب کے بعد دو چار رکعت پڑھ لے تو تہجد ادا ہو جائے گی چاہے وہ سویا ہو یا نہ، تاہم سو کر اٹھنے کے بعد تہجد پڑھنا افضل ہے۔
لما قال العلامة شامہ عبدالعزیز الدہلوی: اول وقت آن بعد از نصف شب است سواء سبقه النوم ام لا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۵ کتاب الصلوٰۃ) لہ

لہ قال العلامة عالم بن العلامة انصاری، فی الغیاثۃ الاذاکان فیہ تفرق الجماعة وبعده الی نصف اللیل مباح غیر مکروہ۔ قال الطحاوی: وبعده نصف اللیل الی طلوع الفجر مکروہ اذا کان التأخیر بغیر عذر۔

(الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۱ ص ۲۰۶ کتاب الصلوٰۃ - المواقیت)

لہ لما قال المفتی عبدالرحیم لاچپوری: مختار مذہب یہ ہے کہ تہجد کا وقت نصف شب کے بعد شروع ہوتا ہے خواہ اس سے پہلے سویا ہو یا نہ سویا ہو ہاں سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیۃ ج ۱ ص ۲۸۳ باب اوقات الصلوٰۃ)

مغرب کے وقت کی مقدار | سوال: نمازِ مغرب میں تعجیل کی افضلیت کو دیکھ کر بعض لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ مغرب کا وقت نہایت مختصر ہے

اس کی مقدار عموماً کیا ہونی چاہیے؟

الجواب:۔ مغرب کا وقت فقہ تنفی کے مطابق غروبِ شمس سے شروع ہو کر شفقِ احمر کے غروب تک رہتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک شفقِ ابیض تک رہتا ہے۔
مغرب کا وقت موسم اور علاقہ جات کے قرب و بعد میں متاثر ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بعض علاقوں میں گھنٹہ اور بعض علاقوں میں ایک گھنٹہ تین منٹ اور بعض میں ایک گھنٹہ پندرہ منٹ اور بعض میں ایک گھنٹہ بیس منٹ وقت ہوتا ہے، عموماً مغرب اور عشاء کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ کا وقفہ ہونا چاہیے۔

تاہم مغرب کی نماز شفقِ احمر سے پہلے پڑھنی چاہیے تاکہ اختلاف سے محفوظ رہے، البتہ مسافر یا دوسرے صاحبِ عذر کے لیے شفقِ ابیض میں پڑھنا مخصص ہے۔

قال المحصن (رو) وقت (المغرب منه الى) غروب (الشفق وهو الحرة) عندهما
وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شروح الجمع وغيرها فكان هو المذهب
(و) وقت (العشاء والوتر منه الى الصبح)۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۳۶ کتاب الصلوة) لہ

XXXXX

لہ وقت المغرب منه الى غيبوبة الشفق وهو الحرة عندهما وبه يفتي هكذا
في شرح الوقاية وعند ابی حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحرة هكذا
في القدوري وقولهما اوسع للناس وقول ابی حنيفة احوط لان الاصل في
باب الصلوة ان لا يثبت فيها ركن ولا شرط الا بما فيه يقين كن في النهاية
ناقلًا عن الاسوار ومبسوط شيخ الاسلام ووقت العشاء والوتر من
غروب الشفق الى الصبح كذا في الكافي۔

(الهندية ج ۱ ص ۱۵ الباب الاول في المواقيت)

باب الاذان والاقامة

داذان اور اقامت کے بیان میں

اذان کا شرعی حکم | سوال :- اذان کا شرعی حکم کیسے ہے؟ اور کن کن نمازوں کے لیے اذان دینی چاہیئے؟

الجواب :- اذان پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے دینا سنت مؤکدہ ہے، فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر پوری قوم بالاتفاق اذان ترک کر دے تو اس کے ساتھ قتال کیا جائے، البتہ پانچ وقتہ نماز اور جمعہ کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں مثلاً صلوٰۃ کسوف و خسوف، تراویح یا جنازہ وغیرہ کے لیے اذان نہیں دی جائے گی۔

لما قال العلامة الحصکفی: وهو سنة للرجال في مكان عال مؤكدة هي لواجب في حقوق الفرائض الخمس في وقتها ولو قضاء لانه سنة للصلاة حتى يبردهم لا للوقت لا ليس لغيرها كعید - قال ابن عابدین: (تحت قوله کعید) ای وتر وجنازة وکسوف واستسقاء وتراویح، الخ

{ رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۱ باب الاذان }
{ مطلب فی المواضع التي یندب لها الاذان }
له

بیک وقت تعدد اذان | سوال :- ہمارے شہر میں ایک مسجد ایسی ہے جس میں عشاء کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے تمام نمازی بمع امام صاحب

له قال العلامة صدر الشریعة: وهو سنة للفرائض الخمس والجمعة وليس بسنة في التوافل - قال العلامة عبدالحی الکنہوی: (تحت قوله وليس بسنة في التوافل) اراد بالتوافل ما سوى الفرائض فان كل ما وراة الفرائض ناقله ای زائدة علیها - (السعاية ج ۲ ص ۹ باب الاذان)

ومثله في مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۱۵۶ باب الاذان۔

پہلی صف میں اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں اور مسجد کے چاروں کونوں میں پھونک مارتے ہیں اس کے بعد اقامت ہوتی ہے اور نماز شروع کرتے ہیں۔ کیا عند الشروع ایسا کرنا جائز ہے اور اس کا کوئی ثبوت ہے اور ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- عشاء کی اذان اور اقامت کے درمیان متعدد بار اذان کہنا عند الشروع اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ اپنی جانب سے اختراع اور بدعت ہے، اذان صرف فرض نماز کے لیے مشروع ہے اس کے علاوہ اذان کی سُنیّت ثابت نہیں۔

قال الحسکفی، لانه سنة للصلوة حتى یرد به كاللوقت (کالا) یسن (لغیرها) کید۔ والد المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۲۸۳ باب الاذان، کتاب الصلوة ص ۱۰

سوال :- ایک شخص جو خود بھی ظالم ہے اور اس کے بیٹے بھی ایک بزم کی پاداش میں گرفتار ہو گئے ہیں، ان کی رہائی کے لیے اس نے رشوت دی اور ان کو رہا کر وایا۔ یہ شخص مستقل طور پر ایک مسجد کا مؤذن بھی ہے، کسی کو اذان کہنے نہیں دیتا، کیا اس شخص کی یہ اذان صحیح ہے؟

الجواب :- ظلم کرنا اور رشوت دینا امور فسقہ میں سے ہے ایسے شخص کی اذان مکروہ تحریمی ہے، البتہ ایسی اذان پر نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ واجب الاعادہ ہے جبکہ ایسی اذان پر نماز باجماعت بھی پڑھی جاسکتی ہے تاہم اذان کا دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔

قال الحسکفی، ویکره اذان جنب واقامته واقامة محدث الاذانه علی المذهب (رو) اذان (امرأة) وحتی (فاسق) ولو عالمًا لکنه اولی بامامة واذان من جاهل تقی..... ویعاد اذان الجنب تدریاً۔ قال ابن عابدین (یعاد اذان جنب

زاد المقستانی والقاجروالراکب والقاعد... الخ (رد المختار باب الاذان ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۲)

لہ وفي الهندية: الاذان سنة لاداء المكتوبات بالجماعة كذا في فتاوى قاضی خان ولس لغیر الصلوة الخمس والجمعة تحوالسن والوتر الى اخره۔ (الهندية ج ۱ ص ۵۳ باب الاذان) لہ قال ابن نجیم تحت هذا القول روكره اذان... والفاسق (اما الفاسق فلا یقبله ولا یوثق به ولا یقبل فی الامور الدينية ولا یلزم احداً فلم یوجد الا اعلام صرح بکراهة اذان الفاسق ولا یعاد فاعادته فيه لیتقع علی وجه السنة۔

المجمر المرائی ج ۱ ص ۲۶۳ باب الاذان) ومثله فی فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۲ باب الاذان۔

سوال :- بعض لوگ اذان کے جواب میں درود شریف اذان کے جواب میں درود شریف پڑھتا ہے؟

الجواب :- درود شریف کا پڑھنا ایک امر تحسن ہے لیکن اذان کے جواب میں اس کے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ اذان کے جواب میں اجابت مسنون ہے، یعنی جو کلمہ مؤذن سے سنے وہ سامع کہے البتہ چند کلموں میں اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے اذان کا جواب دیا جائے، البتہ اگر کسی درود شریف پڑھ لیا تو کوئی حرج نہیں تاہم اذان کے بعد دعا سے قبل درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔

لما قال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرًا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶)
وفی الہندیۃ: یمجب علی السامعین عند الاذان الاجابة وھی ان یقول مثل ما قال المؤذن الا فی قوله حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح فانه یقول مکان حی علی الصلوٰۃ کاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ الی اخرہ۔

(افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۶ الفصل الثانی فی کلمات الاذان) لہ

سوال :- ہمارے علاقے میں جب اذان دی جاتی ہے تو بعض لوگ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہ کے آخر میں ہا ہا کہتا ہے؟

الجواب :- اگر کسی لفظ کی زیادتی یا کمی سے معنی میں تغیر فاحش لازم آئے تو شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں، اگر تغیر معنی نہ آئے تو یہ جائز ہے۔ مذکورہ غلطی سے فساد معنی اگرچہ نہیں آتا لیکن بچنا لازمی ہے۔

قال الحصکفی: ومنہا المقرآۃ بالالحن ان غیر المعنی والا یغی
حرف مدولین فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ بزیادۃ

لہ (رو) صفۃ الاجابة ان یقول کما قال ای مثل الفاظ المؤذن (رو) لکن (حوقل) ای
قال لا حول ولا قوۃ الا باللہ ای لا حول لنا عن معصیۃ ولا قوۃ لنا علی طاعة الا
بفضل اللہ (فی سماعہ) (المیعلتین)۔ (مرآۃ الفلاح علی الطحطاوی)

وَمِثْلُهُ فِی رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۱ ص ۳۹۸ بَابُ الْاَذَانِ

حرف فاکثر۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۶۳ باب ما یفسد الصلوة) لہ
سوال :- اگر اذان میں کوئی کلمہ بھول جائے اور بعد میں یاد آئے تو
 اذان میں بھول جانا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر کوئی کلمہ بھول جائے یا تقدیم و تاخیر کرے تو اختتام سے قبل اس کا ازالہ
 کر کے آگے ترتیب سے اذان کہنا شروع کرے، البتہ اگر غلطی کا احساس اذان کے بعد ہو
 اور باتوں کی وجہ سے تدارک ممکن نہ ہو تو اعادہ کیا جائے۔

قال المحقق: ولو قدم فیہما مؤخرًا أعاد ما قدم فقط (ولا یتکلم فیہما) أصلًا
 ولو سلم السلام فان تکلم استأنفه۔ (رد مختار ج ۱ ص ۲۸۶ باب الاذان) لہ

سوال :- اذان و اقامت میں عموماً
 اذان و اقامت کیلئے دائیں جانب کا تعین
 دائیں جانب کی رعایت کی جاتی ہے،
 بسا اوقات بائیں طرف اقامت کہنے یا اذان دینے پر ڈانٹا بھی جاتا ہے، از روئے شرع
 کیا یہ تعین درست ہے؟

الجواب :- اذان و اقامت کے لیے کسی خاص جانب کا تعین ضروری نہیں،
 البتہ افضل یہ ہے کہ اذان ایسی جگہ پر دی جائے جہاں سے کامل طور پر سب لوگ اذان سن
 سکیں چاہے مسجد کی دائیں جانب ہو یا بائیں جانب۔

لہ اما ان قرأ حرفاً مكان حرف او نقرأ او نقص او قدم المؤخر او اخر المقدم و اما ان
 كان كلمة او زاد كلمة او نقص او قدم او اخر و اما ان قرأ آية مكان آية او نقص او زاد و
 قدم المؤخر او اخر المقدم اما اذا قرأ حرفاً مكان حرف ولم يغير المعنى بان قراء ان
 المسلمين ان المسلمون لا يفسد۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۱ الفصل الثاني عشر في زلة القاري)
 لہ اذا قدم في اذانه واقامته شيئاً بان قال اولاً اشهد ان محمداً رسول الله ثم قال
 اشهد ان لا اله الا الله فعليه ان يقول بعد كلمة الشهادة اشهد ان محمداً رسول الله
 واذا اذن ومكث ساعة ثم اخذ في الاقامة فظن انها اذان وصنع فيها ما صنع
 في الاذان ففعل له هذه اقامة فانه يستقبل الاقامة من اولها۔
 (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۹ الفصل الاول في الاذان)۔

قال ابن عابدین: (قوله ويستدير في المنارة) يعني ان لم يتم الاعلان بتحويل وجهه مع ثبات قدميه ولم تكن في زمنه صلى الله عليه وسلم منذ نزلت في شرح الشرح اسماعيل عن الاوائل للسيوطي ان اول من رقى منارة مصر للاذان شرحيل بن عامر المرادي وبني سلمة المناير للاذان بامر معاوية ولم تكن قبل ذلك. وقال ابن سعد بالسند الى أم زيد بن ثابت كان بيتي اطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من اول ما اذن الى ان بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجده فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره.

(رد المختار على در المختار ج ۳ ص ۳۸۵ باب الاذان) له

سوال :- از روتے شرع اذان اور اقامت کی اہمیت کیا ہے؟ اگر سنت کے حوالے سے کہیں چھوڑ دی جائے تو اس

کا نتیجہ کیا رہے گا؟

الجواب :- اذان اور اقامت دین کے اہم امور میں سے ہیں، بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں اور بعض کے نزدیک واجب ہیں، اگر کسی محلہ والے دائمی اذان و اقامت چھوڑ دیں تو ان سے قتال کرنے کا بھی حکم ہے۔

قال ابن عابدین: (ہی کا واجب) بل اطلق بعضهم اسم الواجب عليه لقول محمد لو اجتمع اهل بلدة على تركه قاتلهم عليه ولو تركه واحد ضربته وجسته و عامة المشائخ على الاول والقتال عليه لما انه من اعلام الدين وفي تركه استحقاق ظاہر بھ۔ (رد المختار ج ۳ ص ۳۸۴ باب الاذان) ۲

له وفي الهندية والسنة ان يؤذن في موضع عال يكون اسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه ويقوم على الارض هكذا في القنينة وفي المسجد هكذا في البحرائق۔ (الهندية ج ۱ ص ۵۵ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۵۵ باب الاذان۔ ۳
 ۳ قال ابن نجيم (قوله سن للفرأض) اي سن الاذان للصلاة الخمس والجمعة سنة مؤكدة قوية قريبة من الواجب حتى اطلق بعضهم عليه الوجوب ولهذا قال محمد لو اجتمع اهل بلد على تركه قاتلناهم عليه وعند ابني يوسف يحسبون ويضربون وهو يدل على تاكده لا على وجوبه لان المقابلة لما يلزم من الاجتماع على تركه من استحقاقهم بالدين بخفض اعلامه لان الاذان من اعلام الدين۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ ج ۱ ص ۲۸۴ باب الاذان۔

سوال بعض مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ ان میں صبح کی اذان طلوع فجر وقت سے قبل اذان دینا سے پہلے دی جاتی ہے، ایسی اذان کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اذان قبل از وقت باتفاق علماء مشروع نہیں، اس کا اعادہ ضروری ہے البتہ اگر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے تو اس میں کوئی فساد نہیں آتا۔

قال المحقق فی عیاد اذان وقع بعضہ (قبلہ) کالاقامة خلافاً للشافی فی الفجر۔
در المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۵ باب الاذان) ۱

سوال :- بعض جگہ مؤذن اذان کے ہر کلمہ کو جدا جدا کر کے کہتا ہے جبکہ مشہور یہ ہے کہ اذان میں تکبیر دو دو کلمے ملا کر کہنا چاہیے

اگر کوئی شخص کلمات اذان اس طرح جدا پڑھتا ہے تو اس سے صحت اذان پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اذان میں ترسیل سنت ہے یعنی تکبیر دو دو کلمے ملا کر کہے، البتہ اگر کسی نے ایسا نہیں کیا بلکہ جدا جدا کلمے کہے تب بھی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اذان کا اعادہ کیا جائے تاکہ سنت کے مطابق اذان ادا ہو جائے۔

قال المحقق: (رویت رسل فیہ) بسکتہ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وتندب اعادته۔ قال ابن عابدین: (قوله بسکتہ) ای تسع الاجابة مد فی عن ملا علی قاری وھذا السکتہ بعد کل تکبیرتین کالینھما کما افادہ فی الامداد اخذ من الحدیث وہ صرح فی التارخانیہ (قوله وتندب اعادته) ای لو ترک الترسل۔ (رد المختار علی در المختار ج ۱ ص ۳۸۴ باب الاذان) ۲

۱۔ وفق الہندیۃ تقدیم الاذان علی الوقت غیر لایجوز اتفاقاً وکذا فی الصبح عند ابی خنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وان قدم یعاد فی الوقت ھکذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک وعلیہ الفتاویٰ ھکذا فی التارخانیہ ناقل عن الحجۃ (الہندیۃ ج ۱ باب الاذان) ومثلہ فی بحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵ باب الاذان) ۲۔ قال ابن نجیم (قوله ویترسل فیہ ویجد مر فیہا) ای یتسہل فی الاذان ویسرع فی الاقامة وحده ان یفصل بین کلمتی الاذان بسکتہ بخلاف الاقامة للتوارث..... ولو جعل الاذان اقامة یعید الاذان ولو جعل الاقامة الاذان اذنا یعید لان تکرار الاذان مشروع دون الاقامة۔ قال ابن عابدین فی حاشیہ ثم الاعادة انما هی افضل۔ (بحر الرائق مع منہ الخالق ج ۱ ص ۲۵۴-۲۵۸ باب الاذان) ومثلہ فی طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۶۱ باب الاذان۔

نشہ کی حالت میں اذان کا حکم | سوال :- ہماری مسجد کا ایک مؤذن ہے جو اعمال کے لحاظ سے کمزور ہے، مثلاً فیون وچرس وغیرہ کا استعمال ہمیشہ کرتا ہے، اسی حالت میں اذان بھی دیتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے اور نشہ ہی کی حالت میں وہ مسجد میں سوتا بھی ہے، تو کیا عند الشرح ایسے مؤذن کی اذان درست ہے؟ نیز مؤذن کے شرائط بھی تحریر فرماویں۔

الجواب :- فقہاء کرام نے مؤذن کے لیے جو شرائط لکھی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ مؤذن عاقل، صالح، متقی اور عامل بالسنة ہو، بنجیدہ اور لوگوں کے احوال کو بھی جانتا ہو اور جماعت سے متعلقین پر زبرد بھی کر سکتا ہو اور خود بھی اذان پر مواظبت رکھتا ہو اور بہتر یہ ہے کہ مؤذن اسی شہر کا رہنے والا ہو

وفي الهدية: وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلًا صالحًا تقيًا عالمًا بالسنة كذا في النهاية وينبغي أن يكون مهيبًا ويتفقد أحوال الناس ويزجر المتخلفين عن الجماعات كذا في القنية... وان يكون مواظبًا على الأذان هكذا في البدائع والتاريخانیه وان يكون محتسبًا في أدائه كذا في المنهر الفائق والاحسن ان يكون امامًا في الصلاة كذا في معراج الدراية والافضل ان يكون المؤذن هو المقيم كذا في الكافي۔
(الهدية ج ۱ ص ۵۴ باب الاذان)

لہذا جو شخص چرسی، افیمی ہو تو حکیم فسق کے اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے اس سے نمازیں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ واجب الاعادہ ہے، تاہم اذان کا دوبارہ کہنا مستحب ہے۔

قال الحسكفي... ويكره اذان جنب واقامته واقامة محدث كذا في المذهب (رو) اذان (امرأة) وخنثى (فاسق) ولو عالمًا لكتبه اولى امامة واذان من جاهل تقي، ويعاد اذان جنب تدبًا۔ قال ابن عايد من تحت قوله يعاد اذان الجنب زاد القهستاني والفاجر۔ (رد المختار ج ۱ ص ۳۹۲، ۳۹۳ باب الاذان) لہ

لہ قال ابن نجيم تحت هذا القول وكراه اذان... والفاستق (اما الفاستق فلان قوله لا يوثق به ولا يقبل في الامور الدينية ولا يلزم احدا فلم يوجد الاعلام۔
(بحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۳ باب الاذان)

تہجد کے لیے اذان کا حکم | سوال: تہجد کے لیے اذان دینا کیا حیثیت رکھتی ہے؟ بعض مساجد میں اس کا اہتمام حرمین میں دیکھ کر کیا جاتا ہے۔

الجواب:۔ ابتداء اسلام میں تہجد کے لیے اذان دی جاتی تھی لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ نے چھوڑ دی، اس لیے احناف کے ہاں تہجد کی اذان منسوخ ہے اور دینا خلاف سنت ہے۔

اخرج الامام الطحاوی عن ابراهيم قال شِئْنَا عِلْمَهُ إِلَى مَكَّةَ فَخَرَجَ بَلِيلٌ فَمَعِ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ بَلِيلٌ فَقَالَ أَمَّا هَذَا فَقَدْ خَالَفَ سُنَّةَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ نَائِمًا كَانَ خَيْرًا لَهُ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَذِنَ فَاتَّخَذَ عِلْمَهُ أَنَّ التَّأْذِينَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ خِلَافٌ لِسُنَّةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۱ باب التأذین للفجر ای وقت ہو بعد طلوع الفجر او قبل ذلك
تشویب کا حکم | سوال: تشویب یعنی مسنون اذان کے بعد دوبارہ نماز کے لیے بلانے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

الجواب:۔ تشویب ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ فقہاء کرام نے عوام الناس کی سستی کو دیکھ کر اس کو جائز کہا ہے، لہذا اس فور میں اگر تشویب کی جاٹے تو اس پر بدعت کا اطلاق کرنا مناسب نہیں البتہ اس کو عادت بنانا بھی مکروہ ہے۔

قال ابن عابدین: روي ثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل بما تعارفوا في كل الصلوة لطهور التواني في الامور الدينية قال في العناية احدث المتأخرون التشويب بين الاذان والاقامة على حسب ما تعارفوا في جميع الصلوة سوى المغرب مع ابتداء الاذان يعني الاصل وهو تشويب الفجر وما رآه المسلمون حسناً فهو

لهما قال العلامة الحصكفي: هو سنة مؤكدة للفرائض الخمس في وقتها ولو قضا لانه سنة للصلوة حتى يرد به لا للوقت ولا لسن غيرها كعيد في عادات اذان وقع قبله قال العلامة السيد احمد لطحطاوي قوله كعيدم ادخلت الكاف الوتر والجنادة والكسوف والاستسقاء والتراويح والسنن الرواتب. رhashie الطحطاوي على الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۵ باب الاذان (ومثله في منحة الخالق على البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵) باب الاذان۔

عند الله حسناً۔ (رد المختار علی در المختار ج ۱ ص ۳۸۹ باب الاذان) ۱۔
اذان سے قبل تعوذ اور تسمیہ کا حکم | **سوال** :- اذان سے قبل تعوذ باللہ اور بسم اللہ
 پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جیسا کہ آجکل اکثر مساجد میں
 ایسا ہوتا ہے، آیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟

الجواب :- اذان سے قبل تعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں
 یہ زیادة علی الشرع کے مترادف ہے لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے، تاہم تحقیق طور پر پڑھنے
 میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

قال المحقق (هو لغة الاعلام وشرعاً اعلام مخصوص) لم يقل بدخول
 الوقت ليعم الفائتة وبين يدي الخطيب (على وجه مخصوص بالفاظ كذلك)
 ای مخصوصہ۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۳۸۳ باب الاذان) ۲۔

اذان دینے کیلئے بہتر جگہ کونسی ہے | **سوال** :- اذان کے لیے کونسی جگہ موزوں ہے؟ اگر کسی
 اونچی جگہ سے اذان دینے میں قرب و جوار میں سے
 بے پردگی کا احتمال ہو تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- اذان کے لیے بہتر یہی ہے کہ مسجد کے باہر اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر دی جائے
 البتہ اگر ایسا کرنے سے بے پردگی کا احتمال ہو تو احتیاط بہتر ہے۔

لما قال العلامة قاضی خان وینبغی ان یؤذن علی المذنة او خارج المسجد ولا یؤذن
 فی المسجد۔ (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸) ۳۔

۱۔ فی الہندیۃ: والتثویب حسن عند المتأخرین فی کل صلوۃ الا فی المغرب لکذا فی شرح النقایۃ
 للشیخ ابی المکارم وهو رجوع المؤذن الی الاعلام بالصلوۃ بین الاذان والاقامة۔

(الہندیۃ ج ۱ ص ۵۶ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فی بحر الرائق ج ۱ ص ۲۶ باب الاذان۔

۲۔ فی الہندیۃ اذان خمس عشرة کلمة والخرۃ عند نالہ الا اللہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

رج ۱ ص ۵۵ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فی قاضی خان علی هامش فتاویٰ ہندیۃ ج ۱ ص ۲۸،

۳۔ قال ابن نجیم: وینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یمکن سماع المیران ویرفع صوته ولا یجهد

نفسه لانه یتضرر بذلك فی الخلاصة ولا یؤذن فی المسجد۔ (بحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵ باب الاذان)

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵ باب الاذان۔

سوال :- وضو کے بغیر اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں اذان کا اعادہ ضروری ہے؟

الجواب :- اذان کے لیے بذات خود طہارت شرط نہیں اسلئے بلا وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں مگر نہ ہی واجب الاعادہ ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ بلا وضو اذان دینے کو عادت نہ بنایا جائے۔

قال المحقق: ويكره اذان جنب واقامة واقامة محدث الا اذانه -

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۲ باب الاذان) لہ

سوال :- نابالغ کی اذان عند الشرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر صبی (بچہ) قریب البلوغ ہو اور عاقل ہو تو اس کی اذان جائز ہے اور اگر صبی غیر عاقل ہو تو اس کی اذان جائز نہیں بلکہ واجب الاعادہ ہے۔

لما قال العلامة التمریاشی يجوز اذان صبي مرهق وعبد واعمل وولد الزنا و اعرابی.... ويعاد اذان جنب لا اقامته وكذا اذان امرأة وسكران وصبي لا يعقل -

(تنوير الا بصار یعنی رد المحتار ج ۱ ص ۳۹۲ باب الاذان) لہ

سوال :- ہمارے علاقہ کی بعض مساجد حتی علی الفلاح پڑھنے کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم میں لوگ اقامت کے وقت صفوف میں میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور جب مؤذن حتی علی الفلاح پر پہنچتا ہے تو اس وقت کھڑے ہوتے ہیں اس عمل کے ثبوت کے لیے بہت سی کتب مثلاً عالمگیری، شرح وقایہ، بحر الرائق کا حوالہ دیتے ہیں اور اس بیٹھنے کو ضروری سمجھتے ہیں، جبکہ مسجد میں بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں اور اس کے عامل کو مبتدعین میں شمار کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا حتی علی الفلاح کے وقت یا اس سے قبل اٹھنا سنت ہے؟

لہ وفق المہندیۃ: ولا یکرہ اذان المحدث فی ظاہر الروایۃ ھکذا فی الصحافی -

(ہندیہ ج ۱ ص ۵۴۲ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۶۳ باب الاذان -

لہ واذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراہۃ فی ظاہر الروایۃ ولكن اذان البالغ افضل واذان الصبی الذی لا یعقل لا یجوز ویعاد - (الفناوی المہندیۃ ج ۱ ص ۵۴۵ باب الاذان)

ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۳ باب الاذان -

الجواب :- حتیٰ علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا شرعاً مندوب ہے البتہ اس کو سنت مؤکدہ سمجھنا یا اس کو لازمی سمجھنا بدعت ہے۔

کتب فقہ میں قیام الی الصلوٰۃ کے لیے مختلف قسم کی روایات منقول ہیں عند الاقامۃ، وسط الاقامۃ اور عند الفراغ عن الاقامۃ، جس وقت بھی تسویہ صفوف ہو جائے نماز کو شروع کر دینا بہتر ہے البتہ اگر کوئی حتیٰ علی الفلاح سے قبل کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں اور نہ ہی یہ واجب القتاب ہے بلکہ حتیٰ علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے والے کو بدعتی کہنا صحیح نہیں جبکہ وہ اس کو سنت یا واجب قرار نہ دیتا ہو۔

قال المحقق (لہا ادا ب) ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً کترک سنۃ الزواہد
لکن فعلہ افضل... والقیام، الامام ومؤتم (حین یقل حتیٰ علی الفلاح خلافاً للزور فعندہ
عند حتیٰ علی الصلوٰۃ)۔ (وشرح الامام) فی الصلوٰۃ (مدقیل قد
قامت الصلوٰۃ) ولواخر حتیٰ اتہا لا بأس بہ اجماعاً وهو قول الثانی والثلاثہ
وهو اعـ دل المتأہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ و فی القہستانی
معرباً للخلاصۃ انہ الاصح۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۱ ص ۲۷۷) لہ

سوال :- اقامت کے لیے مؤذن کا ہونا
مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کرنا ضروری ہے یا کوئی اور بھی اقامت کر سکتا ہے؟
بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ غیر مؤذن کی اقامت کو لوگ اقامت ہی تصور نہیں کرتے، ایسا
کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- بہتر یہی ہے کہ مؤذن اقامت کہے، اگر مؤذن موجود ہو تو غیر مؤذن کی
اقامت بلا کراہت درست ہے۔ اگر مؤذن موجود ہو اور کسی دوسرے کی اقامت کو برا محسوس
نہیں کرتا تو اقامت بلا کراہت درست ہے اگر برا محسوس کرتا ہے تو مع الکراہتہ التفریز بہتہ

لہ من الادب (شروع الامام) الی احرامہ (مدقیل) ای عند قول المقیم (قد قامت الصلوٰۃ)
عندہا وقال ابو یوسف یشرع اذا فرغ من الاقامۃ فلو اخر حتیٰ یفرغ من
الاقامۃ لا بأس بہ فی قولہم جمیعاً۔ (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحاوی ^{۱۵۱} ادب الصلوٰۃ)
ومثله فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۱ ص ۵۳ کتاب الصلوٰۃ ادب۔

درست ہے، البتہ اس سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال المحصن فی فلا یأس بذلك جوہرۃ (قام غیر من اذان بغیبتہ) ای المؤذن (لا یکرہ مطلقاً) وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشتہ کما کرہ مشیہ فی اقامتہ۔

(الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۱ ص ۳۹۵ باب الاذان) لے

سوال جماعت ثانیہ کے لیے اذان و اقامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر جماعت ثانیہ کسی ایسی مسجد میں ہو جہاں پر قوم نے باقاعدہ اپنی نماز اقامت اور اذان سے پڑھی ہو تو شرائط رخصت کی رعایت کرتے ہوئے دوبارہ جماعت کیلئے اذان و اقامت مکروہ ہے، البتہ مسجد سے باہر یا راستہ کی ایسی مسجد جہاں قوم و امام دونوں نہ ہوں تو وہاں جماعت ثانیہ کے لیے اذان و اقامت مستنون ہے۔

لما قال المحصن فی: بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد علی طریق فلا یأس بذلك۔ قال ابن عابدین تحت قولہ الا فی مسجد علی طریق (ہو ما لیس لہ امام ومؤذن راتب فلا یکرہ التکرار فیہ یا اذان واقامۃ بل ہوالافضل۔
(الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۱ ص ۳۹۵، مطلب کراہیۃ تکرار الجماعۃ)

سوال کیا اقامت سے جاہل مقتدیوں کی موجودگی میں امام خود اقامت کر سکتا ہے؟

الجواب: ویسے تو بہتر یہ ہے کہ اذان اور اقامت ایک شخص کہے اور امام کوئی

لے والا افضل ان یکون المؤذن ہو المقیم کذا فی الکافی وان اذن رجل واقام اخر ان غاب الاول جاز من غیر کراہۃ وان کان حاضراً یلحقہ الوحشتۃ قامة غیرہ یکرہ وان رضی بہ لا یکرہ عندنا کذا فی المحيط۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۴۵)۔ وَمِثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۔
لے قال العلامة ابراہیم الحلبي۔ واذ لم یکن للمسجد امام ومؤذن راتب فلا یکرہ تکرار الجماعۃ فیہ یا اذان واقامۃ بل ہوالافضل ذکرہ قاضی خان اما لو کان لہ امام ومؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ یا اذان واقامۃ۔ (کبیری ص ۶۱۲) وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۶ باب الامامۃ۔

دوسرا کرائے لیکن بوقت ضرورت جب مقتدی اقامت سے جاہل ہوں تو امام کے لیے اقامت کہنے میں کوئی قیاحت نہیں، فقہی ذخائر میں اس کے نظائر موجود ہیں جیسا کہ ایک آدمی خود اذان اور اقامت دے کر نماز پڑھے۔

قال ابن عابدین: فی الخانیة لو لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یدھب الیه ویؤذن فیہ ویصلی ولو کان وحده لان له حقاً علیہ فیؤدبه۔

(رد المختار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۵۹ احکام المساجد)

سوال: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ پَر وَقْف کرنا کیفیت ہے؟ ہر کلمہ پر وقف ضروری ہے یا پہلے کلمہ کا وصل کر کے دوسرے پر وقف کیا جائے؟

الجواب: اذان اور اقامت پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ساکن کر کے پڑھے اذان میں حقیقتاً وقف کیا جائے اور اقامت میں بہ نسبت وقف ساکن پڑھا جائے، اسی طرح قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کو بھی دونوں مرتبہ بہ نسبت وقف ساکن کر کے پڑھا جائے، البتہ اذان و اقامت کے تکبیرات میں ہر دو تکبیر ایک کلمہ شمار ہوتا ہے۔

لما قال العلامة عالم بن علاء الانصاری یتروسل فی الاذان ویحدث فی الإقامة التروسل ان یقول اللہ اکبر اللہ اکبر ویقف ثم یقول مرة اخرى مثله وكذلك یقف بین کلمتین الى اخر الاذان والحديث الوصل والسرعة۔

(الفتاوی التاتاریخانیة ج ۱ ص ۵۱۸ باب الاذان) ۲

لہ فی الخلاصة: وان لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یؤذن ویصلی وان کان هناك واحداً فإن کان لا یحضر احد کیف یصنع المؤذن قال یؤذن ویقیم ویصلی وحده۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۸)

لہ قال العلامة الشرنبلالی: یتروسل فی الاذان بالفصل بسکنة بین کل کلمتین ویسرع ای یحدث فی الإقامة للامور بهما فی السنة قال السيد احمد الطحطاوی (تحت قوله بین کلمتین) ای جملتین الا فی التکبیر الاول فان السکنة تكون بعد تکبیرتین۔ (الطحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۵۴، ۱۵۸ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فی الھندیة ج ۱ ص ۵۶۔

اذان کے دوران انگلیوں کا کانوں کے سوراخ میں رکھنے کا حکم | سوال :- اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں داخل کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنا سنت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اذان کی آواز میں تیزی اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ آجکل کے دور میں وڈو پیکر کی وجہ سے اب یہ علت و سبب اختیار کرتے کی وجہ مفقود ہے اس لیے کہ بدون اس کے آواز بلند ہوتی ہے مگر تواتر کی وجہ سے آج بھی یہی عمل سنت ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: وإنما كان ذلك ابلغ في الاعلام لان الصوت يبدأ من مخارج النفس فاذا سداً ذنبيه اجتمع النفس في الفم فخرج الصوت عالياً من غير ضرورة۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶ باب الاذان) لہ

سوال :- آجکل ریڈیو میں پانچ وقت اذان دی جاتی ہے ریڈیو وغیرہ سے اذان کا حکم کیا اس اذان پر کتفاؤ کر کے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں، اسی طرح ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کی کیسٹوں کے ذریعے دی گئی اذان کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں اذان دینے والے کا عاقل ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ صبی کا عقل کی اذان کلمہ روم ہے۔ چونکہ ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی میں یہ شرائط موجود نہیں اس لیے ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو وغیرہ کی اذان اذان نہیں، اس سے اذان کی سنیت ادا نہ ہوگی۔

قال العلامة ابوبکر الكاساني: واما اذان الصبي الذي لا يعقل فلا يجزئ ويعد لان ما يصدره لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۱ فصل بيان سنن الاذان) لہ

لہ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله يجعل اصبعيه) لقوله صلى الله عليه وسلم لبلال رضي الله عنه اجعل اصبعيك في اذنيك فانه ارفع لصوتك وان جعل يديه على اذنيه فحسن۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۵ باب الاذان)

لہ قال العلامة ابن عابدین: ان اذان الصبي الذي لا يعقل لا يجزئ ويعد لان ما يصدره لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۱ باب الاذان)

مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم | سوال :- یہاں دیہات میں مساجد کے اندر اذانیں دی جاتی ہیں، کیا مساجد کے اندر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بعض لوگ مسجد سے باہر اذان دینے پر اصرار کرتے ہیں؟

الجواب :- مسجد میں اذان دینا بالاتفاق جائز ہے البتہ اس کی کراہت اور عدم کراہت میں علماء کا قدسے اختلاف ہے، بعض بلا کراہت ہواز کے قائل ہیں لیکن رائج یہ ہے کہ مسجد میں اذان دینا تو جائز ہے مگر کراہت تنزیہی کے ساتھ۔

لما قال فخرالدين القاضى خان: وينبغي ان يؤذن على المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد - (الفتاوى قاضى خان على هامش الهندية ج ۱ باب الاذان ومسائل الاذان) ۱

قد قامت الصلوة کے جواب کا حکم | سوال :- اذان کے جواب میں وہی کلمات پرائے جاتے ہیں تو قیامت کے دوران قد قامت الصلوة کے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

الجواب :- احادیث مبارکہ میں مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قد قامت الصلوة کے جواب میں اقامہا للہ وادامہا فرماتے تھے، اس لیے اقامت میں قد قامت الصلوة کے جواب میں اقامہا للہ وادامہا کہنا چاہیے۔

قال العلامة الحصكفي: ويجيب الاقامة ندبا جملعا لا اذان ويقول عند قد قامت الصلوة اقامها للہ وادامها۔ قال العلامة ابن عايدین: (تحت قوله ويقول الخ) ای كما رواه ابو داود وزيادة ما دامت السموات والارض وجعلني من صالحى اهلها۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۱ باب الاذان) ۲

۱۔ لما في الهندية: وينبغي ان يؤذن على المأذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد -

الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵ الفصل الثاني في كلمات الاذان والاقامة

ومثله في كتاب الاصل ج ۱ ص ۱۲۱ باب الاذان -

۲۔ لما في الهندية: واجابة الاقامة مستحبة هكذا في فتح القدير: واذ بلغ قوله قد قامت الصلوة يقول السامع اقامها للہ وادامها مادامت السموات والارض وفي سائر الكلمات يجب كما يجب في الاذان - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵ الفصل الثاني في كلمات الاذان والاقامة)

دعا بعد الاذان میں والدرجة الرفیعة کے الفاظ کا ثبوت | **سوال:** اکثر مؤذنین سے سے سنا گیا ہے کہ وہ اذان

کے بعد دعائیں والدرجة الرفیعة... واذقنا شفاعته يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد کے الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں، کیا یہ الفاظ احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں یا نہیں؟

الجواب: مستند اور معتبر کتب حدیث میں اذان کے بعد کی دعا ان الفاظ سے مروی ہے: **اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمدن الوسيلة والفضيلة وابقته مقاماً محموداً الذي وعدته**۔ امام بیہقیؒ نے انک لا تخلف الميعاد کی زیادتی نقل فرمائی ہے، اس کے علاوہ اس دعائیں دیگر الفاظ کی زیادتی بے اصل ہے ان کو نہیں پڑھنا چاہیے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ، وروی البخاری وغیره من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمدن الوسيلة والفضيلة وابقته مقاماً محموداً الذي وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة۔ وزاد البيهقي انك لا تخلف الميعاد وتماه في الامم والفتح وقال ابن حجر في شرح المنهاج وزيادة والدرجة الرفیعة وختمه بيارحم الراحمين لا اصل لها۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۸ باب الاذان) لے

نومولود پچھ کے کانوں میں اذان دینے کا طریقہ | **سوال:** نومولود بچے کے کانوں میں اذان دینے کا کیا حکم ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: نومولود بچے کے کانوں میں اذان اور اقامت کہنا سنت ہے، طریقہ یہ ہے کہ بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے اور حسب معمول حتی الصلوة کہتے وقت دائیں طرف اور حتی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیرا جائے۔

لما قال العلامة السندی: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة

لے قال الشيخ خليل احمد السهاري نقوي: واما زيادة والدرجة الرفیعة المشتهرة على الاُسنة فقال السخاوي لم اراه في شيء من الروايات وزاد البيهقي في رواية انك لا تخلف الميعاد واما زيادة ارحم الراحمين فلا وجود لها في كتب الحديث۔ (بذل المجهود ج ۱ ص ۳۰۲ باب ما جاء في الدعاء عند الاذان) ومثله في اعلام السنن ج ۲ ص ۱۲۰ باب الدعاء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان۔

وَيُؤَذِّنُ فِي أُذُنِهِ الْيَمْنَى وَيُقِيمُ فِي الْيُسْرَى وَيَلْتَفِتُ فِيهِمَا بِالصَّلَاةِ لِحِجَّةِ الْيَمْنَى وَبِالْفَلَاحِ لِحِجَّةِ الْيُسْرَى وَقَائِدَةُ الْاَذَانِ فِي اُذُنِهِ اَنَّهُ يَدْفَعُ اَمَ الصَّبِيَّانِ عَنْهُ -

(تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۵۱ باب الاذان)

سوال :- اذان کے دوران جب مؤذن اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھے تو سننے والوں کے لیے اُس وقت انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب :- صرف اذان کے وقت جب اذان ہو رہی ہو تو اشہد ان محمد رسول اللہ کے سننے پر شفاء عینین کے حصول کے لیے بغیر نیت ثواب اور سنت واجب سمجھنے کے انگوٹھے چومنا جائز ہے، اگرچہ بعض نے مستحب لکھا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ عمل صرف اذان کے ساتھ خاص ہے دیگر مقامات میں نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله لو لم يجبه حتى فرغ لمرارة) يستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله - وعند الثانية منها: قرت عيني بك يا رسول الله - ثم يقول اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجحقة.

(رد المحتار جلد ۱ ص ۳۹۸ باب الاذان) لہ

سوال :- آجکل لاؤڈ سپیکر کو اذان کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ آواز دور تک پہنچ سکے، شرعاً اس میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب :- اذان کی شریعت کا مقصد نماز کیلئے لوگوں کو جمع کرنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نماز کی اطلاع دی جائے، ایسے فقہاء کرام نے مسجد کے مینارہ پر چڑھ کر اذان کہنے کی ترغیب دی ہے

قال العلامة الشیخ السیاحی الطحاوی: يستحب أن يقول عند سماع الأولى من الشهادتين للنبي صلى الله عليه وسلم صلى الله عليك يا رسول الله - وعند سماع الثانية قرت عيني بك يا رسول الله اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ابهاميه على عينييه - (طحاوی حاشیہ راقی الفلاح ص ۱۶۵ باب الاذان) ومثله في السعاية ج ۲ ص ۱۱۱ باب الاذان -

اور حتیٰ علی الصلوٰۃ اور حتیٰ علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں منہ موڑنے کو سنت قرار دیا ہے چونکہ موجود
آلہ لاؤڈ سپیکر سے یہ مقصد بطریق احسن حاصل ہو سکتا ہے ایسے لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا جائز ہے۔
قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ويحول وجهه للصلاة والفلاح يمنة ويسرة لانه خطأ

للقوم في واجههم وان استدار في صومعته فحسن ومراده اذا لم يستطع تحوّل الوجه يمينا وشمالا
مع ثبات قدميه مكانهما كما هو السنة بان تبت الصلوة منسقة فما من غير حاجة فلا ولا فضل للمؤذن ان
يجعل اصبعه في اذنيه بذلك امر النبي صلى الله عليه وسلم بلالا ولانه ابلغ في الاعلام بالهداية ج (باب الاذان)

سوال: وبائی امراض کے رفع کیلئے بطور علاج اذان دینا شرعاً کیسا ہے؟
الجواب: نماز کے علاوہ بعض مواقع ایسے ہیں جن میں سلف صالحین

سے اذان دینا عملاً چلا آ رہا ہے۔ مثلاً جہاد کے دوران، غم اور انتہائی پریشانی کے وقت، غضب
کے وقت جب مسافر راہ بھول جائے، مرگی آجائے، جانور یا انسان کی بدخلقی ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح وبائی
امراض کے پھیلاؤ کے وقت اذان دینا بھی منقول ہے ایسے ان مواقع میں فی ذاتہ اذان دینا مباح ہے۔

لما قال ابن عابدین: وفي حاشية البحر للخير الرملي: رأيت في كتب الشافعية انه قد ليس
الاذان بغير الصلوة كما في اذن المولود والمهموم والمصروع والغضباني ومن ساء خلقه من

انسان او بهيمة وعند مترحم الجیش وعند الحرثي: ... عند نقول الغيلان اي عند تمرّد الجن
لخبر صحيح فيه قول: ولا بعده عندنا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۵ باب الاذان، مطلب في

المواضع التي يندب لها الاذان) ۲

۱۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ويستحب ان يجعل اصبعه في اذنيه لقوله صلى الله عليه وسلم بلالا

اجعل اصبعك في اذنيك فانه ارفع لصلوٰۃ۔ (مرآۃ المفلاح علی صدق الطحطاوی ص ۲۶ باب الاذان)
۲۔ قال العلامة الشیخ اشرف علی اہتقانوی: ان مواقع میں اذان سنت ہے: فرض نماز، بچہ کے کان میں بوقت

ولادہ، آگ لگنے کے وقت، جنگ کفار کے وقت، مسافر کے پیچھے، جب شیاطین ظاہر ہو کر ڈرائیں، غم کے
وقت، غضب کے وقت، جب مسافر راہ بھول جائے، جب کسی کو مرگی آوے، جب کسی آدمی یا جانور کی

بدخلقی ظاہر ہو۔ اس کو صاحب رد المحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، اور بعض بزرگوں کا عمل وقت عموم
امراض و خوف غرق کے بھی دیکھا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۵ باب الاذان)

وَمِثْلُهُ فِي كَفَايَةِ الْمُفْتَى ج ۳ ص ۱۱۱ باب الاذان۔

کلماتِ اذان میں وقفہ کی مقدار | سوال :- جناب مفتی صاحب! مؤذن کتنی دیر وقفہ کرے؟ یا بلا وقفہ کے مسلسل اذان دیتا رہے؟ شریعت مقدسہ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- یہ اذان کے آداب میں سے ہے کہ مؤذن کلماتِ اذان کے درمیان اتنی دیر وقفہ کرے کہ جواب دینے والا پڑھے گئے کلمات کا جواب آسانی سے دے سکے۔

قال العلامة عبدالحی الکنہوی: ویترسل فیہ ای فی الاذان بان یفصل بین کل کلمتین ولا یجمع بینہما فانه سنة۔ (السعیة ج ۲ باب الاذان) لہ
الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کا کیا جواب ہے | سوال :- جواب اذان وَحَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے مقابلے میں تو لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ پڑھا جائے گا لیکن فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے جواب میں کیا پڑھا جائے گا؟
الجواب :- فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جب مؤذن اذان فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے جواب دینے والا جواباً صدقت و برہات کے الفاظ یا مَآشَاءَ اللّٰہ کے الفاظ کہے۔

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ: فی اذان الفجر قال المجیب صدقت و برہات یفتح الراء الاولی و کسرہا او یقول مَآشَاءَ اللّٰہ عند قول المؤذن فی اذان الفجر الصَّلَاةُ

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: (و یترسل فی الاذان بالفصل بسکنة کل کلمتین۔ قال الشیخ السید احمد الطحاوی: (تحت قوله بین کلمتین) ای جملتین الا فی التکبیر الاول فان السکنة تكون بعد تکبیرتین۔
 (طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۵۸ باب الاذان)
 وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَّة ج ۱ ص ۵۱۸ باب الاذان۔

خَيْرٌ مِنَ التَّوْمِ - (مراقی الفلاح علی هامش طحاوی ص ۱۵۸ باب الاذان) لہ
سوال :- کیا اذان دیتے وقت قبلہ رخ
 اذان قبلہ رخ ہو کر پڑھتے کا حکم کھڑے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
الجواب :- مؤذن کو چاہیے کہ وہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اذان دے
 شریعت اسلامی میں یہی طریقہ متواتر چلا آرہا ہے اس کے خلاف اذان نہ
 دی جائے۔

قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: وليستحب ان يكون المؤذن
 صالحاً اي متقياً لانه امين في الدين..... مستقل القبلة كما فعله الملك
 الناصر - (مراقی الفلاح علی صدر طحاوی ص ۱۵۸ باب الاذان) لہ

سوال :- جناب
 اذان میں لفظ اللہ اور اکبر کے ہمزہ کو لباً کر کے پڑھنا

مؤذنین اذان میں لفظ اللہ اور اکبر کے الف کو لباً کر کے پڑھتے ہیں، تو کیا لفظ
 اللہ اور اکبر کے الف کو لباً کر کے پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- اذان میں لفظ اللہ کے الف کو لباً کر کے پڑھنے سے ہمزہ
 استفہام پیدا ہونے کا خوف ہوتا ہے جو کہ تغیر معنی کا سبب ہے اسلئے
 فقہاء کرام نے لفظ اللہ اور اکبر کے الف کو لباً کر کے پڑھنے سے منع کیا ہے

لہ وفي الهندية: وكذا قول المؤذن الصلوة خيرٌ مِنَ التَّوْمِ لا يقول
 السامع مثله ولكن يقول صدقت وبزرت كذا في المحيط -
 (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۵۸۰ الباب الثاني الاذان)

وَمِثْلُهُ فِي السَّعَايَةِ ج ۲ ص ۵۸۰ باب الاذان -

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: والمستحب للمؤذن ان يستقبل
 القبلة استقبالاً هكذا روى عبد الله بن زيد رضى الله عنه عن النازل من
 السماء - وفي شرح الطحاوی ولو ترك استقبال القبلة اجزاه ويكره -

(الفتاویٰ التاتارخانية ج ۱ ص ۵۵۵ باب الاذان)

لہذا ان دونوں جگہ الف پر نہ کیا جائے۔

قال العلامة عبدالحی الکنہوی: لا یقول المؤذن اللہ اکبر بعد الالف
فانہ استفہام وانہ لحن شرعی الخ (السعیة ج ۲ ص ۵۱ باب الاذان) ۱۷

مؤذن کے کلمات اذان کی تکمیل سے قبل جواب دینے کا حکم | سوال :- اذان

کب دیا جائے؟ یعنی اگر کوئی شخص مؤذن کے کلمات اذان مکمل طور پر پڑھنے سے قبل
جوابی کلمات پڑھے تو کیا اس سے اذان کا جواب ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- اذان کا جواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کے کلمات اذان
ختم کرنے کے بعد ان کا جواب دیا جائے، اور اگر کوئی شخص مؤذن کے کلمات اذان
مکمل پڑھنے سے قبل ان کا جواب دیدے تو یہ فلسفہ جواب اذان کے خلاف ہے۔

قال الشیخ الدكتور، وھبة التوحیلی: ان یقول مثلاً یقول مثنی مثنی عقب
کل جملة الا فی الجملتین فیقول الخ (الفقہ الاسلامی وادلته ج ۵۵ باب الاذان) ۱۸

نومولود کے کانوں میں اذان دیتے وقت دائیں بائیں متہ پھیرنا | سوال :- کیا فرماتے

ہیں علماء کرام اس
مسئلہ کے بارے میں کہ کسی نومولود کے کانوں میں اذان دیتے ولے کے لیے حی علی الصلوٰۃ
اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا ضروری ہے یا کہ منہ پھیرے بغیر
بھی یہ سنت ادا ہو جائے گی؟

الجواب :- کسی نومولود کے دائیں بائیں اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا

لہو فی الہندیۃ: والمد فی اول التکبیر کفر وفی آخر خطا فاحش۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۶ الفصل الثانی فی الاذان)

۱۷ فی الہندیۃ: یمجب علی السامعین عند الاذان الاجابة وہی ان یقول
مثل ما قال المؤذن الا فی قولہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح فانہ یقول مکان
حی علی الصلوٰۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۶ الباب الثانی فی الاذان الفصل الثانی)

سنت ہے، البتہ جی علی الصلوٰۃ اور جی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا ضروری نہیں بغیر منہ پھیرے ہی سنت ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة ظفر احمد العثماني: قال جماعة من اصحابنا يستحب ان يؤذن في اذنه اليمنى و يقيم الصلوة في اذنه اليسرى وقد روينا في كتاب ابن السني عن الحسين بن علي رضي الله عنهما مرفوعاً من ولد له مولود فاذن في اذنه اليمنى واقام في اذنه اليسرى له تضرع ام الصبيان - قال المصنف: تحته وما ذكره بعض الفقهاء من تحويل الوجه في هذا الاذان يميناً وشمالاً لاجد له اصلاً ولا يصح قياسه على التحويل في الاذان للصلوة لانه للاعلام ولا حاجة الى مثل هذا الاعلام ههنا - (اعلام السنن ج ۱ ص ۱۲۳ باب فضيلة ذبح الشاة في العقيقة)

خواتین کو اذان کا جواب دینا چاہیے | سوال: جس طرح مرد اذان کا جواب دیتے ہیں تو خواتین کے لیے بھی اسی طرح اذان

کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: اذان کا جواب جس طرح مرد دیتے ہیں اسی طرح خواتین بھی اذان کا جواب دے سکتی ہیں بلکہ ان کی بھی یہ دینی ذمہ داری بنتی ہے کہ اذان کا جواب دیا کریں۔

عن ميمونة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام بين صف الرجال والنساء فقال يا معشر النساء اذا سمعتن اذان هذا الجبشي واقامته فقلن كما يقول فان لكل بكل حرف الف الف درجة قال عمر فلهذه النساء يا رسول الله فما للرجال قال ضعفاً يا عمر! - (الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۱۱۵ الترغيب في اجابة المؤذن) لہ

سوال: کیا خواتین حالت حیض میں اذان کا جواب دے سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب: علماء کرام نے لکھا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی خواتین کو اذان

لہ قال العلامة عبدالحی الکتھوی: قلت یستنبط منه ان الاجابة باللسان واجبة على النساء الطاهرات ايضاً وهو ظاهر عبارات فقھائنا۔

(السعاية ج ۲ ص ۵۱۵ باب الاذان)

کا جواب دینا صحیح نہیں۔

لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: لا یجیب الجنب ولا الحائض
لعجزهما عن الاجابة بالفعل۔ (مراقی الفلاح علی صدر طحاوی ۱۶۳ باب الاذان) ۱۔
قد قامت الصلوة میں الصلوة کے تاہ پر ختم پڑھنے کا حکم | سوال: اقامت

مقیمین (اقامت کہنے والے) قد قامت الصلوة کے تاہ پر پیش اور دوسرے جملہ قد قامت
الصلوة کے تاہ پر سکون و جزم، پڑھتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟

الجواب:۔ اقامت کہتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ہر کلمہ کے آخر میں
پیش کی جگہ جزم (سکون) پڑھی جائے چاہے وہ اللہ اکبر کی راہو یا قد قامت الصلوة کی
تاہ، اس لیے الصلوة کی تاہ پر پیش پڑھنا صحیح نہیں بلکہ جزم پڑھی جائے۔

قال العلامة ابن عابدین: وروی ذلك عن النخعي موقوفاً عليه ومرفوعاً
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الاذان جزم والاقامة جزم والتکبیر جزم
وقیه: وفي الامداد و یجزم الراء ای یسکنها فی التکبیر الخ

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۶ باب الاذان، مطلب فی الکلام علی حدیث الاذان جزم) ۲۔
بعد الاذان دعائیں ہاتھ اٹھانا | سوال:۔ جناب مفتی صاحب! بعض لوگوں کو دیکھا
گیا ہے کہ اذان کے بعد دعا وسیلہ کرتے وقت
دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ اذان کے بعد دعا وسیلہ (مسنون دعا) کرتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں

۱۔ قال العلامة عبدالحی الکنہوی: لا یجیب الحائض والنفساء بعجزهما عن الاجابة
بالفعل فکذا بالقول۔ (السعیة ج ۲ ص ۵۵ باب الاذان)
۲۔ قال العلامة ابن نجیم: تحت قوله یتدرسل فیہ ویحرف فیہا یشک کلمات الاذان والاقامة لکن
فی الاذان ینوی الحقیقة وفی الاقامة یتوی الوقت ذکرہ الشارح وفی المیتقی والتکبیر
جزم۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۸ باب الاذان)
ومثله فی السعیة ج ۲ ص ۵۵ باب الاذان۔

بلکہ بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگی جائے تاہم اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی سنت کے خلاف ہے۔

قال الشيخ مولانا محمد اشرف علی التھانوی: بالتخصیص دعائے اذان میں ہاتھ اٹھانا تو نہیں دیکھا گیا مگر مطلقاً دعائیں ہاتھ اٹھانا احادیثِ قریہ و فعلیہ مرفوعہ و موقوفہ کثیرہ شہیرہ سے ثابت ہے من غیر تخصیص بدعاء دون دعاء پس دعا اذان میں بھی ہاتھ اٹھانا سنت ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۱ باب الاذان)

کیا حضرت بلالؓ اذان میں نشین کو سین پڑھتے تھے؟ سوال: جناب مفتی صاحب!

ایک صاحب سے سنا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے وقت اشہد کی بجائے اسہد یعنی نشین کی جگہ سین پڑھتے تھے، یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: اگرچہ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں نشین کی جگہ سین پڑھتے تھے لیکن علماء محققین نے اس کی تردید کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ فصیح اللسان اور تیز و تند آواز والی شخصیت تھے، اور جو بات ان کے بارے میں مشہور ہو چکی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

قال العلامة عبدالحی الکتھنوی: اشتھر علی السنۃ العوام ان بلالاً کان یبدل الشین المعجمۃ سیناً مہملۃ و لیس كذلك قال المزنی علی ما نقلہ عنہ البرہان السفاقی انہ قد اشتھر علی اللسنۃ و لہ نثرۃ فی شیء من الکتب۔ وقال ابن کثیر لا اصل لہ ولا یصح۔ (السعاۃ ج ۲ ص ۲۱۱ باب الاذان)

باب شروط الصلوة واركائها

(نماز کے شرائط و ارکان کا بیان)

سوال :- نماز کی نیت اگر صرف زبان سے کی جائے تو شرعاً زبان سے نیت کرنے کا حکم اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- نماز کے لیے دل سے نیت کرنا فرض ہے البتہ متاخرین فقہاء کرام نے زبان سے نیت کو سخت قرار دیا ہے تاکہ دل و دماغ دونوں حاضر ہو جائیں، البتہ اگر صرف زبان سے نیت کرے مگر دل کی نیت نہ ہو تو یہ نیت لغو اور بے کار ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: والتلفظ عند الإرادة بها مستحب هو المختار۔

(الدر المختار علی صمد المد المختار ج ۳ ص ۳۶ شروط الصلوة۔ بحث النية) ۱۷

سوال :- ہمارے ساتھ اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ ہم جلدی زبان سے نیت کے الفاظ میں غلطی کا حکم اس میں ایک وقت کی نماز میں شامل ہوتے ہیں مگر زبان پر غلطی سے کسی دوسرے وقت کی نماز کے الفاظ کا اجرا ہو جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے، نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب :- نیت دل کا عمل ہے، اگر دل میں اسی وقت کی نماز کا ارادہ ہو تو نماز ہو جائے گی اگرچہ زبان پر غلطی سے دوسرے وقت کی نماز کا اجرا ہو جائے ایسی غلطی کا کوئی اعتبار نہیں۔

لما قال الحصكفي: والخامس النية بالاجماع وهي الإرادة المرجحة..... لا مطلق العلم

في أكاصم..... والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة۔ (الدر المختار علی صمد المد المختار ج ۳ ص ۳۵)

باب شروط الصلوة، مطلب بحث النية) ۲۷

لہ وفي الهندية: ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۶۵ الفصل الرابع في النية)

ومثله في السعاية في حل شرح الوقاية ج ۲ ص ۹۹ باب شروط الصلوة۔

۱۷ وفي الهندية: النية إرادة الدخول في الصلوة والشرط ان يعلم بقلبه اي صلوة يصلي وادناها ما لو سئل

لامكنه ان يجيب على البديهة..... ولا عبرة للذكر باللسان۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۶۵ الفصل الرابع في النية)

وفيه أيضاً عزاً على الظهور وجري على لسانه يصح به (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۶۶ الفصل الرابع في النية)

امام کی اقتدار کی نیت کا مسئلہ | سوال :- اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو مگر اس نے امام کی اقتدار کی نیت نہ کی تو کیا اس شخص کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- امام کی اقتدار کی نیت صحتِ صلوٰۃ کے لیے شرط نہیں بلکہ تحصیلِ ثواب کے لیے شرط ہے۔ اگر کسی نے امام کی اقتدار کی نیت نہیں کی صرف نماز کی نیت کر کے امام کی اقتدار میں نماز پڑھی تو نماز تو ہو جائے گی مگر امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

لما قال العلامة المحقق: ولا يشترط لصحة الاقتداء نية امامة المقتدى بل لنيل الثواب عند اقتداء احد به قبله - قال ابن عابدین: (تحت قوله لنيل الثواب) معطوف على قوله لصحة الاقتداء اي بل يشترط نية امامة المقتدى لنيل الامام ثواب الجماعة. (رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۲ شروط الصلوة مطلب بحث النية) لہ

تعداد رکعات کی نیت ضروری نہیں | سوال :- کیا نماز میں تعداد رکعات کی تعیین کر کے نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- فرض نمازوں کی ادائیگی میں وقت کا تعیین کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ رکعات کی گنتی ضروری نہیں بغیر نیت تعداد رکعات کے بھی نماز ہو جائے گی۔

لما قال العلامة المحقق: ولا بد لمن التعيين عند النية..... ولو قضا لكنه يعين ظهر يوم كذا على المعتمد... وواجب انه وتر او نذر او سجود تلاوة وكذا شكر بخلاف سهو دون تعيين عدد ركعاته لمصلحتها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۸ باب شروط الصلوة) لہ

لہ قلل العلامة الشيخ اشرف العلی التہانوی: اگر امامت کی نیت نہ کرے گا تو امامت کا ثواب نہ ملے گا، پس حصولِ ثواب امامت کے لیے تو امامت کی نیت ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۳ باب شروط الصلوة)

لہ قال العلامة ابن نجیم: لان نية عدد الركعات ليست بشط في الفرض والواجب لان قصد التعيين مغل عند ولو نوى الظهر ثلاثاً والفجر رباعاً ز (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۸۲)

سوال :- اگر کوئی شخص رکوع کے بغیر سجدہ میں چلا گیا تو دوبارہ رکوع کی ادائیگی پر سجدہ کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- رکوع و سجدہ میں ترتیب چونکہ واجب ہے اس لیے اگر کوئی شخص رکوع سے پہلے سجدہ کرے تو یہ سجدہ ادا نہیں ہوگا، بلکہ دوبارہ رکوع کی طرف لوٹ کر رکوع ادا کرنے کے بعد از سر نو سجدہ کرے گا۔

قال ابن عابدین: الترتیب بین الركوع والسجود مثلاً فإنه فرض حتى لو سجد قبل الركوع لم يصح سجود هذه الركعة لأن أصل السجود يشترط ترتيبه على الركوع في كل ركعة كترتيب الركوع على القيام۔
(۲۴ المختار ج ۳ واجبات الصلوة) ۱۷

سوال :- جیب میں نسوار یا سگریٹ رکھ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز کے لیے مکان (جگہ) بدن اور کپڑوں کی پاکیزگی شرط ہے، اور نسوار فی ذاتہ ایک پاک چیز ہے اس میں نجاست کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا۔ لہذا اگر کسی کی جیب میں نسوار وغیرہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فساد لازم نہیں آتا۔

تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب۔
لهكذا في الزاھدی فی باب النجاس۔ (لھندیہ ج ۱ الفصیل الاول فی الطہارۃ) ۱۷
سوال :- نماز کے لیے تکبیر تحریمہ شرط ہے یا سنت یا مستحب، اگر کوئی تکبیر نہ کہے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

لہ فالترتیب فیہا فرض حتی لو رکع قبل القيام او سجد قبل الركوع لا یجوز۔
(الھندیۃ ج ۱۷ واجبات الصلوة)۔ ومثله فی البحر الرائق ج ۱۷ واجبات الصلوة۔
لہ قال الحسکفی: (طہارۃ بدنہ) ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فیلحفظ (من حدث) بنوعیہ وقدّمہ لانه اغلط وخبث مانع کذلک وثوبہ۔
(الد المختار علی صدر رد المختار ج ۲۰۲ باب شروط الصلوة)
ومثله فی الاختیار ج ۱۷ باب ما یفعل قبل الصلوة۔

الجواب: بتجیر تحریم نماز کے فرائض میں سے ہے، بغیر تجیر تحریم کے نماز نہیں ہوتی۔

قال المحقق: من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمه قائماً وهي شرط في غير جنازة على التقاد

به يفتي - قال ابن عابدین: (تحت قوله على التقادرم متعلق بشرط لتضمنه معنى الفرض ای وہی

شرط مفروض علیہ - (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۲۲۲ باب صفة الصلوة) لہ

سوال: ہمارے علاقہ میں چونکہ پشتو زبان بولی جاتی ہے اور اکثر نماز کی نیت کا حکم

نماز کی نیت کا حکم نمازی پشتو میں ہی نیت کے الفاظ کہہ لیتے ہیں، اور ایسے ہی بعض

لوگ دل میں نیت کر لیتے ہیں، کیا شرعاً دل میں نیت کرنا کافی ہے یا زبان سے بھی نیت

کرنا ضروری ہے؟

الجواب: نیت نماز کے فرائض میں سے ہے، لیکن نیت کا دائرہ بنیادی طور پر دل

تک محدود ہے، تاہم عوام الناس اس سے غافل رہتے ہیں لہذا ان کے لیے دل کی نیت کے

ساتھ زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرنا بہتر ہے تاکہ زبان پر بولنے سے دل کے ارادے

کا اظہار ہو سکے۔

ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن كذا في

الكافي ومن عجز عن احضار القلب يكفيه اللسان كذا في الزاهدی -

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۶۵ باب شروط الصلوة) لہ

لہ منها التحريمه..... وہی شرط عندنا حتی ان من یحرم للفرائض

كان له ان يؤدي بها التطوع هكذا في الهداية -

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۶۸ باب صفة الصلوة - الفصل الاول)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۹ باب صفة الصلوة -

لہ قال المحقق: والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة للذكر

باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية الا اذا عجز عن احضاره لهموم

اصابته فيكفيه اللسان -

(الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۱۵ شروط الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۰۰ باب شروط الصلوة -

ہسپتال کی یونیفارم میں نماز پڑھنے کا حکم | سوال :- ایک شخص ہسپتال میں ملازم ہے وہ ہر وقت زخمیوں کو اٹھاتا ہے اور ان کو دوائیاں وغیرہ دیتا ہے، ان زخمیوں کی وجہ سے اس کے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں کیا اس شخص کے لیے ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- نماز پڑھنے کے لیے چند شرائط ہیں جن میں کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے اس لیے اگر ہسپتال کے ملازم کے کپڑے زخمیوں کے خون یا پیپ کے ذریعے ناپاک ہوئے ہوں تو یہ کپڑے تبدیل کر کے دوسرے کپڑوں میں نماز پڑھے، البتہ اگر دوسرے پاک کپڑے نہ ہيأتہ ہو سکتے ہوں تو بوجہ مجبوری انہی کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے ۔

لما قال العلامة الحصكفي: الشرط شرعاً ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه هي سنة طهارة بدنه..... وكذا ما يتحرك بحركته او بعد حامله كصبي عليه نجس.... الخ (الدر المختار على صمد مراد المختار ج ۱ ص ۲۱۲) باب شروط الصلوة ۱۷

دوکان میں نماز پڑھنا جائز ہے | سوال :- مہری دوکان کے اوپر دوسری منزل میں ایک میوزک سنٹر ہے کیا میں اپنی دوکان میں نماز پڑھ سکتا ہوں ؟ جبکہ بعض لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ دوکان میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔
الجواب :- نماز کے لیے طہارت مکان ضروری ہے خواہ وہ کوئی بھی جگہ ہو۔ چاہے دوکان ہو یا گھر، مسجد ہو یا حجرہ، بشرطیکہ پاک ہو اس لیے دوکان میں نماز پڑھنا درست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

لما قال العلامة الحصكفي: الشرط... شرعاً ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه هي سنة طهارة بدنه أي جسد لدخول الاطراف في الجسد دون البدن من حد بنوعيه وقد مره لانه اغلظ ونجس مانع كذلك ثوبه..... مكاناً موضع قد أو احدهما ان رفع الاخرى وموضع سجودك اتفاقاً في الاصح. الخ (الدر المختار على صمد مراد المختار ج ۱ ص ۲۱۲) باب شروط الصلوة ۱۷

۱۷ وفق الهندية: تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۸) باب الثالث في شروط الصلوة، الفصل الاول في الطهارة
۱۸ وفق الهندية: تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۸) باب الثالث في شروط الصلوة، الفصل الاول في الطهارة

جیل خانہ کی جائے نماز پر نماز پڑھنے کا حکم | سوال: مجھے پشاور سنٹرل جیل سے ایک دوست نے ایک جائے نماز بھیجی ہے، کیا

میں اس پر نماز پڑھ سکتا ہوں جبکہ وہاں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں؟
الجواب: نماز پڑھنے کے لیے جائے نماز کا پاک ہونا ضروری ہے، چونکہ یہ پاکی یقینی ہوتی ہے جو شک سے زائل نہیں ہوتی، اس لیے جیل سے آیا ہوا جائے نماز پاک ہے اور اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔

لما قال العلامة العصکفی، لوشک فی نجاسة ماء او ثوب او طلاق او عتق لم يعتبر۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله ولوشک) فی التارخانیة من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولاً فهو طاهر مالم یستیقن الخ۔ (رد المحتار ج ۱۵) قبیل ان مطلب فی ابحاث الغسل) لہ

مسجد کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا | سوال:۔ آج کل لوگوں کا ایک دستور بن چکا ہے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے اپنی ٹوپیاں یا رومال وغیرہ ساتھ نہیں لاتے بلکہ مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپی پہن کر نماز پڑھ لیتے ہیں، جبکہ بازار یا دیگر مقامات میں ان ٹوپوں کے ساتھ آنے جانے کو عار سمجھتے ہیں، تو کیا مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نماز ایسی اہم عبادت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہوتی ہے اس لیے نماز پڑھنے کے لیے عمدہ اور بہترین لباس پہننا افضل ہے ورنہ کم از کم ایسا لباس پہننا چاہیے کہ جس کے ساتھ دیگر مقامات میں جانے کو عار نہ سمجھا جائے، اسلئے فقہاء کرام نے ثیاب بذلہ یعنی گندے لباس کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہلے، لہذا بہتر یہ ہے کہ ہر نمازی اپنی ٹوپی ساتھ لائے ورنہ بصورت دیگر مسجد کی ٹوپیاں استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں تاہم نماز ہو جائے گی۔

لہ قال العلامة عالم بن العلام الانصاری: من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة أم لا فهو طاهر مالم یستیقن۔

(الفتاویٰ التارخانیة ج ۱۲) کتاب الطهارة الوضوء مانوع مسائل الشک

تکبیر تحریم میں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھایا جائے | سوال: تکبیر تحریم میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ تفصیلاً ارشاد فرمائیں۔

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مختلف روایات مروی ہیں، فقہ حنفی کی تحقیق کے مطابق کانوں کی نو تک ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ انگلیوں کے سروں کو کانوں کی نو کے برابر کیا جائے جبکہ انگوٹھوں کو کندھوں کے مقابل کیا جائے تو دونوں روایات پر عمل ہو جائے گا۔

رواہ ابو داؤد السجستانی: عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ابهامیه فی الصلوۃ الی شحمتہ اذنیہ۔ (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۲ باب افتتاح الصلوۃ)

تکبیر تحریم کے بعد ہاتھوں کا ارسال یا سیدھا باندھنا | سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ تکبیر تحریم کہنے کے بعد ہاتھوں کو لٹکا کر

پھر باندھتے ہیں، کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

الجواب: تکبیر تحریم کہنے کے بعد ہاتھوں کو لٹکا کر باندھا جائے یا بغیر لٹکائے باندھا جائے دونوں طرح درست ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیر تحریم کے بعد فوراً ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھا جائے لٹکانا نہیں چاہیئے، یہی افضل ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ اخذ ارسغما مختصرہ وابہامہ ہوا المختار تضع المرأة والحنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح۔ قال ابن عابدین (تحت قوله بلا ارسال) هو ظاهر الروایۃ۔

(مراد المختار ج ۱ ص ۲۸۶ ارکان الصلوۃ، مطلب فی بیان المتواتر وارشاد)

۱۰ عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بہما اذنیہ وفي رواية حتی یحاذی بہما قروا ذنیہ۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۱۸۰ باب افتراض التحریمة وسننہا)

وَمِثْلُهُ صَحِيحٌ مُسْلِمٌ ج ۱ ص ۱۶۸ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین۔

۱۱ قال الشیخ عبدالحی الکرہنوی: (تحت قوله تحت سرتہ وعند ابی حنیفہؒ وابی یوسفؒ یضع کما فرغ من التکبیر ولا یرسل ویہ جن قاضی فی فتاواہ ولم یدکر خلافاً الخ) السعایۃ ج ۲ ص ۱۵۰ باب صفة الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الاحکام ج ۱ ص ۲۷۴ باب صفة الصلوۃ)

مکی کیلئے نماز پڑھتے وقت عین کعبہ یا جہت کعبہ کا حکم | سوال :- فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مکی کے لیے عین کعبہ اور آفاقی کیلئے

جہت کعبہ ضروری ہے، لیکن آج کل شہر مکہ میں بڑی بڑی عمارتیں مسجد حرام اور مصلیٰ کے درمیان حائل ہیں، اس صورت میں سمت قبلہ کی تعیین کس طرح کی جائے؟

الجواب :- یہ حکم اُس مکی کے لیے ہے جس کو کعبۃ اللہ دکھائی دیتا ہو تو اس پر لازمی ہے کہ وہ عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور جس کو کعبہ دکھائی نہ دیتا ہو تو اس کے لیے بھی آفاقی کس طرح جہت کعبہ کافی ہے اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی رہتا ہو۔

قال العلامة الحصکفی: فللمکی اصابة عينها ببيع المعاین وغيره لكن في البحر انه ضعيف والاصح ان ما بينه وبينها حائل كالغائب۔

(الدرا مختار علی صدر رد المحتار ج ۲۸، ۲۹ باب شروط الصلوة) ۱

حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا مسئلہ | سوال :- ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے، لہذا اگر کوئی آدمی

حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ خبر احاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حطیم کعبۃ اللہ کا حصہ ہے لیکن یہ امر قطعی ہے اور استقبال قبلہ قطعی الثبوت دلیل سے ثابت ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی حطیم کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے تو نماز نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله كاستقباله احتياطاً) فانه اذا استقبله المصلی لم تصح صلواته لان فرضية استقبال القبلة ثبتت بالنص القطعی وكون الحطيم من الكعبة ثبتت بالاحاد فصار كانه من الكعبة من جهة دون وجه۔ (رد المحتار ج ۲۸ بحث الطواف) ۲

سمت قبلہ کی تعیین کے لیے قبلہ نما کے استعمال کا حکم | سوال :- دورِ حاضر میں لوگ قبلہ کی تعیین کے لیے قبلہ نما استعمال کرتے ہیں اس کی

۱ قال العلامة ابراهيم الحلبي: وفي الدراية من كان بينه وبين الكعبة حائل الاصح انه كالغائب۔ ركبيري ۲۱۴ الشرط الرابع

۲ قال العلامة ابراهيم الحلبي: الكعبة اسم للعرضة... ولو صلى الى الحطيم وحده كاي جوف۔ ركبيري ۲۲۵ الشرط الرابع فروع في شرح الطحاوي

شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- نماز پڑھنے کے لیے ایک اہم رکن شہروں اور دیہاتوں میں استقبالِ قبلہ ہے یا جہتِ قبلہ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کی پہچان کے لیے پہلے زمانے کی مساجد اور ان کے محرابوں کو دلیل ٹھہرایا ہے اور صحراؤں میں ستاروں کو دلیل قرار دیا ہے جس سے غالب گمان ہوتا ہے کہ قبلہ اس طرف ہے۔ چونکہ موجودہ دور کا یہ آلہ (قبلہ نما) ظن غالب کی تحصیل کے لیے زیادہ کارآمد ہے اس لیے قبلہ کی تعیین کے لیے اس کا استعمال شرعاً درست ہے اور اس سے قبلہ کا صحیح رخ متعین ہو جاتا ہے۔

لما قال في الهندية: وجهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل في الامصار والقري المحاريب التي نصبرها الصعابة والتابعون فعلينا اتباعهم فان لم تكن فالتسوال من اهل ذلك الموضع واما في البحار والمفاوز فلدليل القبلة النجوم۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ الفصل الثاني استقبال القبلة)

سوال :- ریل گاڑی میں سفر کے دوران نماز استقبال قبلہ ضروری ہے

اس میں قبلہ کا بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ قبلہ کا صحیح پتہ نہیں چلتا اور اگر چل بھی جائے تو ریل گاڑی کا کبھی کبھی عین نماز کے دوران قبلہ کی طرف سے رخ مڑ جاتا ہے تو اس حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- بعض ٹرینوں کی وضع اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ مسلمان کے لیے ان میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہوتا ہے لہذا شروع نماز سے اختتام تک قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے۔ اگر ابتداء میں قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کی اور درمیان میں ریل گاڑی قبلہ رخ سے ہٹ گئی تو نمازی دوران نماز اپنا رخ قبلہ کی طرف پھیرے، تاہم اگر ریل گاڑی میں ہجوم اتنا زیادہ ہو کہ رخ پھیرنا ممکن نہ ہو تو بصورتِ مجبوری نماز ہو جائے گی، اس کی مثال فقہی ذخائر میں لنگر انداز کشتی جیسی ہے۔

لے وتعرف بالدليل وهو في القري والامصار محاريب الصعابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم: قال ابن عابدين: رتحت قوله كالقطب..... وعلى ما وضعوها من الآلات كالربع والاصطرلاب فانها لم تفد اليقين فقد غلبت الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك۔ (الدر المختار على صمد رد المحتار ج ۳ كتاب الصلوة، اركان الفرائض)

قال العلامة الحسكفي: والمربوطة بلجة البعران كان الريح يحركها شديداً
فكاسائرة والا فكالواقفة ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلمة اذارت -

والدد المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۱ باب صلوة المریض

سوال :- ہم پشاور سے کراچی تک کا سفر ریل گاڑی میں بھی نماز کیلئے قیام فرض ہے

گاڑی سے کرتے ہیں، ریل گاڑی میں کثرت ازدحام کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں ہم بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں قیام فرض ہے بغیر شرعی عذر کے اس کا ترک کرنا درست نہیں، ایسے پہلے تو اپنے ہمسفر لوگوں سے درخواست کر کے نماز کے لیے جگہ مانگی جائے، اگر وہ جگہ نہ دیں تو پھر بیٹھ کر نماز ادا کر لی جائے مگر اس کا اعادہ لازم ہے، البتہ اگر سرعہ کرنے یا گر جانے کا خطرہ ہو تو پھر بلا اعادہ جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: الاسير في يد العدو اذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة يتيمم ويصلي بالايما ثم يعيد اذا خرج... كالمجنوس لان الطهارة التيمم تظهر في منع وجوب الاعادة ثم قال فعلم منه ان العذر ان كان من قبل الله تعالى لا تجب الاعادة وان كان من قبل العبد وجب الاعادة - (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۲۹ باب التيمم)

اے وقال الشیخ المفق عزیر الرحمن: اگر کسی در ریل نماز فرض خواند پس استقبال قبلہ و قیام و رکوع و سجود وغیرہ جملہ ارکان صلوٰۃ ادا کر دن ضروری است و محض از سواری ریل استقبال ساقط نمی شود چرا کہ با وجود تحویل الواح بہ قدسے وقت و تکلف استقبال ممکن است، اگر بلا مجبوری ترک استقبال کرد نماز جائز ادائی نمی شود و اگر مستقبل قبلہ بودہ نماز شروع کرد و در حالت صلوٰۃ سمت قبلہ مبدل کرد پس مصلی را ضروری است کہ آن ہم متوجہ قبلہ بودہ نماز تمام کند کہ جملہ ارکان صلوٰۃ ادا شوند و مصلی ریل را در نماز فرض قعود قطعاً جائز نیست و در صلوٰۃ نقل جائز است، البتہ اگر فی الحقیقت ہجوم ایں قدر باشد کہ حرکت رکوع و سجود ممکن نیست و نیز بر صلوٰۃ از خارج ریل قادر نیست بلا استقبال و بلا قیام ادا کند و ایں صورت نادر است۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۲۶ (از کان الصلوٰۃ فصل ثالث استقبال قبلہ)

دوران نماز قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان فی فاصلہ کا حکم | سوال :- حالت قیام میں نمازی کو دونوں پاؤں کے

درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟ بعض لوگ دونوں پاؤں کے درمیان ایک بالشت تک فاصلہ رکھتے ہیں، ان کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب :- یہ نماز کے آداب میں سے ہے کہ نمازی دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ رکھے، اتنا فاصلہ نہ رکھے جس سے توازن بگڑ جائے۔

لما قال العلامة ابن عابدین (تحت قوله منها القیام) وینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الید لانه اقرب الی الخشوع۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۴۲ فرائض الصلوٰۃ) ۱

سوال :- جناب مفتی صاحب! نماز میں ایک بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا پاؤں پر بلا عذر شرعی کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں دونوں پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے، فقہاء کرام نے ایک پاؤں پر بلا عذر کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں سستی اور کاہلی ظاہر ہوتی ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ومنها القیام) ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوٰۃ بلا عذر۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۴۲ فرائض الصلوٰۃ) ۲

سوال :- نماز میں قرأت قرآن کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- نماز میں قرآن کریم کی قرأت لا علی تعیین فرض ہے جسکی مقدار ایک آیت ہے، اس مقدار کی قرأت نفل، وتر اور سنن کے جمیع رکعات میں فرض ہے اور فرائض کی دو رکعات میں البتہ تین آیات یا سورت اور فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں واجب ہے۔

۱۔ قال العلامة عبدالحی الکرہنوی: ویستحب ان یکون بین الرجلین عند القیام مقدار اربعۃ اصابع کما فی البزازیۃ وغیرہا لکونه اقرب الی الخشوع۔ (السعیۃ ج ۲ باب صفۃ الصلوٰۃ) ومثله فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۵۳ فصل اول، باب صفۃ الصلوٰۃ۔

۲۔ فی الہندیۃ، ویکرہ القیام علی احد القدمین من غیر عذر، وتجبوز الصلوٰۃ وللعذر لا یکرہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۶۹ الباب الرابع فی صفۃ الصلوٰۃ، الفصل الاول) ومثله فی الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۸ باب صفۃ الصلوٰۃ۔

گلیا نہیں؟

الجواب :- سجدہ میں قدیمین کا کوئی بھی قصہ زمین پر رکھنا ضروری ہے اگرچہ ایک انگلی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر قدیمین میں سے کوئی بھی حصہ زمین پر نہ کھا گیا تو سجدہ صحیح نہ ہوگا جس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

قال الحنفی: ومنها السجود بجهته ^{وقدمیه} ووضع اصبع واحدة منهما شرط۔
قال ابن عابدین: (تحت قوله وقدمیه) يجب اسقاطه لان وضع اصبع واحدة منهما
يكفي كما ذكره بعد و افاد انه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود وهو
مقتضى ما قدمناه آنفاً۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۴ بحث الركوع والسجود) لہ

سوال :- بعض لوگ جو عمامہ پہنتے ہیں وہ عمامہ کے
کور عمامہ رگڑی کے بل پر سجدہ کرنے کا حکم
زمین پر لگتی ہے اور نہ پیشانی، تو اس طرح سجدہ کرنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- اگر عمامہ کا کور پیشانی پر ہو تو اسی حالت میں عمامہ کے کور پر سجدہ کرنا مکروہ ہے
اور اگر کور عمامہ پیشانی سے اوپر ہو اور سجدہ کور عمامہ پر کیا جائے تو اس صورت میں سجدہ ادا نہیں ہوا
اس لیے کہ پیشانی یا ناک زمین پر نہیں رکھی گئی لہذا اس صورت میں نماز پڑھنا درست نہیں۔

قال العلامة الحنفی: كما يكره تنزيهاً بكون عمامة الابعذر وان صح عند بشر كونه على
كلمها وبعضها كما مر اما اذ كان على راسه فقط وسجد عليه مقتصر اي ولم تصب الارض بجهته ولا نفه
على القول به لا يصح لعدم السجود على محله الخ۔ (الدر المختار على ص ۳۱۹ فصل اذا اراد الشروع)

لہ وفي الهندية ولو سجد ولم يضع قدميه على الارض لا يجوز ولو وضع احدهما دون لاخرى جاز
مع الكراهة ان كان بغير عذر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۰ باب الرابع في صفة الصلوة۔ الفصل الاول)
ومثله في كبرى ص ۲۸۴ الخامس السجدة۔

۲ قال العلامة ابوالبركات النسفی، وكرها جدا او بكون عمامة الخ قال ابن نجيم: تحت قوله وكرة باحدها الخ ان صحة
السجود على الكور اذا كان الكور على الجبهة او بعضها اما اذا كان على الرأس فقط وسجد عليه ولم تصب
بجهته الارض على القول بتعيينها ولا نفه على القول بعدم تعيينها فان الصلوة لا تصح لعدم السجود
على محله وكثير من العوام يتساهل في ذلك۔ (البحر الرائق ج ۱ باب صفة الصلوة)

ومثله في الطحطاوى حاشية مراقى الفلاح ص ۱۱۴ فصل شروط الصلوة واركانها۔

تخت پوش پر نماز پڑھنے کا مسئلہ | سوال :- اَجکل بڑکیوں کے والدین شادی کے وقت جہیز میں یا بڑ کے والے اس کے لیے فرنیچر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک تخت بنواتے ہیں جس کو پشتوں میں "تخت پوش" کہا جاتا ہے، شرعاً اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :- ایسے تخت کٹڑی سے بنائے جاتے ہیں جو کہ سخت ہوتی ہے، حالت سجدہ یا رکوع یا قیام پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، اس لیے ایسے تخت پوش پر نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ زمین پر رکھا ہوا ہو۔

قال العلامة الحسکفی: لا یصح لعدم السجود علی محلہ وبشرط طہارة المكان وان یجد حجم الارض۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله ان یجد حجم الارض) تفسیرہ ان الساجد لو بالغ لا یتسفل رأسه ابغ من ذلك قصم علی طنفسة وحصیر وحنطة وشعیر وسریر وعجلة ان كانت علی الارض لا علی ظہر حیوان کساط مشدود بین اشجار۔ (مرد المحتار ج ۱ صفحہ ۱۱۱ فصل اذا اراد الشروع) لہ

قالین اور قوم کے گدول پر نماز کا حکم | سوال :- ہمارے محلے کی مسجد میں ایک صاحب خیر نے اس قالین پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں زمین پر سجدہ کرنا ضروری ہے یعنی زمین کی صلابت اور سختی کا ادراک ضروری ہے۔ لہذا اگر قالین پر سجدہ کے دوران نیچے کی زمین کی سختی کا ادراک ہو سکتا ہو تو نماز جائز ہے ورنہ نہیں، چونکہ اَجکل کے قالینوں میں زمین کی سختی کا ادراک ہوتا ہے اس لیے قالین کا ریٹ، دری وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ موٹے اور لچکدار قوم پر نماز جائز نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفی: لا یصح لعدم السجود علی محلہ وبشرط طہارة المكان وان یجد حجم الارض۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله ان یجد حجم الارض)..... وحشیش الا ان وجد حجمہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: والاصل کما انہ یجوز السجود علی الارض یجوز علی ما هو بمعنی الارض مما تجدد جہتہ حجمہ وتستقر علیہ وتفسیر وجدان الحجم ان الساجد لو بالغ لا یتسفل رأسه ابغ من ذلك فیصح السجود علی الطنفسة والحصیر والحنطة والشعیر والسریر والعجلة ان كانت علی الارض لانه یجد حجم الارض۔ (البحر الرائق ج ۱ باب صفة الصلوة) وَمِثْلُهُ فِی فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۵۲ فصل اول صفة الصلوة۔

ومن هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن فان وجد الحجم جاز ولا فلا -

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۰۵ فصل اذا اراد الشروع) ۱۷

سوال: نماز میں قعدۂ اخیرہ کا کیا حکم ہے؟ یعنی فرض ہے یا واجب؟
الجواب: قعدۂ اخیرہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض اس کو واجب قرار دیتے ہیں اور بعض فرض کہتے ہیں، بعض کی رائے رکنیت کی ہے جبکہ بعض اس کو شرط قرار دیتے ہیں، رائج یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ فرض اور شرط ہے۔

قال العلامة المحقق: ومنها القعود الاخير والذي يظهر انه شرط لانه شرع للخروج كالتميم للشروع. قال ابن عابدین: رتحت قوله والذي يظهر، اختلف في القعدة الاخيرة قال بعضهم هي ركن أصلي. وفي كشف اللبؤدوی: انها واجبة لا فرض لكن الواجب هنا في قوة الفرض في العمل كالوقوف في خزائن الروایات انها فرض وليست بركن أصلي بل هي شرط للتعليل وجزا بانها فرض في الفتح والتبيين - (رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۸ فقرات الصلوة في بحث القعود الاخير) ۱۸

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں دو آدمیوں کے قعدۂ اخیرہ کی فرضیت کا منکر کافر نہیں درمیان بحث ہو رہی تھی، ایک نے کہا کہ جو شخص نماز میں قعدۂ اخیرہ کی فرضیت کا منکر ہو تو وہ کافر نہیں اور دوسرا اس کو کافر کہہ رہا تھا، اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے اور کون حق پر ہے؟

الجواب: قعدۂ اخیرہ کے بارے میں مختلف روایات فقہاء کرام سے مروی ہیں

۱۷ قال العلامة ابن نجيم: والاصل كما انه يجوز السجود على الارض يجوز على ما هو بمعنى الارض مما تجدد جهته حجمه وتستقر عليه وتفسير وجدان الحجم ان الساجد لو بالغ لا يتقل رأسه ابلغ من ذلك. (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۹ باب صفة الصلوة)

۱۸ قال العلامة بك الدين العيني: وذكر في الايضاح ما القعدة الاخيرة فمن جملة الفروض وليست من الاركان لان الشئ ما يقرب به ذلك الشئ وتفسير الصلوة لا يقع بالقعدة وانما يقع بالقيام والقرأة والركوع والسجود وانما انعدمت الركنية في القعدة لانها اعتدلت غير هالاعين هالان الصلوة لتعظيم وهو بالقيام وذاب بالركوع ويتناهي بالسجود والقعدة للخروج. (البنایة ج ۲ ص ۱۶۸ باب صفة الصلوة)

ومثله في الطعطاوی حاشیہ صراقی الفلاح ص ۲۸۸ باب شروط الصلوة واركانها -

کشف الاسرار بلزودی میں ہے کہ قعدۂ اخیرہ واجب ہے فرض نہیں لیکن یہ وجوب فرضیت کے حکم میں ہے۔ اور صاحب خزائنہ روایات فرماتے ہیں کہ فرض ہے اور اسی کو ابن الہمام اور فخر الدین انزلی نے رائج قرار دیا ہے۔

بتا دہر ای اختلاف اگر کوئی نماز میں قعدۂ اخیرہ کی فرضیت کا منکر ہو تو کافر نہیں البتہ مشروعیت کا منکر کافر ہے اس لیے اول شخص کی بات صحیح ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله لا یکفر منکر) الظاهر ان المراد منکر فرضیتہ لانه قبل بوجوبہ کما فی القہستانی واما منکر اصل مشروعیتہ فینبغی ان یکفر لثبوتہ بالاجماع بل معلوم من الدین بالضرورة اقاده ویؤیدہ ما قالوا فی السنن الرواتب من لہیرہا حقاً کفر۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۸ فرائض الصلوٰۃ فی بحث القعود والجلوس)

ہوا خارج ہونے کی صورت میں سجدہ کرنے کا حکم | سوال :- ایک شخص کو دوران نماز کی بیماری ہے لیکن قیام اور رکوع کی حالت میں درست اور صحیح رہتا ہے، تو کیا اس شخص کے لیے نماز میں سجدہ کرنا ضروری ہے یا صرف اشارے سے سجدہ کر لے؟

الجواب :- صورت مسئلہ عذر شرعی کی کیفیت ہے اس لیے یہ شخص نماز میں قیام اور رکوع کے بعد اشارے سے سجدہ کرے، اگر کھڑے ہو کر اشارے سے سجدہ کرنا آسان ہو تو کھڑے ہو کر اشارے سے سجدہ کرے ورنہ بیٹھ کر سجدہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ما قال العلامة الشرنبلالی: وان تعذر الركوع والسجود وقدر على القعود ولو مستنداً أصلي قاعداً بالإيمان للركوع والسجود برأسه ولا يجزيه مضطجعا وجعل إيماده برأسه للسجود انخفض من إيماده برأسه للركوع۔

روراق الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوٰۃ المريض

ما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وحکم الواجب استحقاق العقاب بتركه عمداً وعدم اکفار جامدة والثواب بفعله ولزوم سجود السهو لنقص الصلوٰۃ بتركه سهواً۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۰۹/۱۹۹ فصل فی واجبات الصلوٰۃ) ومثله فی الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۶۲۲ الفصل الخامس اركان الصلوٰۃ۔

باب واجبات الصلوة

(نماز کے واجبات کے بیان میں)

سوال :- اگر کہیں امام کے مقتدی دورانِ جماعت میں امام کا تنہا رہ جانا | جماعت امام کو اکیلے چھوڑ کر بھاگ جائیں تو امام تکبیرات میں جہر کرے گا یا اخفاء؟

الجواب :- مقتدیوں کے بھاگ جانے سے امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اس صورت میں امام کی حالت ایک منفرد کی ہوئیگی، لہذا سری نمازوں میں اخفاء کرے اور جہری نماز میں جہر جائز ہے۔

وان كان منفرداً ان كانت صلوة يخاف فيها مخافت حتما هو الصحيح وان كانت صلوة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر افضل ولكن لا يبالغ مثل الامام لانه لا يسمع غيره كذا في التبيين ولا يجهر الا امام نفسه بالجهر كذا في البحر الرائق۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۷ واجبات الصلوة۔ الفصل الثاني)۔

سوال :- تین یا چار رکعت فرض نماز میں تو قعدہ اولی واجب ہے کیا نفل نماز (صلوة التیسع وغیرہ) میں بھی قعدہ اولی واجب ہے؟

الجواب :- قعدہ اولی جس طرح تین یا چار رکعت فرض نماز میں واجب ہے اسی طرح نوافل، سنن اور وتر میں بھی واجب ہے۔

قال العلامة الحسكي: ولها واجبات..... والقعود الاول ولوف نفسه في الاصح۔ (الدر المختار على ص ۲۶۵ باب صفة الصلاة مطلب واجبات الصلوة)۔

له قال العلامة ابن عابدین: والاسرار يجب على اكمام والمنفرد فيما يستر فيه وهو في صلوة الظهر والعصر (۷۸ المختار ج ۱ ص ۲۶۹ واجبات الصلوة) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوة۔

له قال العلامة ابراهيم الحلبي: ومن الواجبات القعدة الاولى لما مر مراراً (كيري ص ۲۹۶ واجبات الصلوة) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوة باب صفة الصلوة۔

تعدیل ارکان واجب ہے | سوال :- بعض لوگ نماز کو اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ مرغ دانوں پر ٹھونکنے مارتا ہے، اس قسم کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ کا تعلق واجبات صلوٰۃ سے ہے۔ نماز میں ارکان نماز کو طینان اور تعدیل سے ادا کرنا واجب ہے، جو نماز تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہ کی جائے تو وہ واجب الاعداء ہے، البتہ اگر سہواً متروک ہو جائے تو سجدہ سہو سے نماز درست ہو جائے گی۔

قال المحقق: لها واجبات لا تقصد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهوان لم يسجد له وان لم يعد لها يكون فاسقاً شاملاً..... وهي قرأة الفاتحة لکن... وتعديل الامكانات -
والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۶ و ۲۶۴ مطلب واجبات الصلوٰۃ

نماز میں قومہ اور جلسہ واجب ہے | سوال :- بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز میں رکوع سے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ براہ راست رکوع سے

ہی سجدہ میں چلے جاتے ہیں، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بھی پوری طرح نہیں بیٹھتے بلکہ ایک سجدہ سے پوری طرح سر نہیں اٹھایا کہ فوراً دوسرے سجدے میں چلے گئے، کیا نماز کو اس طرح ادا کرنا جائز ہے؟ الجواب قومہ یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا دونوں واجب ہیں، اگر سہواً رہ جائیں تو سجدہ سہو کفایت کر جاتا ہے اور عمدًا ترک کیا جائے تو نماز واجب الاعداء ہے۔

قال العلامة المحقق: ولها واجبات..... وهي قرأة فاتحة الكتاب.... تعديل الامكان ای تسکین الجوارح قد تسبیحہ فی الركوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختاره الکمال -
قال ابن عابدین: (تحت قوله وکذا الرفع) ای یجب التعديل ایضاً فی القومة من الركوع والجلسة بین السجدتين وتضمن کلامه وجوب نفس القوم والجلسة ایضاً الخ..... حتی لو ترکها وشيئاً منہا ساهياً يلزمه السهو ولو عملاً یکره اشد الکراهة ويلزمه ان یعبد الصلوٰۃ - (رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۱ باب صفة الصلوٰۃ بمطلب واجبات الصلوٰۃ)

۱۔ قال العلامة ابراہیم الحلبي: وعدهما تعديل الزمان من الواجبات (من الفرائض - کبریٰ ص ۲۹۴ باب صفة الصلوٰۃ) ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۹۹ باب صفة الصلوٰۃ -

۲۔ قال العلامة ابراہیم الحلبي: قال الشيخ کمال الدین بن الہمام وينبغي ان تكون القومة والجلسة واجبتين للمواظبة - (کبریٰ ص ۲۹۴ باب الشا من تعديل ارکان) ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۰ باب صفة الصلوٰۃ -

نماز میں التیمات پڑھنے کا حکم | سوال :- نماز میں تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟
الجواب :- نماز کے ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔
 سہواً چھوٹ جانے کی صورت میں سجدہ سہولاً لازم ہو جاتا ہے، عمداً ترک کرنے سے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

قال العلامة ابراہیم الحلبي: ومنها قراءة التشهد فانها واجبة في القعدة بين الاولى والاخيرة... فاجب السجود يترك التشهد في القعدة الاولى كما في القعدة الاخيرة وهو ظاهر الرواية۔ (کبیری ۲۹۶ ص ۱۰۰ واجبات الصلوة) ۱۰

وتر نماز میں دعاء قنوت کا حکم | سوال :- وتر میں دعاء قنوت کا کیا حکم ہے؟ اگر سہوارہ جائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟

الجواب :- وتر میں دعاء قنوت پڑھنا واجب ہے اگر سہوارہ جائے تو سجدہ سہولاً لازم ہو جائے گا۔

قال العلامة الحصكفي: وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۸ باب صفة الصلوة۔ مطلب واجبات الصلوة) ۱۰
تکبیرات زوائد کا حکم | سوال :- عیدین میں تکبیرات زوائد کتنی ہیں؟ اور یہ سنت ہیں یا واجب اور فرض؟

الجواب :- عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں تکبیرات زوائد چھ ہیں اور یہ واجبات صلوٰۃ میں داخل ہیں، اگر سہواً یہ تکبیرات چھوٹ جائیں تو سجدہ سہولاً واجب ہو جاتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وتكبيرات العیدین وكذا احدها وتكبيروا كوع ركعتة الثانية كللفظ التكبير في افتتاحه لكن الاشبه وجوبه في كل صلوة۔
 (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۹ مطلب واجبات الصلوة) ۱۰

۱۰ قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله ولها واجبات... (والتشهدان) ای تشهد القعدة الاولى وتشهد الاخيرة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۶ مطلب واجبات الصلوة)

۱۱ قال العلامة ابراہیم الحلبي: ومنها قراءة القنوت في الوتر۔ (کبیری ۲۹۶ ص ۱۰۰ واجبات الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۳۰ واجبات الصلوة یا ب صفة الصلوة۔

۱۲ قال العلامة ابراہیم الحلبي: ومنها تكبيرات العیدین للمواظبة علیها من غیر ترك والمراد التكبيرات الزوائد لاجمیع (کبیری ۲۹۶ ص ۱۰۰ واجبات الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۳۰ واجبات الصلوة یا ب صفة الصلوة۔

باب سنن الصلوة

(نماز کی سنتوں کے بیان میں)

تَشْهِدٌ مِّنْ اَنْكَلِي سے اشارہ کرنا سنت ہے | **سوال** :- تشہد کی حالت میں سببہ سے اشارہ کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض لوگ اس کی حرمت کے قائل ہیں جبکہ روایات اس کے ثبوت اور استحباب و سنت پر دال ہیں؟

الجواب :- تشہد میں اشہد ان لا اله الا الله کہتے وقت سببہ (سوا کی انگلی) سے اشارہ کرنا احادیث اور فقہی ذخائر سے ثابت ہے اس لیے نماز میں اشہد ان لا اله الا الله کہتے وقت انگلی سے اشارہ کرنا منون ہے۔ جو حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں ان کی رائے احادیث صریحہ کے مخالف ہے۔

عن عبد الله بن الزبير عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قعد يدع يده اليمنى على فخذه اليمنى ويده اليسرى على فخذه اليسرى و اشار باصبعه السبابة ووضع ابهامه على اصبعه الوسطى ويلقم كفه اليسرى (الصحيح للمسلم ج ۱ ص ۲۱۶ باب صفة الجلوس في الصلوة) رکتہ۔

سوال :- دوران نماز رفع الیدین یا ترک رفع الیدین میں سے تحقیق رفع الیدین کون سا عمل روایات صحیحہ کے موافق ہے؟

الجواب :- احادیث میں رفع الیدین اور ترک رفع الیدین دونوں کے متعلق روایات موجود ہیں، لیکن احناف کی تحقیق کے مطابق ترک رفع الیدین اولیٰ و افضل ہے۔

عن وائل بن حجر قال قلت لانتظرون الى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وحلق بشرا لا بهام والوسطى واشار بالسبابة۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۱ باب رفع الیدین)

ومثله في الدر المختار على صمد رد المحتار ج ۵ ص ۵۰۸ آداب الصلوة۔

عن براء بن عازب قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود۔ (ابی داؤد ج ۱ ص ۱۹)
 عن علقمة قال قال لنا ابن مسعود الا اُصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلي ولم يرفع يديه الا مرة واحدة مع تكبير الافتتاح۔
 رواه الترمذی والبوداؤد والنسائی۔

رمشکوۃ ج ۱ ص ۱۰۰ باب صفة الصلوة ۱۰

تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانا | سوال: تکبیر تحریم میں ہاتھ اٹھانے کا مننون وقت کون سا ہے؟

الجواب: تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اگر تکبیر کہنے سے پہلے یا اس کے بعد اور یا تکبیر کے ساتھ اٹھا دیئے جائیں تو اس سے رفع یدین کی سنت ادا ہو جاتی ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے اور بعد میں تکبیر کہے۔

قال الحسکفی، (ورفع یدیه) قبل التکبیر وقیل معہ قال ابن عابدین
 (قوله رفع الیدین) للتحریمة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۰ سنن الصلوة) ۱۰

۱۰ عن عبد الله بن عمر قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حد ومنكبیه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدين۔ (مسند حمید ج ۲ ص ۲۴۴ رقم حدیث ۶۱۴، احادیث بحمد الله بن عمر بن الخطاب)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَامِعِ التِّرْمِذِيِّ ج ۱ ص ۵۹ باب رفع الیدین عند الركوع۔

۱۱ قال المرغینانی: یُرفع یدیه مع التکبیر وهو سنة لان النبی علیه السلام واظب علیه وهذا اللفظ یشیر الى اشتراط المقارنة وهو المروى عن ابی یوسف والمحكى عن الطحاوی والاصم انه یرفع یدیه اولاً ثم یکبر لات فعله نفی الکبر یا عن غیر الله تعالى والنفی مقدم ویرفع یدیه۔

(الهدایة ج ۱ ص ۱۰۰ صفة الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الِهْتِدِیَةِ ج ۱ ص ۲۰ الفصل الثالث فی سنن الصلوة۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَرْکِ کَرْنِ سَے نماز کا اعادہ لازم نہیں | سوال :- نماز کی ہر رکعت میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا

واجب ہے یا سنت؟ اور اگر کسی سے پڑھنا رہ جائے تو کیا اس پر سجدہ سہولاً لازم ہے نہیں اور اگر کوئی قصداً و عمدتاً بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا ترک کر دے تو کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟
الجواب :- ہر رکعت میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا ایک سنون عمل ہے اور سنون عمل کے ترک کرنے سے نہ فساد لازم آتا ہے اور نہ قضاء و اعادہ۔ اسلئے اگر کسی سے بِسْمِ اللّٰهِ سہواً یا غلطاً چھوٹ جائے تو نماز دوبارہ پڑھنا لازم نہیں تاہم قصداً و عمدتاً ترک کرنا مناسب نہیں۔

ما قال الحنفی و سنی غیر الموت بلعظ البسملۃ سرّانی اول کل رکعة و لوجہریۃ

مخلف یسیر (الدرا المختار علی هامش رد المحتار - ۱/۳۶۳)

و قال ایضاً (وسنہا) ترک السنۃ لا یوجب فساداً ولا سہواً بل اساءۃ لو عاملاً غیر مستحلف

و قال الاساءۃ ادون من الکراہۃ (الدرا المختار علی هامش رد المحتار - ۱/۳۵۰) مطلب سنن الصلوٰۃ

سوال :- ہمارے محلہ کی مسجد کے پیش امام رکوع و سجود میں نماز میں تسبیح کی مقدار

تسبیح پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں جبکہ بعض مقتدی اس بات پر مصر ہیں کہ تین مرتبہ پڑھنی چاہیئے، پانچ مرتبہ پڑھنے سے بہت دیر ہو جاتی ہے۔ کیا شرعاً تین مرتبہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب :- اگر کوئی شخص رکوع و سجود میں تین مرتبہ تسبیح پڑھ لے تو اس سے سنت ادا ہو جاتی ہے اور اس سے زائد پڑھنا استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔

تکبیر ال رکوع و تسبیحہ ثلاثاً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۱ سنن الصلوٰۃ)

البتہ امام صاحب کو چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کا لحاظ رکھ کر نماز ادا کریں اور نماز میں تین مرتبہ ہی تسبیح پیرا کتفاء کرے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا صلی احدکم للناس

سما قال العلامة حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی :- و لتسمیۃ اول کل

رکعة قبل الفاتحۃ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتح صلاتہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(مراقی الفلاح علی صمد الخطاوی ۱/۳۵۳ - فصل فی بیان سنہا)

و مثله فی الہندیۃ ۱/۲۲ الفصل الثالث سنن الصلوٰۃ

فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير واذا صلى احدكم نفسه فليطول
ما شاء - متفق عليه (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۱ باب ما على الامام) ۱۷

سجدہ کی حالت میں عورتوں کی مسنون کیفیت کیا ہے؟ | کو کیا کیفیت اختیار کرنی چاہیے؟

کیا عورتیں بھی مردوں کی ہیئت کی طرح سجدہ کریں گی یا عورتوں کے لیے سجدہ کی کوئی خاص ہیئت ہے؟ خاص کر قد میں ان کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟

الجواب :- سجدہ میں عورتوں کی کیفیت مردوں سے الگ ہے، بہتر یہ ہے کہ عورتیں سجدہ کرتے وقت قد میں کونہ اٹھائیں، پیرٹ کورانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کریں جبکہ بازوؤں کو جسم کے ساتھ ملا کر زمین پر رکھیں یعنی جو کیفیت زیادہ استر ہو اختیار کریں۔

قال المحقق: (والمرأة تنخفض) فلا تبدئ عضديها (وتلصق بطنها بفخذها) لانه استرواحه نافي الخزان انهما تخالف الرجل في خمسة وعشرين - ذكر في البحر: انها لا تنصب اصابع القدمين كما ذكر في المجتبى - (رد المحتار ج ۱ ص ۵۰۴ باب صفة الصلوة) ۱۸

سوال :- نماز میں بحالت قیام ہاتھ | **نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کا طریقہ** | **باندھنے کا طریقہ کیا ہے؟ بعض اوقات**

۱۷ وفي المسلم: عن ابي هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم للناس فليخفف فان في الناس الضعيف والسقيم وذو الحاجة - (مسلم ج ۱ ص ۱۸۸) قال القدوري: يقول في ركوعه سبحان ربى العظيم ثلاثا ذلك ادناه -

(مختصر القدوري ص ۳۳ باب صفة الصلوة)

ومثله في البخاري ج ۱ ص ۹۴ باب اذا صلى لنفسه فليطول ما شاء - الجوهر في النية ج ۱ ص ۶۲ باب صفة الصلوة) ۱۹ والمرأة لا تجافي في ركوعها وسجودها وتقع على رجليها وفي السجدة تفتش بطنها على فخذيها كذا في الخلاصة -

(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۵ الفصل الثالث في سنن الصلوة)

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲ باب صفة الصلوة -

ہاتھ باندھتے وقت دوسرے ہاتھ کی کلائی پر گھڑی ہوتی ہے، اس سے نماز میں کوئی کراہیت تو لازم نہیں آتی؟

الجواب :- نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کے باطن کو بائیں ہاتھ کے ظاہر پر رکھے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے اس کی کلائی کو پکڑے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔

البتہ گھڑی کوئی مقصود بالذات نہیں اور نہ ہی اس کے باندھنے سے کسی قسم کی کاوٹ ہوتی ہے لہذا اس سے کوئی کراہیت نہیں آتی۔

قال المحقق: (روضع) الرجل (وعينه على يساره) تحت السرّة اخذ راسها بحضرة وابهامه) هو المختار - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۶ صفة الصلوة) لہ

سوال :- نماز باجماعت میں آمین کہتے وقت کون سی کیفیت اختیار کرنی چاہیے؟ حنفی مسلک والوں کے لیے

الجواب :- آمین کے متعلق دونوں قسم کی روایات وارد ہیں، احناف کی تحقیق کے مطابق آمین میں اخفاء سنت ہے، البتہ اگر کوئی حنفی مسلک شخص آمین بالجہر کہے تو بھی جائز ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

قال المحقق: (وامن الاما سرا كما موم ومنفرد) ولو في السرية اذا سمعه ولو من مثله في نحو جمعة وعيد اما حديث اذا امن الامام فامضوا فمن التعليق بمعلوم الوجوه فلا يتوقف على سماعه عنه بل يحصل بتمام الفاتحة بدليل اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۲ آداب الصلوة) لہ

لہ ذلك بان يضع باطن كفه اليمنى على ظاهركفه اليسرى ويأخذ الراس بالخنصر والابهام ويرسل الباقي على الذراع - (الهندية ج ۱ ص ۳۰۶ سنن الصلوة)

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۸ باب صفة الصلوة -

لہ اذا فرغ من الفاتحة قال آمين والسنة فيه الاخفاء كذا في المحيط المنفرد والامام سواد وكذا المامون اذا سمع هكذا في الزاھدی - (الهندية ج ۱ ص ۳۰۸ الفصل الثالث في سنن الصلوة)

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۳ باب حفة الصلوة -

نماز میں تسویۃ الصفوف کا حکم | سوال :- نماز میں صفوں کا سیدھا کرنا کیسا ہے، یعنی اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- نماز باجماعت میں صفوں کا سیدھا کرنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے، ٹیڑھی اور خیر متوازن صفوں پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بہا لقد اح حتی رای انا قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلاً یادیاً صدره من الصف فقال عباد اللہ لتسوی صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوهکم۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۷ باب تسویۃ الصفوف) ۱۷

تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلیوں کا رخ کس طرف کیا جائے | سوال :- بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ

کے وقت ہاتھ کی ہتھیلیوں کا رخ اپنے چہرے کی طرف کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟
الجواب :- تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرنا بھی جائز ہے اور اپنے چہرے کی طرف بھی، البتہ قبلہ کی طرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

لما قال العلامة الحصفی: ویستقبل بکفیه القبلة وقبل خدیہ۔ ۱۸
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۲ باب صفة الصلوة قبل مطلب الفارسیہ)

۱۷ قال العلامة ظفر احمد العثماني: وفي حاشية البخاري عن العيني وهي راي تسوية الصفوف (سنة الصلوة عند ابی حنيفة والشافعي ومالك (جلد امتاع قلت: والظاهر من كلام اصحابنا انها سنة مؤكدة لا طلاقهم الكراهة على ضد هاوا الكراهة المطلقة هي التحريمية۔ الخ

(اعلام السنن ج ۲ ص ۳۱۳ باب سنية تسوية الصف الخ)

وَمِثْلُهُ فِي مَعَارِفِ السَّنَنِ ج ۲ ص ۲۹۷ باب ما جاز في اقامة الصفوف۔

۱۸ قال العلامة ابراهيم الحلبي: ويوجه حالة الرفع بطن كفيه نحو القبلة اكالا عليها۔ وفي الحاوي: وقال يجعل بطن كل كف الى الكف الاخرى۔ (كبيري ص ۳ صفة الصلوة)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے | سوال: تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ بعض حضرات سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تاکید کرتے ہیں۔

الجواب: علماء احناف کی تحقیق کے مطابق مرد حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں کیونکہ یہی سنت ہے، البتہ عورتیں اور خنثی شکل سینے کے نیچے ہاتھ باندھیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرقته اخذ ارسغها يحتضره وابهاميه هو المختار نضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديهما۔ (الرد المختار على صدر زاد المختار ج ۱ ص ۳۸۶) باب منفعة الصلوة مطلب بيان المتواتر والشاذ

سوال: احادیث کی کتابوں میں ثناء سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعی کا مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر تحریمہ کے بعد بعض دعائیں مروی ہیں، کیا یہ دعائیں فرائض و سنن سب میں پڑھی جاسکتی ہیں یا کہ صرف نوافل میں؟

الجواب: اگرچہ احادیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں مختلف مقامات پر مختلف ادعیہ منقول ہیں لیکن علماء احناف نے یہ روایات نوافل میں پڑھنے پر معمول کی ہیں اور یہ دعائیں نفل نمازیں پڑھی جائیں گی۔

لما قال العلامة الحصکفی: وقرأ كما كبر سبحانك اللهم تاركاً وجل ثناءك والافى الجنازة مقتصرًا عليه فلا يضم وجهه والافى النافلة۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله الافى النافلة) لحمل ما ورد في الاخبار عليها..... وفي الخزانة، وما ورد محمول على النافلة بعد الثناء في الاصح وقال في هامشه صححه في التراجم وغيره۔ (رد المختار ج ۱ باب صفة الصلوة) مطلب بيان المتواتر والشاذ ۲

۱۔ وفي الهندية: ووضع يده اليمنى على اليسرى تحت السرة كما فرغ من التكبير والمرأة تضعهما تحت ثديهما۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الفصل الثالث في سنن الصلوة) ومثله في كبرى صفة الصلوة۔

۲۔ قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن: خفيه في ان ادعيه كونه نوافل پر محمول کیا ہے لہذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۸۸ فصل سنن الصلوة)

الحاق کعبین ٹخنوں کے ملانے کا مسئلہ | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں نے

کعبہ کہ رکوع میں کعبین کا الحاق یعنی ملانا مسنون ہے، کیا واقعی رکوع میں کعبین کا ملانا مسنون ہے؟ جبکہ شامی میں ہے کہ حالت قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے، جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں!

الجواب :- الحاق کعبین کا مسئلہ اگرچہ متاخرین کی کتابوں میں پایا جاتا ہے مگر متقدمین سے اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں، اس لیے متاخرین کی اس تصریح کا محل اور مقام یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت ایک دوسرے کے کعب رکنے کے ساتھ اپنا ٹخنہ ملایا جائے تاکہ صفیں سیدھی ہو جائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں سوواصفونکم وتواصوا وسداخلل۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۱ تسویۃ الصفوف) کا حکم وارد ہے، لہذا حالت رکوع میں دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ اپنا ٹخنہ ملانا مسنون نہیں البتہ اگر کوئی ایسا کرے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں۔

لما قال الشيخ المحقق عبدالحی الکنہوی: ومنها الصاق الکعبین ذکرہ جمع من المتأخرین وجمہور الفقہاء لم یذکروہ ولا اثرلہ فی الکتب المعتبرۃ کالہدایۃ وشروحہا النہایۃ والعنایۃ والنبایۃ والكفایۃ وفتح القدیروغیرہا والکنز وشرحہ العینی وشرح النقایۃ لالیاس زادہ والبرجندی والشمنی وفتاویٰ قاضی خان والبیازیۃ وغیرہا وامام الدین اوردہ فی ذکرہ الزاہدی حیث قال فی المجتبیٰ برمزبط یسن فی الركوع الصاق الکعبین واستقیال الأصابع القبلیۃ۔۔۔۔۔۔ قال خیر المتأخرین شیخ مشائخنا محمد عابد السندی المدنی فی طوابع الانوار شرح الدر المختار قولہ والصاق کعبیہ ای حالۃ الركوع۔ قال الشیخ الرحمتی مع بقاء تقریج ما بین القدمین قلت لعلہ اراد من الصاق المعتادۃ وذلک بان یحاذی کل من کعبیہ لاخر فلا یتقدم

احدہما علی الآخر۔ (السعیۃ ج ۲ ص ۱۸) باب صفة الصلوة (۱)۔
اگر تکبیرات انتقالات چھوٹ جائیں تو اس کا حکم | **سوال:** تکبیر تحریمہ کے علاوہ
 دوسری تکبیرات کا کیا حکم ہے؟
 اگر کسی وجہ سے کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟
الجواب: تکبیر تحریمہ فرض ہے اور باقی تکبیرات انتقالات سنت، لہذا اگر کسی عذر کی
 وجہ سے رہ جائیں تو نماز متاثر نہیں ہوگی۔

لما قال العلامة محمد یوسف البنودی: تکبیرات الانتقالات سنة عند الجمهور
 قال ابن المنذر: وبه قال ابو بكر الصديق وعمر و جابر و قيس بن عباد و الشعبي
 والاوزاعي وسعيد بن عبد العزيز و مالك و الشافعي و ابو حنيفة و الخ
 (معارف السنن ج ۲ ص ۲۲۶) باب ماجاء في التكبير عند الركوع والسجود
رفع سبابہ (انگلی اٹھانا) بدعت نہیں | **سوال:** نمازی جب التحیات میں اُشْهَدُكَ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ تک پہنچ جائے تو کیا اس کو انگلی اٹھانا
 چاہیئے؟ حکیم بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

لما قال العلامة عبد القادر الراغب القاروقی الحنفی: علی قول الحنفی قول الشارح ویسن ان یلصق کعبہ
 قال الشیخ ابوالحسن السندی الصغیری تعلیقہ الدرر هذه السنة انما ذکرها من ذکرها من المتأخرين
 تبعاً للمجتبی وليس لها ذكر في الكتب المتقدمة كهداية وشرحها وکابعض مشائخنا یؤاخذونها من اوهام صاحب
 المجتبی لم ترد في السنة علی ما وقفنا علیه وكانهم توهموا ذلك مما ورد ان لصفا كانوا یهتمون سداً
 الخلل في الصفوف حتی یضموا الکعب والنائب ولا یخفی ان المراد هنا الخاق کعبه بکعب صاحبہ لا کعبه
 مع کعبه الآخر (تقریرات الراغبی ج ۱ ص ۱۸) باب صفة الصلوة فصل ()

وَمِثْلُهُ فِي فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۳ فصل سنن الصلوة

۱۷ قال الشیخ ظفر احمد العثماني: باب كون التكبير سنة عند كل رفع وحفض۔ عن
 عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل
 حفض ورفع وقیام وقعود..... (رای التکبیر) عام فی جمیع الانتقالات فی الصلوة۔

(اعلاد السنن ج ۳ ص ۳۰) باب كون التكبير سنة عند كل رفع وحفض ()

الجواب :- تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہتے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا ثابت ہے، جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول روایت و درایت کے خلاف ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وفي الشرنبلالية عن البرهان الصحيح أنه يشير بمسبحة وحدها يرفعها عند التفتي ويضعها عند الاثبات واحترن بالصحيح عما قيل لا يشيرانه خلاف الدراية والرواية۔ الخ (رد المحتار على صدر رد المحتار ج ۵ ص ۵۹) باب صفة الصلوة۔ قبل مطلب مهم في عقد الاصابع عند التشهد ۱۔

التحيات میں دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانی جائے | سوال :- التحیات (رقعہ) میں

کس ہاتھ کی انگلی اٹھانی چاہیے؟ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھا رہا تھا۔
الجواب :- التحیات میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہتے وقت دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھانا سنت ہے، دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله بل في متن در البحار الخ)..... وصفتها ان يعلق من يده اليمنى عند الشهادة الابهام والوسطى ويقبض البصر والخنصر ويشير بالمسبحة الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۹۰۸) باب صفة الصلوة۔ قبل مطلب مهم في عقد الاصابع عند التشهد ۲۔

لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: وتسن الاشارة في الصحيح لانه صلى الله عليه وسلم رفع اصبعه السبابة وقد احناها ومن قال انه لا يشير اصلاً فهو خلاف الرواية والدراية۔ (مرآة الفلاح على صدر الطحطاوي ص ۲۱۸) فصل في سنن الصلوة

وَمِثْلُهُ فِي كَبِيرِي ص ۳۲۹ بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ۔

لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: وتسن الاشارة في الصحيح لانه صلى الله عليه وسلم رفع اصبعه السبابة وقد احناها شيئاً ومن قال انه لا يشير اصلاً فهو خلاف الرواية والدراية وتكون بالمسبحة اي السبابة من اليمنى فقط يشير بها..... يرفعها اي المسبحة عند التفتي..... ويضعها عند الاثبات۔

(مرآة الفلاح على صدر الطحطاوي ص ۲۱۸) فصل في سنن الصلوة

تَشْهَدُ مِیں وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ کے الفاظ پڑھانا | **سوال :-** اگر کوئی تَشْهَدِ مِیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ

کا اضافہ کرے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تَشْهَدِ مختلف طرق سے ثابت ہے، بعض روایات میں وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ الخ کا پڑھنا بھی ثابت ہے مگر حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے تَشْهَدِ کو اختیار کیا ہے اور مذکورہ الفاظ اس میں نہیں ہیں اس لئے ان کا پڑھنا مناسب نہیں تھا، ہم اگر کوئی ان الفاظ کو پڑھتا ہے تو اس کی نماز متاثر نہیں ہوگی۔

لما اخرجہ ابوداؤد : عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی بهذا الحديث زادوا اذ اقرأوا نصتوا قال في التشهد بعد اشهد ان لا اله الا الله زاد وحده لا شريك له۔

(ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۳۰ باب التَّشْهَدِ)۔

قَعْدَةُ اخيره میں درود شریف پڑھنے کا حکم | **سوال :-** قَعْدَةُ اخيره میں درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی درود شریف پڑھنا

پھوڑ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- نماز کے قَعْدَةُ اخيره میں درود شریف پڑھنا سنت ہے اگر کسی سے بوجہ مجبوری درود شریف پڑھنا رہ جائے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی، جبکہ قصداً ترک کرنے کی صورت میں نماز کراہت سے خالی نہیں جس کا اعادہ مستحب ہے۔

قال العلامة المحقق: وسننها..... والصلوة على النبي في القعدة

الاخيرة۔ والدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۰ باب صفة الصلوة

وقال ايضا: ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة

لو عامدا غير مستخف وتالوا الاساءة ادون من

له عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم في التَّشْهَدِ..... اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

قال ابن عسزوت فيها وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

(التلخيص الخبير ج ۱ ص ۲۶۶ باب صفة الصلوة)

وَمِثْلُهُ في دار القطن ج ۱ ص ۳۵۲ باب صفة التَّشْهَدِ وجوبه واختلاف الروايات فيه۔

الکراہۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ باب صفة الصلوة مطلب فی قولہم لاساءۃ آدون) ۱

سوال :- نماز میں جو درود شریف پڑھا
درود شریف میں لفظ سیدنا کے اضافہ کا حکم جاتا ہے اگر کوئی اس میں سیدنا کے لفظ

کا اضافہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ تشہد میں بلا لفظ سیدنا کے پڑھنا بہتر ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وندب السیادة لان زیادة الاخبار بالواقع عین سلوك الادب فهو افضل من تركه ذکرة الرملی الشافعی وغیره۔ قال العلامة ابن بدین: (تحت قوله ذکرة الرملی الشافعی) ای فی شرحه علی منهاج النووی ونصه و الافضل الاتیان بلفظ السیادة۔ كما قاله ابن طهیرية وصرح به جمع وبه افقی الشارح لان فیہ الاتیان بما امرنا به وزیادة الاخبار بالواقع الذی هو ادب فهو افضل من تركه وان تردد فی افضلیة الاسنوی واما حدیث لا تسیدونی فی الصلوة فباطل لا اصل له كما قال بعض متأخري الحفاظ الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۵ باب صفة الصلوة مطلب فی جواز التراحم علی النبی ابتداء) ۲

سوال :- جناب مفتی صاحب ہمارے محل
فقہہ اخیرہ میں دعا ترک ہو جائے تو اس کا حکم کی مسجد کے امام صاحب نماز میں التحیات اتنی

۱۔ قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: وتسبب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی

الجلوس الاخیر الخ (مرآۃ الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۲۱۹ فصل فی بیان سنتہا)

قال الشیخ المسید احمد الطحاوی: ترك السنة لا یوجب فساداً ولا سهواً بل

اساءة لوعامداً غیر مستخف وقالوا لاساءة آدون من الکراہۃ۔

(طحاوی حاشیة مراقی الفلاح ص ۲۱۹ فصل فی بیان سنتہا)

۲۔ قال العلامة الشیخ المفتی عزیز الرحمن: اضافة لفظ سیدنا میں کوئی مضائقہ نہیں

ہے لیکن تشہد نماز میں جیسا کہ وارد ہوا بلا لفظ سیدنا ویسا ہی بہتر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۶۹ فصل فی سنن الصلوة)

جلدی پڑھتے ہیں کہ ہم مقتدی (ابھی درود شریف سے فارغ نہیں ہوتے کہ امام صاحب سلام پھیر دیتے ہیں، تو کیا ہم امام کی اتباع میں سلام پھیر لیں یا درود شریف مکمل کرنے کے بعد السلام علیکم ورحمة اللہ پڑھیں۔

الجواب :- قعدہ اخیرہ میں دعا پڑھنا سنت ہے اور امام کی اتباع واجب ہے لہذا جب امام مقتدیوں کے دعا ختم کرنے سے قبل سلام پھیر دے تو امام کی اتباع میں سلام پھیرا جائے اگرچہ دعا متروک ہو جائے۔

لما قال العلامة المحمدي: ولو سلم الامام والمؤتم في ادعية التشهد تابعه لانها سنة والناس عنه غافلون۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله في ادعية التشهد) يشمل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۹۶ باب صفة الصلوة فصل اراد الشروع) ۱۰

امام کی متابعت کی وجہ سے تسبیحات پوری نہ پڑھ سکنے کا حکم | سوال :- ہمارے محلے رکوع اور سجدہ اتنی جلدی کرتے ہیں کہ مقتدی تین بار تسبیح بھی پوری نہیں کر سکتے، تو کیا مقتدی تین بار تسبیح پوری کریں یا امام کی اقتداء کریں؟

الجواب :- اولاً تو امام صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ رکوع و سجدہ میں اتنی مقدار ٹھہرے کہ مقتدی تین بار تسبیحات پڑھنا پوری کر سکیں لیکن اگر مقتدی امام کی اقتداء کر کے تین بار تسبیح نہ پڑھ سکیں تو ان کی نماز جائز اور صحیح ہے۔

لما قال العلامة المحمدي: يورفع الامام رأسه من الركوع والسجود قبل ان يتم المأموم التسبيحات الثلاث وجب متابعتة ۱۱۔ قال علامہ ابن عابدین: (تحت قوله واعلم) يسبح فيه ثلاثاً فانه سنة على المعتدل المشهور في المذهب

۱۲ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: لو سلم الامام او تكلم قبل فراغ المقتدى من قراءة التشهد يتركه لانه من الواجبات ثم يسلم بقاء حرمة الصلوة وأمكن الجمع بالاتيان بهما وان بقيت الصلوة والدعوات يتكلمها ويسلم مع الامام لان ترك السنة دون ترك الواجب۔

(مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۲۵ فصل فيما يفعله المقتدی بعد الخ) ومثله في فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۶۵ فصل في سنن الصلوة۔

لا فرض ولا واجب كما مرفلا يترك المتابعة الواجبة لاجلها۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۳ و ۲۹۵ باب صفة الصلوة، فصل اذا اراد الشروع) لہ
سوال :- اگر کوئی خاتون مردوں کی طرح سجدہ کرتی ہو تو اس کا
خواتین سجدہ کیسے ادا کریں کیا حکم ہے؟

الجواب :- خواتین کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بدن اور اس کے اعضاء کو سجدہ کے
 دوران خوب ملا کر سجدہ کریں، مردوں کی طرح بدن کو کھول سجدہ نہ کریں، ایسا کرنا خواتین کے
 لیے کراہت سے خالی نہیں، البتہ اگر کسی عورت کو عذر شرعی ہو تو بلا کراہت درست ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: تنخفض فلا تيدي عضديها وتلصق بطنها بفخذيها
 لانه استور۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله وحردنا في الخزان) وتضع يديها
 على ركبتيها ولا تحني ركبتيها وتنضم في ركوعها وسجودها وتفتش ذراعيها۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۰۰ باب صفة الصلوة فصل اذا اراد الشروع) لہ
سوال :- بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ
فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا
 فرض نماز کے بعد اپنا دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر کچھ
 پڑھتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جب نماز سے
 فارغ ہو جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ سر مبارک پر رکھ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: بسم الله الذي
 لا اله الا هو الرحمن الرحيم، اللهم اذهب عني الهم والحزن۔ اس لیے بہتر ہے کہ
 سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد فرائض ہوں یا نوافل اور سنن وغیرہ دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر مذکورہ

لما قال العلامة حسن بن عمار الشربلائي: وليس تسبيحه اي الركوع ثلاثاً لقول النبي صلى الله عليه وسلم اذا ركع احدثكم فليقل
 ثلاث مرات والامر بالاستعجاب فيكون ان ينقض عنها ولورفع الامام قبل اتمام المقتضى فالعجم
 انه يتابعه۔ (مراق الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۲۱۵ فصل في سنن الصلوة)
 لہ قال العلامة حسن بن عمار الشربلائي: والمرأة تنخفض فتضم عضديها على فخذيها وتلصق
 بطنها بفخذيها لانه استورها۔ (مراق الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۲۲۹ فصل في كيفية تركيب افعال الصلوة)
 ومثله في الهداية ج ۱ ص ۱۰۱ باب صفة الصلوة۔

دعا پڑھنی چاہیے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى وقرع من صلواته يسمي يمينه على رأسه قال بسم الله الذي لا اله الا هو الرحمن الرحيم اللهم اذهب عني الهم والحزن - (حسن حصين ص ۱۰۷)

نیت کرنے سے قبل اِنی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَىٰ رَبِّكَ الْعَظِيمِ | سوال :- ہم لوگ نیت سے قبل جب اِمام نماز کیلئے

کھڑا ہوتا ہے تو اِنی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰہِ پڑھتے ہیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے، ازراہ کرم اس مسئلہ کی توضیح عنایت فرمائیں۔

الجواب :- اِنی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰہِ کے کلمات پڑھنے کے بارے میں علماء احناف کی مفتی بہ رائے یہ ہے کہ ان کلمات کو نیت اور تکبیر تحریم کے درمیان نہ پڑھنا چاہیے، اگرچہ قاضی ابویوسفؒ سے ایک روایت سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اِلٰہِ کے بعد پڑھنے کی مروی ہے، اور فقیہ ابواللیثؒ تکبیر سے پہلے پڑھنے کی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس مواضع میں یہ کلمات نہ پڑھے جائیں البتہ اگر نیت سے قبل پڑھے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانیؒ: والاولیٰ ان لا یأتی بالتوجه قبل التکید لیتصل النیة به والصحیح - (الهدایة ج ۱ ص ۸۶ باب صفة الصلوة) ۷

۱۰ لما قال الشیخ المفتی عزیز الرحمنؒ: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا بسم الله لا اله الا هو الرحمن الرحيم اذهب عني الهم والحزن - (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۱۱ فصل سنن الصلوة)

۱۱ قال العلامة صدر الشریعةؒ: ولا يوجد اذ بالشاء سبحانك اللهم وبحمدك اثم والتوجه قراءة اِنی وجهت وجهی بعد التحریمة - قال الشیخ عبدالحی الكھنویؒ: مختار المتأخرین اولویة قرأته قبله - قال فی الہدایة الاولیٰ ان لا یأتی بالتوجیہ قبل التکید لیتصل النیة بالتکید هو الصحیح - (السعیة فی حل شرح الوقایة ج ۲ ص ۶۵ باب صفة الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۹ فصل سنن الصلوة -

بائیں طرف سلام پھیرتے وقت آواز میں آہستگی اختیار کرنا | سوال : سلام پھیرتے وقت دونوں طرف آواز

یکساں ہوتی چاہیے یا اس میں کچھ فرق ہے ؟

الجواب : سنت اور افضل یہی ہے کہ دوسرے سلام میں پہلے سلام کی بہ نسبت آہستگی اور لپٹی اختیار کرے۔ اگر کوئی شخص بلند آواز سے کہہ دے تو اس سے نماز میں کوئی کراہیت لازم نہیں آتی۔

قال المحقق : وسن جعل الثاني اخفض من الاول (خصه في المنيّة بالامّا واقرة المصنف - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۵۲۶ باب صفة الصلوة) لہ



لہ والسنة في السلام ان تكون التسليمة الثانية اخفض من الاول كذا في المحيط وهو الاحسن كذا في التبيين - (الهندية ج ۱ ص ۷۷ سنن الصلوة) ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۳۵۳ باب صفة الصلوة۔

باب آداب الصلوة

(نماز کے آداب کے مسائل)

سوال :- دوران نماز قیام کی حالت میں قیام کی حالت میں نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟ نگاہ کہاں رکھنی چاہیے؟ اگر کوئی شخص سجدہ کی جگہ نگاہ نہ رکھے تو اس سے نماز میں کوئی فساد یا کراہت تو لازم نہیں آتی؟

الجواب :- حالت قیام میں نگاہ کو سجدہ گاہ پر مرکوز رکھنا مستحب ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا نہ کر سکے تو اس سے نماز میں کوئی فساد لازم نہیں آتا۔

قال المحقق: نظر الى موضع سجوده حال قيامه. (الدر المختار على مدار المتأجل جلد ۱ آداب الصلوة) ۲۴۴

سوال :- اگر کسی کو نماز کے دوران جمائی آجائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- اگر کسی کو دوران نماز جمائی آجائے تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ جمائی کو حتی الامکان روکے اور اگر روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر دائیں ہاتھ کی پشت سے اپنے منہ کو چھپائے، اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حالت قیام میں دائیں ہاتھ سے کاکے اور باقی ارکان میں بائیں ہاتھ سے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وامساك فمہ عند التشاؤب فائدة لدفع التشاؤب مجربة ولو بأخذ شفتيه بسننه فان لم يقدم غطاء بظهور يده اليسرى وقيل باليمنى لوقائما ولا فيسراة (الدر المختار على مدار المتأجل جلد ۱ باب صفة الصلوة) ۲۴۵

لصومنها (نظر المصلي) سواء كان رجلاً أو امرأة (الى موضع سجوده قائماً) حفظاً له عن النظر الى ما يشغله عن الخشوع. (مراقى الفلاح على هامش طحاوى ۱۵۱ فصل من ادابها)

ومثله في الهندية ج ۱ م ۲۱ سنن الصلوة وادابها۔

۲۴۶ قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: ومن الادب كنم فمہ عند التشاؤب فان لم يقدم غطاء بيده او كفه لقوله صلى الله عليه وسلم التشاؤب في الصلوة من الشيطان فاذا تشاؤب احدكم فليكظم ما استطاع۔

(مراقى الفلاح على صدر الطحاوى ۲۲۲ فصل آداب الصلوة۔)

آداب صلوٰۃ ترک ہو جانے کا حکم | سوال :- اگر کسی سے آداب یعنی مستحبات نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- نماز کے اندر آداب کا لحاظ رکھنا افضل اور بہتر ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے کبھی رہ جائیں تو نماز بلا کراہت صحیح اور درست ہے، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة الحصکفیؒ، ولہا آداب ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً بالترک السنۃ النوائد لکن فعلہ افضل۔ (الدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفة الصلوٰۃ)

امام اور مقتدی کس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوں ؟ | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مقتدیوں کو کس وقت نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیئے ؟

الجواب :- امام اور مقتدی دونوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ مؤذن جس وقت **حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ** کہے تو نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں، اگرچہ بعض نے **حَتَّى عَلَى الصَّلٰوۃ** کے وقت قیام کو مستحب قرار دیا ہے۔

لما قال الحصکفیؒ: والقیام لامام ومؤتم حین قیل حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ خلافاً لزوہ فعدہ عند حَتَّى عَلَى الصَّلٰوۃ۔ (الدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفة الصلوٰۃ)

امام نماز کس وقت شروع کرے | سوال :- امام کو نماز کس وقت شروع کرنی چاہیئے ؟

الجواب :- مستحب یہ ہے کہ امام نماز قد قامت الصلوٰۃ کے وقت شروع کرے، اگرچہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقیم (اقامت کہنے والے) کی فراغت

لہ قال العلامة السید احمد الطحطاویؒ، (تحت قوله الادب ما فعله الرسول صلى الله عليه وسلم مرة او مرتين ولہر یواظب علیہ) وترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً لکن فعلہ افضل۔ (طحطاوی حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۲۲۲ فصل آدابہا)

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالیؒ: من الادب القیام ای قیام القوم والامام ان کان حاضرًا یقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ۔ قال السید احمد الطحطاویؒ (تحت قوله حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ) قال الحسن وزفر عند حَتَّى عَلَى الصَّلٰوۃ۔ (طحطاوی حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۲۲۵ فصل آدابہا)

تک انتظار کرے، لیکن یہ اختلاف نفس استحباب میں ہے۔

قال العلامة حسن بن العمار الشرنبلالی: ومن الآداب شروع الامام الى احرامه مذقيل
ای عند قول المقيم قد قامت الصلوة عندهما۔ وقال ابو يوسف: يشرع اذا فرغ من الاقامة
قلوا اخر حتى يفرغ من الاقامة لا بأس به في قولهم جميعا۔

(مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۲۲۵ فصل آداب الصلوة)

سوال: مقتدی کو کس وقت سلام پھیرنا چاہیے؟

الجواب: مقتدی کیلئے بہتر یہ ہے کہ امام جب
دائیں طرف سلام پھیرے تو مقتدی بھی دائیں طرف سلام پھیرے اور جب امام دائیں طرف سے
فارغ ہو کر بائیں طرف سلام پھیرے تو مقتدی امام کے بعد بائیں طرف سلام پھیرے یعنی
امام سے مقدم نہ ہو۔

ما قال فخر الدین قاضی خان: قال الفقيه ابو جعفر المنقذ ان ينتظر اذا
سلم الامام عن يمينه فيسلم المقتدى عن يمينه واذا فرغ الامام عن يساره يسلم
المقتدى عن يساره۔ (فتاویٰ قاضی خان علی مشال ہندیہ ص ۸۸ فصل فیمن یصلیٰ بعدہ فیمن لا یصلیٰ ص ۲)
سوال: نمازی کو سلام کے دوران کیا
سلام کے دوران امام اور ملائکہ کی نیت کرنا کرنا چاہیے؟

الجواب: نمازیوں کی تین قسمیں ہیں (۱) امام (۲) مقتدی (۳) منفرد۔ اگر نمازی
مقتدی ہو تو سلام کے دوران اگر امام دائیں طرف ہو تو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت ملائکہ

۱۔ قال العلامة الحصكفي: و شروع الامام في الصلوة مذقيل قد قامت الصلوة ولو اخر حتى
اتمها لا بأس به واجماعاً وهو قول الثاني والثلاثة وهو اعدل المذاهب كما في
شرح المجمع لمصنفه وفي القهستاني معزياً للخلاصة انه الاصح۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۷ قبل فصل اذا اراد الشروع)

۲۔ قال الفقيه ابو جعفر محمد بن عيسى: ان ينتظر اذا سلم الامام عن يمينه يسلم المقتدى عن يمينه واذا فرغ
عن يساره يسلم المقتدى عن يساره ام (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۰۷ الفصل الثالث فی سنن
الصلوة وآدابها الخ)

اُس طرف کے مقتدیوں اور امام کی نیت کرنی چاہیے اور اگر امام بائیں طرف ہو تو مقتدی کے لیے ملائکہ وغیرہ کے علاوہ امام کی بھی نیت کرنی چاہیے اور اگر مقتدی صف کے وسط میں امام کے پیچھے کھڑا ہو تو دونوں طرف سلام میں امام کی نیت کرے۔ اور اگر نمازی امام ہو تو امام کو دونوں طرف کے مقتدیوں کی نیت کرنی چاہیے۔ اور اگر نمازی منفرد ہو تو منفرد سلام میں ملائکہ (حفظہ) کی نیت کرنی چاہیے۔

لما فی الہندیۃ: ویتنوی من عندہ من الحفظۃ والمسلمین فی جانبیہ
والمقتدی یحتاج الی نیۃ الامام مع نیت من ذکرنا فان کان الامام فی الجانب الایمن نواہ فیہم وان کان فی الجانب الایسر نواہ فیہم وان کان یحذائہ نواہ فی الجانب الایمن عند ابی یوسف وعند محمد ینویہ فیہما وهو روایۃ عن ابی حنیفۃ
وفی الفتاویٰ هو الصحیح والمنفرد ینوی الحفظۃ لا غیر ولا ینوی فی المملکۃ عدداً
محصوراً فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ مک الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ وادائیہا (۱) لہ

فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم | سوال: جن نمازوں کے بعد سُنن ہیں تو امام کو کیا کرنا چاہیے؟
الجواب: پنج وقتہ نمازوں میں بعض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں اُن میں فرائض سے فراغت کے بعد امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ فوراً کھڑے ہو کر کچھ تقدیم و تاخیر کر کے باقی سنتیں ادا کرے، طویل ادعیمہ میں مشغول ہونا خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلام: وفي الحجة الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بادعية طويلة۔ (الفتاویٰ التاتاریخیہ ج ۱ ص ۵۵)
الفصل الثالث فی بیان ما یفعلہ المصلی فی صلاتہ بعد الافتتاح (۲) لہ

لہ قال العلامة عبد الرحمن الجزائری: یسن ان یتوی المصلی بسلامہ الاول من علی بیئته و سلامہ الثانی من علی یسارہ۔ (کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۲۶۶)
وَمِثْلُہُ فی طحاوی حاشیۃ مراقی الفلاح ۲۲۲ فصل سنتہا نیت المصلی من علی بیئته و یسارہ بالسلام۔

لہ وفي الہندیۃ: وفي الحجة الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بادعية طويلة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ مک الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ الخ)

نماز میں ثناء سے پہلے تسمیہ نہ پڑھنے کی وجہ | سوال :- نماز میں ثناء سے پہلے تسمیہ
کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ کیا یہ کل امر

دی بال لہریداء بسم اللہ الخ کے خلاف تو نہیں؟ دلائل سے ثابت کریں؟
الجواب :- نماز میں ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے پہلے تسمیہ (بِسْمِ اللّٰهِ) پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ تکبیر افتتاح کے بعد ہاتھ باندھ کر سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد بسم اللہ پڑھنا احادیث میں منقول اور تمام کتب فقہ میں محفوظ ہے۔

لما ورد فی الحدیث: (۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة قال سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک الخ (جامع ترمذی ص ۱۵۷ ابواب الصلوة، باب ما یقول عند افتتاح الصلوة) لہ

نماز میں نگاہ کہاں ہونی چاہیے | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو نماز کے اندر نگاہ کہاں رکھنی چاہیے؟

الجواب :- نماز کے مختلف حالات میں مختلف مواضع پر نگاہ رکھنا مستحب ہے۔ حالت قیام میں سجدہ کی جگہ، رکوع میں پاؤں کے پنجوں پر سجدہ میں ناک کے سرے پر قعدہ میں اپنی جھولی میں اسی طرح سلام پھیرنے وقت اول سلام میں دائیں کندھے پر اور دوسرے میں بائیں کندھے پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

لما قال العلامة الحصکفی: نظره الی موضع سجوده حال قیامہ والی ظهر قد میہ حال رکوعہ والی ارنیۃ انقہ حال سجوده والی حجرة حال قعودہ والی منکبہ الایمت والایسر عند التسلیمة الاولی والثانیۃ تحصیل الخشوع۔

الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۷ (ادب الصلوة)

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: ووضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ مستفتحاً رقلہ مستفتحاً ہو حال من الوضع ای یضع قائلًا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک وقد تقدم انه سنة لروایۃ الجماعة انه کان صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا افتتح الصلوة۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۲۷۷)

تشہد میں اشارہ کرنا منون ہے | سوال :- بعض لوگ اشارہ فی التشہد کو حرام سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو حرام کا مرتکب سمجھتے ہیں

اس مسئلہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کی روشنی میں واضح فرمائیں ؟

الجواب :- سبب یہ اشارہ کرنا تشہد میں ایک منون فعل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث اس بارہ میں منقول ہیں، ائمہ مذاہب اربعہ سب اس پر متفق ہیں۔ احادیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ سے تین طریقوں سے اشارہ کرنا ثابت ہے :-

(۱) یہ کہ خنصر و بنصر اور وسطی سب کا عقد کر کے ابہامہ کو سببہ (مرسلہ کے اصل زینچ) کے ساتھ ضم کر کے سببہ کے ساتھ اشارہ کیا جائے، اس عقد کو عرب کی اصطلاح میں ترپن کا عقد کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں یہی طریقہ مذکور ہے : عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسری علی رکتہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی رکتہ الیمنی وعقد ثلثۃ وخمیسین وأشار بالسبابة۔ (مشکوٰۃ علی صدر مرقاۃ ج ۲ ص ۶۲۳ باب التشہد)

ملا علی قاری حنفی عقد ثلثۃ وخمیسین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ہوان یعقد الخنصر والبنصر والوسطی ویرسل المسبحة ویضم الالبہام الی اصل المسبحة۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۶۲۳ باب التشہد)

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سببہ کے ماسوائے انگیوں کا عقد کر کے ابہامہ کو وسطی مقبوضہ کے اوپر رکھا جائے، اس عقد کو عقد ثلاثہ و عشرین کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت میں منقول ہے : عن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا

قعد یدعوا وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری وأشار بإصبعہ السبابة ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۹)

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ خنصر و بنصر سے عقد کر کے وسطی اور ابہامہ سے حلقہ بنائے۔ یہی طریقہ منقول ہے وائل ابن حجرؓ کی روایت ہے۔ عن وائل بن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال تحرّجس فاستقرش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ومد مرفقہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین وحلق حلقة ثم

رفع اصبعہ یدعوا بہا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۹۱ باب التشہد)

مذکورہ بالا تین طریقوں کو فقہاء کرام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور تینوں طریقوں سے اشارے کو جائز اور سنت قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک مختار تیسرا طریقہ ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: قال الطیبی والفقہاء فی کیفیت عقدہا وجوہ احداھا ما ذکرناہ فی الطریق الاولیٰ وهو عقد ثلثۃ وخمسين۔ والثانی ان یضم الابیہام الی الوسطی المقبوضۃ کالقابض ثلثاً وعشرين فان شہدوا کذلک والثلث ان یقبض الخنصر والبصر ویرسل المصبحة ویخلق الوسطی والابیہا کما رواہ وائل بن حجر والاخیر هو المختار عندنا قال الرافعی الاخبار ورواہ بہا جمیعاً فکانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصنع مرۃ ھکذا ومرة ھکذا۔ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ رہا یہ کہ اشارہ کرنے میں انگلی کو شہادۃ ختم کرنے پر رکھا جائے گا یا اٹھائے رکھے گا تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قریب قریب سب فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اشہد ان لا الہ فی نفی پرٹھا گا اور الا اللہ پر رکھے گا۔ لیوافق الرفع النفی والوضع الاثبات۔ البتہ بعض فقہاء نے ترمذی شریف کی ایک حدیث کے پیش نظر اٹھائے رکھنے کا حکم دیا ہے، اور مولانا گنگوہیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے بھی ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں یہ لکھا ہے کہ انہ اذا رفعہا یستمر علی الرفع والعقد الی اخر الصلوۃ۔

اب آپ جس طرح چاہیں اشارہ کر سکتے ہیں، مذکورہ بالا تمام طریقوں سے اشارہ کرنا منون ہے اور جس کیفیت میں بھی کیا جائے، جو احادیث میں منقول ہو تو جائز ہے۔

امام محمد بن حسنؒ ”موطا“ میں اشارہ کی روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔ ویصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وهو قول ابی حنیفۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) فقط واللہ اعلم



تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء سے قبل تسمیہ پڑھنے کا مسئلہ | سوال :- نماز میں ثناء سے پہلے

اقوال سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیا ثناء سے پہلے تسمیہ پڑھنے کے لیے دلیل کے طور پر حدیث کُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَّحَرْ يُبْدَأُ بِسْمِ اللَّهِ الخ پیش کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ عام درسی کتب میں یہی لکھا ہے کہ ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھا جاتا ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اقوال صحابہ کرام و فقہاء کرام اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟ برائے مہربانی مسئلے کا تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ میں ثناء (یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الخ) سے پہلے تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ تکبیر افتتاح کے بعد ہاتھ باندھ کر سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھنا احادیث میں منقول اور تمام کتب فقہ میں محووظ ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة قال سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ الخ (جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۸۹ باب ما يقول عند افتتاح الصلوة)
عن انس رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة كبر ثم رفع يديه حتى يحاذي بايها مية أذنيه ثم يقول سبحانك اللهم الخ (الدارقطني ص ۸۹ باب الصلوة باب دعاء الاستفتاح بعد التكبير) الخ

لہ لما قال العلامة ابن نجيم : ووضع يمينه على يساره تحت سوره مستفتحاً (قوله مستفتحاً هو حال من الوضع أي يضع قائلاً سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك) وقدّم أنه سنة لرواية الجماعة أنه كان صلى الله عليه وسلم يقول إذا افتتح الصلوة - (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹ باب صفة الصلوة)

نماز کے آداب اور خاصیتیں

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم صاحب زریبوی صدر مدرس دارالعلوم تھانیہ اکوڑہ خٹک۔

پیش نظر مقالہ حضرت مرحوم نے ایک سوالنامہ کے جواب میں تحریر فرمایا، سوال یہ تھا کہ نماز پڑھنے کے باوجود اس کے اثرات اور خاصیتیں ظاہر نہیں ہو رہے ہیں؟ جس کے جواب میں حضرت علامہ مرحوم نے یہ پیش قیمت مضمون تحریر فرمایا تھا۔ جو کہ ماہنامہ الحق کی زینت بنتا۔ قارئین کی کتاب الصلوٰۃ کے ساتھ مناسبت عمومی فائدہ کیلئے فتاویٰ حقانیہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (مستب)

قال الله تعالى: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ. (الآیۃ)

بیشک نماز روکتی ہے۔ بے حیائی اور بُری بات سے۔

۱۔ نماز ایک حقیقت شرعی ہے جو کہ ہر عاقل بالغ سے مرد ہو یا عورت ہر حالت میں مطلوب ہے چاہے حالت صحت ہو یا بیماری حالت حضر یا سفر، جنگ ہو یا امن، سرکاری ملازم ہو یا قومی، اور شخصی مزدور زراعت میں مصروف ہو یا تجارت و حرفت میں۔ غرض یہ کہ جب تک انسان کے ہوش و حواس ٹھیک ہوں۔ پنجگانہ نماز کی پابندی اس پر فرض عین ہے۔ کسی حالت میں ساقط نہیں ہو سکتی البتہ ہر شخص پر اس کی حالت اور استطاعت کے موافق فرض ہے۔ اس لئے حضور و سفر کی نماز میں فرق ہے صحت اور مرض کی نماز میں فرق ہے۔ اسی طرح حالت جنگ اور امن کی نماز میں فرق ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ نماز کی پابندی نمازی کو بھائی اور برائی سے روکتی ہے۔

لیکن واضح رہے کہ نماز چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ بلکہ یہ ایک شرعی حقیقت ہے جس کے اجزاء ترکیبی ہیں جن کو ارکان و فرائض کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شرائط صحت میں ان دونوں کے بغیر حقیقت نماز تو درکنار صورت نماز بھی متصور نہیں ہو سکتی۔ ان ارکان اور شرائط میں سے ایک بھی چھوٹ جائے تو وہ نماز از سر نو پڑھنا پڑے گی۔ اس کے علاوہ واجبات

سنن اور آداب ہیں، واجبات کے چھوٹنے سے اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ اور سنن کے ترک سے اعادہ سنت ہے۔ مستحبات و آداب کے ترک سے اعادہ مستحب ہے۔ خلا بن رافع رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی ہیں۔ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ صحابی مذکور نماز سے فارغ ہو کر سلام کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیکر فرمایا: **ارجع فصل فانك لم تصل** (الحديث) واپس جا پھر نماز پڑھ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی اس طرح حضور نے انہیں تین مرتبہ واپس کے از سر نو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ ایک بدری صحابی کی شان سے یہ مستبعد ہے کہ اس نے شروط صحت یا ارکان صلوٰۃ یا واجبات صلوٰۃ ترک کئے ہوں گے۔ غالب ظن یہ ہے کہ اس نے بعض سنن میں کوتاہی کی ہوگی۔ اس پر اس کو اعادہ صلوٰۃ کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکمیل بغیر سنن و مستحبات کی ادائیگی کے نہیں ہو سکتی۔

”شرائط صحت، فرائض صلوٰۃ واجبات و سنن و مستحبات صلوٰۃ سے صورتہ صلوٰۃ کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ مگر نماز کے مقبول ہونے کی شروط ہیں۔ یعنی استحضار قلب و خشوع و خضوع و انابت اظہار عبودیت اس طور کہ تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک ہر ادا یعنی قرات، تکبیر، تسبیح، تسمیہ، قیام، تہجد، رکوع، سجود حضور قلب سے ہو قلب غافل و لاہی سے نہ ہو، ظاہر اور باطنی عجز و نیاز اور اظہار بندگی کے ساتھ ہو۔ یہ حضور قلب اور ظاہری و باطنی انقیاد بمنزلہ روح صلوٰۃ کے ہیں۔ اس کے بغیر حقیقت صلوٰۃ کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ آیت مذکورہ بالا میں نہی عن الفحشا، والمنکر اسی حقیقت کی پابندی کے ساتھ ادائیگی پر مرتب ہے۔ روح کے بغیر صورت کامل یا ناقص پر آثار و نتائج کا ترتیب نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی گھوڑے کے نقش اور تصویر (جو کاغذ یا دیوار پر ہو) سے سواری بار برداری کی توقع رکھے جو کہ اس حقیقت کے احکام ہیں یا قالب بے جان سے جاندار کے آثار کا تقاضا کرے“

اس مختصر گزارش و تمہید کے بعد ذرا غور فرماویں کہ آج کل کے مسلمان کی نمازیں اس معیار کے مطابق ہیں۔ وہ حقیقت صلوٰۃ جس کی ادائیگی پنجگانہ مطلوب ہے۔ خارج میں اس کا وقوع ہے اگر ہو تو لا محالہ اس کی مواظبت سے ادائیگی پر یہ آثار مرتب ہوں گے۔ اور اگر نہیں تو محض ناقص صورت سے آثار و احکام کی توقع فضول ہے۔

عصر حاضر میں اکثر مسلمان نماز کی نہ تو شرائطِ صحت سے واقف ہیں نہ شرائطِ مقبولیت سے نہ ارکان اور واجبات و سنن وغیرہ سے باخبر ہیں۔ ایسی حالت میں ان کی نمازوں کی صورت اگر حقیقی نماز کی صورت کے ساتھ موافق ہو۔ تو اتفاقی حادثہ ہوگا۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی شے کے اجزاء ترکیبی اور اجزاء تکمیلی و تحسینی اور ان کی ترتیب سے واقف نہ ہو۔ پھر اس شے کی صحیح ترکیب و ترتیب واقع کر سکے۔ الا یہ کہ اتفاقاً ایسا ہو جائے۔

آج کل کے مسلمان غیر تعلیم یافتہ تو درکنار اکثر سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ جو اسلامی تعلیم سے بے خبر ہوں۔ بسم اللہ اور اعوذ باللہ اور کلمہ توحید اور شہادت کے صحیح تلفظ پر قادر نہیں تو اس کے صحیح معنی سے کیسے واقف ہوں گے؟

۲۔ دوسرا جواب یہ کہ نماز کے بے حیائی اور برائی سے روکنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے اس میں روکنے کی خاصیت رکھی ہے۔ جیسے بعض ادویہ میں بعض امراض کے دفع کرنے کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ لیکن جس طرح کہ ادویہ ہر حال میں امراض کے دافع نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کی تاثیر بعض امور کے ساتھ مشروط ہے کہ خاص ترکیب ہو۔ خاص طریق استعمال ہو۔ خاص مقدار ہو۔ ایک مدت مخصوص تک مواظبت و روم ہو۔ درمیان میں فصل نہ ہو دوا کی تاثیر کے منافی اشیاء سے پرہیز ہو۔ ان شروط کے تحقق اور موانع کے رفع کے بعد ادویہ امراض کے ازالہ میں مؤثر ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح نماز مؤثر بالخاصہ جبکہ شروط تاثیر موجود ہوں اور موانع مرتفع ہوں۔

دوسرے معنی یہ کہ نماز کا بُرائیوں سے روکنا بطریق تقاضا اور مطالبہ کے ہو۔ یعنی نمازی جبکہ نماز میں خضوع اور خشوع کے ساتھ اقرار الوہیت اللہ تعالیٰ کرے۔ اور اظہارِ خالقیت و ربوبیت اس کی کرے اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ اپنی بندگی اور اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور معبودیت کا اعتراف کرے۔ تو نماز کی یہ مخصوص ہیئت اور اس کی ہر ادا اور ہر ذکر اس سے مطالبہ کرتی ہے زبان حال سے کہ اے غلامی اور بندگی کا دعویٰ کرنے والے! اس مولیٰ کی جس کی ربوبیت خالقیت اور معبودیت بھی اقرار کر چکا ہے۔ اس کی مخالفت سے باز رہ اور فواحش اور منکرات سے رک جا۔ اور بدعہدی نہ کہ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے۔ مگر نماز کے اس اقتضاء اور مطالبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ روکتا اور منع فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَادِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (الایۃ) پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے

روکنے پر برائی سے نہیں رکتا۔ تو نماز کے روکنے پر اس کا نہ رکنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۳۔ نماز سے غفلت کے اسباب متدرجہ سوال کے علاوہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جب تک کہ انسان اپنے آپ کو کسی عمل کے متعلق ایک حاکم اعلیٰ (جو کہ عقاب دینے پر قادر ہو) کے سامنے جوابدہ نہ سمجھے تو اس سے غفلت برپا رہے گی۔

۲۔ جب تک کہ انسان کسی کام کو اپنی دنیوی یا اخروی زندگی کی کامیابی کیلئے ضروری نہ سمجھے۔ تو اس عمل کے کرنے کی پرواہ نہیں رکھتا۔

۳۔ جب تک کہ انسان کسی عمل کے روحانی یا جسمانی فوائد شخصی انفرادی یا قومی اجتماعی منافع دنیوی یا اخروی مصالح سے ناواقف ہو۔ تو ایسے عمل کے کرنے کا سوال اس کے نزدیک عبث ہے بلکہ بسا اوقات اس عمل کو کراہت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۴۔ جب تک کہ انسان کسی عمل کے ترک کے برے عواقب سے بے خبر ہو۔ انفرادی اور اجتماعی نقصان سے ناواقف ہو۔ دنیوی اور اخروی عقاب سے جاہل ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کام کی طرف توجہ دے۔

۵۔ جب تک انسان کی روحانیت پر بہیمیت، تبعیت، شیطنت غالب ہو جائے۔ تو انسانیت اور روحانیت مغلوب ہو کر اس کے تقاضے ناقابل اعتدال اور ناقابل فہم ہو جاتے ہیں۔ نماز اور دیگر فرائض ایمانی تقاضے ہیں۔ اور خود ایمان فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔

۶۔ بہت سے تارکین صلوٰۃ شیطان کے بہکانے سے اس امید پر ترک صلوٰۃ کے مرتکب ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں ان کے لئے شفاعت کر کے عقاب سے نجات پائیں گے۔

شفاعتی لاہل الکبائر (الحديث)

۷۔ اکثر عوام جو ترک صلوٰۃ اور دیگر کبائر میں مبتلا ہیں۔ نفس نے ان کو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور ناپید کتنا مغفرت کا سبب باغ دکھا کر دھوکہ دیا ہے کہ اس رحمت واسعہ اور مغفرت کاملہ کے سامنے تمہارے معصیات، بیچ ہیں اور یہ رحمت اور مغفرت ضرور تمام مسلمانوں کو شامل حال ہوگی۔

۸۔ کسی سے سنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔ (الحديث) لہذا کلمہ پڑھنے والا ضرور جنت داخل ہوگا۔ چاہے عمل کمرے نہ کرے۔

۹۔ اہم سبب دین کی حقیقت سے بے خبری۔ اسلام کے فروع و اصول سے ناواقفی اسلامی تعلیمات سے بیزاری ہے۔ عصر حاضر میں جہل یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ کہ علوم دینیہ کے عالم کو تعلیم یافتہ نہیں کہا جاتا، سکولوں اور کالجوں میں پڑھنا پڑھانا تحصیل علم اور تعلیم سمجھتے ہیں۔ اور اس میں

پڑھنے پڑھانے والوں کو تعلیم یافتہ کہتے ہیں۔ حالانکہ شرعی اصطلاح میں قرآن کریم احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام دینیہ کے علوم کے علاوہ تمام فنون کو کسب، صنعت و حرفت اور فن کہا جاتا ہے۔ فن انجینیئری، فن ڈاکٹری، فن طب، فن زراعت وغیرہ ہاں لغت کے اعتبار سے علم کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ لغت میں علم بمعنی دانستن یا سیکھنے کے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم ثلاثۃ آیات محکمۃ وسنۃ قائمۃ وفریضۃ عادلۃ۔ (المحدث) علم تین ہیں، علم القرآن، علم سنت ثابتہ، علم الفرائض یا احکام اجتہادیہ۔

۴۔ امور مذکورہ ما فی السوال میں ترک صلوٰۃ کو کافی دخل ہے۔ ان کے علاوہ ترک صلوٰۃ میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ جن کا بالتفصیل استقصا و شکل ہے مختصر چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔
۱۔ روحانی خرابیاں۔ صلوٰۃ در حقیقت مہیات مخصوصہ میں ازکار خاصہ کا نام ہے۔ یعنی اللہ کی حمد و ثناء تلاوت قرآن، تکبیرات، تسبیحات، تشہد، درود، مناجات، خضوع و خشوع کے ساتھ، اور روح انسانی چونکہ ملکی ہے۔ اس کی غذا یہی ذکر ہے۔ انہی اس کے استکمال اور ترقی اور حیات کا مدار ہے۔ تارک الصلوٰۃ نے اپنی روح کو اپنی غذا سے محروم کر کے حیات جاودانی اور کمال انسانی سے بے بہرہ کر دیا۔

۲۔ روح کو جو تقرب عند اللہ فرائض و نوافل سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اور اس پر جو عنایات اور الطاف ربانی مرتب ہو سکتے تھے، ان سے محروم کر دیا۔

۳۔ حدیث میں وارد ہے۔ الصلوٰۃ نور۔ یعنی صلوٰۃ دنیا میں روح انسانی کے لئے مانند نور حق و صواب کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ سبب کشف معارف الہیہ ہے۔ قبر کی تاریکی کا ازالہ کر کے روح کیلئے باعث الشراح اور سرور ہے۔ ظلمت قیامت میں سامان کشف و اشراق ہے۔ تارک صلوٰۃ نے ان تمام انواع النوار سے اپنی روح روک کر دنیا اور بزرخ اور قیامت کی تاریکیوں میں پریشان و اندر رکھ دیا۔
۴۔ حدیث سے ثابت ہے کہ صلوٰۃ خمسہ نیچکا نہ نماز گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنے کے لئے ایسے ہیں۔ جیسے نہر کا پانی ازالہ نجاست کے لئے بے غازی نے نماز ترک کر کے گناہوں سے روحانی طہارت حاصل کر سکا۔

جسمانی اور مادی تقاضے | ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سِیِّئَاتِهِمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الایۃ) چہروں کی نورانیت جو نماز پڑھنے کا اثر ہے۔ بے نماز کو یہ نور اور اثر سجود حاصل نہیں ہوتا۔

۲۔ جسم کو نجاست اور احداث سے پاک کرنا نمازی کے لئے استنجاء و وضو، غسل کے ذریعہ ضروری ہے بے نمازی کو جبکہ نماز پڑھنے کی پرواہ نہیں۔ تو طہارت کا کیا خیال رکھے گا۔ لہذا اس کا جسم نجاست کے تلوٹ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

۳۔ نمازی پنجگانہ نماز کے لئے پنجوقتہ وضو کرتا ہے جس سے اس کے اعضاء ظاہرہ پر میل کچیل گرد و غبار نہیں رہتا۔ بے نمازی اس جسمانی صفائی سے بے بہرہ ہوتا ہے۔

۴۔ کسب اور کمائی میں برکت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ مال جو نماز کے وقت میں نماز چھوڑ کر حاصل کیا گیا ہے۔ مال خبیث ہے۔ دوسرے پاک اموال میں اس کے ملانے سے خبیث پیدا کر دیتا ہے۔

۵۔ طبعی نشاط جسمانی چستی جو بدنی عبادت کے حرکات مختلفہ سے حاصل ہوتی ہے۔ بے نمازی حق بندگی چھوڑ کر اس سے محفوظ نہ ہو سکا، ہر ذہنی پریشانی کا روحانی علاج اشتغال بالصلوٰۃ ہے

جیسا کہ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ اور کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من شئ من الصلوٰۃ۔ یعنی شاق اور مشکل امور میں صبر و صلوٰۃ سے مدد لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر سے پریشان ہو جاتے۔ جلدی سے نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ نماز میں مشغول ہو کر ہر غم و اندوہ سے بلکہ ماسوی اللہ سے توجہ ہٹ کر صرف معبود حقیقی ملحوظ ہوتا ہے۔

اس طرح ہر پریشانی و فکر سے ذہن فارغ ہو جاتا ہے۔ نیز مصلیٰ اپنی نیاز مندانه مناجات ثنا و دعا تسبیح و تکبیر، قرأت و تہلیل، عاجزانہ رکوع و سجود کے ذریعہ معبود کریم کی رحمت اپنی طرف جذب کر لیتا ہے۔ جس پر مشکل حل ہو کر پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دولت صرف نمازی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ نماز کی برکت سے سب سے بڑھ کر ہلاکت خیز خرابی جو قصد ترک نماز سے پیدا ہوتی

ہے۔ وہ یہ کہ بعض ائمہ کے نزدیک اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو حدود اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہوا۔ لہذا اس کی پاداش میں وہ ارتداداً قتل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اقموا الصلوٰۃ ولا تکلوا من

المشکین۔ پابندی سے نماز ادا کرو۔ اور مشرکین میں نہ ہو کرو۔ اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ نماز قصد ترک نماز پڑھنا مشرکین میں شامل ہونا ہے۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے۔ ان بین العبد

والکفر والشک ترک الصلوٰۃ (سداۃ مسلم) بے شک بندہ اور کفر و شرک کے درمیان رابطہ ترک الصلوٰۃ ہے۔ یعنی بندہ اور کفر کے درمیان نماز مانع و حائل تھا۔ جب نماز چھوڑ دی۔ تو

اب بندہ اور کفر و شرک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا۔ نیز وارد ہے۔ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العهد الذی بیننا و بینہم الصلوٰۃ فن ترکھا فقد کفر (مشکوٰۃ شریف)

اب بندہ اور کفر و شرک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا۔ نیز وارد ہے۔ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العهد الذی بیننا و بینہم الصلوٰۃ فن ترکھا فقد کفر (مشکوٰۃ شریف)

اب بندہ اور کفر و شرک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا۔ نیز وارد ہے۔ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العهد الذی بیننا و بینہم الصلوٰۃ فن ترکھا فقد کفر (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور ان کے یعنی کفار کے درمیان عہد نماز ہے تو جس نے نماز چھوڑی۔ اس نے کفر کیا۔ اسی مضمون کی بہت احادیث وارد ہیں جس کی وجہ سے امام احمد صاحب نے قصداً تارک الصلوٰۃ کو کفر کی حدود میں داخل سمجھ کر مرتد کا حکم لگایا۔ یعنی دوسرے ائمہ اگرچہ فوری طور پر اس کو کافر نہیں کہتے۔ لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ کفر کے قریب پہنچا۔ اگر توبہ نہ کی۔ تو انجام کار ایمان کی حدود سے نکل جائے گا۔ جیسا کہ کوئی شخص خشک بیابان میں سفر کرتا ہو وہ اس کے پاس پینے کے لئے پانی ختم ہو جائے اس کے متعلق کہا جائے کہ قحط ہلاک ہوا۔ اگرچہ وہ بالفعل ہلاک نہیں۔ لیکن اسباب ہلاکت چونکہ پیدا ہوئے ہیں۔ تو آخر کار ہلاک ہوگا۔



باب تسوية الصفوف

(صفوں کو سیدھا کرنے کے مسائل)

سوال :- ہمارے محلہ کی مسجد کے قبلہ کی جانب بوقت ضرورت پہلی صف خالی چھوڑنا شمال و مشرق کی طرف ایک دیوار ہے جبکہ جنوب کی طرف کا حصہ خالی ہے لیکن جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو بعض لوگ شدت گرمی کی وجہ سے جنوب کے حصے کی جانب نہیں کھڑے ہوتے اور مسجد کے امام صاحب لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ پہلے اس صف کو پورا کیا جائے کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی صف جو باہر کے حصے میں ہے اور مسجد کے اندر جو دوسری یا تیسری صف ہے کیا یہ ثواب میں برابر ہیں یا ان کے درمیان فرق ہے؟

الجواب :- پہلی صف دوسری صفوں سے افضل ہے چاہے یہ دوسری صفوں مسجد کے ہال میں ہوں یا باہر ہوں چونکہ شرعاً سخت دھوپ کی وجہ سے جماعت کا ترک کرنا مضر ہے تو پہلی صف کا ترک کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا تاہم پہلی صف کی دوسری صفوں کے مقابلہ میں افضلیتِ امامیت میں ثابت ضرور ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر صفوف الرجال اولہا وشرہا آخرہا وخیر صفوف النساء آخرہا وشرہا اولہا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲ باب تسوية الصفوف) ۱۷

سوال :- نماز کے لیے صفیں باندھتے وقت صف میں کھڑا ہونے کا طریقہ کہاں سے شروع کی جائے؟ بعض کہتے ہیں کہ دائیں طرف سے جبکہ بعض کہتے ہیں درمیان سے، اگر کوئی بائیں طرف سے صف باندھے تو اس کا کیا

۱۷ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر صفوف الرجال اولہا وشرہا آخرہا وخیر صفوف النساء آخرہا وشرہا اولہا۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۸۲ باب تسوية الصفوف) ومثله فی معارف السنن ج ۲ ص ۲۹۴ باب ماجاء فی فضل الصف الاول۔

حکم ہے؟

الجواب :- اگر امام اور مقتدی ایک ہو تو بہتر یہ ہے کہ مقتدی امام کے دائیں طرف کھڑا ہو بائیں طرف کھڑا ہو نا خلافِ اولیٰ ہے، البتہ اگر مقتدی زیادہ ہوں تو پھر درمیان سے صف کا انعقاد کیا جائے، دائیں بائیں جانب سے بھی صف باندھنا جائز ہے اگرچہ خلافِ اولیٰ ہے۔
قال المحصن فی رد یقف الواحد، ولو صبیحاً اما الواحدة فتأخر (مخاضاً) ای مساویاً

(یمین امامہ) علی المذهب ولا عبرة بالرأس بل بالقدم۔۔۔ (والزائد) یقف (خلفہ) قال ابن عابدین (والزائد خلفہ) عدل تبعاً للوقایة عن قول الکثر والاثنتان خلفہ لانه غیر خاص بالاثنتین بل المراد ما زاد علی الواحد اثنتان فاکثر نعم ینفهم حکم الاکثر بالاولیٰ وفي القهستانی کیفیتہ ان یقف احدہما بمخارئة والاخر یمینہ اذا کان الزائد اثنتین، ولو جاء ثالث وقف عن یسار الاول والرابع عن یمین الثانی والخامس عن یسار الثالث وهكذا۔ (رد المختار علی در المختار ج ۱ ص ۵۶۶ باب الامامة)

سوال :- سات یا آٹھ سال کا بچہ اگر بالغین کی **تالیغ کا بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا** صف میں کھڑا ہو جائے تو اس سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بچہ ایک ہی ہوتا ہے اور پہلی صف میں جگہ کافی ہوتی ہے اور یہ بچہ پیچھے دوسری صف میں اکیلا کھڑا ہونے کے بجائے صفِ اول میں شامل ہو جاتا ہے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ بچے بالغین کی صف میں کھڑا ہونے کے بجائے اپنے لیے مستقل صف باندھیں، البتہ اگر بچہ ایک ہو یا زیادہ ہوں لیکن ان میں سے کوئی پہلی صف میں کھڑا ہو جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر ایسا کرنا بہتر نہیں۔

لہ فی الہندیۃ: اذا کان مع الامام رجل واحد وصبی یعقل الصلوۃ قام عن یمینہ وهو المختار ولا یتاخر عن الامام فی ظاہر الروایۃ ھکذا فی المحيط ولو وقف علی یسارہ جاز وقد اساء کذا فی محیط السرخسی۔۔۔ وافضل مکان الماموم حیث یکون اقرب الی الامام فان تساوت المواضع ففی یمین الامام وهو الاحسن ھکذا فی المحيط۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۸ باب الامامة) ومثلہ فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۳ باب الامامة۔

قال المحصن (ثم الصبيان) ظاهرة تعدد هم فلو واحد أدخل الصف -
 قال ابن عابدین: (قوله فلو واحد دخل الصف) ذكره في البحر بحثاً قال وكذا لو
 كان المقتدى رجلاً وصبياً يصفهما خلفه لحديث انس فصفقت انا واليتيم وراة
 والعجوز من وراءنا وهذا بخلاف المرأة الواحدة فانها تأخر مطلقاً كالمعتدات
 للحديث المذكور - (رد المختار على الدر المختار ج ۱ ص ۵ باب الامامة) ۱۷

سوال :- ایک شخص مسجد میں آکر امام کی اقتداء میں
 نیت باندھ لیتا ہے لیکن صف میں کھڑا نہیں ہوتا
 بلکہ بعض اوقات امام کمرہ میں ہوتا ہے اور مقتدی برآمدہ میں کھڑے ہو کر امام کی اقتداء میں
 نماز پڑھتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر شخص صقوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتداء کرتا ہے تو اس کی نماز
 جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

وفي الهندية.... ولو اقتدى بالامام في اقصى المسجد والامام في المحراب
 فانه يجوز كذا شرح الطحاوي - (الهندية ج ۱ ص ۸۸ باب الامامة) ۱۸
سوال :- نماز میں ٹخنے اور کندھے ملا کر کھڑا
 نماز میں ٹخنوں اور کندھوں کے ملانے کا حکم
 ہونا چاہیے یا بغیر کندھے ملائے ہوئے صف بندی
 کی جائے؟

الجواب :- نماز میں اصل چیز صف کا سیدھا رکھنا مطلوب ہوتا ہے اور جن بعض روایات

۱۹ وفي الهندية: اذا كان مع الامام رجل واحد وصبي يعقل الصلوة قام عن يمينه وهو المختار....
 واذا كان معه اثنان قاما خلفه وكذا لك اذا كان احدهما صبياً.... ولو اجتمع الرجال والصبيان
 والخنثى والانات والصبيات المراهقات يقوم الرجال اقصى ما يلي الامام ثم الصبيان الخ
 (الهندية ج ۱ ص ۸۹ باب الامامة) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۳۵۲ باب الامامة -
 ۲۰ قال ابن عابدین: فان المسجد مكان واحد ولذا لم يعتبر فيه الفصل بالخلاء الا اذا
 كان المسجد كبيراً جداً - (رد المختار على الدر المختار ج ۱ ص ۵۸۶ باب الامامة)
 وَمِثْلُهُ فِي تَتَاوَى قَاضِي خَانِ عَلِي هَامَشِ تَتَاوَى هندية ج ۱ ص ۹۲ -

میں کعب کو کعب سے ملانے کا حکم وارد ہے تو اس سے مراد محاذات ہے حقیقی معنی اس سے مراد نہیں کیونکہ بیک وقت ٹخنوں اور کندھوں کو ملانا مشکل ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ینبغی ان یأمر بان یتراصوا ویسدا الخلل ویسوا مناکبهم ویقف وسطاً۔ (الدر المختار علی مدرّۃ المختار ج ۵ ص ۵۶۸ باب الامامۃ) ۱۷

سوال :- بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم نماز کی غرض سے صف میں آتے ہیں تو جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی ہے اور پہلی صف میں جگہ بھی نہیں ہوتی تو اب بعد میں آنے والا شخص کیا اکیلا ہی دوسری صف میں اقتداء کی نیت کرے یا کسی شخص کو صف اول سے کھینچ کر اپنے ساتھ دوسری صف میں ملا کر جماعت میں شامل ہو جائے جبکہ ایسا کرنا اس دور میں بہت مشکل ہے، تو کیا ایسی صورت میں اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب :- بہتر تو یہ ہے کہ اکیلے نماز نہ پڑھے بلکہ صف اول سے کسی کو اپنے ساتھ ملائے اور جماعت میں شامل ہو جائے، چونکہ دور حاضر میں دین سے بے رغبتی عام ہے اور جہل کی وجہ سے نماز کے فاسد ہونے کا احتمال قوی ہے اس لیے اکیلے کھڑے ہو کر اقتداء کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

قال الحصکفی: وقد مناکراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا القیام منفرداً وان لم یجد فرجۃ بل یجذب احداً من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا العریض فرجۃ۔ (الدر المختار علی مدرّۃ المختار ج ۵ ص ۵۶۸ باب کبریات الصلوۃ) ۱۸

۱۷ قال ابن نجیم المہری: ینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوۃ ان یتراصوا ویسدا الخلل ویسوا بین مناکبهم فی الصفوف ولا یأسن ان یامرهم الامام بذلك۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۵۳ باب الامامۃ) ومثله فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۹ باب الامامۃ۔

۱۸ وفي الہندیۃ: وقد المقتدی ان یقوم خلف الصفوف وحدہ اذا وجد فرجۃ فی الصفوف وان لم یجد فرجۃ فی الصفوف روی محمد بن شجاع وحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃؒ انه لا یکرہ فان جرّ احداً من الصف الی نفسه وقام معه فذلك اولیٰ کذا فی المحيط۔ ینبغی ان یکون عالماً حتی لا تقسد الصلوۃ علی نفسه کذا فی خزائنہ الفتاویٰ۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ مکرورات الصلوۃ) ومثله فی مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحاوی ص ۱۹۶ فصل فی المکرورات۔

سوال :- پہلی صف میں کھڑے ہونا کس کا حق ہے | میں کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب :- نماز باجماعت کے لیے پہلی صف میں کھڑے ہونا افضل ہے، عمر کے تفاوت کا کوئی اعتبار نہیں، البتہ امام کے پیچھے ایسے شخص کو کھڑا ہونا چاہیے جو خود بھی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو تاکہ بوقت ضرورت اس کو خلیفہ بنایا جاسکے، ایسی حالت میں بے علم بوڑھوں کی جگہ ایسے نوجوان کا امام کے قریب ہونا بہتر ہے جو نماز پڑھا سکتا ہو۔

وکل من یصلح اماماً للامام الذی سبقہ الحدیث فی الابدان یدخل خلیفۃ له ومن لا یصلح اماماً له فی الابدان لا یصلح خلیفۃ له کذا فی المحيط۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۹۵ فصل فی الاستخلاف) لہ

سوال :- ہماری مسجد پہلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑا ہونا

میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلی صف میں جگہ ہوتی ہے، بعض لوگ باوجود جگہ ہونے کے دوسری صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا مکروہ ہے ؟

الجواب :- صفوں کو پُر کرنا جماعت کے آداب میں سے ہے، اگر کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے کہ پہلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑا ہو جاتا ہے تو بوجہ نفی حدیث کے مکروہ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۸۱ باب تسویۃ الصفوف) ولما قال ابن عابدین، وعلیہ فلو وقف فی الصف الثانی داخلها قبل استكمال الصف الاول من خارجها یكون مکروہاً۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی جوانا کا یتار بالقریب

لہ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلتی منکم اولوا الاحلام والنہی ثم الذین یلونہم ثلثا وایاکم وھیئات الاسواق۔ (المسلم ج ۱ ص ۱۸۱ باب تسویۃ الصفوف) ومثله فی مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف۔

لہ عن ابی سعید الخدری قال رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اصحابہ تاخراً فقال لکم تقدّموا فانتم وابی ولیاتم بکم من بعدکم لا یزال قوم یتاخرون حتی یؤخرهم اللہ ورواہ مسلم ج ۱ ص ۱۸۲

باب الجماعة

(نماز باجماعت کے مسائل)

سوال :- ہم سعودی عرب میں ایک کمپنی کے ملازم ہیں عذر کی وجہ سے جماعت کا ترک کرنا لیکن جب اذان ہوتی ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ کام کو چھوڑ کر مسجد میں جائیں اور جماعت سے نماز پڑھیں، اگر ایسا کرتے ہیں تو کمپنی کا مالک ناراض ہوتا ہے، ایسے ہی بعض اوقات ایسا کام بھی کرنا پڑتا ہے کہ اگر اُسے چھوڑ دیا جائے تو کام رُک جاتا ہے جس سے مالک کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں مارنے پر تیار ہو جاتا ہے، اندریں حالات کیا ہم اسی جگہ نماز پڑھ لیا کریں یا مسجد میں جانا ضروری ہے ؟

الجواب :- جہاں مال کے ضیاع اور ہلاکت کا خطرہ ہو اور ایسا ہی مالک کی جانب سے اپنی جان کو خطرہ ہو تو بوجہ ظلم کے آپ جماعت کو ترک کر سکتے ہیں لیکن جہاں کہیں موقع ملے انفرادیاً جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں۔

لما قال الحسكفي: ولا على حال بينه وبينها مطروطين.... وظلمة—

قال ابن عابدین: تحت هذا القول ولا على... ظلمة، يخافه على نفسه او ماله۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۵۵ باب الامامة)۔

سوال :- کسی محلہ کی مسجد میں جب ایک مرتبہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر چلے جائیں تو بعض محلے والے دوسری مرتبہ بعض لوگوں کو جمع کر کے نماز باجماعت پڑھتے ہیں، تو کیا شرعاً جماعت ثانیہ کا محلہ کی مسجد میں کوئی جواز ہے ؟

الجواب :- فقہاء احناف کے نزدیک محلہ کی مسجد میں جس کا امام اور مؤذن مقرر ہو جائے ثانیہ مکروہ ہے، البتہ ایسی مسجد جس میں امام یا مؤذن مقرر ہو یا راستے کی مسجد ہو تو اس میں

له وفي الهندية: تسقط الجماعة بالاعداد... او كان اذا خرج يخاف ان يجسه غريمه

في الدين... او يخاف ضياع ماله۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۴۳۰ باب الامامة)۔

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۶۰ باب الامامة۔

جماعتِ ثانیہ جائز ہے، البتہ اگر مسجد کے ساتھ ملحقہ کوئی حجرہ یا مدرسہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں جماعتِ ثانیہ کر لی جائے۔

قال ابن عابدین: یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بہما فیہ او لا غیر اہلہ او اہلہ الکن بمخافتۃ الاذان ولو کر اہلہ بدونہما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً کما فی مسجد لیس لہ امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجاً فوجاً فان لافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضی خان۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۵۵۲ باب الامتہ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد) لہ

سوال :- امام تسبیح کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
پڑھے گا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو نماز میں کوئی حرج تو

نہیں آتا؟

الجواب :- یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس میں توسع ہے، اگر پڑھ لے تو نماز میں کوئی زیادتی نہیں آتی، اور بہت سے علماء کا یہی مسلک ہے، اگر نہ پڑھے تو اس سے نماز میں کوئی کمی نہیں آتی، البتہ پڑھنا بہتر ہے۔

قال المحقق: ثم یرفع رأسہ من رکوعہ مسمعاً فی الولوجۃ لو ابدل النود لا ما نفسد وهل یقف بجزم او تحریک قولان (ویکتفی بہ الامام) وقال یشتم التحمید سرّاً۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱۹۹ باب صفة الصلوة) لہ

لہ فی الہندیۃ: المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ ضلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارہا فیہ باذان ثانٍ اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً وکذا فی مسجد قارعة الطریق کذا فی شرح المجمع للمصنف۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ باب الامامۃ) وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۱۳۲ باب الامامۃ۔
لہ فی الہندیۃ: فان کان اماماً یقول سمع اللہ لمن حمدہ بالاجماع وان مقتدیاً یأتی بالتحمید ولا یأتی بالتسمیع بل بخلاف وان کان متفرداً الاصح انہ یأتی بہما کذا فی المحيط وعلیہ الاعتماد کذا فی التتارخانیہ وهو الاصح ہکذا فی الہدایۃ ثم فی الروایۃ التي تجمع یأتی بالتسمیع حال الارتفاع واذا استوی قائماً قال رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کذا فی التلہدی وهو الصمیم کذا فی القتیۃ۔ (فتاویٰ ہندیۃ ج ۱ ص ۲۷ سنن الصلوۃ وادابہا)

گھر کی حفاظت کے لیے جماعت ترک کرنا | سوال :- کیا گھر کی حفاظت کے لیے جماعت چھوڑنا جائز ہے؟

الجواب :- محض تردد اور شک کی وجہ سے جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں، البتہ اگر یقین ہو کہ عدم موجودگی میں کسی ظالم سے ایذا پہنچے گی اور گھر کی بے پردگی ہوگی یا مریض کی بیماری بڑھ جائے گی، تو ان صورتوں میں ترک جماعت کی گنجائش ہے؟

قال ابن عابدین: تحت هذا القول ولا على.... وخوف على ماله او من غريم او ظالم، يخاف على نفسه او ماله (قيامه بمریض) ای يحصل بعيبته المشقة والوحشة كذا في الامداد - (رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۶ باب الامامة) لے

بغیر عذر شرعی جماعت ترک کرنا | سوال :- ایک شخص اپنے آپ کو صاحب نسبت ظاہر کرے اور اس کا حلقہ ارادت بھی بہت وسیع ہو

ذکر واذکار اور نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہو، لیکن اس کے باوجود نماز یا جماعت کا اہتمام نہیں کرتا اکثر اس کی جماعت رہ جاتی ہے۔ تو کیا بغیر شرعی عذر کے جماعت کو ترک کرنا شرعاً جائز ہے؟ نیز ایسے شخص سے بیعت کرنا کیسا ہے؟

الجواب :- اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے جماعت کو ترک کر دے اور جماعت سے نماز پڑھنے کو اچھا نہ سمجھے تو ایسا شخص فاسق شمار ہوگا، اس لیے بوجہ فسق ایسے شخص سے بیعت کرنے سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس سے منصب بیعت کی توہین ہوتی ہے۔

قال الحصکفی: قال فی البحر والراح عندہل المذهب (فتسن او تجب ثمرہ تطہر فی الاثم بترکھا مرة) علی الرجال المعقلا، مبدعین الاحرار، القادرین علی الصلوة بالجماعة من غیر حرج (

قال ابن عابدین: تحت (قوله قال فی البحر) قال فی النہر هو اعدل الاقوال و اقواھا ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شہادته اذا ترکھا استحقاقاً

لے وفی الہندیۃ: تسقط الجماعة بالاعذار.... اوکان فیما لمریض اویتلاف ضیاع ماله - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۳ باب الامامة) ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۶۷ باب الامامة -

ومعجزة - (رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۲ باب الامامة) لہ

سوال :- تکبیر اولیٰ کا وقت کیا ہے؟ اور کب تک مقتدی تکبیر اولیٰ کا وقت کیا ہے؟ امام کی اقتداء کرے تو تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جائے گا؟
الجواب :- تکبیر اولیٰ کی کئی صورتیں ہیں (۱) امام کے ساتھ متصل نیت باندھ کر اقتداء کرے تو سب کے نزدیک تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جائے گا (۲) ایستہ ثناء کے بعد یا سورۃ فاتحہ کے بعد رکوع سے قبل اقتداء کرے تو یہ صورتیں اختلافی ہیں۔ اوسع اور صحیح یہی ہے کہ پہلی رکعت کے پالینے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جاتا ہے۔

قال ابن عابدین: تظهر فائدة الخلاف في وقت ادراك فضيلة تكبيرة الافتتاح فعنده بالمقارنة وعندهما اذ كبر في وقت الثناء وقيل بالشروع قبل قراءة ثلاث آيات لو كان المقتدى حاضراً وقبل سبع لو غائباً وقيل بأدراك الركعة وهذا اوسع وهو الصحيح - وقيل بأدراك الفاتحة وهو المختار۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۶ باب صفة الصلوة، مطلب في وقت ادراك فضيلة الافتتاح) لہ

سوال :- بعض مساجد میں نماز امام کا مقتدی کی تشہد مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیرتا پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ابھی مقتدی تشہد میں درود یا دعا پڑھ رہا تھا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا اب مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ امام صاحب کے ساتھ ہی سلام پھیر دے یا اپنی تشہد

لہ قال ابن نجيم: وذكر في غاية البيان معزياً الى الإخماس ان تارك الجماعة يستوجب ساءة ولا تقبل شهادته اذا تركها استخفافاً بذلك ومجانة اما اذا تركها سهواً وتركها بتأويل بان يكون الامام من اهل الاهواء او مخالفاً لمذهب المقتدى لا يراعى مذهبه فلا يستوجب الاساءة وتقبل شهادته۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۵ باب الامامة)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۸۳ باب الامامة)

لہ فضيلة تكبيرة الافتتاح فتكلموا في وقت ادراكها والصحيح ان من ادرك الركعة الاولى فقد ادرك فضيلة تكبيرة الافتتاح كذا في المحصر في باب أبي يوسف۔
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۶۹ الباب الرابع في صفة الصلوة)

مکمل کر کے سلام پھیرے؟

الجواب :- اگر امام مقتدی کی تشہد کے پورا کرنے کے بعد سلام پھیر دے تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ بھی سلام پھیر دے کیونکہ امام کی متابعت ضروری ہے، البتہ اگر مقتدی نے تشہد پوری نہ کی ہو تو پھر تشہد پوری کر کے سلام پھیر دے۔

لما قال العلامة فخر الدین الشہید قاضی خان وکذا ابوسلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من التشہد فانه یتتم التشہد۔ (الفتاویٰ القاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ فصل فیمین یصح الاقتداء به وفیمین لا یصح۔)

سوال :- ہمارے سکول کے مسبی کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ نماز باجماعت پڑھنا

قرب شہر کی تین مساجد میں نماز ظہر، بعض مساجد میں یہ طلباء قبل از اذان ظہر نماز پڑھ کر سکول آجاتے ہیں چونکہ سکول کی مسجد بہت چھوٹی ہے البتہ سکول کا صحن بہت وسیع ہے۔ تو کیا عند الشرع بامرجبوری سکول کے صحن میں نماز باجماعت پڑھنا صحیح ہے؟ اور جن طلبہ نے قبل از اذان نماز پڑھی ہے ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- (۱) ظہر کی اذان ہمارے شہروں میں مستحب وقت میں ہوتی ہے اور ظہر کی نماز کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اذان سے قبل اور بعد زوال ظہر کی نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔

(۲) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے مسجد شرعی کا ہونا زیادہ مناسب و بہتر ہے البتہ اگر بنا بر مجبوری سکول کے صحن میں یا کسی دوسری جگہ جماعت کی جائے تو شرعاً اس میں کوئی

لہ وفق الہندیۃ؛ ولوسلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشہد او قبل ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانه یسلم مع الامام۔ فی الہندیۃ اذا ادہاک الامام فی التشہد قائما قبل ان یتتم المقتدی او سلم الامام فی اخر الصلوۃ قبل ان یتتم المقتدی من التشہد فالمختار ان یتتم التشہد۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ باب الامامۃ۔)

الفصل السادس فیما یتابع الامام فیما لا یتابعہ (

ومثلہ فی کبریٰ شرح منیۃ المصلی ص ۵۲۴ باب الامامۃ السابع فی الاقتداء۔)

قباحت نہیں۔

کما فی الحدیث عن ابی ذر جعلت لی الارض طهوراً او مسجداً (رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۵۷)
عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلها مسجد الا المقبرة
والحمام۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی) مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۷ باب المسجد
معمولی لشکرے کا جماعت ترک کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص معمولی لشکرے ہو تو کیا اس کا
نماز باجماعت کے لیے مسجد میں آنا ضروری ہے ؟

الجواب :- اگر لشکرے آسانی سے مسجد میں آسکے تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ مسجد
میں آئے، البتہ اگر زیادہ معذور ہو اور مسجد میں آنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہو تو اس پر مسجد میں
آنا واجب نہیں۔

قال ابن عابدین: أخرج الذي لا يستطيع المشي۔ (رد المحتار جلد ۱ باب الامت ۵۵۴ ص ۲)
نماز میں رئیس محلہ کا انتظار کرنا | سوال :- ہمارے محلہ میں ایک رئیس رہتا ہے جب تک
وہ مسجد میں نہ آئے اس وقت تک امام صاحب نماز نہیں پڑھتا
بلکہ اس کا انتظار کرتے رہتے ہیں، عموماً اس کے آنے کا مکمل یقین بھی نہیں ہوتا۔ تو کیا شریعت میں
نماز باجماعت کے لیے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کوئی ضعیف و کمزور ہو اور مسجد میں ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہو
تو اس کے لیے انتظار کیا جاسکتا ہے لیکن کسی رئیس محلہ کے لیے انتظار کی گنجائش نہیں، البتہ اگر
اُس سے شکر کا خطرہ ہو تو وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے انتظار کیا جاسکتا ہے۔
قال الحصكفي: رئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريفاً والموقت متسع۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۱ باب الاذان ص ۳)

لما خرج الامام ابو عيسى الترمذی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام۔ (رواہ الترمذی ج ۱ ص ۴۳)

وَمِثْلُهُ فِي ابْنِ دَاوُدَ ج ۱ ص ۵۷ باب فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ۔

لَمْ تَسْقُطِ الْجَمَاعَةُ بِالْإِعْذَارِ... وَالْمَقْلُوجِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الْمَشْيَ۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۸۳ الفصل الاول فی الجماعۃ)

لَمْ يَنْتَظِرِ الْمُؤَدَّاتِ النَّاسِ وَيَقِيمُ لِلضَّعِيفِ الْمُسْتَعِجِلِ وَلَا يَنْتَظِرُ رُئِيسَ الْحَلَّةِ وَكَبِيرَهَا كَذَا فِي مَعْرَاجِ
الدِّرَايَةِ۔ (فتاویٰ ہندیہ جلد ۱ ص ۵۷ باب الاذان) وَمِثْلُهُ فِي طُحَاوِيٍّ عَلَى مَرَاتِي الْفَلَاحِ ص ۱۰۱ باب الاذان۔

شیعہ امام کی اقتداء کا حکم | سوال :- شیعہ عقائد رکھنے والے امام کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟ اگر دائمی امام موجود نہ ہو تو کیا بوقت ضرورت اُس کی

اقتداء جائز ہے؟

الجواب :- ہمارے ملک کے اکثر شیعہ وہ عقائد رکھتے ہیں جو غالی شیعوں کے عقائد ہیں جن میں حضرت علیؑ کی الوہیت، سب الشیخین، تحریف القرآن اور سب عائشہ صدیقہؓ جیسے عقائد شامل ہیں، لہذا ایسے عقائد رکھنے والے کی اقتداء بوجہ مسلمان نہ ہونے کے کسی صورت میں جائز نہیں، تاہم جو شیعہ غالی نہ ہو وہ مبتدع کے حکم میں ہو کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

قال ابن عابدین: فی کتب الفتاویٰ نعم لا شک فی تکفیر من قد ف السیّدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وانکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علیؑ او ان جبریل غلط فی الواحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولكن لو تاب تقیل توبۃ هذا خلاصۃ ما حترناہ فی کتابنا الولاۃ والحکام۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۲۹۴ کتاب الجہاد)
قال العلامة الخصکفی: ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف حدیث الرسول لا بمعان قبل بنوع شبهۃ وكل عن کان من قبلتنا۔۔۔ الخ
(الدر المختار علی صدر زاد المختار ج ۱ ص ۵۵ باب الامامۃ) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: تحت هذا القول (وما المبتدع) و عرفها الشمنی بانہا ما احدث علی خلاف الحق المتلقى، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال يتوعد شبهۃ واستحسان وجعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً۔ ام
(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۹ باب الامامۃ)

ولما قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری: الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنہما فهو کافر وان کان یفضل علیاً علی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہم لا یكون کافراً لکنه مبتدع۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۸ کتاب الفاظ الکفر)

سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے لیکن وہ ایسے اعمال کا مبتدع کی اقتداء کا حکم مرتکب ہے جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور ایسے اعمال وہ ثواب سمجھ کر کر رہا ہے، کیا اس قسم کی بدعات کے مرتکب شخص کی اقتداء جائز ہے ؟

الجواب :- اگر کوئی امام ایسے امور کا مرتکب ہو جو عند الشریع ثابت نہیں لیکن شخص ان امور کو دین سمجھ کر کرتا ہو اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہو تو بوجہ مبتدع ہونے اس کی اقتداء مکروہ ہے۔

لیکن واضح رہے کہ کسی شخص پر بغیر کسی تحقیق کے مبتدع کا فتویٰ لگانا دانشمندی نہیں اور نہ ہر کام کو بدعت کہنا صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی (دیکرہ) مبتدع ای صاحب بدعة وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاند قبل بنوع شبهة وکل من کان من قبلتنا۔

(الدر المختار علی صمد سہرۃ المختار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة م ۱۰)

سوال :- ایک شخص جادو اور منتر کے ذریعے مال جمع کر رہا ہے، بسا اوقات اس عمل کے دوران وہ غیر اللہ سے استعانت جیسے قبیح فعل کا بھی مرتکب ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے، جبکہ کبھی کبھی موصوف اپنی غیب دانی کا بھی دعویٰ کرتا ہے ؟

الجواب :- نفس تعویذ کرنا از روئے شرع ممنوع نہیں البتہ جادو کرنا اور استعانت میں غیر اللہ کے مشرکانہ الفاظ سے تعویذ کرنا، منتر پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

قال ابن عابدین: قال فی الخانیة امرأة تضع ايات التعویذ لیجتها زوجها بعد ما کان یبغضها ذکری فی الجامع الصغیر ان ذلک حرام ولا یحل اھ و ذکر ابن و صبان فی توجیہہ أنه ضرب من السحر والسحر حرام اھ وصفتضاہ انه یس بحرد کتابہ ایات بل فیہ شیء زائد۔ قال التریلعی وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال

لہ قال ابن نجیم: تحت ہذا القول (والمبتدع) وعرفھا الشمنی بانھا ما احدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بتوع شبهة واستحسان وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۳۹ باب الامامة)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرقى والتائم والتولة شرك۔
رواه ابوداؤد وابن ماجه۔ (رد المحتار على الدر المختار ج ۵ ص ۲۵۵ کتاب الحظر والاباحہ)
نیز غیب کی باتوں کے علم کا دعویٰ کرنا بے بنیاد اور باطل عقیدہ ہے، ایسے عقائد و نظریات
رکھنے والے شخص کی اقتداء نہ کی جائے، کیونکہ ایسی باتیں عقیدہ نہ بنانے کے باوجود بھی حرام اور
ناجائز ہیں۔

قال الحصكفي: تحت هذا القول ويكره امامة..... مبتدع اي صاحب بدعة
وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بما نذرة بل بنوع شبهة وكل من كان
من قبلتنا۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة) لہ

خنثی مشکل کی امامت کا حکم | سوال ۱۔ ایک شخص علم و فضل و کمال میں سب سے اعلیٰ
ہے لیکن جنس کے لحاظ سے وہ خنثی مشکل ہے، کیا اس کی اقتداء

درست ہے؟

الجواب ۱۔ اگر کوئی شخص علم و فضل و کمال کے لحاظ سے سب سے بہتر بھی کیوں نہ ہو لیکن
جنس کے لحاظ سے خنثی مشکل ہو تو اس کی اقتداء ناجائز ہے۔

قال الحصكفي، (ولا يصح اقتداء رجل بامرأة) وخنثی (وصبی مطلقاً)
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۷ باب الامامة) لہ

لہ وفي الہندیۃ قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ہوی و بدعة وفيہ وحاصلہ ان کا
ہوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراہۃ والا فلا ہکذا فی التبیین
والخلاصۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۲ باب الامامة)

قال ابن نجیم، هذا القول (والمبتدع) وعرفها الشیخی بانہا ما احدث علی خلاف الحق
المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان
و جعل دینا قویماً وصراطاً مستقیماً۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۹ باب الامامة)

لہ وفي الہندیۃ: وامامة الخنثی المشکل للنساء جائزۃ ان تقدھن وان قام وسطھن فسدت
صلوۃہ لو موجود المحاذات ان کان الامام رجلاً کذا فی محیط السرخسی وللرجال والخنثی مثله
لا یجوز۔ (رہندیۃ ج ۱ باب الامامة) ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۴ باب الامامة۔

حنفی المسلک کے لیے غیر حنفی امام کی اقتداء کا حکم | سوال :- ایک شخص حنفی المسلک

منقسم ہے جہاں پر امام شافعی یا امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے مقلد یا غیر مقلد ہوں تو ایسی صورت میں حنفی المسلک مقتدی کا غیر حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر مذکورہ غیر حنفی امام اختلافی مسائل کی رعایت کرنے میں مشہور ہو یا مقتدی کا اس کے متعلق اختلافی مسائل میں رعایت کرنے کے بارے میں ظن غالب ہو، مثلاً خون بہنے اور قے میں وضو کرنے کا اہتمام کرتا ہو تو پھر اس کی اقتداء جائز ہے ورنہ نہیں۔

وفی الہندیۃ: والافتاء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامل مواضع الخلاف بان یتوضا من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصل وان لا ینحرف عن القبلة انحرافاً فاحشاً ھکذا فی النہایۃ والکفاۃ فی باب الوتر۔

ر الہندیۃ ج ۱ ص ۸۷ باب الامامۃ ۱۰

منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم | سوال :- ایک شخص جو کسی مسجد کا

اپنی جگہ منصب امامت کے لیے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک شخص کو مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر اس نے کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کی ہو تو اس کی رعایت کہاں تک کی جائے گی، اور بغیر وصیت کے بھی اگر کوئی شخص اس میں ارث کا دعویٰ کرے تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب :- منصب امامت کوئی جائیداد اور مال نہیں کہ جس میں وراثت جاری ہو سکے یا مورث کی وصیت کی رعایت کی جائے منصب امامت کی تقرری امام کی اہلیت، ذاتی کردار اور علم و عمل کے علاوہ اہل محلہ کی رضامندی پر ہے، امام کے مرنے کے بعد اہل محلہ جس کو بھی امامت تفویض کریں وہی محلہ کی مسجد کا امام متصور ہوگا۔

لہ قال ابن عابدین: اما للاقتداء بالخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز ما لم یعلم منه ما یفسد الصلوۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما الاختلاف فی الکراہۃ۔
 رد المختار علی الدر المختار (المعروف بشامی) ج ۱ ص ۵۶۳ باب الامامۃ)۔
 ومثله فی فتاویٰ غیاثیۃ ص ۳ باب الامامۃ والاقتداء۔

قال الحنفی: (والا حق بالامامة) تقدیماً بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم باحكام الصلوة) فقط
 صحة وفساد بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض زویل واجب
 وقیل سنة ثم احسن تلاوة للقرأة ثم لا ورع ثم لا حسن ثم لا خلقاً ثم
 الاحسن وجهاً ثم لا شرف نسباً۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۵۵ کتاب الامامة) له

سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے لیکن وہ اپنے
 بدکردار اور مفعول کی اقتداء کا حکم
 کردار کے لحاظ سے بدنام ہے مثلاً مفعولیت میں
 مشہور ہے، تو ایسے شخص کی اقتداء کیا حکم ہے؟

الجواب :- موصوف کی بدنامی اگر امامت سے قبل کی ہو اور بعد میں اس نے توبہ کر لی
 ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے۔ کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اس کی حیثیت مجروح نہیں
 رہتی، لیکن اگر یہ بدنامی کسی ایسے فعل کی وجہ سے ہو جس میں فی الحال یہ شخص مبتلا ہو تو یوبہ فسق
 اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

قال ابن عابدین: تحت هذا القول (ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق) اي من
 الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب
 الخمر والزاني واكل التراب ونحو ذلك۔ (رد المختار علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة) له
متنوع کے نکاح پڑھوانے والے امام کی اقتداء کا حکم **سوال :-** ایک شخص اپنی منکوحہ

له وفي المندية: اولى بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة هكذافي المصنوعات وهو الظاهر
 هكذافي البحر الرائق هذا اذا علم من القرأة قدر ما تقوم سنة القرأة هكذافي البيهقي
 ولم يطعن في دينه كذا في الكفاية وهكذافي النهاية ويجتنب الفواحش الظاهرة
 وان كان غير مأمور منه كذا في المحيط وهكذافي الترهدي وان كان متبعراً في علم
 الصلوة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو اولى كذا في الخلاصة۔ (فتاوى ہندية
 ج ۱ ص ۱۳ باب الامامة الفصل الثاني) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۶۔

له وفي المندية: تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا
 في الخلاصة الا انها تكره هكذافي المستون۔ (المندية ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة)
 ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۸ باب الامامة۔

لڑکی خاوند کے سپرد کرنے کے بجائے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے جبکہ یہ فعل معاشرے میں بھی قبیح سمجھا جاتا ہے تو ایسے شخص کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب: منکوحہ کا نکاح پڑھوانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، نکاح علی النکاح کا عدم ہو کر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، اگر امام مذکور نے عمداً یہ کام کیا ہو تو بوجہ قاسق ہونے کے اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

قال المحقق: (لوام قومًا وهم له كارهون، ان) الكراهة (لفساد فيه) ولا نههم
 احق بالامامة منه كره، له ذلك نحو ما لحدیث ابی داؤد لا یقبل الله صلوة من
 تقدم وهم له كارهون۔ (مراد المختار علی الدر المختار المعروف بشامی) ج ۱ ص ۵۵۹ باب الامامة (۱)۔
سوال: کیا گپڑی نہ پہننے والے شخص کی اقتداء جائز
 ہے؟ ہمارے ہاں بعض لوگ عمامہ کے بارے میں انتہائی

متشدد ہیں، یہاں تک کہ جس کے سر پر عمامہ (گپڑی) نہ ہو تو اس کی اقتداء ناجائز سمجھتے ہیں، اور
 ترک عمامہ مفسدِ صلوة تصور کرتے ہیں۔ کیا قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء کی رو سے یہ زعم درست ہے؟

الجواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ عمامہ (گپڑی) پہننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، لیکن یہ سنن عادتیں ہیں سے ہے، یعنی گپڑی وہ عمدہ لباس ہے
 جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال کر کے پسند فرمایا ہے۔

قال صدر الشہید: فسنن الهدی وان كانت علی سبیل العادة فسنن الزوائد
 کلبس الثیاب والاكل باليمين وتقديم الرجل اليسرى فی الدخول ونحو ذلك كلامنا
 فی الاول الى اخره۔ (شرح الوقایة ج ۱ ص ۶۹ کتاب الطہارت)

جیسا کہ دھوتی اور سفید رنگ کے کپڑے پہننے کی فضیلت نماز سے خاص نہیں، ایسا ہی عمامہ کا
 پہننا بھی نماز سے خاص نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس عزت کا لباس سمجھا جاتا ہے،

لے رجلًا ام قومًا وهم له كارهون فإن كانت الكراهة لفساد فيه أو لا نههم احق بالامامة منه
 كره له ذلك وان كان هو احق بالامامة لا يكره لان الجاهل والناسق يكره العالم والصالح۔
 (الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیة ج ۱ ص ۹۲ باب ما یصح لاقتداء فی ما لا یصح)۔
 ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۸۰ باب الامامة۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں جاتے وقت عزت کے لباس کا استعمال زیادہ بہتر ہے۔ بناء بریں فقہاء عمامہ ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں تاہم اگر کسی شخص کو عمامہ میسر نہ ہو تو پھر بغیر عمامہ کے بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال طهر بن عبد الرشيد: وفي الاصل لا بأس بان يصلي الرجل في ثوب واحد متوشحاً ويؤم كذلك والمستحب ان يصلي الرجل في ثلاثة اثواب قميص وازار وعمامة اما لو صلى في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كانا من المييت يجوز صلواته من غير كراهية۔ (فلاية الفتاوى ج ۱ ص ۱۱۱ الفصل السادس في سترة العورة) اے

لیکن حکم امام کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ حکم ہر نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔ عمامہ کی اس حقیقت کی وضاحت کے بعد اس کو صرف منصب امامت سے خاص کرنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے اور اس کے نہ پہننے کو مفسدات نماز میں شمار کرنا فقہی ذخیرہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

البتہ اگر ایک شخص پگڑی کو عزت کا لباس سمجھے، کسی بڑی محفل اور مجلس میں جاتے وقت پگڑی کا استعمال کرے لیکن نماز پڑھتے وقت اس کا اہتمام نہ کرے تو ایسی صورت میں ثیاب بندہ کے حکم میں ہوگا ہر مصلیٰ کے لیے یہ مکروہ ہے اور جو شخص اس کا پابند نہ ہو اور نہ پگڑی اس کی عادت بنی ہوئی ہو تو ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے امام کی اقتداء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تاہم جہاں پر عمامہ کا ترک کرنا فتنہ و فساد کے برپا ہونے کا سبب بنتا ہو تو ایسی جگہ میں عمامہ کے بغیر نماز نہ پڑھائی جائے کیونکہ عمامہ کے بارے میں متعدد روایات وارد ہیں، اور فتنہ و فساد کا انسداد بھی ضروری ہے۔

سوال: کیا قاتل تائب کی اقتداء جائز ہے جبکہ مقتول کے ورثاء قاتل کی اقتداء کا حکم | نے اس کو معاف نہ کیا ہو؟

اے قال ابن نجيم، والمستحب ان يصلي في ثلاثة اثواب قميص وازار وعمامة۔
البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۹ باب شروط الصلوة

وفي الهندية، والمستحب ان يصلي الرجل في ثلاثة اثواب قميص وازار وعمامة اما لو صلى في ثوب واحد متوشحاً به تجوز صلواته من غير كراهية۔ (بحر ۱۱۱ باب الثالث في شروط الصلوة)

الجواب :- کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، ایسا گناہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتا بلکہ مقتول کے ورثاء کو راضی کرنا ضروری ہے۔ صورت مذکورہ میں زبانی توبہ نکالنے کے باوجود اس شخص کا فسق و فجور باقی ہے جس کی اقتداء بوجہ فسق کے مکروہ تحریمی، لہذا ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے۔

قال ابن عابدین روفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی واكل الربو ونحو ذلك۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة)

قال ابن عابدین تحت هذا القول لا تصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقتل وهبانية ای لا تكفيه التوبة وحدها قال فی تبیین المحارم واعلم ان توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط بل يتوقف على ارضاء ولياء المقتول۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۶ ص ۵۴۸ کتاب الجنایات) له

سوال :- نابالغ امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی تراویح اور فرائض کا حکم ایک ہے یا ان دونوں میں فرق ہے؟

الجواب :- نابالغ کی اقتداء مطلقاً (خواہ فرائض میں ہو یا توافل میں) مکروہ تحریمی ہے، نابالغ کی جگہ کسی بالغ کو امام بنایا جائے۔

وفي الهندية امامة الصبي المراهق لصبيان مثله، يجوز كذا في الخلاصة وعلى قول ائمة بلخ يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة كذا في فتاوى قاضي خان۔ المختار انه لا يجوز في الصلوة كلها كذا في الهداية وهو الاصح هكذا في المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية۔ هكذا في البحر الرائق ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة الفصل الثالث

له وفي الهندية تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة الا انها تكرر هكذا في المتون۔ (ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة)

قال العلامة الشيخ محمد كامل الطرابلسي: لا تصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقتل۔ (الفتاوى الكاملة ص ۲۵۲ کتاب الجنایات)

فی بیان من یصح اماماً لغيره) ۱

سوال :- ایک شخص کسی تتبع شریعت

صاحب نسبت نہ ہونے والے امام کی اقتداء پر سے بیعت ہو گیا اس کے لیے کسی

ایسے امام کی اقتداء جائز ہے جو نیک اور متقی ہونے کے باوجود کسی پر سے بیعت نہ ہو۔

الجواب :- مروجہ بیعت مقصود بالذات نہیں بلکہ اصلاح نفس کا ایک ذریعہ ہے، اگرچہ

موجودہ فتنہ و فساد کے دور میں اصلاح نفس کے لیے کسی تتبع شریعت پر سے بیعت کرنے کے

علاوہ کوئی اکسیر نسخہ موجود نہیں، تاہم متقی ہونے کے باوجود صاحب نسبت نہ ہونا اس کے لیے

موجب تفسیق نہیں، اس لیے صاحب نسبت مقتدی کی اقتداء بغیر کسی کراہیت کے غیر بیعت شدہ

امام کے پیچھے جائز ہے۔ فقہاء نے وجوہات ترجیح میں بیعت کرنا نہیں لکھا ہے ۶

قال الحسکفی: والحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة ثم الاحسن تلاوة

للقراءة ثم الادرع ای الاكثر اتقاء للشبهات والتقوى اتقاء للمحرمات ثم الاسـ

ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجهاً ثم الاحسن نسباً ثم الاحسن نظماً ثوباً۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۵ باب الامامة) ۲

سوال :- ایک شخص وضو پر قرار نہ رکھنے کی وجہ سے شرعی معذور

ہے اور حاضرین میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں جو تشرع ہو کہ وہ

جماعت کرا سکے، کیا ایسی صورت میں معذور امام کی اقتداء جائز ہے یا اس کی جگہ کسی وارثی مندرجے

کو جماعت کے لیے آگے کیا جائے؟

۱۔ قال الحسکفی: (لا یصح اقتداء رجل بامرأة) وخنثی (وصبی مطلقاً) ولو فی جنازة

ونقل علی الاصح۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۷۶ باب الامامة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۳۵۹ باب الامامة۔

۲۔ وفي الهدية اولى بالامامة اعلمهم باحكام الصلاة هكذا في المضمرات وهو

الظاهر هكذا في النبيين: هذا اذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة

هكذا في البحر الرائق هذا اذا علم من القراءة۔ (الفتاوى الهندية ج ۸ ص ۸۳ باب الامامة

الفصل الثاني في بيان من هو احق بالامامة)

الجواب :- معذور امام تندرست اور غیر معذور مقتدیوں کو عذر کے ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھا سکتا، ایسی حالت میں بوقت ضرورت فاسق وقاہر کی اقتداء جائز ہے، اس لیے وارثی مندرجہ کو نماز کے لیے آگے کیا جاسکتا ہے۔

قال ابن نجيم: وفي المجتبى وهذه الكراهة تنزيهة لقوله في الاصل امامة غيرهم احب اليّ وهكذا في معراج الدارية وفي الفتاوى لوصلي خلف فاسق او مبتدع ينال فضل الجماعة لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع لقوله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف عال لم تقى فكأنما صلى خلف نبى۔

وفيه: وفي السراج الوهاج: فان قلت فما لا فضيلة ان يصلى خلف هؤلاء الا لا نقراد قيل اما في حق الفاسق فالصلوة خلقه او لما ذكر في الفتاوى۔
(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۴۹ باب الامامة)

قال المحقق: (ولا طاهر بعد ورا) هذا ان قادن الموضوع الحدث او طرا عليه) بعده۔ (الدر المختار على صمدية المحتار ج ۵ ص ۵۷۸ باب الامامة) لے
سوال :- ایک امام خود گناہ گناہوں اور اس میں غلو گناہ سننے والے امام کی اقتداء کا حکم
کر کے بسا اوقات مستورات کے گیت گانے کو جائز قرار دیتا ہو، دلیل میں شادی بیاہ کے موقع پر دف کے جواز سے استدلال کرتا ہو اور یہ بھی کہتا ہو کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی ان عورتوں کے ساتھ مل کر گیت گائوں، یہ عورتیں بہت ہی اچھا گاتی ہیں شرعاً ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- شادی بیاہ میں مشروط تغنی سے مطلقاً گانے سننے پر استدلال کرنا قواعد شرعیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے، موجودہ دور میں بے حیائی اور بے دینی کے واقعات سے بھرپور گانے شادی بیاہ میں ہوں پھر بھی ناجائز ہے۔ موجودہ دور کے مروجہ گانے بے شمار مفاسد کا پیش خیمہ

لے قال ابن نجيم تحت هذا القول (وطاهر بعد ورا) اى وفسد اقتداء طاهر بظنا العذر المفوت للطهارة لان الصحيح اقوى حالا من المعدور والشئ لا يتضمن ما هو فوقه والامام ضامن بمعنى تضمن صلاته صلاة المقتدى۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۶۴ باب الامامة) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۲ الفصل الثالث في بيان من يصلح اماماً لغيره۔

ہونے کی وجہ سے ان کا سننا ناجائز ہے، ایسی صورت میں کسی امام کا گانے سننا اور پھر اس کے جواز کے لیے مواد جہیا کرنا امور فسقہ میں سے ہے لہذا ایسے فاسق و فاجر کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم: تحت قوله ومن يلعب بالطنبور، اذ يغنى للناس آلات يجمع الناس على ارتكاب كبيرة كذا في الهداية وظاهر ان الغناء كبيرة..... وفي المعراج: الملاهي نوعان محرم وهو آلات المطربة من غير الغناء كالمنزمار سواء كان من عودا وقصب كالشبابة او غيره كالعود والطنبور۔ لما روى ابو امامة انه عليه الصلوة والسلام قال ان الله بعثني رحمة للعالمين وامرني بمحق المعازف والمزامير ولانه مطرب مصدق من ذكر الله تعالى النوع الثاني مباح وهو الدف في النكاح۔

البحر الرائق ج ۷ ص ۸۷ باب من تقبل الشهادة ومن تقبل الشهادة) لـ

مقرر امام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانا | سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا باقاعدہ امام ہے کوئی اور شخص اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانے کے لیے مصیٹی پر کھڑا ہو جائے تو ایسے شخص کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- مقررہ امام کی اجازت کے بغیر کسی شخص کے لیے نماز پڑھانا مکروہ ہے، ایسی صورت میں مقررہ امام کی اقتداء بہتر ہے اگرچہ وہ مفضل ہو۔ تاہم اگر کسی مسجد کا مقررہ امام حاضریہ ہو اور نہ اس کا کوئی نائب ہو تو ایسی صورت میں متعلقہ امام کی اجازت کے بغیر بھی جماعت کرائی جا سکتی ہے۔

قال ابن عابدین: تحت هذا القول۔ صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب راوى بالامامة من غيره مطلقا اي وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرا منه۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۹ باب الامامة) لـ

لـ قال العلامة التوريشي: انه حرام على قول اكثر المشائخ وما ورد من ضرب الدف في العرس كناية عن الاعلان۔ (امداد الفتاوى ج ۲ ص ۲۸۳ كتاب النكاح) ومثله في الهندية ج ۳ ص ۲۵۳۔

لـ قال ابن نجيم: واما الامام الراتب فهو احق من غيره وان كان غيره افقه منه۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۲۷ باب الامامة) ومثله الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۳ باب الامامة۔

گروپ فوٹو بنوانے والے امام کی اقتداء کا حکم | سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے، چند دوستوں کے درمیان بیٹھ کر شوقیہ تصاویر بنواتا ہے اور پھر اس گروپ فوٹو کو بطور یادگار اپنے پاس رکھنے کے علاوہ دوستوں میں بھی تقسیم کرتا ہے جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ گویا یہ عمل اس کے نزدیک جائز ہے۔ کیا ایسے امام کو امامت پر باقی رکھا جاسکتا ہے یا اس کو معزول کرنا چاہیے؟

الجواب :- بلا ضرورت کسی ذی روح کی تصویر بنانا عند الشروع غیر مشروع ہے چاہے کیمہ سے بنائی جائے یا قلم سے، تاہم ضروریات اس سے مستثنیٰ ہیں، بلا ضرورت اس کا ارتکاب امور فسقیہ میں سے ہے، خاص کر جب کوئی امام اعلانیہ طور پر ان امور فسقیہ کا ارتکاب کر رہا ہو۔ ان معاصی پر اصرار کے باوجود اگر اس کے معزول کرنے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کو باقی رکھا جاسکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہوگا کہ کسی نیک امام کی اقتداء کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی وجہ سے ایک شخص کو امامت کرانے سے روک دیا تھا۔ تاہم یہ شخص اگر توبہ کر لے اور اس کام کو گناہ سمجھتا ہو اور اس پر اصرار نہ کرتا ہو تو پھر اس کی اقتداء میں کوئی حرج نہیں۔

عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اشهد الناس عذاباً عند الله المصرون۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱۵ باب تصاویر الفصل الاول)
قال ابن عابدین: قوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة وعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزنا واكل الربو وتحوذ لك كذا في البرجند (مراد المختار علی الدر المختار ج ۵ ص ۵۶ باب الامامة) لہ

امام کے لیے محراب میں کھڑے ہونے کا حکم | سوال :- کیا امام کے لیے بوقت جماعت محراب میں کھڑے ہونا ضروری ہے؟ اگر کوئی امام مسجد کے صحن میں بغیر محراب کے کھڑا ہو جائے تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ہمارے علاقہ میں بعض لوگ شدت کے اس درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں کہ محراب کے بغیر اگر امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے تو

لهوق الهندية تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة
الا انها تكره هكذا في المتون۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة)
له ومثله في الخلاصة ج ۱ ص ۱۲۵ الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء۔

اس کو ملامت کرتے ہیں، شرعاً اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: امامت کے لیے مخراب میں کھڑا ہونا کوئی مستقل سنت نہیں ہے کہ جس کے بغیر امامت ادھوری رہ جائے، حقیقت میں امام کے لیے یہ سنت ہے کہ وہ صف کے آگے وسط میں کھڑا ہو جائے، چونکہ مخراب سے عموماً توسط کی نشاندہی ہوتی ہے اس لیے سنت کی ادائیگی کے لیے معاون ہونے کی وجہ سے مساجد میں مخراب بنائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مخراب میں طاق بتانا بھی ضروری نہیں۔ لیکن اگر امام کسی مخراب کے بغیر صف کے آگے وسط میں کھڑا ہو تو اس کی اقتداء کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایسی صورت میں مخراب کو چھوڑنے والے کو ملامت کرنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔

قال ابن عابدین: يفهم من قوله اولى سارية كراهة قيام الامام في غير المحراب ويؤيد ذلك قوله قبله السنة ان يقوم في المحراب وكذا قوله في موضع اخر السنة ان يقوم الامام اذا وسط الصف الا ترى ان المحارب ما نصبت الا وسط المساجد وهي قد عينت لمقام الامام۔ وانظرا هرا ن هذا في الامام الراتب للجماعة كشيرة للسلا يلزم عدم قيامه في الوسط فلو لم يلزم ذلك لا يكره تأمل۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۸ مطلب في كراهية الامام في غير المحراب)

قال الحصكفي: (يصف) اي يصفهم اكلام بان يا مرهم يذ لك قال الشمني و ينبغي ان يا مرهم بان يتراصوا ويسدوا التحلل ويسووا مناكبهم يقف وسطا وخير صفوف الرجال اولها۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۸ باب الامامة) لے

سوال: کیا ایک مالدار شخص امامت پر اجرت لینے والے کی اقتداء

کی اجرت کے امام کی اقتداء میسر ہو تو کون سے امام کی اقتداء بہتر رہے گی؟

الجواب: متاخرین فقہاء نے اجرت علی الامامت کی اجازت دی ہے لہذا مالدار اور فقیر دونوں قسم کے ائمہ منصب امامت پر اجرت مقرر کر کے وصول کر سکتے ہیں، اجرت کے جواز کی

لے وفي الهتدية: ينبغي للامام ان يقف بازاو الوسط فان وقف في هيمنه الوسط او في ميسترفقه اساء لمخالفة السنة هكذا في التبيين۔ (ج ۱ ص ۸۹ باب الامامة) ومثله في الطحطاوي ج ۱ ص ۱۶۷ باب الامامة۔

صورت میں بلا اجرت نماز پڑھانے والے امام کو ترجیح حاصل نہیں، لہذا دونوں کی اقتداء کا حکم ایک ہے۔
 قال ابن عابدین: ولینى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقہ والامامة والاذا ان
 رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۷ باب اجازة الفاسدة

سوال: ایک شخص پہلے بنیاد تھا لیکن کسی عارضہ کی وجہ سے وہ آنکھوں
 کی بینائی سے محروم ہو گیا، اس کے بعد وہ اپنے آپ کو کامل طہارت کی
 حالت میں نہیں رکھ سکتا، اکثر اس کے کپڑے بوجہ عدم علم ہونے کے ناپاک ہو جاتے ہیں اور ایسے
 ہی وہ قبلہ کی تمیز بھی نہیں کر سکتا، قبلہ کے تعین کے لیے اسے دوسرے شخص سے مدد کی ضرورت پڑتی
 ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور منصب امامت پر یہ قائم رہ سکتا ہے جبکہ اس
 سے بہتر عالم بھی آسانی سے مل سکتا ہے؟

الجواب: نابینا اگر نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، لیکن
 ہر نابینے کو غیر محتاط سمجھنا عقلمندی نہیں، جو نابینا نجاست سے بچنے کا انتظام کر سکتا ہو تو پھر اس
 کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُم مکتومؓ کو
 مدینہ منورہ کا امام بنایا تھا حالانکہ وہ نابینا تھے۔ بلکہ اگر کوئی نابینا دوسروں سے اعلم اور اقراء ہو
 تو پھر اس کی امامت دوسروں سے افضل ہے۔

وقال ابن نجيم: وقيد كراهية امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لا يكون
 افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولي. (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۸ باب الامامة) ۲
سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب کی زبان میں لگنت ہے
 زبان میں لگنت والے کی اقتداء کا حکم الفاظ صحیح طریقہ سے ادا نہیں کر سکتے اور اکثر الفاظ میں غلطی کرتے

الحق صالحة: وبض مشائخت استحسنوا الاستيعار على تعليم القرآن اليوم لانه ظهر التواني
 في الامور الدينية في الامتناع يضيع حفظ القرآن وعليه الفتوى. (باب اجازة الفاسدة ج ۳ ص ۳۲۸)
 ومثله في فتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۲۸ الفصل الرابع في فساد الاجازة -

قال ابن عابدین: قال فيه كراهية الاعمى في المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان
 افضلهم فهو اولي. (رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۰ باب الامامة)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة. الفصل الثالث في بيان من يصوم اماماً لغيره -

جاتے ہیں، کیا ایسے امام کی اقتداء درست ہے ؟

الجواب :- جس شخص کی زبان میں تکنت ہو اور باوجود کوشش کے الفاظ درست ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کے اپنے حق میں تو نماز درست ہے البتہ ان لوگوں کا امام نہیں بن سکتا جن کی زبان درست ہو یعنی اس میں تکنت نہ ہو) تاہم اگر امام صاحب باوجود تکنت کے الفاظ کو صحیح ادا کر سکتے ہوں اگرچہ اُنک اُنک کرا داکریں تو ان کی اقتداء صحیح ہے۔

ولا يجوز امامة الا لشع الذی لا یقدر علی التکلم ببعض الحروف الا مثله اذا لم یکن فی القوم من یقدر علی التکلم بتلك الحروف فاما اذا کان فی القوم من یقدر علی التکلم بها فسدت صلواته وصلوة القوم۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ باب الامامة، الفصل الثالث فی بیان من یصح اماماً لغيره۔

قاری کی موجودگی میں غیر قاری کی اقتداء کا حکم | سوال :- کسی مقام میں عالم فاضل قاری قاری کی موجودگی میں غیر قاری کی اقتداء کا حکم کے ہوتے ہوئے اُتی اور جاہل شخص نماز پڑھا

جبکہ وہ قرأت پر بھی قادر نہ ہو، ایسی صورت میں کیا اس کا نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- عرف میں قاری کا اطلاق مجود پر ہوتا ہے لیکن فقہاء کی اصطلاح میں اس سے یہ مراد نہیں۔ اگر فن قرأت سے باخبر قاری کسی ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے جو عام قرأت پر قادر ہو لیکن فن قرأت سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتا ہو تو اس سے اس کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایسی حالت میں اگر مروج قاری کے علاوہ غیر قاری امام ہو تو مجود قاری امام کی اجازت کے بغیر نماز نہیں پڑھا سکتا، تاہم اگر کوئی شخص قدر مایہجوز آیتوں کی قرأت پر قادر نہ ہو تو قاری کی موجودگی میں ایسے شخص کی اقتداء جائز نہیں۔

امامة الامی قوماً اُمّیین جائزۃ کذا فی السراجیۃ اذا ام امی اُمیاً وقارناً فصلوة الجميع فاسدة عند ابی حنیفۃ وقال لصلوة القاری وحده واما اذا صلوا وحداً فاقیل انه علی الخلاف وقیل یصح وهو الصیح۔

ام امامۃ الا لشع لغير ذکر الامام الفضلی انه یجوز لان ما یقول صار لغة له وقال غیر صحیح۔ و خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ باب الامامة۔ الفصل الخامس عشر) وَمِثْلُهُ فِی الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلٰی صَدْرَةِ الْمُخْتَارِ ج ۱ ص ۵۵ باب الامامة۔

لہذا فی شرح مجمع البحرین للمصنّف - (الہندیہ ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصح اماماً لغيرہ) لہ

سوال :- ہمارے محلہ میں ایک مسجد ہے جس میں تین ایک مسجد میں متعدد امام ہوتا امام ہیں ان میں سے ایک امام نے ۱۵ امام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور کے حصہ یازدہم ص ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ ایک مسجد میں ایک امام کے ہوتے ہوئے دوسرے امام کو بغیر اذن کے جماعت کرانے کا استحقاق نہیں اور حوالہ درمختار کا دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک مسجد میں کتنے امام ہو سکتے ہیں اور اگر نہ ہو سکیں تو کیا وجوہات ہیں؟

الجواب :- بہتر یہی ہے کہ ایک مسجد میں ایک ہی امام ہو اور اسی پر سب اہل محلہ اتفاق کریں اور اسی پر اُمت کا تواثر چلا آ رہا ہے، اور جب تک امام مقرر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو امامت کرنے کا حق حاصل نہیں۔

قال المحصّی: واعلم ان صاحب البیت، ومثلهُ امام المسجد الراتب راوی بالامامة من غیرہ) مطلقاً۔ (الدراختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۵۵۹ باب الامامة) لہ اگر اہل محلہ نے پہلے سے کوئی امام مقرر نہیں کیا ہے اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ امام رکھیں تو عند الشرح جائز ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایک وقت میں دو یا متعدد جماعتیں نہ ہوں ورنہ سب لوگ گنہگار ہونگے۔

سوال :- میں ایک ایسے مقام پر امام ہوں جہاں دوسرے مسلک کے مطابق نماز پڑھانا کے تمام لوگ شافعی و مالکی مذہب کے ہیں، کیا میں اپنے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک پر نماز پڑھا سکتا ہوں، مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر اور فجر کی نماز میں دعائے پڑھوں، عند الشرح اس کا کیا حکم ہے؟

لہ ولا یصح اقتداء اتقاری بالآقّی۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۲۶ الفصل الخامس عشر فی الامامة)۔ ومثلهُ فی الدراختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۵۴۹ باب الامامة۔ لہ قال ابن نجیم: اما الامام الراتب فہو احق من غیرہ وان کان غیرہ اُفقہ منہ۔ والبحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۴ باب الامامة) ومثلهُ فی الہندیہ ج ۱ ص ۸۳ باب الامامة۔

الجواب :- اپنے مذہب کو خفیف اور کمزور سمجھ کر بغیر کسی دلیل کے اسے ترک کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ فقہاء کرام نے ایسے شخص پر تعزیر کا حکم لگایا ہے، لہذا ایسے مقام میں حنفی مسلک کو لالچ کی خاطر چھوڑ کر دوسرے مسلک پر نماز پڑھانا قبیح عمل ہے۔

لما قال الحنفی، ارتحل الی مذہب الشافعی یعذرہ قال ابن عابدین: ای اذا کان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما ید من عرض الدنیا وشہوتہا فهو المذموم الا تم المستوجب للتادیب والتعزیر لا ترکہ التکارب المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذہبہ اہم ملخصاً۔ وفيہا عن الفتاوی النسفیة الثبات علی مذہب ابی حنیفة خیر واولی قال وھذه الکلمة اقرب الی الالفۃ۔ (مرآۃ المختار ج ۳ ص ۲۰۹ باب التعزیر) لہ

سوال :- وضو کرنے کے بعد

وضو کے بارے میں شک کی حالت میں نماز پڑھانا

اس بات پر یقین نہیں ہوتا کہ میرا وضو باقی ہے یا ختم ہو گیا، لیکن لوگ مجھے نماز پر مجبور کرتے ہیں کیا اس شک کی حالت میں نماز پڑھا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- معذور شخص امامت کے لائق نہیں، اسے امامت سے اجتناب کرنا چاہیے، لیکن صرف شک کی بنیاد پر امامت کا ترک کرنا بھی مناسب نہیں، البتہ جب یقین ہو جائے اور اس کے قرائن بھی موجود ہوں کہ وضو ٹوٹ گیا ہے تو پھر ایسی صورت میں امامت جائز نہیں، تاہم شک اور تردد کی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئاً فاشکل علیہ اخرج منه لسی ام لا فلا یخرج من المسجد حتی یسمع صوتاً او یجد ریحاً۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۸ باب ما یوجب الوضوء) لہ
لہ حنفی ارتحل الی مذہب الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یعذر کذا فی جواہر الاخلاط
قال الصمیم قولہ ارتحل الی مذہب الشافعی یعذرہ ای اذا کان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً
کما افادہ فی التاتارخانیۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۶۹ فصل فی التعزیر)
لہ عن عیاد بن یمیم عن عمہ انہ شکى ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی یخیل الیہ انہ یجد فی الصلوۃ فقال لا ینقتل او لا ینصرف حتی یسمع صوتاً او یجد ریحاً۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ کتاب الوضوء)
باب لا یتوضؤ من شک حتی (ومثله فی المسلم ج ۱ ص ۱۵۸ باب طہارۃ جلوا المیتۃ۔

فطری طور پر مفقود الحجۃ کی امامت کا حکم | سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے اور اُسکی عمر تقریباً ۲۲ سال ہے لیکن فطری طور پر اُس کی

داڑھی نہیں، کیا ایسے امام کی اقتداء درست ہے ؟

الجواب :- اگر مدت بلوغ گزرنے کے باوجود بھی کسی کی داڑھی نہ آئے تو اس کی اقتداء جائز ہے، البتہ اگر صبح الوجہ ہو تو پھر اس کی اقتداء مکروہ ہے۔

قال ابن عابدین (قوله وكذا تكره خلف امرء) الظاهر انهما تنزيهية ايضاً والظاهر ايضاً كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة وهل يقال هنا ايضاً اذا كان علم القوم تنتفي الكراهة فان كانت علة الكراهة خشية الشهوة وهو الاظهر فلا وان كانت غلبة الجهل او نفرة الناس من الصلوة خلفه فنعم فتأمل والظاهر اذا العذر الصبيح المشتبه كالامرد تأمل - هذا وفي حاشية المدني عن الفتاوى العفيفة - سئل العلامة الشيخ عبد الرحمن ابن عيسى المرشدي عن شخص بلغ من السن عشرين سنة وتجاوز حد الانبات ولم ينبت عذارة فهل يخرج بذلك عن حد الامردية وخصوصاً قد ثبت له شعرات في ذقنه تؤذن بانه ليس من مستدري اللحي فهل حكمه في الامامة كالرجال الكاملين ام لا اجاب سئل العلامة الشيخ احمد بن يونس المعروف بابن الشلي من متأخرى علماء الحنفية عن هذه المسئلة فاجاب بالجواز من غير كراهة وناهيك به قدوة - والله اعلم - (مراد المختار على الدر المختار ج ۱ ص ۵۶۲ باب الامامة)

امام کے لیے ضروری صفات | سوال :- ایک امام کون کون سی صفات کا حامل ہوتا چاہیے جن کے نہ ہونے کی صورت میں وہ اس عظیم منصب

کا اہل نہ ہو ؟

الجواب :- امام علم اور تقویٰ کی صفات سے جتنا زیادہ مزین ہو تو یہ خصوصیت مقصود ہوگی، تاہم عمومی طور پر امام کے لیے مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونا ضروری ہے : (۱) اسلام

لہ قال في الخلاصة وفي شرح القدوري يجوز امامة الامرء اذا كان بالغاً ويكره اذا كان صبيح الوجه - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء)

(۲) بلوغ (۳) عقل (۴) مرد ہونا (۵) علم و قرأت (۶) اعذار سے سلامت ہونا۔

قال ابن عابدین: وشروط الامامة للرجال للاصحاء ستة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار كالعرفان والقفاة والتممة واللشخ۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة) ۱

سوال :- ایک شہر کے سٹیٹ بینک سودی رقم سے تنخواہ لینے والے امام کی اقتداء کا حکم کے احاطہ میں ایک مسجد ہے جو کہ سٹیٹ بینک کی ملک میں ہے، اگر کوئی شخص اس بینک کا ملازم ہو یا فقط اس مسجد کا امام ہو، جبکہ سٹیٹ بینک کا کاروبار من کل الوجوہ سود پر ہے اور امام صاحب کو بھی اسی سود کے پیسوں سے تنخواہ دی جاتی ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب :- مسجد کی امامت کرتا فی ذاتہ اس میں کوئی امر غیر مستحسن نہیں البتہ ایسی مسجد کی امامت با اجرت کرنا جس کی اجرت سود کے کاروبار سے دی جائے جو حرام خوری کی وجہ سے فسق ہے اور بوجہ فسق ہونے کے ایسے امام کے پیچھے اقتداء کرنا مکروہ ہے۔

قال ابن عابدین: تحت هذا القول ريكرة امامة عبد واعوانى وفاسق واعصى (قوله فاسق) اى من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يترك الكبار كشارب الخمر والزاني واكل الرباء ونحو ذلك۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة) ۲

البتہ اگر اس امام کو اجرت بینک کے اموال میں سے نہ دی جاتی ہو بلکہ کسی اور ذریعہ سے ملتی ہو مثلاً قریب کے محلہ والے اپنی جانب سے دیتے ہوں تو اقتداء بلا کر بہت جائز ہے۔

۱۔ قال الشرنبلالی شروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام وهو شرط عام فلا تصح امامة منكر البعث او خلافة الصديق او صحبته او يسب الشيعين او ينكر الشفاعة الى اخوة۔ (مراقى الفلاح على حاشية الطعطاوى ص ۱۵۶ باب الامامة) ۲۔ وفي الهندية يجوز امام الاعرابى والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا فى الخلاصة الا انها تكره هكذا فى المتون۔ (فتاوى هندية ج ۱ ص ۸۵ الفصل الثالث، باب الامامة) ومثله فى خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۴۵ الفصل الخامس عشر فى الامامة۔

سوال :- ایک امام مسجد سرخ کپڑوں کا استعمال کرتا ہے اور انہی کپڑوں میں نماز بھی پڑھاتا ہے تو کیا ان کپڑوں میں اس امام کی اقتداء صحیح ہے؟

الجواب :- سرخ کپڑوں کے پہننے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، اور احناف میں بھی یہی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن راجح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے لہذا اس بنیاد پر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اس لیے ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے۔ تاہم اگر سرخ کپڑے پہننے میں کسی لادین جماعت سے اپنی وابستگی کا اظہار مقصود ہو تو اللہ کے دربار میں ایسی امتیازی حیثیت رکھنے والے شخص کی اقتداء سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

عن براء قال ما رأيت عن ذي لمعة في حلة حمراء احسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم له شعري ضرب منكبيه بعيد ما بين المنكبين لم يكن بالقصير ولا بالطويل۔ رتومذی ج ۱ ص ۳۱۲ ابواب اللباس، باب ما جاء في الرخصة في الثوب الاحمر قال شمس الائمة السرخسی ونبیه دلیل انه لا بأس بلبس الثوب الاحمر (شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۱۱۵ باب السلام والعروسیۃ) لے

سوال :- ایک امام مسجد اپنے باپ کا جنازہ نہ پڑھنے والے امام کی اقتداء کا حکم والدین سے بوجہ دنیاوی معاملات ناراض ہے اور اس ناراضگی کی بناء پر اس کے دوسرے بہن بھائی بھی اُس سے لا تعلق ہوں، پھر اس امام نے اپنے والد کے مرض الوفات میں نہ تو اس کی عیادت کی اور نہ دوسرے بھائیوں کے ڈور کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی، تو اُس کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- والدین سے ناراض ہونا امر قبیح ہے، پھر ان کی عیادت اور جنازہ میں شریک

لے قال العلامة المحقق (ولا بأس بسائر الألوان) وفي المجتبى والقمستانی وشرح النقایۃ لا بی المکارم لا بأس بلبس الثوب الاحمر ومفاده ان الکراهیۃ تنزیہیۃ لکن صرح فی التحفۃ بالحرمة فافاد انہا تحریمیۃ وهی المحمل عند الاطلافت۔ (رد المختار ج ۲ ص ۳۵۸ کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس۔ ومثله فی فتاویٰ ہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۲۔

نہ ہونا یہ اقعہ القبلہ ہے، لیکن اگر کسی شرعی امر اور جائز کام کی وجہ سے بیٹا اپنے باپ سے ناراض ہو تو اس کے پیچھے اقتداء درست ہے البتہ اگر وہ کسی غیر شرعی امر یا شرعی امور میں حد سے تجاوز کر کے باپ کے حق میں کوتاہی کرتا ہے تو بوجہ فسق ہونے کے اس کی اقتداء مکروہ ہے۔

قال ابن عابدین: تحت هذا القول (يكبره) امامة عبد واعرابي وفاسق واعمي) اي من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يتركب الكليات كشارب الخمر والزاني واكل الرباء ونحو ذلك. (رد المحتار ج ۱ ص ۵۶)

سوال :- ایک شخص عرصہ دراز تک غیر مسلم کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم **کسی مسجد کا امام رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص اپنے عقائد کے لحاظ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹنا واجب ہے؟**

الجواب :- کسی شخص کی اقتداء کرتے وقت اس کے عقائد کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں اور بعد میں اس کے کفر کے بارے میں یقین ہو جائے تو پڑھی ہوئی نمازوں کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ پڑھی جائیں۔

وفي الهندية: رجل ام قوماً شهراً ثم قال كنت محوسياً فانه يجبر على الاسلام ولا يقبل قوله وصلواتهم جائزة ويضرب ضرباً شديداً وكذا الوقال صليت بهم المدة على غير وضوء وهو ما جن لا يقبل قوله وان لم يكن كذلك واحتمل انه قال على وجه التورع والاحتياط اعادوا صلواتهم وكذا اذا قال كان في ثوبي قدرا كذا في الخلاصة وكذا اذا بان ان الامام كافر او مجنون او امرأة او خنثى الى اخره (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۷)

له وفي الهندية تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة الا انها تكره هكذا في المتن (فتاوى ہندیہ ج ۱ باب الامامة الفصل الثالث) ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۸۷

له قال الحصكفي رواذاً ظهر حدثاً امامه) وكذا كل مفسد في رأي مقتدر (بطلت قبل اعادة تكميلها) لتضمنها صلوة المؤمنين صحة وفساداً كما يلزم الامام اخبار المقوم اذا اثم وهو محدث او جنب او فاقد شرط او ركن وهل عليهم اعادتها ان عد لا نعم والاندبت وقيل لا لفسقه باعترافه ولو نزع انه كافر لم يقبل منه لان الصلوة دليل الاسلام واجبر عليه ربالقدر الممكن) بلسا اور كتاب اور رسول على الاصح (الله المختار على يامش رد المحتار ج ۱ باب الامامة) - ومثله في خلاصة ج ۱ الفصل الخاشر

صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدار | سوال :- ایک شخص چند پاروں کا حافظ ہے صاحب علم

کے ہوتے ہوئے وہ امامت کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب: امامت کے لیے مستقل علوم دینیہ سے فراغت ضروری نہیں جب قرأت پر قدرت رکھنے کے بعد نماز کے مسائل سے واقف ہو تو عالم دین کے ہوتے ہوئے اس کی اقتدار میں کوئی حرج نہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ عالم دین امامت کرائیں بشرطیکہ موصوف حافظ مہجہ کا مستقل امام نہ ہو۔

قال ابن عابدین: وشروط الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار كالرعاف والفاقة والتمتمة واللشغ - (مراد المختار علی الدر المختار ج ۵ باب الامامة) لہ

سوال :- عورتوں کی مستقل جماعت کا کیا حکم ہے؟ اگر کہیں جماعت کا اتفاق ہو جائے تو امامت کرانے والی عورت

کہاں کھڑی ہوگی؟

الجواب: صرف عورتوں کی مستقل جماعت مکروہ تحریمی ہے، اس کے باوجود بھی اگر عورتیں باجماعت نماز پڑھنا چاہیں تو امامت کرانے والی عورت درمیان میں کھڑی ہوگی مردوں کی طرح صف کے آگے نہیں رہے گی اور اگر عورت مرد امام کی طرح صف کے آگے کھڑی ہوگی

لہ قال الشرنبلالی: شروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام وهو شرط عام فلا تصح امامة منكر البعث او خلافة الصديق او محبته او ليست الشيعين او ينكر الشفاعة او نحو ذلك من ينظر الاسلام مع ظهور صفة المكفرة له (والبلوغ) لان صلوة الصبي نقل ونقله لا يلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للامر بتأخيرهن والختنى امرأة فلا يفتدى به غيرها (والقراءة) بحفظها اية تصح بها الصلوة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الاعذار) فان المعذور صلواته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به - (مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوى ۱۵۶ باب الامامة)

نویہ گناہ ہے، تاہم علامہ عینیؒ، ابن الہمامؒ اور شیخ عبدالحی صاحبؒ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق جماعۃ النساء خلاف اولیٰ ہے۔

قال الحنفیؒ (رو) یکرہ تحریماً (جماعۃ النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلوة جنازة لانہا لم تشرع مکرمۃ رفان فعلن تقف الامام وسطہن فلوقد مت اثمت۔
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۵ باب الامامة)

ولما قال الشیخ ابن الہمامؒ ولا یخفی ما فیہ وبتقدیر التسلیم فانما یفید نسخ السنیۃ وهو لا یستلزم ثبوت کراہۃ التحریم فی الفعل بل التنزیۃ مرجعہا الی خلاف الاولی۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳ باب الامامة) لہ

ضعیف امام کی اقتداء کا حکم | سوال :- ایک شخص ضعف و کمزوری کی وجہ سے نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں وقت محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ

بسا اوقات اس کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی، کیا شرعاً ایسے امام کی اقتداء جائز ہے؟
الجواب :- اگر ضعف و کمزوری نماز کے کسی رکن کے لیے مضر نہ ہو تو محض کمزوری کی وجہ سے اقتداء میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر تکبیرات و سلام سننے میں تکلیف ہو تو کبیر کی تقرری سے اس کا ازالہ ممکن ہے، تاہم خود امام کے لیے چاہیے کہ وہ یہ ذمہ داری کسی ایسے باصلاحیت شخص کے سپرد کر دے جو اہل محلہ کے نزدیک باعتماد ہو۔

قال ابن نجیمؒ: وأشار الی ان اقتداء القاعد خلف مثله جائز اتفاقاً وكذا الاقتداء بالاعرج أو من إبتدأه عوج وان كان

لہ وفی الہندیۃ: ویکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوۃ کلہا من الفرائض والنواقل الا فی صلوۃ الجنازة ہکذا فی النہایۃ۔ فان فعلن وقفت الامام وسطہن وبقیامہا وسطہن لا تزول الکراہۃ وان تقدمت علیہن امامہن لم تفسد صلوۃتہن ہکذا فی الجوہرۃ النیرۃ وصلاتہن فرادی افضل ہکذا فی الخلاصۃ ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة۔
ومثلہ فی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۵۱ باب الامامة۔

قال العلامة العینیؒ :- فالاولی ان یصلین وحدہن وان صلین بجماعۃ قامت امامہن وسطہن وان تقدمت جاز۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ ج ۲ ص ۳۹۲)

غیرہ اولیٰ۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۸۷ باب الامامة) لے

سوال :- ہمارے محلہ کی مسجد کا امام دونوں پاؤں سے معذور امام کی اقتداء کا حکم کیا ہے؟
 کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے، تو ایسے شخص کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- امام قاعد (بیٹھا) ہو اور مقتدی کھڑے ہوں تو ایسی صورت میں نماز جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے، البتہ اگر کوئی صحیح سلامت شخص امامت کے لیے نہ ملے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہ نسبت انفرادی نماز پڑھنے کے بہتر ہے۔

کما فی المہندیۃ: ویصح اقتداء القائم بالقاعد الذی یرکع ویسجد لا اقتداء المرائع والمساجد بالمومئ لہکذا فی فتاویٰ قاضی خان وفیہ ایضاً ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضہا بجونہ وغیرہ اولیٰ۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة) لے

سوال :- کسی شخص کے پاؤں میں کوئی تکلیف ہو جسکی وجہ سے وہ صحیح طریقہ سے کھڑا نہ ہونے والے کی اقتداء

طریقہ سے اٹھنے اور کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر پاؤں کی معذوری اس درجہ کی ہو کہ اس پر کھڑا ہونے کی قدرت نہیں رکھتا ہو بلکہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو اس کی اقتداء اس جیسے لوگوں کے لیے جائز ہے، البتہ کھڑے ہونے پر قادر لوگوں کے لیے بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی اقتداء جائز نہیں، البتہ اگر پاؤں میں عذر کی وجہ سے مکمل قیام ممکن نہ ہو لیکن پھر بھی پاؤں کے کچھ حصے یا ایک قدم پر کھڑا ہو سکے تو اس کی اقتداء جائز ہے بشرطیکہ وہ رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھتا ہو، تاہم اس کی جگہ کسی صحیح امام کی

لے قال المحقق: (قائم باحدب) وان بلغ حدیہ الركوع علی المعتمد وکن ابا عرج وغیرہ اولیٰ۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۶ باب الامامة)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة۔

لے قال المحقق: (وقائم بقاعد) یرکع ویسجد لا تہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اخر صلوٰۃ قاعداً وہم قیام ہر الدل المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۵ باب الامامة وفیہ غیرہ اولیٰ (وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۳۸۷ باب الامامة۔

اقتداء بہتر ہے۔

کما فی الہندیۃ: ویصح اقتداء القائم بالقاعد الذی یرکع ویسجد لا اقتداء بالراکع
والساجد بالمومی۔ لہذا فی فتاویٰ قاضی خان وفیہ ایضاً ولو کان لقدم اکامام عوج
وقام علی بعضہا بجوتہ وغیرہ اولیٰ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۸۔ باب الإمامۃ) علیہ
جس امام کے گھر میں شرعی حجاب نہ ہو اس کی اقتداء کا حکم **سوال**:- ایک شخص کسی مسجد کا

امام ہے لیکن اس کے گھر میں پردہ کی رعایت کے بغیر عام لوگوں کی آمد و رفت آزادی کے ساتھ رہتی ہو، باوجود قدرت کے موصوف ان لوگوں کو منع بھی نہیں کرتا، تو شرع میں ایسے شخص کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر باوجود قدرت ہونے کے اپنے گھر کی عورتوں کو حجاب پر مجبور نہ کرے اور اس کی عورتیں بے پردگی سے گھومتی پھرتی رہیں اور موصوف باوجود علم اور قدرت کے کوئی قدم نہیں اٹھاتا تو یہ شخص دیوث اور فاسق کے حکم میں ہو کہ اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔
قال المحقق (ریادیوث) ہوہی لایغار علی امرأۃ او محرمہ۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۲ باب التعزیر)

قال ابن عابدین: تحت ہذا القول (ویکرہ امامۃ عبد واعرابی وفاسق)
ای من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب
الخمر والزانی اکل الربا ونحو ذلک۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۵۵ باب الامامۃ) علیہ

سوال:- ایک شخص جس کی بیٹی یا بیوی کسی غیر محرم سے ناجائز تعلقات میں مبتلا ہو اور یہ شخص باوجود عالم ہونے کے اس پر خاموشی اختیار

لہ قال المحقق (وقائم بقاعہ) یرکع ویسجد لانه صلی اللہ علیہ وسلم صلی اخر صلواتہ
قاعداً وہم قیام۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۵ باب الامامۃ وفیہ غیرہ اولیٰ۔
ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۶۲ باب الامامۃ۔

لہ فی الہندیۃ: تجوز امامۃ الاعرابی والاعنی والبدو ولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ
الا انہا تکرہ لہذا فی المتون ج ۱ ص ۵۸۱ باب الامۃ) ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۵۔

سوال :- ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے لیکن عقائد و
احمد رضا خان کے معتقد کی اقتداء کا حکم | نظریات کے لحاظ سے احمد رضا خان بریلوی کے

مسک سے تعلق رکھتا ہے، کیا ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس کے پیچھے اقتداء جائز ہے ؟
الجواب :- اکثر بریلوی مسک کے عقائد ایسے نہیں ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتے ہوں، اگر
بعض کے ایسے عقائد بھی ہوں تو ان میں بھی تاویل ہو سکتی ہے کیونکہ کفر پر ایمان کی وجوہات کو
ترجیح دی جائے گی، البتہ ان عقائد کی وجہ سے یہ مبتدع شمار ہوگا، البتہ مبتدع ہونے کی
وجہ سے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، تاہم احتراز میں احتیاط زیادہ ہے۔

قال الحنفی (رویکرہ مبتدع) ای صاحب بدعة دہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول
کلاماً ندۃ بل بنوع شبهة وکل من کان من قبلتنا (لا یکفر بہا)
(الدر المختار علی مدرر المختار ج ۵۶ باب الامامة) لہ

سوال :- کیا اس شخص کی اقتداء جائز ہے
غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتداء کا حکم | جو کوئی ایسے غیر شرعی افعال کا اعلانیہ ارتکاب

کر رہا ہو جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو مثلاً چوری کرنا، کسی حق غصب کرنا، جھوٹ بولنا، غیر محرم
عورتوں سے میل جول، بے ریش لڑکوں سے بلا ضرورت اختلاط وغیرہ، اور وہ شرعی احکام کے تقدس
اور عظمت کی رعایت بھی نہ کرتا ہو، بے حیائی کی مجالس میں اس کی آمدورفت ہو، سینما گھروں میں آنا جانا
ہو، یہاں تک کہ بعض اوقات سینما گھروں میں رسمی طریقہ پر ختم قرآن بھی کراتا ہو ؟

الجواب :- یہ سب کا امور فسقہ ہیں، جب تک اس شخص کا یہ کردار ہو یا اس میں یہ افعال
موجود ہوں تو اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے، اس کی جگہ کسی نیک شخص کی اقتداء کرنی چاہیے، البتہ

لہ قال ابن نجیم: تحت هذا القول (اما المبتدع) وعرفها الشئ بانها ما احدث على خلاف الحق
المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان
وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً واطلق المصنف في المبتدع فشمّل كل مبتدع
هو من اهل قبلتنا وقيدہ في المحيط والخلاصة والمجتبیٰ وغيرها بان لا تكون
بدعتہ تکفراً فان كانت تکفراً فالصلاة خلقه لا يجوز له الجوار النجس ج ۳۲۹ باب الامامة
وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ م ۱۸ باب الامامة۔

اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد اس کی اقتداء میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین تحت هذا القول ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق اي من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يتركب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الرباء ونحو ذلك - رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة ۱۷

سوال :- ایک حافظ قرآن سال بھر دائرہ منڈوانا کے لیے دائرہ منڈوانے والے کی اقتداء کا حکم ہے صرف رمضان آنے پر نماز تراویح میں قرآن سناتے

کے لیے دائرہ منڈوانا ہے، اپنی دائرہ منڈوانے کے لیے وہ یہ عذر پیش کرتا ہے کہ ابھی میرے چہرے پر پورے طریقہ سے دائرہ منڈوانا نہیں آئی ہے جب پوری دائرہ منڈوانا آئے گی تو رکھوں گا، فی الحال یہ دائرہ منڈوانا مکتبی ہے، اسی عذر کی بناء پر دائرہ منڈوانا ہوں، کیا عند الشرع ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے؟

الجواب :- دائرہ منڈوانا ناقص ہو یا مکمل ہر صورت میں منڈوانا ناجائز اور حرام ہے، دائرہ منڈوانے کے لیے مذکورہ عذر پیش کرنا سنت رسول کے مقابلہ میں اپنی خواہش کی تابعداری کے مترادف ہے، ایسے امام کی اقتداء دیگر فاسق و فجور کے حکم میں ہو کر مکروہ تحریمی ہے جب رمضان سے قبل اور بعد میں دائرہ منڈوانا نہ رکھتا ہو صرف رمضان میں دائرہ منڈوانا کی حجامت سے باز رہنے کو دائرہ منڈوانا کا رکھنا نہیں کہا جاسکتا ہے، تاہم اگر رمضان سے قبل مستقل طور پر توبہ نکال کر آئندہ کیلئے دائرہ منڈوانا رکھنے اور پھر کبھی نہ منڈوانے کا عزم کر لے تو پھر اس کی اقتداء جائز ہے۔

قال ابن عابدین واما الفاسق فقد علوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامرئيه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانتة شرعاً - (رد المحتار ج ۱ ص ۵۶ باب الامامة) ۱۸

۱۷ وفي الهندية تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة الا انها تكره هكذا في المتون - (فتاوى هندية ج ۱ ص ۸۵ باب الامامة) ۱۸ وفي الهندية تجوز امامة الاعرابي والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة الا انها تكره هكذا في المتون - (فتاوى هندية ج ۱ ص ۸۵ الفصل الثالث في بيان من يصلح اماماً لغيره) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۸۱ باب الامامة -

امام مسجد کا عشاء کے وتر پڑھے بغیر نماز فجر پڑھا نا | سوال :- ہماری مسجد کے امام صاحب

صبح کو علم ہونے کے باوجود کہ میں نے وتر نہیں پڑھے تھے نماز فجر کے علاوہ اور بھی نمازوں کی امامت کرائی، ان نمازوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ قضاء شدہ وتر کے یاد آنے کے باوجود امام صاحب نے جو نمازیں پڑھائیں وہ تب فاسد ہوں گی جب قضاء شدہ وتروں کو پانچویں نماز کا وقت ختم ہونے کے اندر اندر قضا کیا ہو، اگر پانچویں نماز کا وقت خارج ہونے کے بعد قضاء شدہ وتر نماز ادا کی ہو تو پھر یہ نمازیں فاسد نہ ہوں گی۔

قال العلامة الحصكفي: (وفله يعجز) تفريع على اللزوم (فغير من تذكر أنه لم يؤتر - الدر المختار على صدر رد المختار ج ۱ ص ۸۸ باب قضاء الفوائت مطلب في تعريف الاعادة) قال العلامة ابن عابدين: (وقساد اصل الصلوة موقوف عند أبي حنيفة سواء ظن وجوب الترتيب أو لا فان كثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستاظهر صحتها بخروج وقت الخامسة التي هي سادسة الفوائت الخم وفي رد المختار: قوله (فان كثرت) أي الصلوة التي صلاها تاركاً فيها الترتيب بان صلاها قبل قضاء الفائتة ذكر أنها وهذا التفريع لبيان قوله موقوف وتوضيحه انه اذا قاتته صلوة ولو تدا فكلما صلى بعدها وقتية وهو ذكر لتلك الفائتة فان قضاها بعد ان يصلي بعدها خمس صلوة صار الفساد باثماً وانقلبت الصلوة التي صلاها قبل قضاء المقضية نقلاً وان لم يقضها حتى خرج وقت الخامسة وصارت الفواسد مع الفائتة ستا انقلبت صحيحة لانه ظهرت كثرتها ودخلت في حد التكرار المسقط للترتيب وبيان وجه ذلك في البحر وغيره - رد المختار على الدر المختار ج ۱ ص ۸۹ باب قضاء الفوائت، تحت مطلب في تعريف الاعادة (ص ۸۸)

لصوفي الهندية: فالاصل ان عند أبي حنيفة مراعاة الترتيب بين الفائتة والوقتية كما تسقط بكثرة الفوائت تسقط بكثرة المؤدى كذا في المحيط -
والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۲ الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت (ص ۱۲۲)

کسی پر بہتان لگانے والے کی اقتداء کا حکم | سوال :- ایک شخص نے کسی پر بہتان

لگا کر تو نے اپنے بھائی کی بیوی سے بُرا فعل کیا ہے، حالانکہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے، شرعی اعتبار سے اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :- بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ بہتان ہو اور اس شخص نے توبہ نہ کی ہو تو پھر بہتان لگانے کی وجہ سے یہ شخص فاسق ہو گیا ہے اور صالحین کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اکیلے نماز پڑھنے سے کسی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة
لکن لا ینال مثل ما ینال خلف تقی کذا فی الخلاصۃ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱)
الفصل الثالث فی بیان من یصلح اما ما لغیرہ (۱)

سوال :- اگر کسی شخص کا ہاتھ زخمی ہو اور اس نے پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتداء کا حکم اس پر پٹی باندھ رکھی ہو اور وہ وضو کرتے وقت پٹی

پر مسح کرتا ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اعداء شرعاً مقبول ہیں، اگر یہ شخص عذر شرعی کی بناء پر پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھاتا ہو اور اس زخم سے از خود پیپ وغیرہ نہ بہتی ہو تو فقہی ذخائر کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے اور نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الہندیۃ : ویجوز اقتداء الفاسل بما صح الخف وبالماسح علی الجبیرۃ وکذا امامۃ المفتصد لغيرہ اذا کان ^{من الاعماء} یا من خروج الدم -
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱) فصل فی من یصلح اما ما لغیرہ (۲)

۱ قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری : ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة
لکن لا ینال مثل ما ینال خلف تقی - (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱) الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء
۲ قال العلامة حسن بن عمار : وصح اقتداء فاسل بما صح علی الخف والجبیرۃ او خرقة قرحت
لا یسئل منها شیء - (مراقی الفلاح مع لمحات طحاوی ج ۱) باب الامامۃ

صدقۃ الفطر جبراً وصول کرنے اور لوگوں کو مسجد سے منع کرنے والے امام کی اقتداء کا حکم

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک پیش امام نے ایک مولوی صاحب کو اپنی مسجد سے اس سبب سے منع کر دیا کہ وہ بچوں کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے، پیش امام نے مولوی صاحب کا درس قرآن مجید اپنی مسجد میں اس لیے بند کر دیا کیونکہ اسے یہ خدشہ تھا کہ وہ مجھ سے امامت چھین لے گا، اس پر لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔

دوسرا اس کے مقتدیوں کا قول ہے کہ یہ امام دل میں بہت زیادہ بغض رکھتا ہے تیسرا اس کا یہ معمول ہے کہ خواہ کوئی غریب ہو یا امیر سب سے جبراً صدقۃ الفطر وصول کرتا ہے، اگر کوئی نہ دے تو اس کو نماز میں اپنے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کر دیتا ہے۔ اب اس کے اس سخت رویہ کی وجہ سے تمام مقتدی اس سے بھاگ گئے ہیں اور صرف دو آدمی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بصورت کراہیت ہے یا عدم کراہیت؟ اور لوگ پیش امام کے اس سخت رویہ کی وجہ سے اپنی مسجد چھوڑ کر تقریباً تین ماہ سے دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو کیا وہ گنہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب :- شریعت کی رو سے امام دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جسے محکمہ اوقاف یا خود واقف نے منصب امامت پر اسے مقرر کیا ہو اور وقت کی آمدنی سے اس کے لیے وظیفہ بصورت تنخواہ امامت مقرر کیا گیا ہو، ایسے امام کو فقہائے احناف نے اہل وظائف میں شمار کیا ہے۔ اور اس کو وہ امام الحمل اور منصوب الواقف کے ناموں سے ذکر کرتے ہیں اور کبھی اُسے ذو وظیفہ بھی کہتے ہیں، ایسے پیش امام کے بارے میں فقہائے اہل بیت لکھا ہے کہ اُسے شرعی مجرم یا نااہل کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، فلا یحل للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحة وعدم اہلیۃ ولو لم یصح۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۷)

دوسری قسم کا پیش امام وہ ہے جسے اہل محلہ نے امام مقرر کیا ہو اور اہل محلہ ہی سے اُسے اپنی آمدنیوں سے تنخواہ بصورت اجرت امامت دے رہے ہوں تو ایسے پیش امام کو نہ تو اہل وظائف میں شمار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے عزل کا وہ حکم ہے جو پہلی قسم کے

امام کا ذکر اور پر کیا گیا ہے بلکہ اس کی حیثیت محض اجیر خاص کی ہے اور قوم کے ساتھ عہدِ امامت ایک عقدِ اجارہ ہے، لہذا ایسے پیش امام پر اجیر خاص کے اور اس کی امامت پر عقدِ اجارہ کے احکام جاری ہوں گے جس کی تفصیل درج ذیل ہے :-

ابتدائی تقرر: فقہاء کرام نے اس کے ابتدائی انتخاب اور تقرر کے بارے میں یہ تصریحات ذکر کی ہیں کہ اگر قوم اور اہل محلہ سب اس کی امامت پر متفق ہوں تو بلا کسی نزاع کے اسے منتخب کیا جائے گا۔ اور اگر قوم میں اس کے انتخاب کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔

در مختار ج ۱ ص ۵۲۳ میں جہاں احقیق الامامت پر بحث کی گئی ہے وہاں یہ لکھا گیا ہے: والحق بالامامة تفديماً بل نصيباً لا علم بالحكام الصلوة الخ فان استودع فيقرع او الخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبرا كثرهم — اس عبارت میں ملاحظہ یہ ذکر پایا جاتا ہے کہ نصب الامام میں اگر قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اکثریت کی رائے پر عمل کیا جائے گا اور اس کا اعتبار ہوگا۔ یعنی اکثریت اس کے تقرر اور انتخاب پر متفق ہو تو اسے امام منتخب کیا جائے گا ورنہ نہیں — باقی رہا اس کے عزل کا مسئلہ تو اس کے بارے میں مسلمہ قواعد کی روشنی میں شرعی حکم یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس کے ابتدائی تقرر اور انتخاب میں اکثریت کی رائے معتبر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر اس کے عزل میں اختلاف واقع ہو جائے تو اکثریت کی رائے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس میں بھی اگر اکثریت اس کے عزل پر متفق ہو تو اسے معزول کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قوم کے لیے ہر حالت میں پیش امام کو معزول کرنا جائز ہے اور اس میں شرعاً کوئی گناہ نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر کسی شرعی نقص اور عیب کی وجہ سے اسے معزول کر دیا گیا تو عزل کا فیصلہ بھی نافذ ہے اور اگر اس میں کوئی شرعی عیب بھی نہیں ہے اور اسے ذاتی عناد یا کسی دنیوی معاملہ کی بنیاد پر معزول کر دیا گیا تو قوم کا یہ اقدام جرم اور شرعاً گناہ ہے مگر عزل کا فیصلہ نافذ ہوگا اور پیش امام کو معزول سمجھا جائے گا، اور کسی فعل کے جرم اور گناہ ہوتے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے سے نافذ اور کسی وجہ میں معتبر ہی نہ ہو اس لیے فقہاء کے مسلمات میں بکثرت نظائر موجود ہیں، (۱) قاضی کا کسی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کر دینا (۲) ایفون کی بیع رس قربانی کی کھانوں کی بیع پس طرح

شرعی جرم اور نقص کے بغیر اگر قوم نے پیش امام کے عزل کا فیصلہ کر دیا تو اگرچہ قوم اس فیصلہ کی وجہ سے گناہگار ہوگی مگر عزل کا فیصلہ بہر حال نافذ ہوگا اور پیش امام کو معزول سمجھا جائے گا اس کیلئے فقہاء کے مسلمات کی روشنی میں وجوہات مندرجہ ذیل ہیں :-

وجہ اول: عقد امامت ایک قسم کا عقد اجارہ ہے، اور جب قوم کل یا اس کی اکثریت اس عقد پر امضاء کرنے کے لیے تیار نہ ہو، اور کسی صورت میں اس کو امام نہیں رکھنا چاہتی ہو تو ایسی صورت اور حالت میں ظاہر ہے کہ عقد امامت کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، لوگ نماز باجماعت کو یا تو اکثر چھوڑ دیں گے یا ایک ہی مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں مختلف اماموں سے کرائی جائیں گی اور یہ طرز عمل امامت کے اصل مقصد اور غرض و غایت ہی کے منافی اور جرحہ کو کاٹ دینے والا ہے۔ اور ایسے مواقع میں بارہا اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے، فساد کا بھی قوی ذریعہ ہے۔

وجہ دوم: اور جب اس اجارے کا اصل مقصد اس صورت میں حاصل نہیں بلکہ فوت ہو جاتا ہے، تو چاہیے کہ یہ اجارہ فسخ کر کے امام مذکور کو معزول کر دیا جائے اور کسی دوسرے صالح اور دیندار پیش امام کا انتخاب کیا جائے کہ جس پر قوم متفق ہو تاکہ امامت کا اصل مقصد جو کہ اقامت جماعت ہے فوت نہ ہونے پائے۔ ایسی صورتوں میں فقہاء کرام نے فسخ اجارہ کی تصریحات کی ہیں، اس کے امثلہ کتب فقہ میں کتاب الاجارہ کے عنوان سے موجود ہیں، وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

وجہ سوم: عزل کو ابتدائی تقرر پر قیاس کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کل قوم یا اس کی اکثریت در صورت اختلاف معزول کرنے کی مجاز ہے اور اس کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر قوم کی اکثریت پیش امام کی مخالفت ہو اور نماز پڑھنا اس کے پیچھے چھوڑ دے تو امام کو امامت کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ قال احمد: اذا کرهه واحد او ثلثان او ثلاثة فله ان یصلی بهم حتی یکوہ اکثر الجماعۃ۔ الخ (مروقات)

احناف نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کوئی اختلاف ظاہر نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم احناف بھی اس کے مخالف نہیں ہیں، نیز فقہاء احناف رحمہم اللہ نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر پیش امام میں کوئی شرعی عیب ہو اور اس

وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوں تو گناہ امام پر ہے، اور اگر امام میں کوئی شرعی عیب نہ ہو اور مقتدی بلا وجہ اس سے ناراض ہو کر دوسری جگہ نماز پڑھتے ہوں تو گناہ اُن پر ہے۔
 وَلَوْ أَتَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ - اِنْ الْكَرَاهَةَ بِفَسَادٍ فِيهِ اَوْ لَانْتِهَامِ احْقَ
 بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ كَرِهًا لَهُ ذَٰلِكَ تَحَرَّىٰ مِمَّا لِحَدِيثِ ابْنِ دَاوُدَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَوةً
 مِنْ تَقْدِمِ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ (روان ہوا حق) لَا وَالْكَرَاهَةَ عَلَيْهِمْ۔

(الدر المختار بمباحث رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۲)

اس تمہید کو مد نظر رکھتے ہوئے صورت مسئلہ مذکورہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیش امام صاحب کی حیثیت دوسرے قسم کے پیش امام کی ہے جو ابیر خاص کے حکم میں ہے، اور پہلی قسم کے امام کی نہیں کہ اس کو اہل وظائف میں شمار کیا جاسکے۔ اور مسئلہ عنہ پیش امام کے وہ نقائص جس کی وجہ سے تمام قوم اس سے ناراض ہو کر دوسری مسجدوں میں نمازیں پڑھتی ہے جس کی وجہ سے عقد امامت کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے، یہ وہ نقائص ہیں جو شرعاً معتبر ہیں، لہذا اگر کل قوم یا اکثریت اس عقد کو فسخ کر کے امام مذکور کو معزول کر دے اور اس کی جگہ دوسرے کسی صالح اور دیندار شخص کو پیش امام مقرر کرے جس پر تمام قوم متفق ہو تو قوم کا یہ عزل نافذ ہوگا، اور اس طرح امامت کا اصل مقصد بھی فوت نہ ہونے پائے گا اور قوم بھی گنہگار نہ ہوگی، کیونکہ یہ عزل بوجہ نقص شرعی کے ہوگا۔ اور اگر مذکورہ پیش امام صاحب باوجود کل قوم یا اکثریت کے ناراض ہونے کے بدستور نمازیں پڑھانے پر بے بند ہو اور لوگ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں بلکہ دوسری مسجدوں میں پڑھیں تو گناہ پیش امام پر ہے قوم پر نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

باب القراءة (قرأت کے احکام و مسائل)

السؤال :- سورة الفاتحة میں **الترحمين** الترحيم میں اتصال ہے یا انفصال؟ فصل کرنے میں کون سا طریقہ بہتر ہے؟

الجواب :- الترحيم الترحيم میں اتصال و انفصال دونوں طریقے جائز ہیں، اس سے نمازی کوئی کراہیت یا فساد لازم نہیں آتا۔ البتہ قرأت میں اتصال و انفصال کی تفسیر و تفصیل قرآن مجید سے پوچھی جائے۔

وصل حرف من كلمة بحرف من كلمة اخرى ان وصل حرفاً من كلمة بحرف من كلمة اخرى نحو الله
قرأ اياك نعبد ووصل الكاف بالنون او غير المفضوب عليهم ووصل الباء بالعين
او سمع الله لمن حمده ووصل الهاء من الله باللام فالصحيح انه لا يفسد ولو تعدد
ذلك (خلاصة الفتاوى ج ۱۲ باب في زلة القاري) ل

سؤال :- ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب **انا کو ان اور ارسلنا کو ارسلن پڑھنا** ہمیشہ قرأت میں غلطی کرتے ہیں، مثلاً

قرأت کرتے وقت کئی ایسے مقام بہاں لفظ انا ہوتا ہے لیکن ہمارے مولوی صاحب ان پڑھتے
ہیں، ایسے ہی ارسلنا کے بجائے ارسلن پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی اغلاط کرتے
ہیں۔ کیا ان اغلاط کی وجہ سے نماز میں کوئی فساد تو نہیں آتا؟

الجواب :- اگر قرآن مجید کے الفاظ میں کمی اور زیادتی سے معنی میں تغیر نہ آئے تو نماز فاسد
نہیں ہوتی، البتہ قاری کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی قرأت کو درست کرے۔

لہ فی الہندیۃ : ان وصل حرفاً من كلمة بحرف من كلمة اخرى نحو ان اياك نعبد
ووصل الكاف بالنون او غير المفضوب عليهم ووصل الباء بالعين او سمع الله لمن
حمده ووصل الهاء من الله باللام فالصحيح انه لا يفسد وكذا لو تعدد ذلك۔

(الہندیۃ ج ۱ ص ۷۹ الفصل الخامس فی ثلثة القاری)

چونکہ صورت مسئلہ میں جمع متکلم کا صیغہ جمع مؤنث غائب کا بناء ہے جو فساد معنی کو مستلزم ہے جس کی بناء پر نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر سامع کے سننے میں جمع مؤنث کا صیغہ ہو لیکن قاری صاحب نے جمع متکلم پڑھا ہو تو اس صورت میں نماز بلا کراہت درست ہے تاہم قرأت کو وضاحت سے پڑھنا چاہیے۔

قال الحصکفی: ومنها القرآن بالالحن ان غیر المعنی والالاف حرف مد ولین.... فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف۔

(الدر المختار ص ۲۳۰ المختار ج ۱۳ باب ما یفسد الصلوۃ) **سوال :-** ایک مسجد کے امام صاحب نے فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں سورۃ اخلاص پڑھی، کیا ایسا کرنے سے نماز کچھ

اثر پڑے گا؟

الجواب :- نوافل میں تکرار سورۃ جائز لیکن غیر اولیٰ ہے، البتہ فرائض میں تکرار سورۃ مکروۃ تنزیہی ہے، اس سے نماز میں کوئی فساد لازم نہیں آتا۔

قال الحصکفی: لا بأس ان یقرأ سورۃ ویعید ہا فی الثانیۃ۔

قال ابن عابدین: افاد انه یکرہ تنزیہاً وعلیہ یحمل جزم القنیۃ بالکراہۃ ویحمل فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام لذلک علی بیان الجواز هذا اذا لم یضطر۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۵۴۶ باب القراءة) ۲

۱۔ اما ان قرأ حرفاً مکان حرف او زاد حرفاً ونقص او قدم المؤخر او اخر المقدم واما ان کان کلمۃ مکان کلمۃ او نراد کلمۃ ونقص او قدم او اخر واما ان قرأ ایتۃ مکان ایتۃ ونقص او زاد مقدم المؤخر او اخر المقدم اما اذا قرأ حرفاً مکان حرف ولم یغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون لا یفسد۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۶۱ الفصل الثانی عشر ذلۃ القاری)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۹۹ الفصل الخامس في ذلۃ القاری۔

۲۔ وفي الاصل اذا قرأ سورۃ واحدة في ركعتين اختلف المشائخ رحمهم الله فيه واكاهم انه لا یکرہ ولكن لا ینبغي ان یفعل ولو فعل لا بأس به۔

(خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۹۶ الفصل الحادی عشر فی القراءة)

سوال :- ہمارے مسجد کے امام صاحب اکثر مغرب کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ کا پڑھنا

عام کتابوں میں مغرب کی نماز میں چھوٹی سورتوں کے پڑھنے کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ کیا مغرب کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ پڑھنے سے نماز پر کوئی اثر پڑھتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں بہتر یہ ہے کہ امام صاحب مقتدیوں کی رعایت رکھ کر قرأت کریں کیونکہ مقتدیوں میں سے بعض بیمار اور کمزور بھی ہوتے ہیں، اس لیے فقہاء کرام نے نماز میں طوالت قرأت کو مکروہ جانا ہے، البتہ طویل قرأت سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں کئی مرتبہ سورۃ الطور اور سورۃ المرسلات پڑھی ہے۔ لما قال العلامة حماد بن الحسن الشرنبلالی: وكره للامام تطويل الصلوة لما فيه من تنفير الجماعة لقوله عليه السلام من أَمَّرَ فليتحقق۔ قال العلامة احمد الطحطاوى تحت قول تطويل الصلاة بقراءة او تسبيح او غيرهما۔ (الطحطاوى ۲۴۶ باب الامامة) ۱۷

عن جبير بن مطعم عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بالطور۔

عن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بالمغرب بالمرسلات۔ (الصحيح المسلم ج ۱ باب القراءة في المغرب) ۱۸

۱۷ قال العلامة الحصكفي: ويكره تحريماً تطويل الصلوة على القوم زائداً على قدر السنة في قراءة واذكار، رضى القوم ام لا لاطلاق الامر بالتخفيف۔ (رد المحتار ج ۵۶ باب الامامة)

۱۸ وعن جبير بن مطعم عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بالطور۔

وعن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بالمرسلات۔ (كلاهما في البخاري ج ۱۸ باب الجهر في المغرب) ومثله في المشکوٰۃ ج ۱ باب القراءة في الصلوة۔ ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۷۹

سورة اور تکبیر میں وصل کرنا | سوال :- ہماری مسجد کے امام صاحب آخری دس سورتوں میں سے جب بھی کوئی ایک سورة نماز میں پڑھتے ہیں تو رکوع میں

جاتے وقت تکبیر کو سورة سے ملا کر کہتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا غلطی ہے بلکہ جب سورة کے آخر میں پہنچا جائے تو سورة کے آخر اور تکبیر کے درمیان نہ وقایہ کی زیادتی کی جائے، بغیر نہ زائد کرنے کے پڑھنا صحیح نہیں، جبکہ ہمارے امام صاحب جواز کے قائل ہیں۔ کیا وصل کے وقت نہ کا پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایک کلمے کو دوسرے کلمے سے اس طور پر ملا کر پڑھنا جس سے معنی میں فساد پیدا ہوں درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے، لہذا اللہ اکبر کو سورة کے آخری لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھنا عدم فساد معنی کی وجہ سے جائز ہے، البتہ وصل کی صورت میں نون وقایہ قرأت کے قواعد کی بناء پر بڑھایا جائے گا۔ تاہم چونکہ اس صورت میں اللہ اکبر کا سورة کے جزو ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے بغیر ملائے پڑھنا افضل ہے۔

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری: ان وصل حرف من کلمة بحرف من کلمة اخرى ان وصل حرفاً من کلمة بحرف من کلمة اخرى نحو ان قرأ ایاک نعبد ووصل الکاف بالنون او غیر المفضوب ووصل الباء بالعين او سمع الله لمن حمده ووصل الهاء من الله باللام فالصحيح انه لا یفسد وکذا او تعمد ذلک۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۱۲۱ ذلة القاری) ۱۷

قرأت کی تقدیم و تاخیر | سوال :- ایک مولوی صاحب نے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورة البقرہ سے کچھ آیات کی تلاوت کیں جبکہ دوسری

رکعت میں سورة البقرہ سے کچھ آیات کی قرأت کی۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے کہ آیات میں تقدیم کر دی جائے یا بعض میں تاخیر کر کے پڑھی جائیں؟

الجواب :- قرآن مجید کی بالترتیب تلاوت کرنا آداب تلاوت میں سے ہے اسلئے

۱۷ وفي الهمدية: ان وصل حرفاً من کلمة بحرف من کلمة اخرى نحو ان قرأ ایاک نعبد ووصل الکاف بالنون او غیر المفضوب علیہم ووصل الباء بالعين او سمع الله لمن حمده ووصل الهاء من الله باللام فالصحيح انه لا یفسد ولو تعمد ذلک۔ (الفتاوی الهمدية ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل الخامس فی ذلة القاری)

محققین فقہاء کے ہاں قرآن کریم کی منکوس تلاوت مطلقاً مکروہ ہے، صرف بچوں کی تعلیم کے لیے منکوس تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔
 اگرچہ بعض فقہاء نے داخل صلوٰۃ منکوس تلاوت کرتے میں فرائض یا نوافل کا کچھ فرق کیا ہے لیکن محققین کے ہاں مطلقاً منکوس تلاوت چاہے داخل نماز ہو یا خارج نماز، کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة عمار بن حسن الشبرنبیلی: ویکرہ قرأة سورة فوق التي قرأها۔
 قال ابن مسعود: من قرأ القرآن منکوساً فهو منکوس وما شرع لتعليم الاطفال الا
 کتبیر الحفظ یقصر السور۔ (مراقی الافلاح علی صد الطحاوی ص ۲۸۶ باب مکروها الصلوٰۃ)

سوال :- دیہات میں معمولی علم رکھنے والے بعض فجر کی نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنا

اگر مساجد کو قرآن مجید کی چند مختصر سورتیں یاد ہوتی ہیں بڑی سورتیں یاد نہیں ہوتیں۔ تو کیا فجر کی نماز ان چھوٹی سورتوں سے پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟
الجواب :- فجر کی نماز میں مستحب یہ ہے کہ اسفار میں نماز شروع کرے، کم از کم چالیس آیات کی مقدار کے مطابق قرأت کرے۔ اگر نماز میں کچھ فساد ہو جائے تو دوبارہ سنت کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھ سکے، اگر اتنی تاخیر کی جائے کہ اس سے نماز میں فساد آجائے تو دوبارہ اسے استحباب کے طریقہ سے نہ پڑھی جاسکے، اچھا نہیں سمجھا گیا۔

البتہ اگر کوئی چھوٹی سورتیں پڑھتا ہے اور اس پر اس کا دوام ہے تو اس نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین پر فجر کی نماز پڑھائی ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین فی الجامع الصغیر: یقرأ فی الفجر فی الرکعتین

لما قال العلامة الحسینی: ویکرہ الفصل سورة قصیة وان یقرأ منکوساً۔ قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله وان یقرأ منکوساً بان یقرأ فی الثانیة سورة الاعلیٰ مما قرأ فی الاولیٰ الان الترتیب السورة فی القراءة من واجبات التلاوة وانما جواز الصغار تسهیلًا لضرورة التعلیم۔ رد المحتار ج ۵ ص ۵۲۶ فصل فی القراءة، مطلب الاستماع للقرآن غرض کفایة)

وَمِثْلُهُ فی فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۹ باب صفة الصلوٰۃ۔

سورة الفاتحة وقد مر اربعين او خمسين واختصر في الاصل على الاربعين۔ الخ
(رد المحتار ج ۱ ص ۵۴ فصل في القراءة)

وقال العلامة ابن عابدینؒ: كما ذكر انه صلى الله عليه وسلم قرأ بالمعوذتين
في الفجر۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۵ باب الامامة۔ مطلب اذا صلى الشافعي قبل الحنفي۔ الخ) له

سوال: بعض مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ امام
صاحب فرض نماز اور خصوصاً تراویح میں، اسی طرح
بعض لوگ افراد ابہت تیز قرأت کرتے ہیں اور بہت جلد نماز سے فارغ ہونے کی
کوشش کرتے ہیں، کیا شرعاً ایسا کرتا جائز ہے؟

الجواب: قرآن مجید کو اگر تیز روانگی سے پڑھا جائے بشرطیکہ تلفظ صحیح ہو
اور حروف میں کمی نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ اتنا تیز پڑھنا کہ جس
سے الفاظ میں غلطی یا کمی بیشی پیدا ہو جائے جائز نہیں۔

قال الحصكفي: ويجتنب المنكرات هذا الامامة المقرأة۔
قال ابن عابدینؒ: ای سرعة الكلام والقراءة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۴ فصل في التراویح)

له قال العلامة السيد احمد الطحطاوی: واختلف الاثر في حد ما يقرأ في كل صلوة
وفي الجامع الصغير انه يقرأ في الفجر في الركعتين جميعاً اربعين او خمسين او ستين اية
سورة الفاتحة۔ وروى الحسن ما بين ستين الى مائة فالمائة اكثر ما يقرأ فيها ولا يرجو
اقل، الخ۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی ۲/۱۳ فصل في بيان سننها)

قال يؤيده ما في الصحيحين انه صلى الله عليه وسلم قرأ بالمعوذتين
في الفجر فلما فرغ قالوا له او جرت قال سمعت بكاء صبي۔

(طحطاوی حاشیہ مراقی ۲/۲۶ فصل في بيان احق بالامامة)
وَمَثَلُهُ في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۵۱ باب الامامة۔ والفتاوى الهندية ج ۱
الفصل الرابع في القراءة۔

له ويكره الاسراع في القراءة وفي اداء الاركان كذا في السراجية۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۸ فصل في التراویح)

ظہر وعصر کی فرض نماز میں مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا | **سوال:** ظہر وعصر کی فرض جماعت میں

جبکہ امام سر اقرأت کرتا ہے، اگر مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟
الجواب: فقہ حنفی میں مقتدی کے لیے چاہے امام سر اقرأت کرے یا جہراً قرأت کرے، خاموش رہنا ضروری ہے، اور مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

قال المحقق المومل لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السریة اتفاقاً وما نسب لمحمد (ضعیف) کما بسطہ الکمال فان قرأ کرہ تحریمًا... (بل یسمع) اذا جهر (وینصت) اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذ اقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ (الدر المختار علی صمدیۃ المختار ج ۱ ص ۵۴۴ فصل القراءة) لہ

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب قرأت میں امام کا حد سے تجاوز کرنا

جہری نمازوں میں اتنی بلند آواز سے قرأت کرتے ہیں کہ دور دور تک سنائی دیتی ہے جبکہ مسجد میں چند ایک لوگ ہوتے ہیں، اگر امام صاحب ذرا آہستہ قرأت کریں تب بھی سب کو آسانی سے سنائی دیتی ہے۔ کیا جہری نمازوں میں حد سے زیادہ بلند آواز میں قرأت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا اہل کلمے واجب ہے، البتہ اتنی بلند آواز سے قرأت کرنا کہ جس سے لوگ بھی تنگ ہوں، اور اپنی بشری طاقت سے بھی تجاوز کرے، یہ مکروہ تنزیہی ہے، احسن یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس سے نماز میں کوئی فساد لازم نہیں آتا۔

ولا یجهر الامام نفسه بالجهر کذا فی البحر الرائق، واذ اجهر الامام فوق حجة الناس

لہ قال الامام محمد بن الحسن الشیبانی: لا قرأۃ خلف الامام فیما جہر فیہ ولا فیما لم یجہر بذلک جاءت عامۃ الآثار وهو قول ابی حنیفۃ۔

(موطا امام محمد ص ۹ باب قرأۃ الامام)

ومثله فی فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۷ فصل فی القراءة۔

فقد اساء لان الامام انما يجهر لسمع القوم ليد بروا في قراته ليحصل احضار القلب كذا في السراج الوهاج - (الهندية ج ۲) واجبات الصلوة (۱)

سوال :- ہماری مسجد کے امام صاحب نے نماز میں ایک آیت طویلہ کا پڑھنا

السَّمُوت سے اَلْمَصِير تک قرات کی، جو دو آیتیں بنتی ہیں، اور دوسری رکعت میں لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اِلَّا اَخْرَاجَ تک قرات کی جو ایک آیت بنتی ہے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ یہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ دوسری رکعت میں ایک آیت پڑھی گئی ہے اور پہلی رکعت میں دو آیتیں، جبکہ قراۃ کے لیے تین آیات شرط ہیں، لہذا اس سے نماز نہیں ہوئی۔ اعتراض کرنے والے نے اپنی نماز کا اعادہ کیا، جبکہ امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ نماز ہو گئی، کیونکہ نماز میں اگر ایک آیت طویلہ پڑھ لی جائے جو تین آیات قصیرہ کے برابر ہو تو اس سے نماز ہو جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک آیت طویلہ (جو تین آیات قصیرہ کے برابر ہو) پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں قرات کی مقدار تین آیات قصیرہ یا ایک آیت طویلہ ہے، اور آیات قصیرہ کی مقدار سورۃ النکوثر اور سورۃ عبس کی پہلی آیات ہیں۔ صورت مسئلہ میں چونکہ امام صاحب نے ایک آیت طویلہ پڑھی ہے جس کی مقدار ان دونوں سے زیادہ بنتی ہے لہذا اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں آیا اور نہ ہی یہ نماز واجب الاعادہ ہے۔

اما الجواز ان قرأ فی کل رکعة من صلوة باية اجزاء قصيرة كانت الآية او طويلة وهو مسئى وهذا عند ابی حنیفة وعندهما لا یجزيه ما لم یقرأ فی کل

له قال السيد احمد الطحطاوى: ولاولى ان لا یجهد نفسه بالجهر بل بقدر الطاقة لان اسمع بعض القوم یكفی والمستحب ان یجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء كما لو جهر المصلی بالاذکار فہستاقى عن كشف الاصول -

(طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۴۲ فصل فی واجبات الصلوة)

وَمَثَلُهُ فِي رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۹ باب الاما، مطلب فی رفع المبلغ صوزیادة علی الحاجة -

رکعت ثلاث آیات قصار اداية طويلة وهذا قول ابی حنیفة اولی۔

(خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۹۳ فصل فی القراءة) له

سوال :- ہمارے علاقہ میں لفظ (ض) کے تلفظ پر علماء کے مابین بہت سخت اختلاف ہے، حتیٰ کہ کفر و اسلام کا فرق (ض) کا پڑھنا قرار دے دیا گیا ہے۔ بعض اس حرف کو ذال کے مشابہ پڑھتے ہیں اور بعض ظ کے مشابہ پڑھتے ہیں اور بعض ذال اور زال کے مشابہ پڑھتے ہیں۔ البتہ اگر صفات و مخارج کی رعایت رکھ کر اس کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو قدرے ظا کے مشابہ ہوتا ہے۔ کیا اس حرف کو مذکورہ حروف کے مشابہ پڑھ لیا جائے تو اس سے نماز میں کوئی کراہت یا فساد لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- تلفظ کے دوران اگر ایک حرف کو دوسرے حرف میں تبدیل کرنے سے معنی میں تغیر آتا ہو تو بالاتفاق اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی اگر ض کو ذال، ذال، ذال، ظ سے بدل کر بعینہ ذال و ظا پڑھا جائے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اگر ض کو اپنے مخارج و صفات سے ادا کرنے پر کسی دوسرے لفظ کے مشابہ آواز نکل جائے لیکن صراحتہ فرق و تمیز نظر نہ آئے اور نہ ہی بلا مشقت کے ان کے درمیان میں فرق کیا جاسکے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر صراحتہ تمیز ہو جائے تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله لا ما يشق) قال في الخاتمة والخلاصة الاصل فيما اذا ذكر حرفاً مكان حرفٍ وغير المعنى ان امكن الفصل ما بيدهما بلا مشقة تفسد ولا يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين، والصاد مع السين

له قال المحصفي: قرأ المصلي لو اماً ما او منقوداً الفاتحة وقرأ بعدها وجوباً (سورة او ثلاث آيات) ولو كانت الآية او الايتان تعدل ثلاث آيات قصاراً اشقت كراهة التحريم ذكره الحلبي ولا تنتفي التنزيهية الا بالمسنون۔

(الدر المختار على صدر رد المختار ج ۱ ص ۲۹۱ صفة الصلوة)

ومثله في كبرى ۲۸ باب القراءة۔

المہملتین والطاء مع التاء قال اکثرہم لا تفسد۔ (رد المحتار ج ۱۳۳ لہ القاری) لہ
سوال :- اگر کوئی امام صراط الذین کے بجائے سراط
 ص کی جگہ س پڑھنا

الجواب :- اگرچہ ایک حرف کا دوسرے حرف سے اس طور پر بد لنا جس سے معنی
 میں تبدیلی واقع ہوتی ہو مفسدِ صلوٰۃ ہے لیکن صورتِ مشولہ میں مفسدِ تبدیلی نہیں بلکہ صراط
 بالسين بھی ایک قرأت ہے اس لیے سراط الذین پڑھنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا
 تاہم صراط پڑھنا اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة جمال الدين ابوالفرج ابن الجوزي الصراط :- الطريق يقال
 ان اصله بالسين لانه من الاستراط وهو الابتلاع فالسراط كانه يسترط المارين
 عليه فمن قرأ بالسين كما جاهد وابن عيصر ويعقوب فعلى اصل الكلمة ومن قرأ
 بالصاد كابي عمرو والجمهور فلانها اخفت على اللسان قال الفراء اللغة
 الجيدة بالصاد وهي لغة قریش الاولى۔ (زاد الميسر ج ۱۴ تحت صراط الذین) ۱۷۴

سوال :- نماز میں سورۃ فاتحہ یا کوئی دوسری
 سورۃ فاتحہ سے قبل بسم اللہ پڑھنا

۱۷۴ قال هو بن عبد الرشيد : والاصل في هذه انه ان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة
 كالطامع الصاد بان قرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلوته وان كان لا يمكن
 الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالطامع مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء
 اختلف المشائخ فيه قال اكثرهم لا يفسد قال بعضهم يفسد۔
 (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۷۴ زلة القاری)

وَمِثْلُهُ فِي السُّنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۷۴ زلة القاری۔

۱۷۵ قال العلامة محمود الاكوسى : (الصراط) الطريق واصله بالسين من
 السراط وبالسين على الاصل قرآن كثير برواية قتيل واوليس اللؤلؤى
 عن يعقوب وقرأ الجمهور بالصاد وهي لغة قریش۔

(روح المعاني ج ۹۲ تحت الصراط المستقيم)

وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ ابْنِ كَثِيرٍ ج ۱ ص ۱۷۳ تحت اهدنا الصراط۔

کیا حکم ہے؟

الجواب: سورة فاتحہ سے قبل تسمیہ کا پڑھنا سنت ہے، البتہ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان تسمیہ پڑھنا سنت تو نہیں مگر محققین کے ہاں پڑھنا بہتر اور مستحب ہے۔

قال المحقق (رسمی) غیر الموثوم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة وضوء سرائی (اول رکع رکعة) ولو جهریة (لا) تسن (بین الفاتحة والسورة مطلقاً) ولو سریة ولا نکر اتفاقاً وما صححه الزاهدی من وجوبها ضعفه فی البحر قال ابن عابدین: کذا صرح فی الذخيرة والمجتبیٰ بان سمي بین الفاتحة والسورة المقررة سرّاً وجرّاً کان حسّاً ورجعه ابن الهمام۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۹ باب صفة الصلوة فصل فی الشروع) لہ

سوال: نمازیں امام صاحب نے قرآن کریم کی ایک آیت شفاء لِمَا فِي الصُّدُورِ کو کبیر الشین کی بجائے شفاء لِمَا فِي الصُّدُورِ

اعراب میں غلطی کرنا

لہ (ثم یاتی بالتسمیة) ونخفیہا وہی من القرآن آیة انزلت للفصل بین السور کذا فی الظہیرۃ فیما یکرہ فی الصلوة ولا یسمی بین الفاتحة والسورة هکذا فی الوقایة والنقایة۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۷۷ الفصل الثالث فی سنتها)

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: (و) تسن التسمیة اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتتح صلواتہ بیدسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وفي الطحاوی واتفقوا علی عدم الکراهة فی ذکرها بین الفاتحة والسورة بل هو حسن سواء كانت الصلوة سریة او جهریة وینافیہ ما فی القہستانی انه لا یسمی بین الفاتحة والسورة فی قولہا۔ وفي رواية عن محمد قال فی المضمرة والفتویٰ علی قولہما۔

وفي حاشیة تبع۔ فیہ الکمال وتلمیذہ ابن امیر الحاج حیت رجحان الخلاف فی السنیة فلا خلاف انه لو سمي لکان حسّاً الشبهة الخلاف فی كونها آیة من کل سورة۔ (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۲۲ باب سنتها)

وَمِثْلُہُ فی عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۵ کتاب الصلوة۔

بفتح الشین پڑھ لیا۔ اب لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں آیا، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ نماز واجب الاعداء ہے۔ کیا اس طرح کی اعراب کی غلطی کی وجہ سے نماز واجب الاعداء سے یا نہیں؟

الجواب :- جبکہ شفاء بفتح الشین کا مثل نہ قرآن مجید میں موجود ہے (البتہ لفظ شفاء بفتح الشین بغیر الهمزة قرآن مجید میں موجود ہے) اور نہ ہی اس کے لیے کوئی صحیح معنی موجود ہے، لہذا اعراب کی ایسی غلطی کی وجہ سے متقدمین کے نزدیک نماز واجب الاعداء ہے اور متاخرین کے نزدیک نماز واجب الاعداء نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس لیے کہ اس سے معنی میں ایسی تبدیلی نہیں آتی جو مفسد صلوٰۃ ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله فلو في اعراب) ككسر قواما مكان فتحها وفتح باء تعبد مكان ضمهما ومثال ما يعتبر انما يخشى الله من عباده العلماء بضمة الجلالة وفتح همزة العلماء وهو مفسد عند المتقدمين واختلف المتأخرون فذهب ابن مقاتل ومن معه انه لا يفسد ولا اول احوط وهذا اوسع كذا في زاد الفقير لابن الهمام۔ (مراد المحتار ج ۱ ص ۲۳۱ باب زلة القارى) لہ

سوال :- ہماری مسجد کے مولوی صاحب نے ایک دفعہ **مسد کو مشد پڑھنا** مغرب کی نماز میں سورۃ تبت پڑھی اور لفظ مسد جو کہ مخفف ہے اس کو مشد پڑھا۔ کیا اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟

لہ اذا الحن في الاعراب لحنًا لا يغير المعنى بان قرا لا ترفعوا اصواتكم برفع التاء لا تفسد صلوٰۃ بالاجماع وان غير المعنى تغيرًا فاحتما بان قرا وعصى اذ اربہ بنصب الميم ورفع الرب وما شبه ذلك مما لو تعد به يكفر اذ اقر اخطا فسدت صلوٰۃ في قول المتقدمين واختلف المتأخرون قال محمد بن مقاتل والونصر محمد بن سلام والوبكر بن سعيد البلخي والفقيرة ابو جعفر الهمداني والوبكر محمد بن الفضل والشيخ الامام الزاهد وشمس الاكثمة الحلواني لا تفسد صلوٰۃ وما قاله المتقدمون احوط۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۱ باب زلة القارى)

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۱ زلة القارى۔

الجواب :- مخفف کو مشدّد پڑھنا اور ایسے ہی مشدّد کو مخفف پڑھنا اگر اس سے فسادِ معنی لازم آتا ہو تو نماز فاسد ہے ورنہ نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال المحقق : او تحفیف مشدّد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذی
او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایا کنعبد او بوقف وابتداء لم تفسد — وان
غیر المعنی بہ یفتی بتراتیق الا تشدید رب العالمین وایاک تعبد فیتترکہ تفسد۔
(الدر المنحتار علی صدمارۃ المختار ج ۱ ص ۷۳ زلۃ القاری) لہ

سوال :- اگر نماز میں قرأت کی غلطی کا علم ہونے کے بعد اسے درست کرنا کوئی شخص نماز میں

قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کر جائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کر دے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے، تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب :- نماز میں قرأت کی غلطی ہو جانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی۔

ذكر في الفوائد لو قرأ في الصلوة بخطأ فاحتسب ثم رجع وقرأ
صحيحاً قال عندی صلاته جائزۃ وكذا لك الاعراب۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ باب زلۃ القاری) لہ

لہ ولو ترك التشديد في موضعه اواقی بالتشديد في غير موضعه
صح فان كان لا يغير المعنى۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۸ زلۃ القاری)

لہ قال الشيخ مولانا شاه اشرف علی التھانویؒ: وفي العالمگیری: ذکر
في الفوائد لو قرأ في الصلوة بخطأ فاحتسب ثم رجع وقرأ
صحيحاً قال عندی صلاته جائزۃ وكذا لك الاعراب، قلت :
وكذا لك سمعت شيخی مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۶۸ باب القراءة)

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ كِي جَكَ إِذَا جَاءَ النَّصْرُ اللَّهُ يُرْهِنَ كَالْحَمْرِ | سؤال :- اگر کوئی شخص نماز میں اِذَا جَاءَ

نَصْرُ اللَّهِ کی جگہ اِذَا جَاءَ النَّصْرُ اللَّهُ پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟
الجواب :- صورتِ مسئلہ میں چونکہ تغیر معنای بھی پایا جاتا ہے اور لُفْظاً بھی لہذا نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے ۔

وفي الهندية: (ومنها) ذكر حرف مكان حرف - ان ذكر حرفا مكان حرف ولم
يغير المعنى بان قرآن المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلاته وان
غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ
الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل الخ (الفتاوى الهندية
ج ۱ ص ۷۹ كتاب الصلوة - الفصل الخامس في زلة القاري) له

دوسری رکعت میں ایک آیت کی زیادتی سبب کراہت نہیں | سؤال :- ہمارے امام صاحب نے نمازِ مغرب کی پہلی رکعت میں

تین آیات تلاوت کیں اور دوسری میں چار آیات تلاوت کیں جسکی وجہ سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہو گئی، کیا ایسا کرنا شرعاً مکروہ ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگرچہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت تب سبب ہے کہ
دوسری رکعت کی قرأت دو آیات سے زیادہ ہو جائے ورنہ دو آیات یا کم کی زیادتی سبب کراہت نہیں ۔
لما قال العلامة ابراهيم الحلبي: اما اطالة الركعة الثانية على الركعة الاولى فمكروه بالاجماع لكن لا
بمطلق الاطالة بل ان كانت الاطالة بثلاث ايات او بما فوقها تکره وان كانت تلك الاطالة اية
او ايتين لا تکره - (رحمى كبرى ۳۱ باب صنة الصلوة)

له قال العلامة ابن عابدين: وان كان الخطاء يبدال حرف بحرف فان امكن الفصل
بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مكان الصالحات فالتفقوا
على انه مفسد وان لم يمكن الا بمشقة كالطاء مع الصاد والصاد مع السين
فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى الخ - (مراد المحتار ج ۱ ص ۲۶۶ باب ما يفسد
الصلوة وما يكره فيها - مطلب مسائل زلة القاري)

ومثله في البزازیة على هامش الهندية ج ۳ ص ۲۳ كتاب الصلوة ۔

تین آیات پڑھ چکنے کے بعد مقتدی کا امام کو فتح دینا | سوال :- ایک مسجد کے

کے برابر نماز کے اندر قرأت کی کہ اچانک آگے پڑھنا بھول گئے، اس صورت میں اگر کوئی مقتدی امام کو فتح دے اور امام مقتدی کا فتح لے لے تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء احناف کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب :- جب امام نے تین آیات کے برابر قرأت کر لی تو اسے چاہیے کہ وہ رکوع میں چلا جائے مقتدی کو فتح دینے کے لیے مجبور نہ کرے اور اگر بالفرض مقتدی نے تین آیات کے بعد امام کو فتح دیا اور امام نے قبول بھی کر لیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : بخلاف فتحه علی امامه فانہ لا یفسد مطلقاً لفاطم واخذ بكل حال ای سواد قرأ الامام قد رما تجوز به الصلوة ام لا انتقل الی ایتہ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الاصح۔

(رد المحتار جلد ۲۶ باب ما یفسد الصلوة الخ) لہ

ایک ہی رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں

میں کہ ایک ہی رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں ملا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- بہتر یہ ہے کہ ایک رکعت میں ایک ہی سورت پڑھی جائے تاہم اگر ایک ہی رکعت میں دو یا تین سورتیں پڑھی گئیں تو اس سے نماز پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا اگرچہ خلافِ اولیٰ ضرور ہے۔

لما قال العلامة السید احمد الطحطاوی رحمہ اللہ : ویکرہ والجمع بین سورتین ای فی رکعة واحدة لما فیہ من الشبهة التفضیل والھجر۔
(مطحاوی علی مراقی الفلاح ۲۶ باب ما یکرہ فی الصلوة)

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : لما صرحوا فی فتح المصلی علی امامہ بانہا لا تفسد علی الصحیح سواد قرأ الامام ما تجوز به الصلوة اولاً۔
(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۰ باب الحدیث فی الصلوة)

باب المسبوق واللاحق

(مبوق اور لاحق کے احکام و مسائل)

مبوق اور لاحق کی تعریف | سوال :- جناب مفتی صاحب! مبوق اور لاحق کی تعریف کیا ہے؟ یہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب :- مبوق :- وہ نمازی ہے جس کو امام کے ساتھ پوری رکعات یا بعض پڑھنے کا موقع نہ ملے۔

لاحق :- وہ مقتدی ہے جس سے بصورتِ مجبوری اقتداء کرنے کے بعد پوری یا بعض رکعات فوت ہو جائیں۔

قال العلامة المحقق : واللاحق من فاتته الركعة كلها أو بعضها لكن بعد اقتداء بعضه كغفلة و نسيان... والمسبوق من سبقه الإمام أو بعضها (كنها الصلوة - مطلب في أحكام المسبوق الخ) ۵۹۳ تا ۵۹۶

مبوق کیلئے ثناء پڑھنے کا حکم | سوال :- ایک شخص مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا تو وہ ثناء کب پڑھے گا؟

الجواب :- اگر مبوق امام کو اسی رکعت میں پائے جس میں قرأت ہو رہی ہو تو یہ مبوق ثناء نہیں پڑھے گا بلکہ امام کی قرأت سنے گا اور جب امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہی مبوق فوت شدہ رکعت کی قضا کرنے کے لیے اٹھے تو ثناء پڑھے گا۔ تاہم امام ابو یوسفؒ کے نزدیک امام کے ساتھ ملتے ہی تعوذ پڑھتا مستحب ہے، جبکہ بعد میں (یعنی امام کی فراغت کے بعد) بھی قرأت سے پہلے تعوذ پڑھے گا۔

قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری : المسبوق اذا ادرك الامام في القراءة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء فاذا قام الى قضا ما سبق يأتي بالثناء ويتعوذ للقراءة وعند أبي يوسف يتعوذ عند الدخول في الصلوة وعند القراءة وهذا استحباب

لہذا فی الہندیۃ : المسبوق من لم يدرك الركعة الاولى مع الامام واللاحق هو الذي ادرك اولها وفاته الباقي في النوم او حدث اولي قائما للزحام الخ (الفتاوى الہندیۃ ج ۱ ص ۹۲ الباب الخامس، الفصل السابع في المسبوق واللاحق)

اما كونه سنة فقد متر في فصل الاداب ثم في الثناء سواء كان قريباً من الامام او لا يسمع في صلوة الجهر يسكت. وفي صلوة المخافة يأتي بالثناء اذا ادركه قائماً. (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۵ مسائل المسبوق) ^{له}

دوسری رکعت میں ملنے والے مسبوق کیلئے تشہد پڑھنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص ظہر کی نماز میں امام کے ساتھ

دوسری رکعت میں شامل ہو جائے اور امام جب دوسری رکعت پر بیٹھ جائے تو اس مسبوق پر بھی تشہد پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟ بعض متون اور حواشی میں لکھا ہے کہ مسبوق پر یہ ضروری نہیں۔
الجواب :- مسبوق پر بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔

قال ابن عابدین: والمسبوق يسجد مع امامه، قيدا بالسجود لانه لا يتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء الخ (مراد المختار ج ۱ ص ۵۲۹ حکم المسبوق واللاحق)

وايضاً قال بعد ورقة: من لو ادرك الامام في القعدة الاولى فقعده معه فقام الامام قبل شروع المسبوق في التشهد فانه يتشهد تبعاً لتشهد امامه۔ (مراد المختار ج ۱ ص ۵۵۱ حکم في اللاحق والمسبوق) ^{له}

له وفي الهندية: وفي صلوة المخافة يأتي به الخ۔ ويسكت المؤتم عن الثناء اذا جهر الامام۔ وان ادرك الامام في الركوع والسجود يتعزى ان كان اكبر رأيه انه لو أتى به ادركه في شيء من الركوع والسجود يأتي به قائماً والّا يتابع الامام ولا يأتي به۔ واذا لم يدرك الامام في الركوع والسجود لا يأتي بهما وان ادرك الامام في القعدة لا يأتي بالثناء بل يكبر للافتتاح ثم لا تحطط ثم يقعد۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۹۱ الباب في اللاحق والمسبوق)

له وفي الهندية: اذا ادرك الامام في التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقتدى وسلم الامام في اخر الصلوة قبل ان يتم المقتدى التشهد فالمختار ان يتم التشهد كذا في الغياثية وان لم يتم اجزأه۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۹۱ الفصل السادس فيما يتابع الامام۔ الخ)
ومثله في مواقي الفلاح على صدر الطحطاوى ص ۲۵۱ باب فيما يفعله المقتدى۔

سوال :- اگر مسبوق امام کے ساتھ قعدہ اولیٰ میں امام کے ساتھ قعدہ اولیٰ میں شرکت کرے اور مسبوق کے بیٹھتے ہی امام کھڑا ہو جائے تو کیا ایسی صورت میں امام کی متابعت ضروری ہے یا مسبوق تشہد مکمل کرنے کے بعد کھڑا ہوگا؟

الجواب :- ایسی صورت میں تشہد مکمل کرنے کے بغیر بھی اگر مسبوق امام کی متابعت کی وجہ سے کھڑا ہو جائے تو نماز مع الکراہت ہو جاتی ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ تشہد پوری پڑھ کر پھر اٹھے کیونکہ قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے، لہذا ایک واجب کی وجہ سے دوسرے واجب کو ترک نہیں کرنا چاہیے، یہاں تک کہ مدرک بھی تشہد پورا کرنے کے بغیر نہیں اٹھے گا، بلکہ تشہد مکمل کرے پھر اٹھ کر امام کی متابعت کرے، تاکہ دونوں واجب کی رعایت ہو۔

وفی الہندیۃ: اذا ادرك الامام في التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقتدى او سلم الامام في اخر الصلوة قبل ان يتم المقتدى التشهد فاختار ان يتم التشهد كذا في الغیاتیۃ۔ وان لم يتم اجزاء ۵۔ (الہندیۃ ج ۹ الفصل السادس فیما یتابع الامام المقتدی) **سوال :-** اگر امام قعدہ اولیٰ سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور مسبوق جس نے التحیات کو ادھورا پایا ہو، پیچھے رہ جانے کی وجہ سے التحیات مکمل کرے، اور اتفاق ایسا ہو کہ امام قیام سے رکوع میں چلا جائے، تو کیا یہ مسبوق تین تسبیحات کے برابر قیام کر کے لاحق کی طرح امام کے ساتھ شریک ہوگا یا رکوع کرنے کے بعد امام سے ملنے کی کوشش کرے گا؟

الجواب :- اصل جواب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ متابعت طبعیہ کی تین قسمیں ہیں :-
(۱) بشکل مقارنت: امام کے ساتھ تمام رکن میں شریک رہے۔

لے قال ابن عابدین: فان عارضها واجب لا ينبغي ان يفوته بل يأتي به ثم يتابع كما لو قام الامام قبل ان يتم المقتدى التشهد فانه يتمه۔ ثم يقوم لان الاتيان به لا يفوت المتابعة بالكلية۔ وانما يؤخرها والمتابعة مع قطعه تفوته بالكلية فكان تاخير احد الواجبين مع الاتيان بهما أولى من ترك احدهما بالكلية۔
(۲) بالمحتاد ج ۱ ص ۱۴۱ مطلب مهم في تحقيق متابعة الامام)

(۲) بصورت تعاقب: کہ ابتداء فعل میں امام مقدم اور مقتدی مؤخر ہو۔
 (۳) بصورت تاخر: کہ فعل سے امام پہلے فارغ ہو جائے اور مقتدی امام کی ادائیگی کے بعد اگر
 ان تینوں صورتوں میں متابعت کا حق ادا ہو کر مقتدی کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ
 صورت میں چونکہ تشہد پڑھنا واجب ہے اس لیے لاحق یا مسبوق تشہد پڑھنے کے بعد قیام کر کے
 تنہا رکوع کر کے امام کے ساتھ شریک ہو جائے، اور اس میں بھی متابعت بصورت تاخر کا حق
 ادا ہوتا ہے۔ البتہ مندرجہ بالا صورتوں میں اگر مقتدی اصل فعل ہی (یعنی فرض رکن مثلاً رکوع ترک
 کرے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مستقل رکعت ادا کر کے سلام پھیرے، اور اگر مستقل
 رکعت امام کی فراغت کے بعد ادا نہیں کی تو نماز ادا نہ ہوئی، اس لیے نماز واجب الاعادہ بلکہ
 فرض ہو کر دوبارہ ادا کرے گا۔

قال ابن عابدین: والحاصل ان متابعة الامام في الفرائض والواجبات من غير
 تاخير واجبة. فان عارضها واجب لا ينبغي ان يقوته بل يأتي به ثم يتابع كما لو قام
 قبل ان يتم المقتدى التشهد فانه يتمه ثم يقوم لان الاتيان به لا يفوت المتابعة
 بالكلية. وانما يؤخرها. والمتابعة مع قطعه تفوته بالكلية فكان تاخير احد الواجبين
 مع الاتيان بهما اولي من ترك احدهما بالكلية. (رد المحتار جلد ۲ مطلب ۴م في تحقيق متابعة الامام) له
سوال :- مسبوق اگر امام کے ساتھ سجدہ سہو
 کے لیے سلام پھیر دے تو سہویاً عمد کی صورت میں
 کرے گا خواہ سجدہ سہو کی کیوں نہ ہو نماز پر کیا اثر پڑتا ہے؟ نیز فقہہ اخیرہ میں ملنے والے
 شخص کے لیے امام کی سجدہ سہو میں متابعت ضروری ہے یا نہیں؟

له قال العلامة حماد بن حسن الشرنبلالی: لو سلم الامام او تكلم قبل فراغ المقتدى من
 قراءة التشهد يتمه.... ولا يتبع الامام وان خاف فوت الركوع لان قراءة بعض
 التشهد لم تعرف قرينة والركوع لا يفوت في الحقيقة لانه يدرك فكان خلف الامام
 ومعارضة واجب اخر لا يمنع الاتيان بما كان فيه من واجب غير لا تيان به
 بعده فكان تاخير احد الواجبين مع الاتيان بهما اولي من ترك احدهما بالكلية۔
 رمزي الفلاح على صمد الططاوي ۲۵۱ فصل فيما يفعله المقتدى بعد فراغ امامه... الخ

الجواب بر مسبوق کی حیثیت یاد ہونے کے باوجود سلام پھیرنا موجب فسادِ صلوٰۃ ہے، البتہ نسیان کی صورت میں سلام پھیرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ امام کے سلام کے ساتھ یا قبل سلام پھیرا ہو، لہذا یہ شخص امام کی فراغت کے بعد کھڑے ہو کر اپنی نماز مکمل کرے گا، تاہم مسبوق پر امام کے سجدہ سہو میں متابعت ضروری ہے البتہ سلام پھیرنے میں امام کی تابعداری نہیں کرے گا تاکہ من وجہ محل نماز کے وسط میں واقع نہ ہو اور امام کی فراغت کے بعد سہو اسلام پھیرنے سے مسبوق پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

قال المحقق: والمسبوق يسجد مع امامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده. قال ابن عابدین تحت هذه العبارة: قيد بالسجود لانه لا يتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد ما ذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامداً قصدت والا فلا ولا سجود عليه ان سلم سهواً قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداً حينئذ رجح) واراد بالمعية المقارنة وهو نادراً الوقوع كما في شرح المنية وفيه ولو سلم على ظن ان عليه ان يسلم فهو سلام عمدي يمنع البناء۔

الدر المختار ورم المختار ج ۲ ص ۸۲ باب سجود السهو

مسبوق کے لیے سہو اسلام پھیر کر خارج سے لقمہ ملنے پر نماز کا حکم | سوال: مسبوق اگر سہو اسلام پھیر دے، دوسرا شخص اسے مسبوقیت کی یاد دہانی کرائے اور یہ مسبوق اس پر عمل کر کے بقیہ نماز کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس مسبوق کی نماز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: اس مسئلہ میں فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک نماز درست ہے اور یہی رائج قول ہے، لہذا احتیاط

الموافق الهندية: سهواً لا اماماً يوجب على من خلفه السجود كذا في المحيط ولا يشترط ان يكون مقتدياً به وقت السهو حتى لو أدرك الامام بعد ما سها يلزمه ان يسجد مع الامام تبعاً له۔ ولو دخل معه بعد ما سجد سجدة السهو۔ يتابعه في الثانية ولا يقتضي الاول وان دخل بعد ما سجد هما لا يقتضيهما۔ (الهندية باب سجود السهو ج ۱ ص ۱۲۸)

وقيل في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۸ باب الحدث في الصلوٰۃ في استخلاف المسبوق۔

یہ ہے کہ مصلیٰ نمازی (خارج سے لقمہ ملنے پر تخری کر کے اٹھ جائے اور اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرے تاکہ اختلاف کی صورت نہ رہے۔ تاہم اگر اس نے امام کے ساتھ متصل سلام پھیرا ہو تو نماز کے آخر میں سجدہ سہو کی ضرورت بھی نہیں، اور اگر امام کے سلام کے بعد سلام پھیرا تو ایسی صورت میں اس مسبوق پر نماز کے آخر میں سجدہ سہو واجب ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ولو سلم رای المسبوق) ساهیاً ان بعد امامه لزومه السهو والا لا۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۳ باب سجود السهو) لہ

سوال: اگر ایک شخص مغرب کی نماز **حکم** مغرب کی جماعت میں آخری رکعت پانے والے کا **جواب:** ہو جائے تو وہ باقی نماز کیسے ادا کرے گا؟

الجواب: یہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع اور سجدہ کر کے قعدہ پر بیٹھ کر تشهد پڑھے، پھر اٹھ کر دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کے بعد بیٹھ کر التحیات پوری کر کے سلام پھیرے، اور تیسری رکعت اس نے امام کے ساتھ ادا کی ہے۔ اور اگر دوسری رکعت یعنی امام سے فراغت کے بعد پہلی رکعت پر نہیں بیٹھا ہو پھر بھی نماز استحساناً جائز ہے اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں۔

لما قال ابراہیم الحلبي: لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في أوليهما لأنها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياًساً ولم يلزمه سجود السهو۔ (كبیری ص ۴۶۸ فی آخر، فصل سجود السهو) لہ

لہ قال القاضی خان: اذا سلم المسبوق ساهیاً يلزمه السهو قيل هذا اذا سلم بعد الامام فان سلم مع الامام لا سهو عليه۔ (الفتاویٰ القاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۳ باب سجود السهو)

لہ قال ابن نجیم المصری: لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين بالفاتحة والسورة ولو ترك القراءة في أحدهما فسد صلواته وعليه ان يقضي ركعة بتشهد لأنها ثنائية ولو ترك جازت استحساناً لا قياًساً۔ وقال ابن عابدین: تحت هذه العبارة۔ ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياًساً ولم يلزمه سجود السهو ولو سهواً۔ (المحرر الرائق ومنحة الخائف ج ۱ ص ۳۴۹ باب الحدیث فی الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۷ احکام المسبوق۔

سوال: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ تین رکعات کے مسبوق کے لیے امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت متصل پڑھنے سے نماز کا حکم چوتھی رکعت ادا کر کے بعد میں بناؤ کی صورت میں دو رکعتیں بلا فصل قعدہ کے پڑھ لیں،

تو کیا اس مسبوق پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب: اگرچہ معتبر علیہ قول امام محمدؒ کا ہے اور صورت مذکورہ میں امام محمدؒ کے قول کے خلاف کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اس شخص کی نماز استحساناً جائز اور درست ہے، سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔

قال المحصفي: ويقضى أول صلوته في حق قرأته وأخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبراثة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها— وقال ابن عابدين تحت هذه العبارة: (قوله ويقضى صلوته في حق قرأته أول الخ) وهذا قول محمدؒ كما في مبسوط السرخسي وعليه اقتصر في الخلاصة وشرح الطحاوي والاسيحاوي والفتح والدرر واليحر وغيرهم وذكر الخلاف كذلك في أسراج الوهاج لكن في صلوة الجلابي أن هذا قولهما وتاممه في شرح الشيخ اسمعيل وفي الفيض عن المستصفي لو أدركه في ركعة الرباعي يقضى ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصة اهـ وظاهر كلامهم اعتماد قول محمدؒ (قوله تشهد بينهما) قال في شرح المنية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولى من وجه اهـ

(الدر المختار وهرد المختار ج ۱ ص ۵۹۶ احكام المسبوق واللاحق) له

له قال ابراهيم الحلبي: ومن جملة ما اشرنا اليه انه يقضى أول صلوته في حق القراءة وأخرها في حق القعدة حتى لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب بانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في أوليهما لأنها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لو سهواً لكونها أولى من وجه الخ - (كبيري ص ۲۶۸ باب سجود السهو)

ومثله في منحة الخالق حاشية البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹ باب الحدث في الصلوة -

چوتھی رکعت میں امام کو پانے والے مسبوق کی نماز کا حکم | سوال :- جب ایک شخص نے چار رکعات والی نماز میں امام کو آخری رکعت میں پایا اور پہلی تین رکعات اُس سے فوت ہوئی ہیں، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- یہ مسبوق امام کی فراغت کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھ کر قعدہ کرے، تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کی صورت میں فاتحہ اور غنم سورت کرے گا اور آخری رکعت میں صرف فاتحہ الکتاب پر اکتفاء کرے گا۔ گویا اس صورت میں مسبوق کو امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت کے علاوہ باقی تین رکعات میں ترتیب کی یوں رعایت رکھنی ہے۔

قال المحقق: (والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها رای بكل الركعات او بعض الركعات) (وهو منفرد) حتى يثني ويتعوذ ويقرأ وات قرا مع الامام لعدم الاعتداد بها لكرهتها مفتاح السعادة (فيما يقضه) اي بعد متابعة الامامه الخ - ويقضى اول صلواته في حق قراءة واخرها في حق التشهد - فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما واربعة الرباعي فقط ولا يقعد قبلها - رالدم المختار على صدر رد المختار ج ۱ ص ۵۹۶ احكام المسبوق واللاحق له

مسبوق کیلئے امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنے کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص جماعت میں ایسی حالت میں شامل ہو کہ امام نے ایک یا دو رکعت پڑھی ہوں تو مقتدی قعدہ اخیرہ میں امام کے ساتھ بیٹھتے ہوئے درود شریف اور دعاء پڑھے گا یا نہیں؟

له قال العلامة طاهرين عبد الرشيد البخاري: ولو ادرك ركعة مع الامام في صلوة الظهر والعصر والعشاء وقام الى القضاء فعليه ان يقضى ركعة ويقرأ فيها بالفاتحة وسورة ويتشهد لانه يقضى اخر الصلوة في حق التشهد ويقضى ركعة ويقرأ فيها بالفاتحة والسورة ولا يتشهد وفي الثانية بالخيار والقراءة افضل ولو ادرك ركعتين منها يقضى ركعتين ويقرأ فيهما ويتشهد - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۲ مسائل المسبوق)

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۹ في باب الحدث في الصلوة في استخلاف المسبوق -

الجواب: مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں وسط صلوٰۃ کے حکم میں ہے اس لیے اُسے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ درود شریف نماز کے آخر میں پڑھا جاتا ہے، ایسے مسبوق کو قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے میں اطمینان سے کام لینا چاہیے تاکہ امام کے سلام پھیرنے تک یہ تشہد میں مشغول رہے، اور اگر اس نے تشہد جلدی ختم کر دیا تو پھر بار بار شہادتیں پڑھے۔

وفي الهندية: ومنها ان المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام في التشهد الاخير و اذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده من الدعوات ثم ماذا يفعل تكلموا فيه - وعن ابن شجاع: انه يكرر التشهد اي قوله اشهدان لا اله الا الله وهو المختار كذا في لغيثه۔
(الهندية ج ۱۹ الفصل السابع في المسبوق واللاحق) لہ

سوال: قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد امام پانچویں رکعت کے لیے سہواً امام کے قیام پر مسبوق کی نماز کا حکم کیا ہے؟

پانچویں رکعت کے لیے سہواً کھڑا ہو گیا تو ایسی صورت میں مسبوق جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعات پڑھی ہوں اور کچھ باقی ہوں کیا طریقہ اختیار کرے؟ کیا مسبوق بھی امام کی تابعداری کرتے ہوئے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے یا بیٹھ کر ہی امام کے بیٹھنے اور سلام پھیرنے کا انتظار کرے اور یا امام کی تابعداری چھوڑ کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے، تینوں صورتوں میں مسبوق کے لیے کون سی صورت قابل عمل ہے؟

الجواب: واضح ہو کہ مسبوق کی حالت مدرک سے مختلف ہے، مدرک تو ابتداء سے لے کر آخر تک امام کا تابع رہتا ہے، لیکن مسبوق امام کی تابعداری میں صرف اُس وقت تک ہے جب تک امام کی نماز بحال ہو یا یہ معنی کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق منفرد کی طرح اپنی نماز پوری کرتا ہے۔ فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے والے مسبوق کو احتیاط سے کام لینا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ کہیں امام کی ایسی رائد تابعداری سے اس کی نماز متاثر ہو۔ لہذا امام جب قعدہ اخیرہ کے بعد پانچویں رکعت کے لیے سہواً کھڑا ہو تو یہ ایسی حالت ہے کہ

لہ قال قاضی خان: المسبوق اذا قعد مع الامام كيف يفعل اختلقوا فيه والصحيح انه يترسل في التشهد حتى يفرغ من التشهد عند سلام الامام۔

(فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الہندیۃ ص ۱۰۳-۱۰۴ فصل فی المسبوق)

جس کا تعلق اصلی نماز سے نہیں، کیونکہ نماز تو پوری ہو چکی ہے اس لیے پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہونے پر امام کی تابعداری ضروری نہیں، مسبوق تشہد کی حالت پر بیٹھ کر ہی امام کا انتظار کرے گا۔ اور اگر مذکورہ صورت میں قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد امام کے ساتھ مسبوق بھی کھڑا ہو گیا تو اس کی تابعداری کرنے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قال ابن نجيم المصري: ولو قام الامام الى الخامسة في صلاة الظهر فتابعه المسبوق ان قعد الامام على رأس الرابعة تفسد صلاة المسبوق. (البحر الرائق جلد ۱ ص ۳۷۸) وايضاً قال علاؤ الدين الحصكفي: ولو قام امامه الخامسة فتابعه ان يعد القعود تفسد. (الدر المختار على صدر مريد المختار ج ۱ ص ۵۹۹ قبل باب الاستخلاف)

لہذا انتظار پانچویں رکعت کے سجدہ تک ممتد رہے گا۔ اس دوران اگر سجدہ کرنے سے قبل یاد آنے پر امام لوٹ کر تشہد پر بیٹھ گیا تو مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے، جب امام سلام پھیر دے تو مسبوق حسب قاعدہ اٹھ کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے لیکن اگر امام نے پانچویں رکعت بھی پڑھی تو پھر مسبوق قدر تشہد بیٹھنے کے بعد اٹھ کر اپنی نماز پوری کرے۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: وفي الاصل لو قام المسبوق الى قضاء ما سبق به بعد فراغه من التشهد قبل السلام جاز. (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۹ قبل الفصل السادس عشر)

اور اگر پانچویں رکعت کے لیے تشہد پڑھنے کے بغیر کھڑا ہوا تو پھر اس صورت میں مسبوق امام کی تابعداری کرے یا نہ کرے دونوں صورتوں میں پانچویں رکعت کے لیے سجدہ کرنے سے نماز نفل ہوگی۔

قال ابن نجيم المصري: وان لم يقعد لم تفسد حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة الكل. (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۸ باب الحد في الصلاة) لہ

لو قام امامه الخامسة فتابعه ان يعد القعود تفسد والا لا حتى يقيد الخامسة بسجدة۔ قال ابن عابدين (قولہ تفسد) ای صلاة المسبوق لانه اقتدار في موضع الانفراد۔

وقال ايضاً: (تحت قوله والا) ای وان لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلاته۔

فان قيدها بسجدة اقلبت نقلاً۔ (رد المختار ج ۱ ص ۵۹۹ احكام المسبوق)

قال الحصكفي: ولو قام قبل السلام هل يعتد باءانه ان قبل قعود الامام قدما لتشهد لا وان

يعد نعم وكرة تحريماً لا عذراً۔ (الدر المختار على صدر مريد المختار ج ۱ ص ۵۹۷ احكام المسبوق)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۹۱، ۹۲ باب اللاحق والمسبوق۔

مسبوق کے لیے فوت شدہ رکعات میں قرأت کا حکم | سوال :- ایک شخص نے امام کے ساتھ آخری رکعت میں شامل ہو کر نماز ادا کی، امام کی فراغت کے بعد یہ شخص فوت شدہ رکعات کی قضاء کرتے ہوئے قرأت پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب :- احناف کے نزدیک یہ مسبوق فوت شدہ رکعات میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھے گا، کیونکہ مسبوق قرأت کے اعتبار سے نماز کا پہلا حصہ ادا کر رہا ہے۔

قال الحسکفی: ویقضى (رای المسبوق) اول صلواته فی حق قرأة الخ
قال ابن عابدین: تحت هذه العبارة (قوله ویقضى اول الخ) هذ قول محمد کما فی مبسوط السرخسی وعلیه اقتصر فی الخلاصة وشرح الطحاوی لو ادركه فی رکعة الرباعی یقضى رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثمریاً فی الثالثة بفاتحة خاصة عند ابن حنیفة وقال رکعة بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم رکعتین اولهما بفاتحة وسورة وثانیهما بفاتحة خاصة وظاهر کلما هم اعتماد قول محمد۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۶ احکام المسبوق) لہ

امام کی سرعت کی وجہ سے مقتدی سے رکوع یا سجدہ کی تاخیر کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص نماز کی ابتداء سے امام کے ساتھ جماعت میں شریک رہا، درمیان میں امام کی سرعت کی وجہ سے مقتدی رکوع یا سجدہ کا ادراک نہ کر سکے تو اس شخص کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- ایسا شخص ترتیب سے چلتے ہی رکوع اور سجدہ کر کے امام کے ساتھ ملنے کی کوشش کرے گا، فرض یا واجب کے ترک کی صورت سے یہ بہتر ہے کہ امام کی رفاقت میں تاخیر ہو، کیونکہ تاخیر کی صورت میں بھی فی الجملہ متابعت موجود ہے۔

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: والمسبوق فیما یقضى یقضى اول صلواته فی حق القراءة واخر صلواته فی حق التشہد الخ ولو ادرك رکعتین متہما۔ (رای من صلوة الظهر والعصر والعشاء) یقضى رکعتین ویقرأ فیہما یتشهد۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۶)
ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۹۱ باب احکام اللاحق والمسبوق

قال ابن عابدین: فلونام فی الثالثة واستیقظ فی الرابعة فانه یأتی بالثالثة بلا
 قراءة فاذا فرغ منها صلی مع الامام الرابعة وان فرغ منها الامام صلاها وحدها بلا
 قراءة ایضاً فلو تابع الامام ثم قضی الثالثة بعد السلام صح وأثم -
 (رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۵ احکام الاحق) لہ

سوال :- امام سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرنا باعتبار ذات مخرج عن الصلوة نہیں | کے لیے سلام پھیرنے سے نماز سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی ممانعت کیوں ہے؟ اور اگر نماز سے خارج مانا جائے تو پھر اسی اثناء میں امام کے پیچھے نئے مسبوق کی اقتداء کیوں صحیح ہے؟ دونوں صورتوں کے دلائل کیا ہیں؟ اور کیا سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بغیر ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص سجدہ کے لیے سلام پھیر دے وہ نماز سے اصلاً خارج نہیں ہوتا ہے اور یہ سلام موقوفاً اور ذاتاً کسی اعتبار سے مخرج و محلل نہیں، جبکہ شیخینؒ کے نزدیک یہ سلام تو فی نفسہ محلل اور مخرج ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: *تعليقها التسليم*، لیکن صاحب سہو کے حق میں محلل اور مخرج ذاتاً و قطعاً نہیں بلکہ موقوف ہے، یعنی اگر اس نے سلام کے بعد سجدہ سہو کر لیا تو مخرج اور محلل نہیں سمجھا جائے گا۔ اور اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو مخرج اور محلل قرار دیا جائے گا۔ لہذا سلام پھیرنے کے وقت اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا، نہ مخرج اور محلل کا اور نہ غیر مخرج اور محلل کا۔ اس تحقیق سے مسبوق کے لیے سلام پھیرنے کی ممانعت کی وجہ معلوم ہو گئی کہ مسبوق کے حق میں چونکہ یہ سلام پھیرنا نماز کے درمیان میں ہونے کا احتمال ہے، اس لیے مسبوق کے لیے سلام پھیرنا ممنوع ہے تاکہ محلل اس کے حق میں فی خلال الصلوة لازم نہ آئے اگرچہ من وجہ محلل کیوں نہ ہو۔ رہا یہ کہ پھر ایسی حالت میں امام کے پیچھے ایک نئے مسبوق کی اقتداء کیوں صحیح

لہ وفي الہندیۃ: ولولم یشتغل بقضاء ما سبقہ الامام ولكن یتابع الامام اولاً ثم
 قضی ما سبقہ الامام بعد تسلیم الامام جازت صلواتہ عندنا ہکذا فی شرح الطحاوی
 (الہندیۃ ج ۱ ص ۹۲ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

ہے؛ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اقتداء اس وقت صحیح تسلیم کی گئی ہے جبکہ امام سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے کیونکہ سجدہ سہو کرنے کے بعد یہ سلام بالاتفاق خارج اور محل نہیں ہے، اسلئے امام نماز سے اسی صورت میں بالاتفاق خارج نہیں ہوا ہے لہذا دوسرے مسبوق کی اقتداء اس کے پیچھے جائز اور درست ہے۔ علاوہ ازیں سجدہ سہو قبل از سلام بھی جائز ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح کا عمل روایات اور احادیث میں منقول ہے، مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کے لئے تشریع عام پر قرار دیا ہے؛ کل سہو سجدتان بعد السلام۔ اس لیے سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ سلام تک پہنچنے واجبات رہ جائیں سب کے لیے ایک دفعہ سے سجدہ سہو کرنے سے تدارک ہو جاتا ہے۔

قال الحنفی: وسلام من علیہ سجود سہو یخرجه من الصلوۃ خروجاً موقوفاً۔

ان سجد عاد الیہا والا لا و علیٰ ہذا یصح الاقتداء بہ الخ
 قال ابن عابدین: تحت ہذا العبارة (قوله) یخرجه من الصلوۃ الخ (ہذا) عندہما واما عند محمد فانه لا یخرجه منها اصلاً کما فی البحر وغیرہ۔
 (قوله) ان سجد عاد الخ) افاد ان معنی التوقف انه یخرجه منها من کل وجہ علی احتمال ان یعود الی حرمتہا بالسجود بعد خروجه منها ولم فیہ تفسیر آخر ہوانہ قبل السجود یتوقف علی ظہور عاقبتہ ان سجدتین انه لم یخرجه وان لم یسجدتین انه اخرجہ من وقت وجودہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۸۹) باب سجود السہو الخ۔

لہ قال الامام اکمل الدین محمد بن محمد الباری: (لان ہذا السلام) ای سلام من علیہ سجد السہو (غیر قاطع) ای بالاتفاق اما عند محمد فلانه لم یشرع محلاً واما عندہما فلانه ان کان محلاً فهو محل علی سبیل التوقف لا علی سبیل البتہ وکل ما لم یشرع قاطعاً لا یقطع الصلوۃ فدل علی ان القطع لا یحصل بالسلام۔ (العناية علی هامش فتح القدير ج ۱ ص ۱۵۴) باب سجود السہو

قال ابن الہمام: فکل سلام الاصل فیہ ان یکون مخرجاً لانه جعل محلاً شرفاً۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحلیلہا التسليم ولانه من باب الکلام علی ما مر الا انه منع من الاخراج حالة السہود فعلاً لخرج لکثرة السہو وغلبة النسيان ولا یکتسر سلام من علم ان علیہ الواجب لان ظاہر حال المسلم انه لا یتدک الواجب فبقی مخرجاً علی اصل الوضع۔ (فتح القدير ج ۱ ص ۱۵۴) باب سجود السہو

مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت یا قعدہ میں شامل ہونے والے مقيم مقتدی کی نماز کا حکم

سوال :- ایک مقيم شخص مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت یا قعدہ میں شریک ہوا، تو مسافر امام کے سلام

پھیرنے کے بعد یہ مسبوق مقيم بقیہ نماز کس طرح پڑھے گا؟

الجواب :- جب ایک مقيم شخص مسافر امام کے پیچھے اقتداء کرے، ظہر، عصر یا عشاء کی نماز ہو تو امام کے سلام کے بعد مقتدی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت نہیں پڑھے گا اور جس رکعت میں مسبوق ہو تو اس میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملا کر پڑھے گا۔ گویا اس صورت میں یہ نماز کے مختلف حصوں میں مسبوق اور لاحق دونوں کے حکم میں ہے۔

قال المحقق، واللاحق من فاتہ الركعات كلها وبعضها لكن بعد اقتداءه لِعَدِّهِ
وسبق حدث وصلوة خوف ومقيم اتم بمسافر۔ قال ابن عابدین تحت هذه
العبارة (قوله مقيم الخ) ای فهو لاحق رای مقيم المقتدی بالمسافر، بالنظر للاخيرتين
وقد يكون مسبوقة ايضاً كما اذا فاتته اول صلوة امامه المسافر۔ ام

(الدر المختار ورد مختار ج ۱ ص ۵۹ مسائل مسبوق واللاحق)

وايضاً قال ابن عابدین: ان اللاحق المسبوق يقضى وجوباً اولاً ما لحق به ثم ما
سبق له وان صح عكسه عندنا خلافاً للفرق۔ (مرد المختار ج ۱ ص ۲۲۵) لہ

سوال :- زید ظہر کی نماز میں شریک ہوا، دو رکعت امام کے ساتھ پڑھنے

لاحق کی نماز کا طریقہ کے بعد اسے حدث کا عارضہ پیش آیا تو فوراً وضو کر کے امام کے ساتھ

قعدہ میں ہو گیا، تو یقیناً نماز امام کی فراغت کے بعد کیسے ادا کرے گا؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں وضو کرنے کے بعد اسے پہلے فوت شدہ نماز بلا قرأت پڑھنی چاہیے جو حدث کی وجہ سے فوت ہو چکی ہے۔ پھر اگر امام نماز میں ہو تو اس کے ساتھ شمولیت اختیار کرے ورنہ اکیلا اپنی نماز پوری کرے۔ تاہم اگر امام کے ساتھ مل کر امام کی فراغت کے بعد اپنی نماز پوری کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن پہلی صورت بہتر ہے۔

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید: ان المسبوق فيما يقضى بالمنفرد واللاحق كانه خلف الامام
ولهذا لا قرأاة على اللاحق ويفترض على المسبوق۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۶۶ مسائل المسبوق)

وفي الهندية: الا حق اذا عاد بعد الوضوء ينبغي له ان يشتغل اولاً بقضاء ما سبقه
 الامام بغير قراءة يقوم مقدار قيام الامام وركوعه وسجوده - ولو زاد او نقص فلا يضرك
 هكذا في شرح الطحاوي - وقال يعد سطر واحدة ولو لم يشتغل بقضاء ما سبقه الامام
 ولكن يتابع الامام اولاً ثم قضى ما سبقه الامام بعد تسليم الامام جازت صلواته
 عندنا - هكذا في شرح الطحاوي - (الهندية ج ۱ ص ۹۲ الفصل السابع في المسبوق واللاحق)
سوال :- اگر وتر میں مقتدی کہیں
مدرک کی سستی کی وجہ رکن رہ جانے پر اعادہ کا حکم
 دعاء قنوت مکمل کر رہا تھا کہ امام رکوع
 سے قوم میں چلا گیا تو اب یہ شخص نماز کیسے ادا کرے گا ؟

الجواب :- اس صورت میں مقتدی فوراً رکوع اور قوم کے سجدہ میں امام کے ساتھ
 شریک ہوگا، اگرچہ متابعت مقارنہ یا متعاقبہ نہ ہو سکا لیکن متابعت کی تیسری قسم متابعت
 بالتاخیر کی بنا پر اس شخص کی نماز درست ہوگی جیسا کہ لائق کی نماز کا حکم ہے، اور اگر رکوع و
 قوم چھوڑ کر فوراً امام کی متابعت کرے تو امام کی فراغت کے بعد ایک رکعت مستقل ادا کرے
 نماز درست ہوگی، اور اگر سرے سے رکعت ادا نہیں کی تو نماز باطل ہو کر اعادہ کرے گا۔

قال ابن عابدین: نعم تكون المتابعة قرضاً بمعنى ان يأتي بالقرض مع امامه او
 بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارناً او معاقباً وشاركه فيه او بعد ما رفع منه فلو لم
 يركع اصلاً وركع قبل ان يركع مع امامه ولم يعد معه او بعده لبطلت صلواته الخ -
 رد المحتار ج ۱ ص ۲۷ مطلب مهم في تحقيق متابعة الامام



له قال ابن عابدین: وفي شرح المنية وحكمه (راي اللاحق) انه يقضى ما فاتته اولاً ثم يتابع الامام
 ان لم يكن قد فرغ - وفي التنف اذا تواضو رجع يداً بما سبقه الامام به - ثم ان أدرك
 الامام في شيء من الصلوة يصليه معه - اه وفي البحر وحكمه أنه يبدأ
 بقضاء ما فاتته بالعد ثم يتابع الامام ان لم يفرغ - وهذا واجب لا شرط حتى
 لو عكس يصح الخ - رد المحتار ج ۱ ص ۵۹ احكام المسبوق واللاحق
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت -

باب مکروہات الصلوة

(نماز کے مکروہات کا بیان)

سوال :- اگر حالت نماز میں شلوار یا تہبند شلوار یا تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ہو تو اس کا کیا حکم

ہے؟ جبکہ اس دور میں اکثر لوگوں کی شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے اور وہ اسی حالت میں نماز بھی پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب :- شلوار یا تہبند بطور تکبر کے ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ تحریمی ہے، ایسے ایسی حالت میں نماز پڑھنا بھی کراہت سے خالی نہیں، البتہ نماز میں فساد نہیں آتا۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة -

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من

الکعبین من الاثار فی النار۔ (کلاهما فی الصیغ البخاری ج ۸ ص ۸۶ کتاب اللباس)

سوال :- نماز میں التحیات کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الجواب :- نماز میں حضور انور کا تصور میں آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ

لہ لما قال العلامة الملا علی القاری: قال ابن الملك: ویفہم منه ان جوعا لغير ذلك لا یكون حراماً لکنہ مکروہ کراہۃ تنزیۃ۔

وايضاً قال: وقد نص الشافعی علی ان التحريم مخصوص بالخیلاء لدلالة ظواہر الاحادیث علیہا فان كان الخیلاء فهو ممنوع منع تحریم والا فممنوع تنزیۃ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۸ کتاب اللباس، الفصل الاول)

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۲ کتاب اللباس۔

التجیات اور درود شریف میں انسان کو حضور انور کا خیال آ ہی جاتا ہے البتہ خیال علی سبیل التعظیم والعبادة لا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ نماز میں غیر اللہ کے خیال سے اجتناب کیا جائے، اور محض خیال سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما دسوست بہ صدرہا ما لم تعمل بہ او تتکلم۔ متفق علیہ۔

رمشکوۃ ج ۱۸ باب فی الوسوسۃ ۱۷

مسجد میں جگہ ہونے کے باوجود چھت پر نماز پڑھنا **سوال** مسجد میں جگہ ہونے

چھت پر نماز پڑھتے ہیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اس سے نماز میں تو کوئی فرق نہیں آتا؟

الجواب مسجد کی چھت پر انفرادی طور پر یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن بلا عذر ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں بشرطیکہ امام کی حالت اس پر مشتبہ نہ ہو اور نہ امام پر مقدم ہو، اور اگر امام کی حالت اس پر مشتبہ ہو یا امام پر مقدم ہو جائے تو پھر جائز نہیں۔

قال ابن عابدین: سطح المسجد له حکم المسجد فهو كاعتدائه في جوف المسجد اذا كان لا يشتبہ علیہ الامام۔۔۔۔۔ ولہذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد بمن فیہ اذا لم یقدم علی الامام۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۶ احکام المسجد) ۱۷

۱۷ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل تجاوز لامتی عما حد بہ نفسہا ما لم تعمل بہ او تتکلم بہ۔ (الصیغۃ المسلم ج ۱ باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس) ۱۷ لما قال العلامة فخر الدین حسن بن منصور الشہیر بقاضی خان: ولو قام علی سطح المسجد واقتدی بامام فی المسجد ان كان للسطح باب فی المسجد ولا یشتبہ علیہ حال الامام یصح الاقتداء وان اشتبہ علیہ حال الامام لا یصح۔ (الفتاویٰ القاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۹۲ باب الامامۃ)

ومثله فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۸ باب الامامۃ الفصل الرابع فی بیان ما یصح الاقتداء۔

سوال :- بعض بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ گپڑی باندھتے ہیں تو سر کا درمیانہ حصہ نکا پھوڑ دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں تو

گپڑی باندھنے میں اگر سر کا درمیانہ حصہ خالی رہ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے

اس طرح نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح گپڑی باندھنے سے منع فرمایا ہے کہ سر پر گپڑی تو موجود ہو مگر اس کا درمیانہ حصہ خالی ہو، اس لیے اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
لما قال العلامة الحصکفی: بیکرة اشتمال الصماء والاعتجاز... قال ابن عابدین:
تحت قوله والاعتجاز لنهی التبی صلی اللہ علیہ وسلم عنه وهو شد الرأس أو
تکویر عمامة علی رأسه ترک وسطه مکشوفاً۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۲ باب
ما یفسد الصلوة وما یکرہ مطلب الکلام علی اتخاذ المسیحة) لہ

سوال :- آج کل چینی (جالی دار) ٹوپوں کا رواج عام جالی والی ٹوپی میں نماز کا حکم

ہے اور نماز میں لوگ اکثر ان کو استعمال کرتے ہیں جبکہ سر کے بال ان میں نظر آتے ہیں، کیا ان کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- نماز میں ستر عورت ضروری ہے اور وہ بھی اس کپڑے سے جو اس کیلئے مباح ہو، چونکہ سر مردوں کے ستر (عورت) میں داخل نہیں اور جالی دار ٹوپی بھی مردوں کے لیے مباح ہے اس لیے اس میں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لما قال الشیخ المفقی عزیز الرحمن: (الجواب) جو کپڑا مردوں کو پہننا مباح ہو اگر وہ جالی دار ہو تو اس کی ٹوپی سے نماز درست ہے اور استعمال اس کا اس طریقہ پر کہ کشف عورت نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۱۰۹ باب مکروہات الصلوة)

سوال :- میرا ایک دوست درزی ہے، چوری شدہ ٹوپی سے نماز پڑھنے کا حکم

اس کے پاس لوگ کپڑے سلوانے کیلئے لاتے ہیں

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ویکرة الاعتجاز وهو شد الرأس بالمندیل أو
تکویر عمامة علی رأسه۔ (مراقی الفلاح علی مدار الخطاوی ص ۲۸۴ فصل مکروہات الصلوة)
ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸ الفصل الثانی فیما یکرہ الصلوة۔

اس سے کچھ کپڑا بچ بھی جاتا ہے، اس کپڑے سے اگر ٹوپی وغیرہ بنا کر اس میں نماز پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر یہ کپڑا جو درزی کے پاس بچ جاتا ہے اور مالک نے بطیب خاطر چھوڑ دیا ہو تو اس سے بنی ہوئی ٹوپی میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، البتہ اگر مالک کی رضامندی کے بغیر اس نے اس کپڑے سے اپنے لیے ٹوپی بنالی تو اس چوری کردہ کپڑے کی ٹوپی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحسکفی: وكذا تکره فی اماکن کفوق کعبۃ..... وارض مغصوبۃ - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ کتاب الصلوۃ قبیل باب الاذان) لے

کباڑ (لنڈے) کے کپڑوں میں نماز کا حکم | **سوال:-** بعض لوگ کباڑ (لنڈے) کے کپڑے استعمال کرتے ہیں، کیا بغیر دھوئے ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب:- کباڑ (لنڈے) کا اکثر حصہ یہود و نصاریٰ یا فساق کے استعمال شدہ کپڑوں کا ہوتا ہے، فقہاء کرام نے ان کی شلوار، پتلون وغیرہ کے علاوہ دیگر کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز لکھا ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے کپڑے دھو کر استعمال کیے جائیں۔

لما قال العلامة الحسکفی: اثیاب الفسقة واهل الذمہ طاهرۃ - قال ابن عابدین: قال فی الفتح قال بعض المشائخ تکره الصلوۃ فی ثیاب الفسقة لانہم لا یتقون الخمر۔ قال المصنف یعنی صاحب الہدایۃ الاصح انه لا یکره لانه لم یکره من ثیاب اهل الذمۃ الا السراویل مع استحلالہم الخمر فہذا اولی۔ (رد المحتار ج ۳۵ فصل فی الاستنجاء قبیل کتاب الصلوۃ) لے

لے قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتکره فی ارض الغیر بلا رضاء۔

(مراق الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۲۹۱ باب مکروہ الصلوۃ)

لے قال علامہ السید احمد الطحطاوی: (تحت قوله وثیاب الفسقة واهل الذمۃ) مثلہم اهل الحرب (قوله طاهرۃ) ظاہرہ جواز الصلوۃ فیہما من غیر کراہۃ فی التجنیس أن الصلوۃ فی سراویل اهل الذمۃ مکروہۃ۔ قال الجلی: ولعلہ لانہم لا یستزلبون ولا یستنجون۔ (الطحطاوی مائتۃ رد المحتار ج ۱۶۸ فصل فی الاستنجاء قبیل کتاب الصلوۃ) ومثله فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۲۵ باب مکروہات الصلوۃ۔

سوال :- آجکل ایسے کپڑوں کا استعمال باریک کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عام ہے جن میں سارا بدن واضح طور پر نظر

آتتا ہے، ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :- آزاد عورت کا تمام بدن عورت رستر ہے اور مردوں کا ناف سے لے کر گھٹنوں تک، نماز میں بدن کے ان حصوں کا چھپانا فرض ہے، لہذا اگر کسی عورت کے بدن کا کوئی حصہ ان کپڑوں میں نظر آتا ہو یا مرد کا ستر والا حصہ چھپا ہوا نہ ہو تو اس صورت میں نماز نہیں ہوتی اور اس کا اعادہ واجب ہے۔

ولما قال العلامة الحصكفي: وللحرمة ولو خشي جميع بدنهما حتى شعورها النازل في الاصم خلا الوجه والكفين فظهر الكف عورة على المذهب والقدمين على المعتمد۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۲ باب شروط الصلوة)۔

وقال ابن عابدین: تحت قوله ولا يصف ما تحته يان لا يرى منه لون البشرة احتواء عن الرقيق وتحول الزجاج۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۲ باب شروط الصلوة مطلب في النظر الى وجه المرد)۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض سجدہ میں جاتے وقت شلوار اوپر اٹھانے کا حکم لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سجدہ میں جاتے وقت اپنی شلوار وغیرہ کو اوپر کرتے رہتے ہیں، کیا اس طرح کرنے سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز کی حالت میں بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے البتہ اگر ضرورت ہو تو پھر اس میں کوئی کراہت نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وكرة كفه او رفعه ولولت راب كشمركم و نزل و عيشه

لہ وفي الہندیۃ: وبدن الحرمة عورت الا وجهها وكفيها وقد ميها۔ كذا في المتون وشعر المرأة وما على رأسها عورة وما المسترسل فيه روايتان الاصم انه عورة۔ كذا في الخلاصة وهو الصحيح وبه اخذ الفقيه ابوالليث وعليه الفتوى۔۔۔۔۔ والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلوة فيه كذا في التبيين۔ (الفتاوى الہندیۃ ج ۱ الباب الثاني في شروط الصلوة) ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۹۶ باب شروط الصلوة۔

بہ ای بشوبہ وبجسدہ للنہی الا لحاجة ولا بأس بہ خارج صلوة۔ قال ابن عابدینؒ
(تحت قوله وعبدته) قال فی النہایة وحاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا
باس بہ..... فاما ما لیس بمفید فهو البعث۔ رد المحتار ج ۱ باب فیض الصلوة وما یکرہ فیہا لہ

غیر مسلموں کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا | سوال :- بازاروں اور مارکیٹوں
میں آجکل جاپان اور دیگر یورپی ممالک

کا تیار کردہ کپڑا فروخت کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کپڑا کفار کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہوتا ہے،
کیا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- غیر مسلم کے ہاتھوں کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال میں کوئی قباحت
نہیں، جہاں تک اس میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اگرچہ ایسے کپڑے کے نجس ہونے کا احتمال
ہے لیکن اس میں طہارت کی جانب راجح ہے ایسے اس میں نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

لما قال العلامة الحسکفی: لوشک فی نجاسة ما داو ثوب لم یعتبر۔ قال
ابن عابدینؒ: (تحت قوله من شک) فی انائہ وثوبہ فهو طاهر الخ کذا ما یتخذہ
اهل الشریک والجمہلۃ من المسلمین کلمن والخبز والاطعمۃ۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۵ کتاب الطہارۃ مطلب ابحاث الغسل) ۲

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے | سوال :- بعض لوگ آنکھیں بند کر کے
نماز پڑھتے ہیں، تو کیا اس طرح نماز

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشوبلانیؒ: وکت ثوبہ ای رفعہ بین یدیک او من خلفہ اذا الد السجود وقیل
ان یجمع ثوبہ ویشدہ فی وسطہ لما فیہ من التجبر المنافی للخشوع لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم امتان اسجد علی سبعة اعظم
وان لا اکف شعراً ولا ثوباً۔ (مرآۃ الفلاح علی صمد الطحطاوی ص ۲۸ باب مکروہات الصلوة)
وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوة۔

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری رحمہ اللہ: قال ابو حفص البخاری رحمہ اللہ من
شک فی انائہ او ثوبہ او بدتہ اصابته نجاسة لم لا فهو طاهر ما لم یستیقن۔

والفتاوی التاتاریخانیۃ ج ۱ ص ۱۶ کتاب الطہارۃ۔ نوع فی مسائل الشک۔

وَمِثْلُهُ فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۰۰ باب مکروہات الصلوة۔

پڑھنا جائز ہے؟

الجواب :- نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے اس لیے آنکھیں بند کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے تاہم اگر خشوع و خضوع کے لیے نماز میں آنکھیں بند کر لی جائیں تو بلا کراہت جائز ہے بعض علماء نے اس کو اولیٰ بھی قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: وکرہ۔۔۔۔۔ تغمیز عینہ للنہی لکمال الخشوع۔

قال ابن عابدینؒ: تحت قوله للنہی ثم الظاہران الکراہۃ التذیہۃ:

(مرد المحتار ج ۱ ص ۶۲۵ باب ما یفسد وما یکرہ فیہا) ۱۔

سوال :- سردیوں کے موسم میں لوگ چادر یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس طرح نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- نماز میں ناک اور منہ کا چھپانا مکروہ ہے، اس لیے سردیوں یا گرمیوں میں اس طرح کرنے سے اجتناب کیا جائے اس سے نماز میں کراہت آتی ہے۔

لما فی الہندیۃ: ویکرہ التلثم وهو تغطیۃ الانف والضم فی الصلوۃ والتشاؤب الخ

رافتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ) ۲۔

سوال :- بعض لوگ نسوار کی پٹیا یا ڈبیہ نماز پڑھتے وقت جیب میں ہی رکھتے ہیں کیا نسوار

یا سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

الجواب :- تباکو کا استعمال شرعاً مباح ہے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ نماز پڑھنا

۱۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالیؒ: ویکرہ تغمیز عینہ الا لمصلحۃ لقوله صلی اللہ

علیہ وسلم اذا قام احدکم فی الصلوۃ فلا یغمض عینہ لانه یفوت النظر للمحل المندوب

وکل عضو طرف حظ من العبادۃ وبرؤیۃ ما یفوت الخشوع ویفرق الخاطر بما یكون لتغمیز

اولیٰ من النظر۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۲۸۸ باب مکروہات الصلوۃ)

۲۔ لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالیؒ: ویکرہ۔۔۔ وتغطیۃ انفہ وفیمہ لما روینا قال

السید احمد الطحطاویؒ (تحت قوله لما روینا) من انه صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ان

یغطی الرجل فاه کذا فی الشرح۔ (الطحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۸۹ فصل فی مکروہات الصلوۃ)

نماز پڑھنا بھی درست ہے، البتہ اگر سواری یا سگریٹ میں کوئی نجس چیز ملائی گئی ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ تاہم یہ یاد رہے کہ گوبر کی بنی ہوئی راکھ اگر سواری میں ملائی گئی ہو تو چونکہ یہ راکھ پاک ہے اس لیے اس سے سواری کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (واللہ اعلم)

لما قال العلامة ابن عابدین: فانه لم يثبت اسكارة ولا تفتيرة ولا اضرامه بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الا بالاحقة وان قوض اضرامه للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد الخ۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۵ کتاب الاشربة) لہ
سوال :- اگر کسی کو نماز میں تھوک اور بلغم آجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- اگر دوران نماز کسی کو بلغم یا تھوک آجائے اگر اس کو نکلنا ممکن ہو تو نکل کر نماز پڑھے ورنہ پیرے کے کونے میں تھوک لے۔

لما اخرج الامام محمد البخاری: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یزقن احدکم فی قبلۃ ولكن عن يساره او تحت قدمه ثم اخذ طرف رداءه فبزق فيه ثم رد بعضه على بعض فقال او يفعل هكذا۔ (الصحيح البخاری ج ۱ ص ۵۹ باب اذا تدرأ البزاق فليأخذ بغير ثوبه) لہ
سوال :- اگر جمل اشترخواتین سر کے بالوں کو ایک جگہ جمع کر کے باندھ لیتی ہیں جس کو جھوڑا کہا جاتا ہے، کیا اس حالت میں نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب :- عورتوں کا بالوں کو ایک جگہ جمع کر کے باندھ کر جھوڑا کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ لہ لما قال العلامة محمد کامل الطرابلسی: لما سئل عنه الدخان الذي شاع في زماننا وعمت به البلوى وحكم الله فيه۔ قال الجواب: ان المجتهدين لم يتكلمون عليه لانه انما حدث بعدهم والمتأخرون اختلفوا فيه فمنهم من يقول بتعريمه ومنهم من يقول باباحته ومنهم من توسط وقال بکراهته احسن ما رأيت فيه قول شيخ مشايخنا خاتمة المحققين العلامة الاسير المالکی واختلف في الدخان والورع تركه زقاوی کاملية ص ۲۶۹ کتاب الخطر والاباحة ومثله في فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۸۸ باب مکروهات الصلوة۔
 لہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یزقن احدکم قبل قبلۃ ولكن عن يساره او تحت قدمه ثم اخذ طرف رداءه فبزق فيه ثم رد بعضه على بعض۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۶۹ باب المساجد)

بدون حالت نماز بوقت ضرورت بالوں کا بھڑا بنانا مباح ہے۔

لما قال العلامة المحصن، وعقص شعرة ام۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله عقص شعرة) ای صفرة وقطعه والمراد به ان يجعله على هامته ويشده بخيط او ان يلف ذوائبه حول رأسه كما يفعل النساء في بعض الاوقات ويجمع الشعر كله من قبل القفا ويشده بخيط او خرقة ويجمع ذلك مكروه۔ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۱ ص ۶۲۲ باب المکر وهات) له

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پرانی قبر ہے، کبھی کبھی بعض لوگ قبر کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں،

کیا ان لوگوں کی نمازیں درست ہیں یا نہیں؟

الجواب: قبر کے سامنے نماز پڑھنا چاہے فرض ہو یا نفل، مکروہ ہے البتہ اگر قبر کے سامنے کوئی دیوار وغیرہ ہو تو پھر اس میں کوئی کراہت نہیں تاہم اس صورت میں بھی قبر پرستی کی تہمت سے بچنے کے لیے وہاں نماز نہ پڑھی جائے، جبکہ مسجد کے دوسرے حصوں میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔

لما قال العلامة المحصن: وكذا تكره في اماكن كفوق حجة.... ومقبرة۔ قال ابن عابدین: واختلف في علة فقيل لان فيها عظام الموتى وصديهم وهو نجس وفيه نظر وقيل لان اصل عبادة الاصنام اتخذوا قبور الصالحين مساو قيل لانه تشبه باليهود وعليه شئ في الحانية ولا بأس بالصلوة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلوة وليس فيه قبر ولا نجاسة ولا قبلته الى قبر (رد المختار ج ۱ ص ۳۸ کتاب الصلوة قبل باب الاذان) له

له وفي الهندية: ويكره عقص شعرة وهو جمع الشعر على الرأس ويشده بشئ حتى لا ينحل كذا في التبیین واختلف الفقهاء فيه على اقوال فقيل ان يجمع وسط رأسه ويشده وقيل ان يلف ذوائبه حول رأسه كما يفعل النساء وقيل ان يجمع من قبل القفا ويمسكه بخيط او خرقة وهل ذلك مكروه كذا في البحر الرائق۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱ الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳ باب يفسد في الصلوة وما يكره۔

له قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتكره الصلوة في المقبرة ومثلها۔ قال الطحاوی: (تحت قوله في المقبرة) لانه تشبه باليهود والنصارى۔ وفي زاد الفقير وتكره الصلوة في المقبرة الا ان يكون فيها موضع اعد للصلوة لانه نجاسة فيه ولا قدر فيه۔ قال الحلبي: لان الكراهة معللة بالتشبه وهو منتف حينئذ۔ وفي القهستاني في عن جنائز المصمرات لا تكرر الصلوة الى جهة القبر الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلوة الخاشعين وقع بصره عليه۔ (طحاوی حاشیہ راقی الفلاح ص ۲۹ باب مکر وہ الصلوة)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا | سوال :- اگر امام مکمل طور پر محراب کے اندر کھڑا ہو جائے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟ کیا امام کا یہ عمل جائز ہے؟

الجواب :- امام کا مکمل طور پر محراب کے اندر کھڑا ہونا صحیح نہیں اس سے نماز پر برا اثر پڑتا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ محراب سے باہر کھڑا ہو اگرچہ رکوع، سجدہ محراب کے اندر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

ما قال العلامة المحقق: وكرة..... وقيام الامام في المحراب لا سجود فيه وقد ما خارجة لان العبرة للقدم مطلقاً وان لم يشته حال الامام۔

(الدر المختار على صمد ردا المختار ج ۶ ص ۶۲۵ باب مکروهات الصلوة)۔

قضاء حاجت کی شدید ضرورت کے باوجود نماز پڑھنا | سوال :- بعض اوقات انسان کو قضاء حاجت کی سخت ضرورت

ہوتی ہے لیکن وہ اس کو روک کر نماز پڑھتا ہے، اس طرح پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جب قضاء حاجت کی شدید ضرورت ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، بہتر یہ ہے کہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر نماز پڑھی جائے تاہم اگر نماز قضاء ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا حالت میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

قال العلامة عابدین: تحت قوله وصلوته مع مدافعة الاخبثين قال في الخزان: سواء كان بعد شؤعه وقبله فان شغلہ قطعها لم يخف فوت الوقت وان اتمها اتم۔ بقي اذا خشي فواجب ولا يجزى ما غير فعل يقطعها كما يقطعها اذا راى على ثوبه نجاسة قد ادرهم يغسلها ولا كما اذا كانت النجاسة ادرهم اقل من ادرهم والصلوة الاولى۔ (رد المختار ج ۶ ص ۶۲۷ باب مكروهات الصلوة)

له قال حسن بن عمار الشرنبلالی: ويكره قيام الامام بجملته في المحراب لا قیامه خارجہ وسجود فيه۔ (مراقی الفلاح علی صدر طحاوی ص ۲۹۲ فصل فيما يكره في الصلوة)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب ما يفسد الصلوة وما يكره

له لما قال حسن بن عمار الشرنبلالی: ومدافعاً لأحد الاخبثين البول والغا والريح۔^{كط} الا اذا خاف فوت الوقت او قوت الجماعة فيجزيه يصلي بتلك الحال لأن اخراج الصلوة عن قتها حواً والجماعة مؤكدة واجبة۔ قال السيد احمد الطحاوی: (تحت قوله لا اذا خاف فوت الوقت) ظاهره انها تنقضي الكراهة عند ذلك۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۲۹۲ فصل فيما يكره في الصلوة)

لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر نماز پڑھنے کا حکم | سوال :- لہسن، پیاز یا مولیٰ کھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :- لہسن، پیاز یا مولیٰ وغیرہ کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے بہتر ہے کہ اس کو زائل کر کے نماز پڑھی جائے، اس بدبو کے ساتھ نماز پڑھنا مسجد کے علاوہ ہر جگہ مکروہ ہے اس لیے کہ حدیث میں ان کو کھا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال نہی عن اكل الثوم الا مطبوخاً۔

راجماع الترمذی ج ۲ ص ۳۲ باب ما جاء في الرخصة في اكل الثوم مطبوخاً۔

نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھنے سے نماز کا حکم | سوال :- بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی بیماری کی وجہ سے نماز میں اپنے پاؤں صحیح طریقہ سے نہیں رکھ سکتے اس لیے وہ نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھتے ہیں، کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوگی؟

الجواب :- نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھنا مکروہ ہے البتہ اگر کسی کو بیماری ہو تو اس کی نماز اسی حالت میں (یعنی ایڑیوں کے بل بیٹھ کر) بلا کراہت درست ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله واقعاؤه) والكرخي بان ينصب قدميه و يقعد على عقبيه ويضع يديه على الارض.... قال في البحر وينبغي ان تكون الكراهية التحريمية على الاول تنزيهية على الثاني۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۳ باب مکروہات الصلوة) لہ

مساجد میں پڑی ہوئی ٹوپوں میں نماز کا حکم | سوال :- بعض مساجد میں ٹوپیاں پڑی ہوئی ہیں، کیا ان میں نماز پڑھنا

لہ عن علی رضی اللہ عنہ قال نہی عن اكل الثوم الا مطبوخاً۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الاطعمة باب فی اكل الثوم)

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوتِ ج ۲ ص ۳۶۷ کتاب الاطعمة۔ الفصل الثاني۔

لہ قال العلامة السيد احمد الطحطاوی: (تحت قوله كراهية الاقواء) وقال الكرخي هو ان ينصب قدميه

ويقعد على عقبيه واضعا يديه على الارض۔ قال الزيلعي.... لان ما قاله الكرخي غير مكروه بل

يكره ذلك ايضاً۔ (مططاوی حاشیہ مرقی الفلاح ص ۲۸۳ باب ما يكره في الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره۔

جائز ہے جبکہ انہیں پہن کر انسان کو باہر بچھنا معیوب معلوم ہوتا ہے۔

الجواب :- نمازی کو چاہیے کہ نماز کے لیے ٹوپی یا رومال ایسا ہو جس کو پہن کر وہ کسی مجلس میں بغیر شرائے ہوئے جا سکتا ہو، موجودہ ٹوپیاں جو مساجد میں پڑی ہوئی ہیں چونکہ نمازی ان کو پہن کر دوسری مجالس میں نہیں جا سکتا ہے اس لیے ثیاب بذلت کے حکم میں ہو کر ان کے ساتھ نماز پڑھتا مکروہ ہے۔

لما قال المحقق: وكراهة..... وصلاته في ثياب بذلة يلبسها في بيته. قال ابن عابدين:

تحتہ..... وخسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به الى الكاثير والظاهر ان الكراهة تنزيهية. (رد المختار ج ۱ ص ۶۲ باب مکروہات الصلوة) لہ

نماز میں کندھوں سے چادر کا گر جانا | **سوال :-** کبھی نماز کی حالت میں نماز کے کندھوں سے چادر گر جاتی ہے، اس صورت میں نماز کو

کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- اگر نماز کے اندر کندھوں سے چادر گر جائے اور سدل کی صورت اختیار کرے تو اس کی اصلاح عمل قلیل سے اگر ممکن ہو تو چادر کو ایک ہاتھ سے کندھوں پر ڈال لینا چاہیے کیونکہ نماز میں سدل مکروہ ہے، اسی طرح اس اصلاح سے ذہنی تشویش بھی ختم ہو جائے گی جو چادر کے گرنے سے پیدا ہو چکی تھی۔

لما قال العلامة المحقق: وكراهة..... سدل تحريماً للنهي ثوبه أي ارساله بلائس معتاد وكذا القبا بكم الى ولا ذكره الحلبي كشد منديل ويرسله من كفيه. (الدر المختار على ص ۶۳۹ باب مکروہات الصلوة) لہ

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتكره الصلوة في ثياب البذلة..... مالا يذهب به الى الكبار ورأى عمر رجل فعل ذلك فقال اذيت لو كنت أرسلتلك الى بعض اكنة تمر في ثيابك هذه فقال لا فقال عمر الله احق ان تتزين له. (مراقی الفلاح علی مد الخطاوی ص ۲۹۲ فصل مکروہات الصلوة)

لہ لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ويكره لك تكبراً وتهاوؤاً وبالعد لا يكره وهو ان يجعل الشو على رأسه وكفيه فقط ويلجوا فيه من غير ان يضمها. (مراقی الفلاح علی مد الخطاوی ص ۲۸۵ باب ما يكره في الصلوة)

(ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۰ باب ما يفسد الصلوة وما يكره)

سوال: بعض بابو قسم کے لوگ ٹائی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کیا ٹائی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ٹائی غیر مسلموں کی علامت ہے۔

الجواب: ٹائی (صلیب کا نشان) عیسائیوں کے دینی شعار میں سے ہے، چونکہ ٹائی باندھنے سے اُن کے اس مذہبی نشان کی تائید ہوتی ہے اس لیے تشبہ بالکفار کی وجہ سے اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لقوله عليه السلام: من تشبه بقوم فهو منهم قال الطيبي: قوله من تشبه بقوم هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبيه ذكر في هذا الباب - (طبي شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۱۹ کتاب اللباس، الفصل الثاني)۔

سوال: بعض لوگ جب التیات میں بیٹھتے ہیں تو اپنا دامن صحیح کرتے رہتے ہیں انکے اس عمل سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب: نماز میں تشہید یا دوسرے مواقع میں اپنے کپڑوں یا بدن یا کسی اور چیز سے کھیننا شرعاً مکروہ ہے اگرچہ اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی مگر مکروہ ضرور ہوتی ہے اس لیے صورتِ مسئلہ میں تشہید میں دامن کا صحیح کرنا عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، تاہم اگر دامن گھٹنوں کے نیچے آکر تکلیف کا باعث بنتا ہو تو بدون عمل کثیر کے درست کر سکتا ہے۔

لما قال الحنفی: وكره كفہ ای رفعہ ولولتربا كمشركم اوزيل وعينہ به ای بشوبہ وبجسدہ للہی الحاجۃ ولا بأس به۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ باب مكروهات الصلوة)۔

اقال العلامة علی القاری عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقواي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره او بالقساك او الفجار او باهل التصوف والصلحا الا يوارى فهو منهم اي في الاثم والخيبر۔ قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر من التشبه ذكر في هذا الباب۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۵۵ کتاب اللباس، الفصل الثاني)۔

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوٰۃ ۳۷۵ کتاب اللباس، الفصل الثاني۔

لما قال العلامة ابوالبركات القسفی: وكره عبثه يشوبه ويدنه وقلب الحصى الا للسجود مرة وقرعة الا صابع۔ (كنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۱ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها)۔ وَمِثْلُهُ فِي مَرَاتِي الفلاح علی صدر طحطاوی ص ۲۸ فصل في مكروهات الصلوة۔

سوال :- اگر کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی مالی نقصان ہونے کی صورت میں نماز کا توڑنا ہو اور وہ نماز میں مشغول ہو تو کتنی مالیت

تک کی چیز کے لیے نماز توڑی جاسکتی ہے ؟

الجواب :- فقہاء کرام نے ایک درہم کی مالیت والے سامان کے ضائع ہونے کی صورت میں نماز توڑنے کو جائز کہا ہے، جبکہ ایک درہم تین ماشہ ایک رتی کا ہوتا ہے، اس لیے دو حاضر میں تین ماشہ ایک رتی چاندی کی قیمت کے برابر مالیت کی چیز ضائع ہونے کی صورت میں نماز توڑنا جائز ہے۔

لما فی الہندیۃ: رجل قام الی الصلوۃ فسرق منہ شیء قیمته درہم لہ ان یقطع الصلوۃ ویطلب السارق سواء کانت فریضۃ او تطوعاً لان الدرہم مال۔ (الہندیۃ ج ۱ الفصل الثانی فیما یرک الصلوۃ) لہ

سوال :- آجکل بعض سینٹ (سپرے) ہیں الکحل کی ملاوٹ ہو تو اس کے استعمال کا حکم

ایسے خوشبودار سپرے (سینٹ) ملتے ہیں جن میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، کیا ایسے سپرے کو استعمال کر کے نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ شراب جو کھجور اور انگور سے بنائی گئی ہو تو وہ حرام اور ناپاک ہے، البتہ جو شراب اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے تیار کی گئی شراب پاک ہے، متاخرین فقہاء نے عموم بلوئی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

لما قال الشیخ المفتی محمد تقی العثماني: وأما غیر الاشربة الاربعۃ فلیست نجسة عند الامام ابی حنیفۃ..... وان معظم الکحول التي تستعمل الیوم فی الادویۃ والعطور وغیرھا لا تتخذ من العنب أو التمر انما تتخذ من العجوب او القشور أو البترو وغیرہ كما ذکرنا فی باب بیع الخمر من کتاب البیوع وحينئذ ہناک فسحة فی الاخذ بقول ابی حنیفۃ عند عموم البلوی۔ (تکملة فتح الملہم ج ۳ ص ۶۰۸ کتاب الاشربة)۔

لہ قال العلامة الحسکفی: ویباح قطعہا نحو قتل حیۃ وندابة وفور قدر وضياع ما قیمته درہم لہ اولغیرہ۔ قال ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ: وضياع ما قیمته درہم قال فی مجمع الروایات: لان مادونہ تصیر فلا یقطع الصلوۃ لاجلہ الخ۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۵ باب مکروہات الصلوۃ قبل فی احکام المسجد ومثله فی مراق الفلاح علی صدر طحاوی ص ۳ فصل فیما لا یرکہ۔

سوال :- اگر کسی نمازی کے آگے کوئی شخص سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھتے کا حکم سورہا ہو تو اس نمازی کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- سویا ہوا شخص قبلہ رخ ہو کر سویا ہوا اور نمازی کی طرف اس کی پشت ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، تاہم اگر اس کا رخ نمازی کی طرف ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔

لما قال المحصني: ولا يكره صلوة الى ظهر قاعد أو قائم ولم يتحدث الا اذا خيف الغلط بحد^ث۔
قال ابن عابدين: رحت قوله الى ظهر قاعد قيد بالظهر احترازاً عن الوجه فانها تكرر اليه كما مر....
وفي شرح المنية: فادبه نفى قول من قال بالكرهية بحضرة المتحدثين وكذا بحضرة النائمين.....
وفي النائمين اذا خاف ظهور شيء يضحكه. (رد المحتار ج ۲۵ باب مكرهات الصلوة بماله

سوال :- اگر کوئی شخص نماز میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں دعائیں مانگتے کا حکم میں عربی کے علاوہ اردو، پشتو

وغیرہ زبانوں میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا شروع کرے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟
الجواب :- مسنون طریقہ یہ ہے کہ نماز میں صرف عربی زبان میں دعا کی جائے، اگر کسی اور زبان میں دعا کی جائے تو نماز کراہت سے قالی نہ ہوگی۔

لما قال العلامة ابن عابدين: وظاهر التعليل ان الدعاء بغير العربية خلاف الاولى وان الكراهية تنزيهية - (رد المحتار ج ۵۲ مطلب في الدعاء بغير العربية باب منعه الصلوة)

لما قال ابراهيم الحلبي: ولا بأس بان يصل متوجهاً الى الظهر اجل قاعداً طاهراً ان التقيد به باعتبار الغالب وان له لافرق بين كونه قاعداً او قائماً وقوله يتحدث لا فائدة نفى قول من بالكرهية بحضرة المتحدثين وكذا بحضرة النائمين -
(كبيري ص ۳۵۸ كراهية الصلوة)

لما قال العلامة عبدالحی الکنہوی رحمہ اللہ: ومنها ان يدعوا بالعربية ليكون اقرب الى الاجابة فان اللسان العربي من الفضل ما ليس لغيره..... في غرر الافكار شرح درر البحار في بحث الدعاء بعد التشهد ذكره الدعاء بالاعجمية الخ
(السعيا ج ۲ ص ۲۴۵ باب صفة الصلوة)

سوال :- نماز کی حالت میں اگر بچہ سامنے آجائے یا گود میں بیٹھ جائے تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر بچہ خود قصداً گود میں آکر بیٹھ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، ایسے ہی اگر بچے کے رونے یا گرجانے کا خطرہ ہو اور اس مقام میں کوئی دوسرا نہیں جو اس کی حفاظت کر سکے، اس صورت میں بھی بچے کو گود میں لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ان مذکورہ شرائط کے علاوہ قصداً بطور محبت بچے کو اٹھا کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

صلی وھو حامل صبیلاً جازت صلوتہ ویکرہ لولہ یکن ہناک من یحفظہ ویتعہد وھو بیکی فلا یکرہ ہکذا فی محیط السرخسی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ) ۱

سوال :- اگر نماز میں آستینوں کو کہنیوں سے اوپر کر کے نماز پڑھنا کوئی کراہیت لازم آتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- کپڑا موجود ہوتے ہوئے آستینوں کو کہنیوں سے اوپر کرنا مکروہ ہے، البتہ کپڑا موجود نہ ہونے کی صورت میں کوئی کراہیت نہیں۔

قال المحصن: (و) کرہ (دفعہ) ای دفعہ ولولتربا بمشہر کما وذل و فی رد المحتار فیہ الکراہۃ فی الخلاصۃ والمتمیۃ بان یکون رافعا کیہ الی المرفقین۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ مکروہات الصلوۃ)

۱ قال المحصن: یکرہ..... وحمل الطفل وما ورد نسج بحديث ات في

الصلوة شغلًا۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۶۳ مکروہات الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي خُلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۵۹ الْجَنَسُ فِيمَا يَكْرَهُ۔

۲ ولو صلی رافعا کیہ الی المرفقین کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

(الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثانی ما یکرہ فی الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۰ بَابُ مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يَكْرَهُ فِيهَا)

امام سے پہلے سلام کہنا | سوال :- امام کے سلام سے قبل سلام پھیرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔
الجواب :- تتبع کتب سے اس کا حکم معلوم نہیں ہوا، البتہ احادیث کی رو سے مکروہ تحریمی معلوم ہوتا ہے۔

عن انس قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فلما قضى صلوته اقبل علينا بوجهه فقال ايها الناس اتى امامكم فلا تسبقوني بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالا نصراف فاني اراكم امامي ومن خلفي - رواه مسلم
 رمشكوة ج ۱ ص ۱۸۱ ما على المأموم من المتابعة (۱)

چادر بچھا کر نماز پڑھنا | سوال :- مسجد میں چادر بچھا کر اس پر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مسجد میں چادر بچھا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ زمین کی صلاّت موجود رہے، اگر زمین کی صلاّت معلوم نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔

رجل يصلي على الارض ويسجد على خرقة وضعوها بين يديه ليقى بها الحرك لا بأس به كذا في الظهرية - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة وما لا يكره) (۲)

مکروہ وقت میں نماز پڑھنا | سوال :- طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے مکروہ وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو یہ مکروہ کی کون سی قسم ہے؟ فرض اور نفل پڑھنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

۱۔ عن انس قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فلما قضى الصلوة اقبل علينا بوجهه فقال ايها الناس اتى امامكم فلا تسبقوني بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالا نصراف فاني اراكم امامي ومن خلفي -

(مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ باب تحريم سبق الامام بركوع وسجود ونحوها)

۲۔ قال طاهرين عبدالرشيد البخاري: ولو سجد على ذيله او كره او كره عمامته يتقى بذلك حر الارض وبرد هاجوز عندنا - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۵۹ جنس اخر فيما يكره)

الجواب: مکروہ اوقات یعنی طلوع وغروب اور استواء شمس کے دوران نماز پڑھنا شرعاً مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ غروب شمس کے وقت اُسی دن کی عصر کی نماز جائز مع انکار بہت ہے۔ تاہم فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا جائز ہے۔ مکروہ اوقات تین قسم پر ہیں: ۱۔ طلوع شمس ۲۔ نصف النہار ۳۔ اور عند غروب الشمس۔

قال الحنفی: (مکروہ) تحریمًا وکل ما لا یجوز مکروہ (صلوٰۃ) مطلقاً (ولو) قضاءً واجباً اولیاً (علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو) لا شکر قنیۃ (مع شرق) الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانہم یتروکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من الترتک كما فی القنیۃ وغیرہا۔ (واستواء) الا یوم الجمعة۔۔۔۔۔ (وغرب) الا عصر یومہ (والدہ المختار علی صمد الدہ المختار ج ۱ ص ۳ کتاب الصلوٰۃ)

نماز میں ایک سورۃ کو شروع کر کے بغیر عذر کے دوسری سورۃ شروع کرنا سوال: اگر کوئی شخص نماز

میں ایک سورۃ کی قرأت پر ابتداء کرے لیکن پھر قصداً بغیر کسی وجہ کے اسے ترک کر کے دوسری سورۃ شروع کر دے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟
الجواب: نماز میں ایک سورۃ کو شروع کرنے کے بعد اس کے مکمل ہونے سے قبل بغیر کسی عذر کے اسے ترک کر کے دوسری سورۃ شروع کر دینا شرعاً مکروہ ہے، البتہ اس سے نماز جائز ہے۔

افتتح سورۃ وقصد سورۃ اخرى فلما قرأ اية او ايتين اراد ان يترك السورۃ ويفتح التي ارادها يكره۔ وكذا قرأ اقل من اية وان كان حرفاً ولو كبر للركوع في الصلوٰۃ ثم بدله ان يزيد في القراءة لا بأس به ما لم

لے قال قاضی خان: یجوز قضاء لنوفی وقت شاء الا فی ثلاث شت سجدة التلاوة اذا طلعت الشمس حتی ترفع وعند الانقضاء الى ان تزول وعند غروبها الى ان تغیب الا عصر یومہ ذلک فاته۔ يجوز اداء عند الغروب۔

(الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الحدیث ج ۱ ص ۲۷ باب الاذان)

وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۶۱ الفصل ۱۱۔ جم فی المواقیت۔

یرکع۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۹۸ فصل فی القراۃ) ۱۔

سوال :- بعض لوگ بغیر کسی عذر کے ننگے سر نماز پڑھتے ہیں، کیا شرعاً ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب :- بستی اور بغیر کسی عذر کے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ آجکل کے بعض فیشن ایبل حضرات کا وطیرہ ہے، البتہ عذر اور تذل کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔
قال المحقق: (وصلوۃ حاسرا) ای کاشفا (مراسد للتکاسل) و (لا) بأس به (للتذل) اما للاحانة بهما فکفر۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ مکروہا الصلوۃ) ۲۔

سوال :- آجکل بعض قالین جس قالین پر صلیب کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنے کا حکم یادریاں ایسی بنائی جاتی ہیں

جن میں صلیب کی صورتیں بنی ہوتی ہیں، کیا ایسے قالین یادری پر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے؟
الجواب :- شریعت مقدسہ نے غیر مسلموں کے دینی شعائر سے تشبہ کو مکروہ قرار دیا ہے جن کے چند نظائر فقہاء کرام نے بیان بھی فرمائے ہیں۔ لہذا صلیب چونکہ عیسائیوں کی مذہبی علامت ہے اس لیے صلیب کے نشان والے قالین یادری پر نماز پڑھنا تشبہ یا کفار کی وجہ سے مکروہ ہے، اس لیے ایسے قالین یادری پر نماز پڑھنے سے اجتناب لازمی ہے۔ لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبه بقوم

لہو فی الہندیۃ: افتتح سورۃ وقصد سورۃ اخری فلما قرأ آیۃ اوایتین اراد ان یترک السورۃ ویفتتح الی ارادھا وکذا قرأ اقل من آیۃ وان کان حرفاً ولو کبر للركوع فی الصلوۃ ثم یدالہ ان یتزید فی القراۃ لا بأس به ما لم یرکع۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۷۹ فصل فی القراۃ)

۳۔ تکرۃ الصلوۃ حاسرا اسے اذا کان یجد العمامۃ وقد فعل ذلک تکاسلاً او تهاوناً بالصلوۃ ولا بأس به اذا فعلہ تذللًا و خشوعاً بل هو حسن کذا فی الذخیرۃ۔
(الہندیۃ ج ۱ ص ۷۹ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ وما لا یکرہ)
و مثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا۔

فہومنه۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۵۵۹ کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة) لے

سوال :- رکوع سے سجدہ کو انتقال کے وقت شلو اور نماز میں کپڑوں کو صحیح کرنا

اوپر کی طرف کھینچنا، ایسے ہی سجدہ سے اٹھتے وقت اپنے کپڑوں کو صحیح کرنا، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بغیر حاجت کے کپڑوں کو صحیح کرنا جب عمل کثیر تک نوبت نہ پہنچے تو مکروہ ہے اور حاجت کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے، اور اگر عمل کثیر تک نوبت پہنچے تو نماز قاسد ہو جائے گی۔

قال المحقق: (وکرہ دفعہ) ای دفعہ ولو لترا بک مشمر کھرا و ذیل۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۰ مکروہات الصلوٰۃ) لے

سوال :- امام کا بحالت نماز بالکل محراب اندر کھڑے ہونے کا حکم

مقتدیوں سے بالکل مخفی ہو جائے، یا اس کا برآمدہ میں کھڑا ہونا اور مقتدیوں کا صحن میں ہونا، اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- امام کا محراب میں اس طرح سے کھڑا ہونا کہ اس کے افعال مقتدیوں سے

لے قال العلامة فخر الدین النزیلی: (قوله او شمع او سراج) لانہما لا یعدان والکراہۃ باعتبارہا وانما تعدھا الجوس اذا كانت فی القانون وفيہا الجمر او فی التنور فلا یکرہ التوجہ الیہما علی غیر ذلک الوجه۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۱ فصل فی مکروہات الصلوٰۃ) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲ باب مکروہات الصلوٰۃ۔

لے ویکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ او لحيته او جسمہ وای یکف ثوبہ بان یرفع ثوبہ من بین یدیه او خلقه اذا اراد السجود کذا فی معراج الدراریۃ ولا بأس بان یتفض ثوبہ کیلا یلتفت بجسده فی الركوع ولا بأس بان یمسح جیہتہ من التراب والحشیش۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۰۵ الفصل الثانی مکروہات الصلوٰۃ)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹ مکروہات الصلوٰۃ۔

مخفی رہیں مکروہ ہے، البتہ اگر امام ایسی صورت میں کھڑا ہو کہ اس کی ساری ہیئت مقتدیوں سے مخفی نہ ہو تو اس صورت میں کوئی کراہیت نہیں۔

ایسے ہی اگر امام برآمدہ میں اور مقتدی صحن میں ہوں، اگر ان کو امام کی ساری ہیئت کا علم ہوتا ہے تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور عدم علم میں مکروہ ہے۔

وقال المحصن: (قيام الامام في المحراب لا سجود فيه) وقد ما خارج له لان العبرة للقدم (مطلقاً) وان لم يتشبه حال الامام ان علل بالتشبه وان بالاشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه في نفى الكراهة۔

والدرا المختار على صدر رد المختار ج ۱ باب ما بعد الصلوة ۴۳۵

نماز میں ذی روح چیز کی تصویر پاؤں تلے رکھنا | سوال: جناب مفتی صاحب!

اگر کوئی شخص کسی جاندار کی تصویر منقش مصلیٰ پر نماز پڑھ رہا ہو اور پاؤں اس تصویر پر رکھے ہوں تو اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا نماز مکروہ ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: جس کمرے میں کسی ذی روح (جاندار) کی تصویر آویزاں ہو تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے تصویر سامنے ہو یا پیچھے، دائیں ہو یا بائیں۔ فقہاء کرام نے اس کراہت کی وجہ منہ پرستی سے مشابہت اور تعظیم بیان کی ہے لیکن اگر کسی مصلیٰ پر جاندار کی تصویر اس طرح بنی ہو کہ اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں تو ایسے مصلیٰ پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، اس لیے کہ اس عمل سے اس تصویر کی تذلیل ہوتی ہے نہ کہ تعظیم، کیونکہ اسلام نے تصویر کی تعظیم کرنے سے منع کیا ہے۔

لما قال العلامة المرغینانی: ولا بأس بان يصلي على بساط فيه تصاوير لان فيه اشبهانة بالصورة ولا يسجد على التصاوير لانه يشبه عبادة الصورة واطلق الكراهية في الاصل لان

له قال الشيخ السيد احمد الطحطاوى: (لا يكره قيام الامام) بجملة (في المحراب) لا قيامه خارجة وسجوداً فيه مستحى محرراً لانه يحارب النفس والشيطان بالقيام اليه والكراهة لاشتباه الحال على القوم واذا ضاق المكان فلا كراهة۔

الطحطاوى ۲۹۲ فصل في المكروهات

ومثله في الهمدية ج ۱ الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة۔۔ الخ۔

المصلی معظم ویکبر ان یکون فوق رأسه فی السقط و بین یدیه او یحدائہ تصاویر او
صورة معلقة... الخ (الهدایة ج ۱ ص ۱۲۶ باب ما یفسد الصلوة وما یکره)

خانہ کعبہ اور روضہ اقدس ﷺ کی تصاویر سے متعلق
سوال :- جناب مفتی صاحب! کیا استفتاء
کا جواب نظر سے گذرا جس کی وجہ سے بہت
تشویش لاحق ہوئی، استفتاء کا جواب یہ

تھا کہ جس جائے نماز (مصلیٰ) پر کعبہ اللہ اور روضہ اقدس کی تصویر منقش ہو اس پر نماز پڑھنا
جائز نہیں۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان ان منقش جائے نمازوں پر نمازیں پڑھتے ہیں،
بڑی بڑی مساجد میں بڑے بڑے علماء و مفتیان عظام کو ایسے جائے نمازوں پر نمازیں پڑھتے دیکھا
گیا ہے، اور خصوصاً تشویش کی بات یہ ہے کہ ایسے منقش جائے نماز لوگ بڑے شوق سے دعویٰ عرب
سے لاتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ استفتاء کے جواب کے مطابق ایسے جائے نمازوں پر نماز پڑھنا جائز
نہیں تو ہماری پڑھی گئی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیا ہم ساری نمازوں کو دوبارہ قضاء کریں گے
یا نہیں؟ مہربانی فرما کر ہمیں اس تشویش سے نکالیں؟

الجواب :- جائے نماز (مصلیٰ) پر غیر ذی روح شے کی تصویر کا ہونا مانع صلوة نہیں اور
نہ اس سے کوئی کراہت لازم آتی ہے۔

لما قال العلامة ابراہیم الحلبي: واما صورة غیر ذی روح فلا خلاف فی عدم
کراهة الصلوة علیها و الیہا۔ (کبیری ص ۳۲۶ مکروہات الصلوة)
خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصاویر بھی غیر ذی روح میں داخل ہیں اس لیے جس مصلیٰ پر
اس قسم کی تصاویر ہوں اس پر نماز پڑھنا مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر جائز ہے۔
(۱) عین کعبہ یا اس کی دیواروں پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

لما فی الہندیۃ: لوصلی علی جدار الکعبۃ فان کان وجہہ الی سطح الکعبۃ یجوز
والا فلا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۶۳ باب صلوة فی الکعبۃ)

لما قال العلامة عالم بہت العلماء الانصاری: ولوصلی فی جوف الکعبۃ او
علی سطحها جاز الی ای جہۃ۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۱ ص ۲۳۵ باب صلوة فی الکعبۃ)
البتہ ایسا کرنے سے بوجہ اسامۃ ادب صرف کراہت تنزیہی ہے۔

لما قال العلامة السید احمد الطحطاوی: صح فرض ونقل فوقہا وان لم یتخذ

مصلیہا ستورۃ لما ذکرنا لکنہ مکروہ لا سادۃ الادب باستعلائہ علیہا وترك تعظیہا
 یقید ان الکراہۃ التذنیۃ - (الطحاوی ص ۳۳۹ باب صلوة فی الکعبۃ)

(۲) تصویر کا حکم عین شے کا حکم نہیں ہوتا۔

(۳) نماز پڑھنے کے دوران ان تصاویر پر سر رکھا جاتا ہے پاؤں نہیں جو کہ موجب تعظیم ہے،
 یہی وجہ ہے کہ جو تصاویر نماز میں پاؤں تلے آتی ہوں تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ولا یکرہ لو كانت تحت قدمیه او محل جلوسه
 لانہا مہانۃ - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مکروہات الصلوۃ)

لہذا ان وجوہات کی بناء پر خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصاویر سے منقش جائے نماز (مصلی)
 پر نماز پڑھنا جائز ہے، تاہم اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ان تصاویر پر پاؤں نہ آئے تاکہ
 بے ادبی کا شبہ پیدا نہ ہو۔ جہاں تک ادا شدہ نمازوں کا مسئلہ ہے تو وہ بلا کراہت جائز
 ہیں دوبارہ قضاء کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جن حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے ان کا
 فتویٰ قابل غور ہے، اس لیے کہ جب عین کعبہ کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے تو منقش جائے نماز
 پر بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔



۱۔ لما قال العلامة المفتی محمود حسن گنگوہی: (سوال) جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہے اس پر نماز
 پڑھنا کیسا ہے، آیا اس تصویر کو دوسرا کپڑا چڑھا کر چھپا دیا جائے یا کیا جائے، اگر فروخت کرتے ہیں تو
 چوتھائی قیمت ملتی ہے اور مسجد کو نقصان ہے؟

(الجواب) سورت مسئلہ میں ان مصلوں پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں نہ ان پر کپڑا چڑھانے
 کی ضرورت ہے نہ ان کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے۔ فی منیۃ المصلی: واما صورة غیر
 ذی روح فلا خلاف فی عدم کراہۃ الصلوۃ علیہا والیہا (ص ۳۱۲) اور اس تصویر خانہ کعبہ
 کی تعظیم میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ تصویر کا حکم عین شے کا حکم نہیں ہوتا، دوسرے خود خانہ کعبہ میں
 جب نماز پڑھی جاتی ہے تو وہاں بھی زمین پیروں کے نیچے ہوتی ہے جب وہ تعظیم کے منافی نہیں تو
 تصویر کا پیروں کے نیچے ہونا بطریق اولیٰ تعظیم کے منافی نہ ہوگا۔ فقط، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(الفتاویٰ محمودیہ جلد ۱ ص ۱۱۱ کتاب الصلوۃ)

باب مفسدات الصلوة

(نماز کے مفسدات کے بیان میں)

سوال :- کیا نماز میں پاؤں ہلانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟
الجواب :- نماز میں پاؤں ہلانا جب تک عمل کثیر کے درجے میں نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، تاہم بلا ضرورت پاؤں ہلانے سے اجتناب کرنا چاہیئے، البتہ دونوں پاؤں کا ہلانا عمل کثیر کے زمرے میں داخل ہے۔

ان حرك رجلاً واحدة لا على الدوام لا تقصد صلواته وان حرك رجله تفسد
 اعتبر هذا القائل العمل بالرجلين بالعمل باليدين والعمل برجل واحدة بالعل بید
 واحدة قال بعضهم ان حرك رجله قليلاً لا تقصد صلواته كذا في المحيط وهو
 الا وجه هكذا في البحر الرائق - (المهنية ج ۱ ص ۱۳۱ البنا السابغ فيما يفسد الصلوة)
سوال :- بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ بعض نمازی نماز میں کھانستے
 رہتے ہیں اور بعض لوگ تو کھانسی میں حد سے تجاوز کرتے ہیں کیا
 نماز میں کھانا شراً جائز ہے اور اس کی مقدار کیا ہے؟

الجواب :- اگر نماز میں کھانسی بلا اختیار مع العذر ہو تو شراً جائز ہے اور بغیر عذر
 محض تحسین صوت کے لیے ہو تو بھی جائز ہے۔ البتہ نماز میں کھانسنے کے لیے کوئی خاص حد
 مقرر نہیں تاہم بلا عذر کھانسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اس سے حروف پیدا
 ہو جائیں اور بغیر اظہار حروف کے بلا عذر کھانسا مکروہ ہے۔

لے قال ابن نجيم: ان حرك رجلاً واحدة لا على الدوام لا تقصد صلواته وان حرك
 رجله تفسد فشكل لان الظاهر ان تحريك اليدين في الصلوة لا يبطلها متى
 يلحق بهما تحريك الرجلين فالوجه قول بعضهم ان حرك رجله قليلاً
 لا تقصد صلواته وان كان كثيراً فسدت كما في الذخيرة۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۱ باب مفسدات الصلوة)

قال المحقق (والتخنع) بحرین (بلاعدہ) ما یہ بان نشاء طبعہ فلا راو
بلا (غرض صحیح) قلو لتحسین صوته اویہتدی امامہ او بلا اعلام انه فی الصلوۃ
فلا فساد علی الصحیح۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۶۱۸ مطلب المواضع التي لا یجب الخ) لہ

بجالت نماز قرآن سے دیکھ کر قرأت کرنا | سوال: اگر کوئی شخص بجالت نماز
قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرے تو کیا

اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نیز اس میں حافظ اور غیر حافظ کا فرق ہے یا نہیں؟
الجواب: مصحف شریف سے دیکھ کر بجالت نماز قرأت کرنا مختلف فیہ مسئلہ ہے
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا کرنا مفسد نماز ہے جبکہ صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک
مفسد نماز نہیں، البتہ صحیح قول یہی ہے کہ مفسد نماز ہے، اس میں حافظ اور غیر حافظ دونوں
برابر ہیں۔

ویفسدہا قرأتہ من مصحف عند ابی حنیفۃ وقال لا یفسدان حمل المصحف وتقلیب
الاوراق والنظر فیہ عمل کثیر وللصلوۃ عنہ یتدو علی ہذا الوکان موضوعاً بین یدیه علی رجل وهو
لا یحمل ولا یقلب او قوا المکتوب فی المحراب لا تقسدا ولان التلقن من المصحف تعلم لیس
من اعمال الصلوۃ وهذا یوجب التسویۃ بین المحمول وغیرہ فنفسد بکل حال وهو
الصحیح کذا فی الکافی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ مفسدات الصلوۃ) لہ
لہ ویفسد الصلوۃ التخنع بلاعدہ بان لم یکن مدقوفاً الیہ حصل منہ حروف کذا فی
التبیین ولو لم یظہر لہ حروف فانه لا یفسد اتفاقاً لکنہ مکروہ کذا فی البحر الرائق۔

(الہندیۃ سعیدی ج ۱ ص ۵۲ الباب السابع الفصل فیما یفسد الصلوۃ)
لہ قال ابن نجیم: (قوله قرأتہ من مصحف) ای یفسدہا عند ابی حنیفۃ وقالہی تامۃ لانہا
عبادۃ انضات الی عبادۃ الا انہا یکرہ لانہ تشبہ بصیغ اهل کتاب ولا بی حنیفۃ وجہان
احدہما ان حمل المصحف والنظر فیہ وتقلیب الاوراق عمل کثیر الثانی انہ تلقن من المصحف فصار
کما اذا تلقن من غیرہ وعلی هذا الثانی لا فرق بین الموضوع والمحمول عندہ وعلی الاول
یفترقان وصح المصنف فی الکافی الثانی وقال انہا تفسد بکل حال تبعاً لما صححہ شمس
الائمۃ السرخسی۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ ما یفسد الصلوۃ)
ومثله فی الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۶۲۳ مفسدات الصلوۃ۔

سوال :- نماز پڑھنے کے دوران کسی شخص کے دھکا دینے سے نماز کا سینہ قبلہ سے کچھ منحرف ہو گیا، تو اس سے

نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر قبلہ سے تھوڑی سی مقدار میں منحرف ہو جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر من کل الوجوه منحرف ہو گیا تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قال المحقق (ولغيره) ای غیر معانیہا (وإصابة جهتها) بان یبغی شی من سطح الوجه مسامتا للکعبة اولهوائها (الدر المختار علی صدد المختار ج ۱ ش ۲۸ ط الصلوة) لہ

سوال :- آجکل اکثر مساجد میں لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھائی جاتی ہے، آیا شرعاً اس آلہ کے ذریعہ نماز پڑھانا جائز ہے؟

الجواب :- لاؤڈ سپیکر ایک جدید آلہ ہے اس سے مکتبہ یا امام کی آواز دور تک پہنچتی ہے۔ فنی لحاظ سے چونکہ یہ آواز اس امام ہی کی آواز ہوتی ہے اسلئے محققین علماء کرام کا اتفاق ہے کہ لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھانا جائز ہے لیکن بلا ضرورت لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے سے اجتناب کیا جائے۔ البتہ بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق چونکہ یہ آواز امام کی اپنی نہیں بلکہ صدائے بازگشت ہے اس لیے اس (لاؤڈ سپیکر) سے نماز درست نہیں۔

قال المفتی کفایت اللہ :- میں کئی مرتبہ اس آلہ کے نماز میں استعمال کا حکم لکھ چکا ہوں اور اخبارات میں شائع کروا چکا ہوں، وہ یہ کہ فی حد ذاتہ اس آلہ کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں اس لیے خطبہ جمعہ وعیدین اور وعظ و تقریر کی مجالس میں اس کا استعمال مباح ہے، نماز کے بڑے مجموعوں میں جو لوگ تبلیغ تکبیر کرتے ہیں ان کی آواز کو بلند کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۲۰۷ کتاب الخطر والاباحۃ) لہ

لہ قال ابن نجیم : (قوله ولغير إصابه جهتها) لغير المكي فرضه إصابه جهتها وهو الجانب الذي اذا توجه إليه الشخص يكون مسامتا للکعبة اولهوائها۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳ شروط الصلوة)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۶۳ الفصل الثالث في استقبال القبلة۔

لہ امداد الفتاوی ج ۱ ص ۶۰۸ تا ۶۰۵ وآلات جدیدہ کی تحریر سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

سوال :- اگر نماز میں ایک عورت مرد کے محاذات میں عورت کے محاذات کا مسئلہ

عورت بالغ بھی ہو تو کیا اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا مسئلہ محاذات میں محرمہ اور اجنبیہ میں کوئی فرق ہے؟ اور محاذات کے شرائط کیا ہیں؟

الجواب :- اگر بالغ عورت کسی مرد کے محاذات میں کھڑی ہو جائے تو چند شرائط کے ساتھ اس مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً بغیر کسی حائل و رکاوٹ کے مکان ایک ہو، عورت بالغ عاقلہ ہو جس کی نماز صحیح ہو، مجنون نہ ہو، امام عورت کی اقتداء کی نیت کرے، محاذات رکن کامل میں ہو، آن دونوں کی جہت متحد ہو۔

اور محاذات میں پنڈلی اور ٹخنوں کا اعتبار ہوتا ہے، اس میں محرمہ اور غیر محرمہ کا کوئی فرق نہیں، دونوں برابر ہیں۔

(رومنہا) ان یکون فی مکان واحد حتی لو کان الرجل علی الدکان والمرأة علی الارض والدکان مثل قامۃ الرجل لا تقصد صلوٰتہ (رومنہا) ان یکون بلا حائل حتی لو کان فی مکان متحد بان کان علی الارض او علی الدکان الا ان بینہما اسطوانۃ لا تقصد صلوٰتہ ھکذا فی الکافی وادنی الحائل قدر مٹوخر الرجل وغلظہ غلظ الاصبع والفرجۃ تقوم مقام الحائل وادناہ قدر ما یقوم فیہ الرجل کذا فی التبین (رومنہا) ان تكون ممن تصومنہا الصلوٰۃ حتی ان الجنونۃ اذا حاذتہ لا تقصد صلوٰتہ (رومنہا) ان یتوی الامام امامتہا و امامۃ النساء وقت الشروع لا بعدہ ولا یشرط حضور النساء لصیۃ نیتہن (رومنہا) ان تكون المحاذات فی رکن کامل حتی لو کبرت فی صف و رکعت فی اخر وسجدت فی ثالث قسدت صلاۃ من عن یمینہا و یسارہا خلقہا من کل صف (رومنہا) ان تكون جہتہما متحدۃ حتی لو اختلفت لا تقصد ولا یتصور اختلاف الجہۃ الا فی جوف الکعبۃ او فی لیلۃ مظلمۃ و صلی کل بالتحری الی جہۃ والمعتبر فی المحاذات الساق والکعب علی الصمیم ھکذا فی التبین والمرأة تنناول الاجنبیۃ والمحرمۃ والحلیلۃ والصغیرۃ المشتہاۃ والکبیرۃ التي ینصر عنہا الرجال ھکذا فی الکفایۃ۔ (الھندیۃ ج ۱ ص ۱۹۹ باب الامامۃ۔ الفصل الخامس)

قال المحصن: (واذا حاذته) ولو لبعض واحد وخصه الزليعي بالساق والكعب (امارة) ولوامة (مشتهاة) حالاً كنت تسع مطلقاً وثمان وسبع لو ضخمة او ما ضيا كعجونه (ولا حائل بينهما) اقله قدر ذراع في غلظ اصبع او فرجة تسع رجلاً (في صلوة) وان لم تتخذ كنيتهما ظهر بمصلى عصر على الصحيح سراج فانه يصح نقلاً على المذهب بحر وسيجي (مطلقة) خرج الجنازة (مشتكة) فمعاذاة المصلية لمصل ليس في صلاتها مكروهة لا مفسد فتح (تحريمية) وان سبقت ببعضها (وأداء) ولو حكما كلا حقيين بعد فراغ الامام بخلاف المسيوقين والمحاذاة في الطريق (واتحدت الجهة) فلو اختلفت كما في جوف الكعبة وليلة مظلمة (فسدت صلواته) لو مكلفاً والا لا (ان نوى) الا امام وقت شروعه لا بعده (امامتها) وان لم تكن حاضرة على الظاهر ولو نوى امرأة معينة او النساء الا هذه عملت نيته (والا) قنوها (فسدت صلواتها)۔

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۵، ۵۵۵ باب الامامة)

سوال :- بعض اوقات بس میں سفر کے دوران نماز بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا کا وقت ہوتا ہے لیکن نماز کے لیے بس کا ڈرائیور کسی مقام پر بس کو نہیں روکتا۔ اگر بس میں بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے؟
الجواب :- بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا مع الغدر جائز ہے جب قبلہ کا رخ ابتداء میں صحیح ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ انتظار کرے، ممکن ہے کہ باقاعدہ نماز کا وقت مل جائے، بشرطیکہ پہلے ڈرائیور سے بات کر لی ہو اور ڈرائیور گاڑی نہ روکنے پر مہر ہو، البتہ ڈرائیور اگر گاڑی کھڑی کر دے تو پھر جائز نہیں۔

قال المحصن: (صلى الفرض في فلك) صار رقاعداً بلا عذر (صح) لغلبة العجز (واساء) وقال لا يصح الا بعذر وهو الاظهر برهان۔
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۱ باب صلوة المريض)

اما الصلوة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة وهي تسير ولا تسير (فهي صلوة على الدابة فتجوز في حالة العذر) المذكور في التيمم (في غير)

ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجه وذہاب الرفقاء ۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۱ باب النوافل ، مطلب الصلوة علی الدابة) ۱۷

مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دوکانوں میں نماز پڑھنا **سوال** : ہمارے مسجد

نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہیں رہتی خصوصاً جمعہ کے دن ، تو بعض لوگ مسجد کے باہر ہی دوکانوں میں کھڑے ہو کر نہایت باندھ لیتے ہیں ، جسکی بناء پر ظاہراً صفوف میں اتصال نہیں ہوتا کیا ایسی صورت میں امام کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

الجواب : اگر مسجد میں جگہ نہ ہو تو مسجد کے باہر دوکانوں میں نماز پڑھنا اُس وقت درست ہے جس وقت مسجد اور دوکانوں کے درمیان کا راستہ بند کیا جائے اور صفوف میں اتصال ہو دوسری شرط یہ ہے کہ ان مقتدیوں کو امام کی حالت کا علم بھی ہو ۔ اگر صفوف میں اتصال نہ ہو باقاعدہ راستہ درمیان میں خالی ہو اور ایسے ہی امام مسجد کی حالت کا بھی علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اقتداء درست نہیں ۔

قال الحسکفی : (ویمنع من الاقتداء بطریق تجری فیہ عجلة) المة یجرها الشور (او تهر تجری فیہ السفن) ولو زوفا ولو فی المسجد (او خلاد) الی قضاء (فی الصحراء) او فی مسجد کبیر جد اک مسجد القدس (لیس صفین) فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصم مطلقاً کان قام فی الطریق ثلاثة وکذا اثنتان عند الثانی کا واحد اتفاقاً لانه لکراهة صلاته صار وجوده کعدمه فی حق من خلفه (والحائل لا یمنع) الاقتداء (ان لم یشتیہ حال امامه یسمع او رؤیة) ولو من باب مشک یمنع الوصول فی الاصح (ولم یختلف المكان) حقيقة لمسجد

۱۷ ولا یتجوز المکتوبة علی الدابة الا من عذر۔۔۔۔۔ اما الصلوة علی العجلة فان کان طرفها علی الدابة وهي تسیر لافھی صلوة علی الدابة وقد مر حکمها ۔

(الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۱۲۳ الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر)

وَمِثْلُهُ فِي مَعَارِفِ السَّنَنِ ج ۳ ص ۳۹۵ باب الصلوة علی الدابة حیث توجہت بہ ۔

وبیت فی الاصح۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۴۔ باب العامة) لہ

سوال :- اگر کسی شخص سے نماز کے واجبات چھوٹ نماز میں واجبات کا چھوٹ جاتا جائیں اور وہ سجدہ سہو بھی نہ کرے تو اس سے نماز

ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں قصداً و عمدتاً واجبات کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے، البتہ واجبات چھوٹ جانے پر اگر سجدہ سہو کر لیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو پھر نماز کا اعادہ واجب ہے، اگر نماز کا اعادہ نہ کیا تو نماز کراہتہ تحریمہ کے باوجود جائز ہے۔

قال المحقق: (لها واجبات) لا تقصد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهو ان لم يسجد له وان لم يعد لها يكون فاسقاً أثماً وكذا كل صلوة ادیت مع كراهة التحريم يجب اعادها والمختار انه جابر لاول لان الفرض لا يتكرر۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۴ واجبات الصلوة) لہ

سوال :- بحالت نماز اگر زلزلہ آجائے تو نماز کو زلزلہ کے وقت نماز کا توڑنا توڑ کر باہر کسی محفوظ جگہ پر جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

لہ ومتہا طریق عام یمرفیہ العجلة والاوقار ھکذا فی شرح الطحاوی۔ اذا کان بین الاما وبین المقتدی طریق انکان ضیقاً لا یمرفیہ العجلة والاوقار لا یمنع وان کان واسعاً یمرفیہ العجلة والاوقار یمنع کذا فی فتاویٰ قاضی خان والخلاصة ھذا اذا لم تکن الصفوف متصلة علی الطریق اما اذا اتصلت الصفوف لا یمنع الاقتداء ولو کان علی الطریق واحد لا یتثبت به الاتصال وبالثلث یتثبت بالاتفاق۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۸۱ باب الامامت، الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحۃ الاقتداء۔ الخ) لہ فلا تقصد الصلوة بتركها عامداً او ساهياً بل یمجب علیہ سجوداً لسهو فی السهو جبراً للنقصان الحاصل بتركها سهواً والاعادة فی العمد والسهو اذا لم يسجد لتكون مؤداة علی وجه لا منقص فیہ فاذا لم يعدھا كانت مؤداة اداء مکروھا کراهۃ تحریم وھذا ھو المحکم فی کل واجب ترکہ۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۲۹۵ شروط الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي مَرَاتِقِ الْفَلَاحِ عَلَى هَامِشِ الطَّحطاوی ص ۱۳۴ فی بیان واجبات الصلوة۔

الجواب :- زلزلہ کے باعث باجماعت نماز توڑ کر باہر نکلنے کے بارے میں صریح جزئیہ نہیں ملا، مگر فقہی ذخائر میں بعض ایسے جزئیات موجود ہیں کہ مالی نقصان سے بچنے کے لیے نماز کو توڑا جاسکتا ہے تو جانی نقصان سے بچنے کے لیے نماز توڑنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، چونکہ زلزلہ میں جانی نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے نماز چھوڑ کر باہر نکلنا جائز ہے۔

لما قال ابن عابدین: (تتمۃ) نقل عن خط صاحب البحر علی ہامشہ:
ان القطع یكون حراماً ومباحاً ومستحباً واجباً فالحرام لغير عذر، والمباح اذا خاف
فوت مال والمستحب القطع للكمال والواجب للاحیاء النفس۔

در المختار ج ۱ ص ۵۲ باب ادراك الفريضة: **مطلب قطع الصلوة يكون حراماً ومباحاً الخ**
سوال :- ہماری مسجد کے نماز میں امام کی غلطی پر لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی امام صاحب سے صبح کی نماز

میں غلطی ہو گئی جس پر ایک مقتدی نے لقمہ دیا لیکن امام صاحب نے اس کا لقمہ نہیں لیا بلکہ اپنی نماز جاری رکھی، سلام پھیرنے کے بعد امام صاحب نے کہا کہ جس نے لقمہ دیا ہے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے لہذا وہ اپنی نماز لوٹا دے۔ کیا اس طرح لقمہ دینے سے واقعی نماز فاسد ہو جاتی ہے؟
الجواب :- نماز میں امام کے غلطی کرنے سے اگر مقتدی لقمہ دے دے تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی امام کے لقمہ نہ لینے سے نماز فاسد ہوتی ہے، البتہ لقموں کی کثرت سے اجتناب کیا جائے۔

قال الحصکفی: (بخلاف فتحة علی امامہ) فانه لا یفسد (مطلقاً) لفاخر
والخذ بكل حال الا اذا سمعه المؤمن من غیر مصل ففتح به تفسد

لہ فی الہندیہ: وکن الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق
فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوة رجل قام الی الصلوة فسرقت منه
شیء قیمته درہم لہ ان یقطع الصلوة ویطلب السارق سواء کانت فریضۃ او تطوعاً
لان الدرہم مال۔ الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹ الفصل الثانی فیما یکرہ
فی الصلوة ومما یتصل بذلک مسائل)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۹ باب ادراك الفريضة۔

صلوۃ الکل وینوی الفتح لا القرۃ۔

(الذکر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲۲۲ باب ما یفسد للصلوۃ) ^۱

سوال نماز میں اگر ایک شخص مجھول کربات کرے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

الجواب :- نماز میں باتیں کرنا خواہ عمدًا ہو یا نسیانًا ہو مفسدِ صلوۃ ہے، ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھی جائے۔

قال ابن عابدین: (یفسد التکلم) ای یفسد الصلوۃ ومثلها سجود السهو والتلاوة والشکر علی القول عن الحموی (قوله هو انطق بحرفین) ای ادنی ما یقع اسم الکلام علیہ المربک من حرفین کما فی القہستانی عن الجلابی۔

(رد المحتار ج ۲۱۳ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا) ^۲

سوال :- آجکل بعض عورتیں نماز کے دوران عورت کے دوپٹے میں سے بال نظر آنا ایسے دوپٹے کا استعمال کرتی ہیں

اے وان فتح علی امامہ لم تفسد ثم یقول یتوی الفاتح بالفتح علی امامہ التلاوة والصیغ ان یتوی الفتح علی امامہ دون القرۃ قالوا هذا اذا ارتج علیہ قبل ان یقرأ قدر ما یتجوبہ الصلوۃ او بعد ما قرأ ولم یحول الی آیۃ اخری واما اذا قرأ وتحول ففتح علیہ تفسد صلوۃ الفاتح والصیغ انہا لا تفسد صلوۃ الفاتح بکل حال ولا صلوۃ الامام لو اخذ منه علی الصیغ هکذا فی الکافی۔ (فتاویٰ ہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۳ الباب السابع فیما یفسد الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۶ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا۔

^۳ اے اذا تکلم فی صلوۃ ناسیًا او عامدًا خاطئًا او قاصدًا قلیلًا او کثیرًا تکلم لا صلاح صلوۃ نہ بات قام الامام فی موضع القعود فقال له المقتدی اُقعد اَوْ قَعَدَ فی موضع القيام فقال له قسم او لا لا صلاح صلوۃ نہ ویکون الکلام من کلام الناس استقبل الصلوۃ عندنا کذا فی المحیط۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۹۸ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا۔

جس سے عورت کی ہیئت بالکل نمایاں ہوتی ہے، خاص کر جب نماز میں ہو تو عورت کے بال اور جسم کے اعضاء واضح دکھائی دیتے ہیں، کیا اس طرح بالوں کے ظاہر ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟
الجواب :- آزاد عورت کا جملہ بدن نماز میں بلکہ تمام اوقات میں مخفی رہنا ضروری ہے اور عورت کے سر کے بال بھی ستر میں سے ہیں اُن کا چھپانا لازم ہے۔ لہذا اگر کوئی عورت نماز میں ایسا دوپٹہ استعمال کرتی ہو جس سے سر کے تمام بال نہیں چھپتے بلکہ ظاہر رہتے ہیں تو اس سے نماز نہیں ہوتی بلکہ اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال المحقق: (ولحرقه) ولو حنثی (جميع بدنہا) حتی شعرها النازل فی الاصل خلا الوجه والكفین) فظهر الكف عورة علی المذهب (والقد میں) علی المعتمد۔
 (الرد المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۲) باب شروط الصلوة
 لما قال ابن عابدین: تحت قوله ولا یصف ما تحتہ) بان لا یرى منه لون البشر
 احترازاً عن الرقیق ونحو الزجاج۔ (الرد المختار ج ۱ ص ۵۸۲) باب شروط الصلوة۔
 مطلب فی النظر الی وجه الامر

سوال :- میری زبان میں نکلتا ہے جس نماز میں درود و دعا کے الفاظ دل میں پڑھنا کی وجہ سے نماز میں الفاظ کو صحیح طریقہ سے ادا نہیں کر سکتا ہوں خصوصاً جب تشہد میں ہوتا ہوں تو درود و دعا کے الفاظ بالکل میری زبان پر نہیں آتے جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، تو میں دل ہی دل میں الفاظ و معانی پر غور و فکر کر کے پڑھ لیتا ہوں۔ تو کیا اس سے نماز میں فساد وغیرہ لازم آتا یا نہیں؟
الجواب :- نماز میں تشہد کا پڑھنا واجبات الصلوة میں سے ہے اس کا ترک کرنا

لہ و بدن المحرقه عورة الا وجهها وكفيها وقد ميها كذا في المتون وشعر المرأة ما على رأسها عورة واما مسترسل فقيه روايتان الاصح ان الله عورة كذا في الخلاصة وهو الصحيح ویه اخذ الفقيه ابو الليث وعليه والفتوى والثوب الوقیق الذی یصف ما تحتہ لا تجوز الصلوة فیہ كذا فی التبيين۔
 (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۵۸۲) الباب الثاني فی شروط الصلوة
 ومثله فی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۹۶) باب شروط الصلوة۔

گناہ ہے، اور نہ ہی دل میں غور و فکر کرنے سے تشہد ادا ہوتی ہے۔ لہذا اپنی طاقت کے مطابق ان الفاظ کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے اگرچہ الفاظ صحیح ادا نہ ہوں لیکن اتنا یقین ہو کہ میں نے ان الفاظ کو ادا کیا ہے۔ تاہم درود شریف اور دعا چونکہ سنت ہے اس لیے اگر بصورتِ مجبوری رہ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگرچہ پڑھنا مناسب ہے۔

فان كان لا ينطق لسانه في بعض الحروف ان لم يجد آية ليس فيها تلك الحروف يجوز صلواته ولا يؤم غيره۔ (الهندية ج ۱ ص ۱۷۷ زلة القاری)
 ويجب التشهد في القعدة الاخيرة وكذا في القعدة الاولى وهو الصيغ
 هكذا في السراج الوهاج وهو الاصح كذا في محيط السرخسی۔
 (الهندية ج ۱ ص ۱۷۷ واجبات الصلوة)۔

نمازی کے آگے کتا اور عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی | سوال :- اگر

سے عورت یا کتا گزر جائے تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں ؟
الجواب :- عورت اور کتے کا نمازی کے سامنے سے گزرنا مفسد نماز نہیں۔
 قال ابن عابدین : (قوله ولو امرأة او كلب) بيان للاطلاق والشارية
 الى الرد على الظاهرية بقولهم يقطع الصلوة مرور المرأة والكلب والحصار
 وعلى احمد في الكلب الاسود۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹ باب ما يفسد الصلوة)۔

۱۔ قال ابن عابدین : لها واجبات۔۔۔ (قوله والتشهدات) ای تشهد القعدة الاولى
 وتشهد الاخيرة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹ واجبات الصلوة)
 ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۸ واجبات الصلوة۔

۲۔ (ما رقی موضع سجودہ لا تفسد) سواء المرأة والكلب والحصار
 لقوله صلى الله عليه وسلم لا يقطع الصلوة شيء وادها واما
 استطعت فانما هو شيطان روان اثم المائر

(مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ج ۱ ص ۱۸۷)

نماز میں سری ذکر کرنا | سوال :- بعض لوگ نماز میں ذکر سری کرتے ہیں، اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب: نماز مخصوص اذکار کا نام ہے، ان اذکار کے علاوہ نماز میں دوسرے اذکار کا ورد کرنا مفسدِ صلوٰۃ ہے، اس لیے جو شخص مخصوص مقامات میں مخصوص اذکار کے علاوہ ذکر کرے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

لما قال العلامة ابراہیم الحلبي: ذكر في المتقط ان المصلي اذا سعتة الحية فقال بسم الله الرحمن الرحيم تفسد صلوته الخ وذكر في الذخيرة انه اذا قال المريض يارب اوقال بسم الله لما يلحقه من المشقة اما عندهما اي الطرفين فتفسد۔ (کبیری ^{۲۳۴} فصل فيما يفسد الصلوۃ)۔

سوال :- وہقان کا شکار لوگ بعض اوقات جلدی کپڑوں پر نجاست ہو تو نماز کا حکم | میں کھیتوں میں کام کرنے والے کپڑوں میں ہی نماز پڑھ لیتے ہیں جبکہ کبھی کبھی ان کو اپنے کپڑوں پر نجس اشیاء مثلاً گوبر وغیرہ کی موجودگی کا علم نہیں ہوتا، کیا ان اشیاء کے باوجود نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- اگر یہ نجاست درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو ہر حال میں نماز درست نہیں چاہے سہواً ہو یا قصداً اس کا اعادہ لازمی ہے، البتہ اگر درہم کی مقدار سے کم ہو اور اس کو پتہ ہو تو نماز واجب الاعادہ ہے اور اگر علم نہ ہو تو نماز درست ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وعفي الشارع عن قدر درهم وان كره تحريمًا... وفوقه مبطل۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله وان كره تحريمًا) ففي المحيط يكره ان يصلي ومعه قدر درهم او حنہ من النجاسة عالمًا به۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۶ باب الانجاس)۔

سوال :- اگر کوئی شخص مسجد کے لیے زکوٰۃ زکوٰۃ کی رقم سے خریدی ہوئی صفوں پر نماز کا حکم | کے پیسوں سے صفوں کا انتظام کرے تو کیا

الہ قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن في جواب هذه المسئلة قال: ظاهره انما استكره فاسد شود لهذا احتياط ورين امر واجب است۔ (فتاویٰ دال العلوم دیوبند ج ۲ ص ۴۶ فصل فيما يفسد الصلوۃ)

الہ قال الشيخ عبد الرحمن الجوائد: ويعفي في النجاسة المغلظة عن امور منها قدر درهم ويقدر في النجاسة الكيفية بما يزعمون قيراط وفي النجاسة الكيفية يعرف متعريف الكف... فان الصلوۃ تكون به مكروهًا كراهة تنزيه... والمشتهر عند الحنفية كراهة التحريم۔ (كتاب الفقه على مذهب الرفعة ج ۱ ص ۱۸۱ ما بحث يعفي من النجاسة)

ان صفوں پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز کے لیے مکان (جگہ) کا پاک ہونا شرط ہے چاہے جیسا بھی ہو۔ صورت مسئلہ کے مطابق یہ صفیں چونکہ پاک ہیں اس لیے ان پر نماز پڑھنا درست ہے، اگرچہ لانے والے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اس لیے کہ تملیک کی شرط مفقود ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: يشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحه كما مر لا يصرف الى بناء نحو مسجد ولا الى كفن ميت - (رد المحتار علیٰ مدرد المحتار ج ۲ باب الصرف) ۱

زیر ناف بالوں کی موجودگی میں نماز کا حکم | سوال :- اکثر لوگوں سے یہ سننے میں آیا ہے کہ جس شخص نے زیر ناف بال چالیس دن تک

صاف نہ کیے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوتی، کیا یہ شرعاً درست ہے؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ زیر ناف بالوں کو ہفتہ میں ایک بار صاف کیا جائے، چالیس دن تک بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے لیکن اس کراہت کے باوجود نماز پڑھنا درست ہے، اگرچہ یہ عمل بذات خود مناسب نہیں۔

لما في الهندية: والافضل ان يقلم الظفار ويحفي شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل سبوع مرة فان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوما ولا يعذر في تركه ورائ الامر بعين فالاسبوع هو الافضل والخمسة عشر الاوسط واما بعون الابعد ولا عذر فيما ورائ الامر بعين ويستحق الوعيد -

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۸ کتاب الکراہۃ الباب التاسع عشر) ۲

۱۔ فی الہندیۃ: ولا يجوز ان يبني بالزکوٰۃ المسجد وكذا القنطرة والسقايات وكل ما لا تملك فيه - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي قِتْعِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۲۴۰ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز -

۲۔ لما قال العلامة الحصکفی: وحلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة والافضل يوم الجمعة وجاز في كل خمسة عشر وكرة تركه ورائ الامر بعين - قال ابن عابدین: تحت قوله (وكرة تركه) اي تحريما لقول المجتبى ولا عذر فيما ورائ الامر بعين ويستحق الوعيد - (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰ کتاب الکراہۃ فصل في البيع)

سوال :- اگر دورانِ نماز کوئی ناگہانی سانحہ پیش آجائے یا کوئی ہولناک خبر سے اور زبان سے بے اختیار اللہ یا اِنَّا لِلّٰہ کے الفاظ نکل جائیں تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی دو رائے ہیں، ایک رائے کے مطابق یہ نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ دوسری رائے کے مطابق چونکہ یہ الفاظ کلام الناس سے تعلق نہیں رکھتے اس لیے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ علامہ ابن عابدینؒ وغیرہ محققین نے قول ثانی کو راجح اور مفتی یہ قرار دیا ہے۔

ما قال العلامة ابن عابدینؒ: (تحت قوله لو سقط شيء من السطح فبطل) ليشكل عليه ما في البحر لولد غته عقرب او اصابه وجع فقال لبسم الله قيل تفسد لانه كالانين وقيل لا لانه ليس من كلام الناس وفي النصاب وعليه الفتوى وجزم به في الظهيرية وكذا لو قال يا رب كما في الذخيرة. (رد المحتار ج ۶ ص ۶۲۲ باب ما يفد الصلوة وما يكره - الخ) لہ

پاگل (مجنونہ) خاتون کے محاذات سے نماز قاسد نہیں ہوتی

سوال :- ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ عورت کا نماز میں مرد کے محاذات میں آنا مفید صلوٰۃ ہے تو کیا اگر کوئی پاگل (مجنونہ) عورت کسی مرد کے ساتھ نماز میں کھڑی ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- نماز میں اگرچہ اجنبی عورت کا مرد کے محاذات میں آنا مفسدِ صلوٰۃ ہے مگر یہ فساد چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے جس میں تکبیر تحریمہ کا ایک ہونا بھی شامل ہے جو کہ مکلف سے متوقع ہے چونکہ مجنونہ عورت کی نماز سرے سے صحیح نہیں اس لیے اس سے فسادِ صلوٰۃ بھی لازم نہیں آتا۔

لما قال العلامة ابن عابدين: رتحت قوله في صلوة وإن لم تتخذ).....
قال وفيه اشادة الى ان معاذاة المجنونة لا تفسد لان صلواتها ليست

١٤ قال العلامة ابن نجيم المصري، ذكر في الفتاوى الظهيرية في بعض المواضع أنه لو اجاب بالقول بان
يخير بخير ليس فقال الحمد لله رب العالمين او بخير بسوءه فقال انا لله وانا اليه راجعون. تفسد
صلوته والاصح انه لا تفسد صلواته وهو تصحيح مخالف للمشهور. (البحر الرائق ج ٢ باب ما يفسد الصلوة الخ)
وهتل في فتاوى دارالعلوم ديوبند ج ٢ ص ٦٥ فصل مفسدات الصلوة -

بصلۃ فی الحقیقۃ۔ (مد المحتار ج ۱ ص ۵۳ باب الامامة) لے
 زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم | سوال :- جب کوئی شخص زخمی ہو جاتا ہے تو خون کو
 بند کرنے کے لیے زخم پر اسپرٹ لگایا جاتا ہے، تو کیا
 زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب :- اسپرٹ میں چونکہ الکحل استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر الکحل غلبہ، زہیب اور
 کھجور سے بنایا گیا ہو تو بالاتفاق اس کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست
 ہے اور اگر ان چار کے علاوہ دیگر اشیاء سے تیار کیا گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پاک ہے
 اور اس کے استعمال میں رخصت کی گنجائش ہے۔

چونکہ آجکل کا الکحل ان چاروں اشیاء کے علاوہ دیگر حبوب اور پھلکوں، پٹرول وغیرہ سے
 بنایا جاتا ہے اس لیے عموم بلوئی کے پیش نظر امام ابو حنیفہؒ کے قول پر قویٰ کے مطابق
 نماز درست ہے۔

ما قال الشيخ المحقق المفتي محمد تقي عثمانی : وان معظم الكحول التي تستعمل
 اليوم في الادوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب او التمراتما تتخذ
 من الحبوب او القشور او البترول وغيره كما ذكرنا في باب بيع الخمر من
 كتاب البيوع وحينئذ هناك فسخة في اخذ لقول ابي حنيفة عند عموم
 البلوى۔ (تكملة فتح الملهم ج ۳ ص ۶۸ کتاب الاشریۃ حکم الکحول المکروۃ) لے

آدھی آستین والی بنیان میں نماز پڑھنے کا مسئلہ | سوال :- کیا بلا ضرورت
 صرف آدھی آستین والی

لے لما فی الہندیۃ : (ومنها) ان تكون ممن تصبر منها الصلوة حتى ان المجنونة اذا حادثته لا تقصد

كذا في الكافي۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۹ باب الامامة، الفصل الخامس)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الاحكام ج ۵ ص ۵۷ باب مفسدات الصلوة۔

لے لما قال الشيخ مولانا اشرف علي التهانوي : اسپرٹ اگر عتب، زہیب، رطب، تمر سے
 حاصل نہ کی گئی ہو تو اس میں گنجائش ہے للاختلاف ورنہ گنجائش نہیں لاتفاق۔

(امداد الفتاوی ج ۱ ص ۸۷ باب الانجاس)

بنیان میں نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب: نماز میں بلا ضرورت کہنیوں کو گھٹا رکھنا مکروہ ہے چونکہ بنیان میں کہنیاں کھلی رہتی ہیں اس لیے بلا ضرورت اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تاہم اگر کسی کے پاس قیض نہ ہو تو اس صورت کے پیش نظر صرف بنیان میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وکرہ کفہ ای رفعہ ولولترباب کمشہر کم اوزیل۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۶۸۱) باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ لہ نماز میں تنمخ رکھنا نہ کا حکم | سوال: بری کے ایم میں یا کبھی ویسے ہی بعض لوگ گلا صاف کرنے کے لیے تنمخ کرتے رکھتے ہیں، تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

الجواب: تنمخ یعنی گلا صاف کرنے کیلئے یا تحسین صوت یعنی آواز کی وضاحت کیلئے یا بوجہ مجبوری ایسا کیا جائے تو نماز بلا کراہت درست ہے، البتہ اگر بغیر ضرورت کے کیا جائے تو مکروہ ہے۔

لما قال الحصکفی: التنمخ بحرفین بلا عذر امامیہ بان نشاء من طبعہ فلا او بلا عرض صحیح فلو لتحسین صوته ولیتهدی امامہ اولاعلام انه فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۱۶۸) باب مفسدات الصلوۃ (۲)

۱۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وکرہ..... وتشہیر کیہ عنہما للہی عنہ لما فیہ من الجفاء المنافی للخشوع۔ قال السید احمد الطحطاوی: (تحت قوله تشہیر کیہ) امی عن ذراعیہ سواء کان الی المرفقین والا علی الظاہر۔

(طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۸۳ فصل فی مکروہات الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ احْكَامِ ج ۲ ص ۵۵۲۔ باب مفسدات الصلوۃ۔ الخ

۲۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ویفسدھا التنمخ بلا عذر لما فیہ من الخروان کالعذر کنعۃ البلغم من القراءۃ لا یفسد۔ قال السید احمد الطحطاوی: (تحت قوله وان کان لعذر الخ) منه التنمخ لاصلاح الصوت وتحسینہ ولیتهدی امامہ من خطیبتہ اولاعلام بانہ فی

الصلوۃ علی الصحیح۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۶۳) باب مفسدات الصلوۃ

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۰۰ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ۔

نماز میں بار بار جسم کو کھجلائے کا حکم | سوال :- لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کوئی نماز کے اندر تین بار اپنے جسم کو کھجلائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، آیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو خارش کے مریض کے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- نماز کے ایک رکن کے اندر بلا عذر شرعی مسلسل بدن کو کھجلائے ناقصانہ ہے، البتہ عذر شرعی کی بناء پر ایسے کرنے سے نماز پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا، اس لیے لوگوں کی بات صحیح ہے، لیکن خارش کے مریض کے لیے عذر کی بناء پر ایسا کرنا مریض ہے۔
لما قال العلامة المحقق: وعيشه به اى بشوبه وبجسده للتمهي لا الحاجة ولا بأس به - قال ابن عابدین (قوله الا الحاجة) كعدہ بدنہ لشيء اكله واضمره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه وهذا لو بدون عمل كثير قال في الفيض الحک بید واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة ان رفع يده في كل مرة - رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۱ فصل فيما يفسد وما يكره الصلوة (۱) -

نماز میں بار بار تعویذ پڑھنا | سوال :- ایک شخص کو نماز میں بکثرت وسوسے آتے ہیں اگر وہ ان کو دفع کرنے کے لیے بار بار تعویذ پڑھے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب :- دفع وسوس کے لیے بار بار تعویذ پڑھنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں لہذا صوتِ مسئلہ میں دفع وسوس کیلئے بار بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَخِ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔

لما قال العلامة السيد احمد الطحطاوى: ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تقصد مطلقاً..... ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تقصد مطلقاً نظراً اذا فرق بينها وبين الحوقلة - (طحطاوى على الدر المختار ج ۱ ص ۱۶۱ باب ما يفسد الصلوة ويكره بهما)

لما قال السيد احمد الطحطاوى: انما يكره العبث في الصلوة اذا لم تدع الحاجة اليه دعت فلا بأس به كسلت العرق عن وجهه او التراب عند الايداء - (طحطاوى على مراقب الفلاح ص ۱۹۹ باب ما يكره الصلوة)

بَابُ الْوُتْرِ

(وتر کے مسائل)

سوال: ایک شخص وتر کا باجماعت پڑھتا رمضان کی خصوصیت ہے | بوجہ عذر یا بلا عذر روزہ نہیں رکھتا ہے لیکن نماز باقاعدگی سے پڑھتا ہے، کیا ایسا شخص عشاء کی نماز کے بعد وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: رمضان المبارک میں وتر کا باجماعت پڑھنا روزے کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ خود رمضان کی خصوصیت ہے۔ پس جو شخص کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو وہ رمضان المبارک میں وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نابالغ بچے روزہ رکھنے پر مکلف نہ ہونے کے باوجود وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔

قال مولانا جلال الدین الخوارزمی انکروانی: وفي رمضان الصحيح ان الجماعة افضل لان عمر رضى الله عنه كان يومهم في الوتر ولائه لما جازا لاداء بالجماعة كانت الجماعة افضل اعتباراً بالسكتوية كذا في فتاوى قاضى خان۔

(الكفاية في ذيل فتح القدير فصل في قيام رمضان ج ۱ ص ۲۹) ۱۔

سوال: اگر ایک شخص کو وتر پڑھتے وقت دوسری رکعت میں تیسری رکعت ہونے کا شک ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ دوسری رکعت تیسری رکعت ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ واقعی یہ دوسری رکعت ہو؟

الجواب: اگر کسی کو وتر پڑھتے ہوئے شک پیدا ہو جائے کہ یہ اس کی دوسری یا

۱۔ وقال ابن عابدین: والصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان سئلتها ليست كسنة

جماعة التراويح ۱ م (مرد المحتار باب الوتر والنوافل ج ۲ ص ۲۹)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ بَابُ الْوُتْرِ وَالنَّوَافِلِ ج ۱ ص ۶۹

تیسری رکعت ہے تو یہ شخص اُسی رکعت میں دعاء قنوت پڑھے گا جس رکعت میں اُسے شک پیدا ہوا ہے اور اُسی رکعت میں بیٹھ کر قعدہ کرے گا، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ اُس کی تیسری رکعت ہو، قعدہ کے بعد جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو دوبارہ دعاء قنوت پڑھ کر رکعت پوری کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

قال ظاہر بن عبد الرشید البخاری: لو شك في الوتر وهو قائم انهما ثمانية أم ثلاثة يتم تلك الركعة وليقت فيها ويقعد ثم يقوم فيصل ركعة أخرى ويقعد ثم يقوم فيصل ركعة أخرى وليقت فيها أيضاً ويسجد للسهو وهو المختار۔

(خلاصۃ الفتاوی، فصل فی سجود السہو ج ۱ ص ۱۱۱)۔

سوال :- وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کی حیثیت وتر میں مشہور دعاء قنوت پڑھنا بہتر ہے کیا ہے؟ اگر ایک شخص سے دعاء قنوت رہ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ایک شخص کو مشہور دعاء قنوت یاد نہ ہو تو ایسی حالت میں وتر میں متبادل کیا پڑھنا چاہیے؟

الجواب :- وتر میں نفس قنوت واجب ہے، لہذا جو دعاء بھی پڑھی جائے تو وتر کی نماز ادا ہو جاتی ہے، اگر کوئی شخص بالکل کچھ نہ پڑھے تو ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا، البتہ مشہور دعاء قنوت کا پڑھنا بہتر ہے۔

والقنوت واجب علی الصیح (وفیہ) ولیس فی القنوت دعاء مؤقت۔ والاولیٰ

ان یقرأ اللہم انا نستعینک۔ الخ (الہندیہ ج ۱ ص ۱۱۱ باب الوتر)

اور جس شخص کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اللہم ربنا ایتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ حسنة و قنا عذاب النار پڑھے اور اگر ”یادِی“ یا ”اللہم اغفر لی“

لہ فی الہندیہ: ذکر الناطفی فی اجناسہ۔ لوشک احد فی الوتر انه فی الاولی والثانیہ او الثالثہ۔ فانه یقت فی الركعة التي هو فیها ثم یقعد ثم یقوم فیصلی رکعتین بقعدتین ولیقت فیہما احتیاطاً۔ وفی قول اخر لا یقت فی الكل اصلاً۔ ولا قول اصح لان القنوت واجب وما تردد بین الواجب والبدعة یأتی بہ احتیاطاً کذا فی محیط السرخسی۔ (الہندیہ ج ۱ ص ۱۱۱ باب الوتر) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ باب الوتر والنوافل۔

تین دفعہ پڑھے تو ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔

وقال ابن نجيم المصري رحمه الله :- ومن لا يحسن القنوت بالعربية او لا يحفظه فقيه ثلاثة اقوال مختلفة قيل يقول يا رب ثلاث مرات ثم يركع وقيل يقول اللهم اغفر لي ثلاث مرات وقيل اللهم ربنا اتينا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۲ باب الوتر والنوافل)

رمضان میں تراویح یا جماعت پڑھنے کے بعد تر منفرہ اٹھنے کا حکم | سوال :- اگر

پڑھے لیکن کسی عذریہ یا بغیر عذر کے وتر انفرادی ادا کرے تو کیا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟
الجواب :- رمضان المبارک میں وتر کی نماز تراویح کی طرح نہیں بلکہ اس میں توسیع ہے باجماعت اور انفرادی دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے، لہذا صورت مذکورہ میں اس شخص کے لیے وتر انفرادی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تاہم جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

قال المحقق: هل لا فضل في الوتر الجماعية ام المنزل تصحيحان۔
قال ابن عابدین تحت هذه العبارة: رجح الكمال الجماعة الى ان قال وفي شرح المنية والصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان سئلها ليست كسنية جماعة التراويح۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹ بحث صلوة التراويح) ۲۔

۱۔ قال الامام علاؤ الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني الحنفى: واما دعاء القنوت فليس في القنوت دعاء مؤقت كذا ذكره الكرخي في كتاب الصلوة لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة في حال القنوت وكان الموقت من الدعاء يحى على لسان الداعي من غير احتياجه الى احضار قلبه وصدق الرغبة منه الى الله تعالى فيبعد عن الاجابة۔ ولانه لا توقيت في القراءة لشي من الصلوة ففي دعاء القنوت الاولى۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۳ فصل في القنوت)

ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۸۱ باب الوتر والنوافل)

۲۔ قال ابن نجيم المصري: فالوتر كالترايح فكما ان الجماعة فيها سنة فكذلك في الوتر۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ باب الوتر والنوافل)
ومثله في فتح القدير ج ۱ ص ۲۰۹ فصل في قيام رمضان۔

رمضان کے بغیر وتر باجماعت پڑھنے کا حکم | سوال: شرح الیاس میں لکھا ہے کہ۔
 أن الاقتداء في الوتر بالعام خارج

رمضان جائز۔ (شرح الیاس علی ہاشم شرح الوقتیۃ۔ ج ۱ ص ۲۲۲) کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ اگر مسئلہ واقعی ایسا ہو تو پھر رمضان کے علاوہ سال کے دوسرے مہینوں میں وتر کی نماز جماعت کے ساتھ کیوں نہیں پڑھی جاتی ہے؟

الجواب:۔ وتر کی جماعت رمضان میں بالاتفاق سنت ہے، اور رمضان کے علاوہ سال کے دوسرے مہینوں میں وتر کی جماعت منون نہیں، سنت نہ ہونے کی وجہ سے وتر کی نماز جماعت نہیں پڑھی جاتی ہے۔ شرح الیاس کی عبارت سے نفس جواز معلوم ہوتی ہے، عام فقہاء بھی نفس جواز کے قائل ہیں لیکن اگر علی سبیل التداعی ہو کر اس پر دوام اختیار کیا جائے تو یہ صورت مکروہ ہے۔

قال المحصني: ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلك لو كان على سبيل التداعي بان يقتدى اربعة بواحد۔

والدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۸۱ مطلب في كراهية الاقتداء في النقل قال ابن عابدین: ويمكن ان يقال الظاهر ان الجماعة فيه (ای الوتر) غير مستحبة نعم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه۔ وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث۔
 (رد المختار على الدر المختار ج ۲ ص ۱۸۱ مطلب في كراهية الاقتداء في النقل)۔

ماہ رمضان میں فرض نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں تر باجماعت پڑھنے کا حکم | سوال: اگر کسی شخص سے

اے قال ابن نجيم: لو صلوا الوتر بجماعة في غير رمضان فهو صحيح مكروه كالطوع في غير رمضان بجماعة وقيدة في الكافي بان يكون على سبيل التداعي۔ اما واقتدى واحد بواحد او اثنان بواحد لا يكره واذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلفوا فيه وان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقا۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۸۱ باب التوافل)
 ومثله في الجوهر النيرة ج ۱ ص ۱۸۱ باب قيام رمضان۔

رمضان المبارک میں فرض نماز باجماعت فوت ہو جائے تو کیا شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمضان المبارک میں افراداً فرض پڑھنے کے بعد وتر کی جماعت میں شرکت کے بارے میں فقہاء کرام کا آپس میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے قول سے شرکت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

قال الشيخ ابراهيم الحلي: واذا لم يصل الفرض مع الامام فعن ائمة الكواشي انه لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر. وكذا اذا لم يتابع في التراويح لا يتابعه في الوتر. وقال ابو يوسف اللباني: اذا صلى مع الامام شيئاً من التراويح يصلي معه الوتر. وكذا اذا لم يدرك معه شيئاً منها. وكذا اذا صلى مع غيره له ان يصلي الوتر معه وهو الصحيح ذكره ابوالليث اهـ. (كبيري ص ۲۵۹ باب التراويح)

جبکہ علامہ محمد امین المعروف بابن عابدینؒ عدم جواز کی طرف مائل ہیں، لیکن متاخرین فقہاء نے جواز کے قول کو ترجیح دی ہے۔

قال ابن عابدینؒ: لكن في التتارخانية عن التتمة انه سئل علي بن احمد عن صلي الفرض والتراويح وحده والتراويح فقط. هل يصلي الوتر مع الامام فقال لا اهـ. ثم رأيت القهستاني ذكر تصحيح ما ذكره المصنف ثم قال لك انما يصل الفرض معه لا يتبعه في الوتر اهـ. فقوله ولو لم يصلها اي وقد صلى الفرض معه ينبغي ان يكون قول القهستاني "معه" احترازاً عن صلاحتها منقوحاً. اما لو صلاها بجماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لا كراهة. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ باب التراويح) اهـ

لہٰذا قال الشيخ عبدالحی: در غنیہ از عین الاثمہ ودر تاتارخانیہ ابوعلی بن احمد مرقوم کہ ہر فرض باجماعت ادا نکردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد وہم چنین در غنیہ وغیرہ مذکور سنت لیکن قدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود۔ واللہ اعلم

مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۲ فصل فی الوتر
ومثله فی امداد الاحکام ج ۱ ص ۶ فصل فی الوتر ودر عاء الفتوت

وتر کی جماعت میں مقتدی کیلئے دعاء قنوت کے تمام کے بغیر رکوع کا حکم | سوال برضا شریف میں اگر

مقتدی سے وتر میں دعاء قنوت میں غلطی یا کوئی خلل واقع ہو جائے اور دعاء قنوت ٹوٹا کر پڑھے، اسی اثنا میں امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے۔ نیز اگر امام سے دعاء قنوت رہ گئی اور امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کو یاد ہونے کی صورت میں کیا عمل اختیار کرنا ہوگا؟

الجواب: جب امام رکوع میں چلا جائے اور مقتدی ابھی دعاء قنوت سے فارغ نہیں ہوا ہو، تو اگر مقتدی کو رکوع کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو امام کی متابعت کرے اور اگر رکوع میں کسی قدر ملنے کا امکان ہو تو اس اندازہ سے دعاء قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے تاکہ دونوں اعمال کی رعایت ہو سکے۔

قال طاہر بن عبد الرشید البخاری: فلورکع الامام فی الوتر قبل ان یفرغ المقتدی من القنوت فانه یتابع الامام۔ ولورکع الامام ولہ یقرأ القنوت، یقرأ المقتدی من القنوت شیئاً ان خاف الركوع فانه یرکع وان کان لا یخاف یقنت ثم یرکع۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۶۱ النوع من یتابع الامام)۔

سوال: جب عید الفطر کی صورت میں وتر باجماعت پڑھنے کا حکم | سوال میں شک واقع ہو یعنی چاند دیکھنے کا حتمی ثبوت میر نہ ہو تو ایسی صورت میں عشاء کے وقت تراویح اور وتر باجماعت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز وتر باجماعت پڑھنے کے بعد اگر چاند کا ثبوت مل جائے تو کیا وتر کی دوبارہ قضاء ہے یا نہیں؟

الجواب: رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں بھی وتر باجماعت پڑھنا ہے تاہم مراقبت اور مداومت مکروہ ہے، جب وتر کی جماعت ایسی صورت میں ہو کہ عید کا ثبوت یقینی نہ ہو

لہ قال قاضی خان: ولورکع الامام فی الوتر قبل ان یفرغ المقتدی من القنوت فانه یتابع لان القنوت یس بموقت ولا مقدس، ولورکع الامام فی الوتر ولہ یقرأ المقتدی من القنوت شیئاً ان خاف فوت الركوع فانه یرکع۔ وان کان لا یخاف یقنت ثم یرکع۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش العالمگیریہ ج ۱ ص ۹۷ باب الوتر)

تو ترکی جماعت بلا کراہت جائز ہے اور دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

قال ابن عابدین: ثم قال ويمكن ان يقال ان الظاهر ان الجماعة فيه دای الوتر غير مستحبة. ثم ان كان ذلك احیاناً كما فعل عمر كان مباحاً غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۲۸۵ باب الوتر والنوافل) ۱۰

سوال:۔ رمضان المبارک میں ایک شخص وتر کی آخری رکعت میں رکوع یا رکوع سے پہلے ملنے والے کیلئے قنوت پڑھنے کا حکم کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور دعاء قنوت امام کے ساتھ پڑھی، اب باقی نماز میں دعاء قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ یا امام کو تیسری رکعت کے رکوع میں پایا اور مسبوق نے دعاء نہیں پڑھی تو ایسے مسبوق کے لیے دوبارہ قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ دونوں صورتوں میں مسبوق کے لیے دوبارہ قنوت پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں، پہلی صورت میں اس نے دعاء قنوت حقیقہ اور دوسری صورت میں حکماً پڑھی ہے۔

قال المحقق: واما المسبوق فيقت مع امامه فقط ويصير مدرکاً يادراك

دکوع الثالثة۔

وقال ابن عابدین: تحت هذه العبارة (فيقت مع امامه فقط) لانه اخر صلوته وما يقضيه اولها حکماً في حق القراءة وما اشبهها وهو القنوت۔ واذ وقع قنوته في موضعه بيقين لا يكرر لان تكراره غير مشروع شرح المنية۔ (رد المحتار ج ۲ باب الوتر والنوافل) ۱۱

۱۲ قال ابن الممام: وفي بعض الحواشی قال بعضهم لو صلاها بجماعة في غير رمضان له ذاك وعدم الجماعة فيها في غير رمضان ليس لانه غير مشروع بل باعتبار ان له يستحب تاخيرها الى وقت يتعد فيه الجماعة۔ (فتح القدير ج ۱ ص ۳۰۹ فصل في قیام رمضان)

۱۳ قال ابن نجیم: المسبوق برکعتين في الوتر في شهر رمضان اذا قنت مع الامام في الركعة الاخيرة من صلوة الامام حيث لا يقنت في الركعة الاخيرة اذا قام الى القضاء في قولهم جميعاً والفرق ان تكرار القنوت في موضعه ليس بمشروع الى ان قال: فاما المسبوق فهو مأثور بان يقنت مع الامام قصار ذاك موضعاً له۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ باب الوتر والنوافل)

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۱ الفصل السادس عشر في سجود السهو۔

ایک رکعت وتر پڑھنے والے امام کی اقتداء درست ہے | سوال :- غیر حنفی امام کی اقتداء

الجواب :- غیر حنفی امام اگر دو رکعت کے بعد بغیر سلام کے تین وتر پورا کرتا ہو تو اس کی اقتداء درست ہے۔

اسی طرح اگر وتر بالتسلیم تین یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر وتر پورا کرے تو امام ابو بکر الجصاص اور متاخرین فقہاء کے ہاں اقتداء درست ہے اور یہی ترجیح حالات کی مفتی ہے۔

لما قال الامام ابو بکر الجصاص الرازی: یجوز اقتداء الحنفی بمن یسلم علی الرکعتین فی الوتر ویصلی معہ بقیۃ الوتر کان امامہ لا یرحمہ عندہ لانہ مجتہد فیہ۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ ج ۳ ص ۱۲۱ باب صلوة الوتر) لہ

عشاء کی فرض نماز فاسد ہونے کی صورتیں وتر کی قضاء کا حکم | سوال :- ایک وز صرح صادق

بٹوا کہ نماز عشاء کی فرض رکعتیں فاسد ہوئی ہیں جبکہ وتر اور سنن صحیح تھے۔ کیا قضاء کی صورت میں عشاء کی نماز میں سے صرف فرض پڑھے جائیں گے یا سنن و وتر کی قضاء بھی ضروری ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں اگرچہ امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے اقوال آپس میں مختلف ہیں لیکن اصول افتاء کی رو سے امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ مناسب ہے۔

قال ابن عابدین: قال فی الفتاوی السراجیۃ: ثم الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنیفۃ۔ ثم قول ابی یوسف الخ۔ وقیل اذا کان ابو حنیفۃ فی جانب وصاحبہ فی جانب فالمفتی بالخیار۔ والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہداً انتہی۔ (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۰۷)

لہذا صرف فرض نماز کی جائے اور وتر کی نماز قضاء نہیں کی جائے، کیونکہ ترتیب تو صرف

لہ قال العلامة محمد انور شاہ الکشمیری: نعم لو اقتدی خلف الشافعی وسلم الشافعی علی الرکعة الثانیۃ لما ہو مذہبہم ثم اتم الوتر الحنفی عند ابی بکر الرازی وابن وہبان الخ (عرف الشذی علی الترمذی جلد ۱ ص ۱۰۲ باب ما جاء فی فصل الوتر)

ومثله فی معارف السنن ج ۲ ص ۱۲۱ باب ما جاء فی الوتر۔

تذکر کی حالت میں واجب ہے، نسیان یا وقت نکل جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔
واللہ اعلم۔ اور دو رکعت سنت کی قضا کسی کا مذہب نہیں۔

وفی المہندیۃ : لو تبین ان العشاء صلاہا بلا طہارۃ دون التراويح
والوتر عاد التراويح مع العشاء دون الوتر لانہا تتبع للعشاء ہذا عند ابی حنیفۃؒ فان الوتر
غیر تابع للعشاء فی الوقت عندہ۔ والتقدیم انما وجب لاجل الترتیب وذاك بسقط
بعد النسیان۔ فیصح اذا ادى قبل العشاء بالنسیان بخلاف التراويح فان وقتہا بعد
اداء العشاء فلا یعتد بما ادى قبل العشاء وعندہما الوتر کالتراويح وبالمجملۃ اعادۃ الوتر
مختلف فیہا۔ واما اعادۃ التراويح وسائر سنن العشاء۔ فمتفق علیہا اذا کان الوقت باقیۃ۔
(المہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۵ فصل فی التراويح) لہ



لہ قال الامام النکاسانی الحنفیؒ : اما اصل الوقت (للوتر) فوق العشاء عند ابی حنیفۃؒ الا انہ شرع
مرتبا علیہ حتی لا یجوز اداۃ قبل صلوۃ العشاء مع انہ وقتہ لعدم شرطہ وهو الترتیب الا اذا
کان ناسیا کو وقت اداۃ الوقتیۃ وهو وقت الغائۃ لکنہ شرع مرتبا علیہ۔ وعند ابو یوسفؒ وحمادؒ
والشافعیؒ وقتہ بعد اداۃ صلوۃ العشاء وھذا بناء علی ما ذکرنا۔ ان الوتر واجب عند ابی
حنیفۃؒ وعندہم سنۃ۔ وینی علیٰ ہذا الاصل مسئلتان احداہما ان من صلی العشاء علی
غیر وضوء وهو لا یعلم ثم توضع اوتر ثم تذکر اعاد صلوۃ العشاء یا کالتفاق ولا یعید الوتر فی قول
ابی حنیفۃؒ۔ وعندہما یعید ووجہ البناء علیٰ ہذا الاصل انہ لما کان واجبا عند ابی حنیفۃؒ کان
اصلا بنفسہ فی حق الوقت لا تبعاً للعشاء فلما عاب الشفق دخل وقتہ کما دخل وقت العشاء الا ان وقتہ
بعد فعل العشاء الا ان تقدیم احدہما علی الآخر واجب حالۃ التذکر فعند النسیان یسقط۔
(بدائع الصنائع جلد ۲ باب الوتر)۔ ومثله فی الزیلعی ج ۱ ص ۱۷۸ باب الوتر والتوافل۔

باب السنن والنوافل (سنن اور نوافل کے مسائل)

فجر کی سنتیں زیادہ مؤکدہ ہیں | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک صاحب سے سنا ہے کہ صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں، کیا پانچوں نمازوں کی سنتیں ایک جیسی ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچ وقتہ نمازوں کی سنتوں میں سب سے زیادہ فجر کی دو رکعت سنتیں مؤکدہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاص مواظبت فرمائی ہے، اس کے بعد ظہر کی چار رکعت سنتیں ہیں جبکہ باقی سنتیں برابر ہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: والسنن اکدھا سنة الفجر اتفاقاً
ثم اکد بعد قبل الظہر فی الاصحیح حدیث من ترکھا لم تنلہ شفاعتی تحرر
الکل سواء۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۱ باب النوافل ۱۱۱)

سنن مؤکدہ کا ثبوت | سوال :- فجر، ظہر، مغرب، عشاء اور جمعہ کی نماز میں سنن مؤکدہ کا ثبوت کس حدیث سے ثابت ہے اور کون سی کتاب میں موجود ہے؟
الجواب :- سنن مؤکدہ کے بارے میں متعدد قولی اور فعلی احادیث وارد ہیں۔ نسائی کی

لہ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: اقوی السنن المؤکدہ رکعتا الفجر حتی
روی عن ابی حنیفۃؒ انها لا تجوز مع القعود بغیر عذر لقولہ علیہ الصلوۃ
والسلام صلوھا ولو طرد تکھا لخیل۔ والاصح ان التی قبل
الظہر اکد بعد الفجر ثم الباقی سواء۔ (منعم الخالق حاشیۃ البحر الرائق
ج ۲ ص ۲۸۸ باب النوافل)

ومثله فی مراقی الفلاح علی صدر طحاوی ص ۳۱۲ باب النوافل۔

روایت کے مطابق بارہ رکعات سنن یومیہ ہیں، اور جمعہ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق چودہ بنتی ہیں اور یہی رائج ہے، جبکہ صاحبینؒ کے ہاں سولہ ہیں جس کو امام طحاویؒ نے رائج کہلے۔

بعد یت البتی صلی اللہ علیہ وسلم: عن عائشة قالت قال رسول اللہ علیہ وسلم: من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلۃ دخل الجنة اربعاً قبل الظهر و رکعتین بعدها و رکعتین بعد العشاء و رکعتین قبل الفجر۔

(النسائی ج ۱ ص ۲۵۶ باب ثواب من صلی فی الیوم واللیلۃ)

وعن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا صلی احدکم فلیصل اربعاً۔ (النسائی ج ۱ ص ۲۱۱ باب عدد الصلوة بعد الجمعة)

وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین۔ (النسائی ج ۱ ص ۲۱۱ باب صلوة الامام بعد الجمعة) لیکن یہ دو رکعت صرف سنت ہیں مؤکد نہیں۔

والدلیل علی استثنان الاربع قبل الجمعة ما رواہ مسلم من قوعاً من کان مُصلیاً قبل الجمعة فلیصل اربعاً۔ (البحر الرائق باب التوافل ج ۲ ص ۲۹۹)

جمعہ کے سنن کی تعداد اور آخری دو رکعات میں جمعہ کی تہیت | سوال: جمعہ کی نماز میں آخری دو رکعت

لہ عن ام جیبۃ: قالت قال رسول اللہ علیہ وسلم من صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرة رکعة بنی لہ بیت فی الجنة اربعاً قبل الظهر و رکعتین بعدها و رکعتین بعد المغرب و رکعتین بعد العشاء و رکعتین قبل الفجر صلوة الغداة۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۹۲ باب ما جاء فی من صلی فی یوم ولیلۃ ... الخ)

وروی عن ابن مسعود: انه کان یصلی قبل الجمعة اربعاً و بعدها اربعاً۔ وروی عن علی بن ابی طالب: انه امر ان یصلی بعد الجمعة رکعتین ثم اربعاً۔

(الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹ باب ما جاء فی الصلوة قبل الجمعة و بعدها)

ومثله فی فتح الملہم ج ۲ ص ۲۱۱ قبل کتاب العیدین۔

سنت مؤکدہ ہیں یا نہیں؟ اس میں جمعہ کی نیت ضروری ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں جمعہ کے سنن قبلہ وبعیدہ کی تعداد کتنی ہے؟ بعض لوگ جمعہ کی نماز کی کل تعداد سولہ، بعض لوگ بارہ اور بعض دس رکعات بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آخری دو رکعت نہ پڑھے تو نماز پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب: نماز جمعہ دو رکعت فرض، چار رکعت سنت مؤکدہ فرض نماز سے پہلے، چار رکعت سنت مؤکدہ فرض کے بعد اور اس کے بعد دو رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن مفتی بہ قول کی رو سے ان کا پڑھنا افضل ہے، اور ان دونوں رکعات میں بھی جمعہ کی نیت کی جائے گی، ان دو رکعتوں کو بلا عذر چھوڑنا خلاف اولیٰ ہے لیکن جمعہ کی نماز درست ہے۔ یہی بات کہ جو لوگ جمعہ کی نماز کی تعداد دس رکعات کے قائل ہیں وہ آخری دو رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل نہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ، اور جو لوگ بارہ رکعات کے قائل ہیں (جیسے صاحبینؒ) ان کے نزدیک آخری دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ اور جو لوگ سولہ رکعات بتاتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اس میں نوافل یا احتیاطی نماز شمار کرتے ہوں۔

قال ابن نجيم المصري: - والدليل على استئناك اربع قبل الجمعة ما رواه مسلم مرفوعاً من كان مصلياً قبل الجمعة فليصل اربعاً مع ما رواه ابن حبان عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يركع من قبل الجمعة اربعاً لا يفصل في شيء منهن. وعلى استئناك اربع بعد ما في صحيح مسلم عن أبي هريرة مرفوعاً اذا صلى احدكم الجمعة فليصل اربعاً وفي رواية اذا صليتم بعد الجمعة فصلوا اربعاً. وذكر في البدائع انه ظاهر الرواية. وعن أبي يوسف انه ينبغي ان يصلي اربعاً ثم ركعتين. وذكر محمد في كتاب الاعتكاف ان المعتكف يملك في المسجد الجامع مقدماً يصلي اربعاً وستاً. وفي الذخيرة والتجسس وكثير من المشايخ على قول أبي يوسف: وفي منية المصلي الا فضل عند ان يصلي اربعاً ثم ركعتين. (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۹ باب السنن والنوافل) لے

لے قال الامام ابو بكر الكاساني: فقد ذكر في الاصل اربع قبل الجمعة واربع بعدها كذا ذكر الكرخي وذكر الطحاوي عن أبي يوسف انه قال يصلي بعد ستاً وقيل هو مذهب عليؑ وما ذكرنا انه كان يصلي اربعاً مذهب عبد الله بن مسعود..... ونحن لا تمنع من يصلي بعدها كم شاء غير اننا نقول السنة بعدها اربع ركعات لا غير لما روينا. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵ فصل اما الصلوة المسنون) لے

لے ومثله في كبرى ص ۳۸۸ فصل في النوافل۔

مکروہ اوقات کے علاوہ ہر وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے | سوال مریا کاری سے بچنے کی نیت سے دن میں

سنن زوائد کے چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: مریا کاری سنن، نفل اور فرائض تمام عبادات میں حرام ہے، مریا کاری سے بچنے کے بہانے سے چھوڑنا مناسب نہیں، اس کا احتمال تو فرض نماز میں بھی ہو سکتا ہے، جبکہ فرض کا ترک کرنا کسی صورت میں جائز نہیں، نوافل رات دن میں مکروہ اوقات کے علاوہ ہر حالت میں مشروع ہیں جس کی تفصیل سے فقہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

وفی الہندیہ: ثلاث ساعات لا تجوز فیہا المكتوبة ولا صلوة الجنازة ولا سجدة الشلاوة۔ اذا طلعت الشمس حتى ترفع وعند الانتصاف الى ان تزول وعند احمرارها الى ان تغيب الا عصر يومه ذلك۔ فانه يجوز اداؤه عند الغروب هكذا في فتاوى قاضی خان۔

وقال بعد عدة اسطر: والمتطوع في هذه الاوقات يجوز ويكره كذا في الكافي وشرح الطحاوی۔ (الہندیہ ج ۱ ص ۵۲ کتاب الصلوٰۃ۔ الباب الاول في مواقيت الصلوٰۃ)۔
سوال: نماز عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھنے کا حکم

نفل کی فضیلت کسی روایت سے ثابت ہے؟ اس کے وقت کا صحیح تعین اور حکم بیان فرمائیں؟
الجواب: نماز عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے اور اس کا صحیح وقت عصر کی نماز کے وقت سے شروع ہوتا ہے، البتہ یہ نفل عصر کی نماز سے قبل

۱۔ قال الامام الكاساني: اما الذي يكره التطوع فيها لمعنى يرجع الى الوقت فثلاثة اوقات احدها ما بعد طلوع الشمس الى ان ترتفع وابتض والثاني عند استواء الشمس الى ان تزول والثالث عند تغير الشمس وهو احمرارها الى ان تغرب الشمس ففي هذه الاوقات، الثلاثة يكره كل تطوع في جميع الازمان يوم الجمعة وغيره وفي جميع الاماكن بمكة وغيرها۔ وسواء كان تطوعاً مبدئياً لا سبب له او تطوعاً له سبب كركعتي الطواف وركعتي تحية المسجد ونحوهما۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۹۶ فصل في بيان ما يكره في التطوع)

پڑھے جائیں گے۔

بعدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم : عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رحم اللہ امرأً صلی قبل العصر ربعا۔ (الترمذی جلد ۹۸ باب ما جاء فی الاربع قبل العصر) ۱
سوال :- اگر ایک شخص نماز عصر جماعت

نماز عصر سے پہلے نقل جماعت سے خاص نہیں ادا ہو جانے کے بعد انفراد نماز پڑھنے سے پہلے نقل ادا کرے تو کیا اس کی نقل نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ اور نقل کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شرکت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز عصر سے قبل چار سنتیں پڑھنا افضل ہے۔ چاہے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہو یا انفراداً پڑھ رہا ہو۔ شریعت مقدسہ میں جماعت یا غیر جماعت کی کوئی قید نہیں، تاہم اگر چار کے بجائے دو رکعت پڑھ لے تو بھی کافی ہے لیکن اصغرا کے وقت نوافل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

قال المحصنی : ویستحب اربع قبل العصر۔ وقال ابن عابدین : تحت هذه العبارة لم يجعل للعصر سنة راتبة لانه لم يذكر في حديث عائشة المار قال في الامداد وخير محمد بن الحسن والقدير المصلي بين ان يصلي اربعاً او ركعتين قبل العصر لاختلاف الآثار۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳ مطلب في السنن والنوافل) ۲

سوال :- اگر ایک شخص عصر سے پہلے سنن توڑ کر نماز کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے نماز عصر سے پہلے نقل پڑھنا

۱۔ قال ابن نجيم : وندب الاربع قبل العصر۔ الخ وقال بعد ثلاثة اسطر وروی ابوداؤد عنه (ای عن علی رضی اللہ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی قبل العصر رکعتین فلذا خیرہ فی الاصل بین الاربع و بین الركعتین والا فضل الاربع الخ۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۱۵ باب النوافل)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۱۳ مطلب في السنن والنوافل

۲۔ وفي الهندية : وخير محمد (ای فی الاصل) بین الاربع والركعتين قبل العصر والمغشاء والا فضل الاربع في كليهما۔ (الهندية ج ۱ ص ۱۱۵ باب النوافل)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۱۵ باب النوافل۔

شروع کرے لیکن جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے اسے توڑ کر فرض نماز میں شامل ہو جائے تو کیا عصر کی نماز کے بعد یہ نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس پر لزوم النفل بالشروع کے قاعدہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ نفل نماز توڑنے سے بقاعدہ لزوم النفل بالشروع واجب ہو جاتی ہے، لیکن یہ واجب بغیرہ کے حکم میں ہے اور عصر کی نماز کے بعد جیسا کہ نفل نماز نہیں پڑھی جاسکتی ہے ایسا ہی واجب بغیرہ کی ادائیگی بھی جائز نہیں، لہذا کسی دوسرے صحیح وقت میں پڑھے۔

وفی الہندیۃ: لو اقبلت صلوۃ النفل فی وقت مستحب ثم افسدھا ففضاھا بعد صلوۃ العصر قبل مغیب الشمس لا یجزیہ ہکذا فی محیط السرخسی۔ انتہی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۵ کتاب الصلوۃ، فصل الاوقات التي لا تجوز فیہا الصلوۃ... الخ) لے

سوال :- اگر عصر اور مغرب کے درمیان **اصفر شمس کے وقت نماز عصر سے پہلے نفل پڑھنا** وقت مختصر ہو تو ایسی صورت میں نماز عصر

ضروری ہے یا اس سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہیے؟

الجواب :- جب تک سورج کی روشنی متغیر نہ ہوئی ہو بلکہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہو تو ایسے وقت میں عصر کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر سورج کی روشنی میں زردی کے اثرات شروع ہو چکے ہوں تو پھر وقت کی نماز پر اکتفا کر کے نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

قال الامام الکاسانی: والثالث عند تغیر الشمس وهو احمر ادها واصفر ادها الى ان تغرب ففي هذه الاوقات الثلاثة یکرہ کل تطوع فی جمیع الاماکن یوم الجمعة وغیره۔ وفي جمیع الاماکن بکرة وغیرہ۔ وسواء کان تطوعاً مبتدئاً حیث ینزل سبب لہ۔ (رد المحتار ج ۲ فصل فی بیان ما یکرہ من التطوع) لے

لے قال الحنفی: وکرہ نفل وکل ما کان کالعینة بل بغیرہ کمند وروالذی شوع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ۔ ثم افسدہ ولو سنة الفجر بعد صلوۃ وصلوۃ عصر انتھی مختصراً۔ وقال ابن عابدین: تحت هذه العبارة۔

والکراهة ههنا تحريمية ايضاً كما صرح به فی الحلیۃ۔ (الدر المختار علی ص ۳۴۵ رد المحتار ج ۱ کتاب الصلوۃ) لے قال برهان الدین المرغینانی: لا یجوز عند طلوع الشمس ولا عند قیامها فی تطہیرۃ ولا عند غروبها لحديث عقبة بن عامر قال ثلثة اوقات نهان رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تصلی فیہا وان تقبر فیہا موتانا عند طلوع الشمس حتی ترتفع وعند زوالها حتی تزول وحين تضیف للغروب حتی تغرب۔ وقال بعد اسطر الا عصر يومه۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۶۸ فصل فی الاوقات یکرہ فیہا الصلوۃ)

سُنن قبل الظهر کی تعداد | سوال :- زوال کے بعد صحیح حدیث کے مطابق کتنی رکعات پڑھنی چاہئیں؟

الجواب :- صحیح حدیث کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے بعد چار رکعات کی ادائیگی فرماتے تھے جبکہ بعض روایات میں دو رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، لیکن ان دو رکعات کو امام محمد اور ابن الہمام رحمہما اللہ نے تحیۃ المسجد پر محمول کیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ۔
عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلّي قبل الظهر ركعتين وبعدهما ركعتين وبعد صلاة المغرب ركعتين في بيته وبعد صلاة العشاء ركعتين وكان لا يصلّي بعد الجمعة في المسجد حتى يتصرف فيسجد سجدتين۔

قال محمد هذا تطوع، وهو حسن، وقد بلغنا أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلّي قبل الظهر أربعا إذا زالت الشمس... الخ (موطا امام محمد ص ۱۶۲)
وقال ابن الهمام: ثم كان يصلّي ركعتين تحية المسجد فكان ابن عمر يراها۔ رفتح القدير ج ۱ ص ۳۸۶ باب النوافل۔ لہ

لہ ذکر الامام ابو عیسیٰ الترمذی: عن علیٍّ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل الظهر اربعاً وبعدہا رکعتین۔ قال ابو عیسیٰ والعمل علیٰ ہذا عند اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم یختارون ان یصلی الرجل قبل الظهر اربع رکعات وهو قول السفیان وابن المبارک... الخ
قال العلامة محمد یوسف البنوری: تحت هو قول السفیان والیہ ذهب ابو حنیفۃ واصحابہ۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۱۰۳، ۱۰۵) باب ما جاء فی الاربع قبل الظهر

وعن ابن عمر قال صلیت مع النبی رکعتین قبل الظهر و رکعتین بعدہا۔
(معارف السنن ج ۲ ص ۱۰۶، ۱۰۳)

قال ابن عابدین وما راہ آہ ابن عمر تحیۃ المسجد۔
رمحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۵ باب النوافل

مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا | سوال :- اگر کوئی شخص نماز مغرب کے بعد دو رکعات نفل ادا کرے تو ان کی شرعی حیثیت

کیا ہے؟ کیا یہ نماز اوابین کے زمرے میں آسکتی ہے؟
الجواب :- نفل نماز مکروہ اوقات کے علاوہ ہر وقت جائز ہے، مذکورہ وقت نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ دو رکعات صلوٰۃ اوابین میں شمار نہیں ہوتیں، کیونکہ اوابین کی تعداد روایات میں چھ رکعات بتائی گئی ہے۔ تاہم اگر چار رکعات نفل سے دو سنن ملا کر چھ رکعات شمار کی جائیں تو یہ نماز اوابین میں شمار کی جاسکتی ہے، البتہ مستقلاً چھ رکعات اوابین پڑھنا بہتر ہیں۔

لمحدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیہا بیتیہق بسوءٍ عُدِلَ لہ بعبارة ثنتی عشرة سنة۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۹۸ باب ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب)

قال مُلا علی قاری: تحت ہذہ الحدیث (قوله ست رکعات) المفہوم ان الركعتین الراتبیین داخلان فی الست إلی ان قال قالہ الطیبی فیصلی الموکداتین بتسلیمۃ وفي الباقي الخیار الخ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ باب التوافل فی فصل لثانی) لہ

سوال :- اگر کوئی شخص مغرب نماز مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ کی نیت باندھ کر چار رکعت پڑھنے اور آخری دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کا حکم

کی دو رکعت سنت مؤکدہ کی نیت باندھ کر دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ میں چار رکعت پڑھنے کا ارادہ کرے اور پھر آخری دونوں رکعات کے لیے کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر پڑھے تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے؟

لہ قال الشیخ ابراہیم الحلبي: وان تطوع بعد المغرب ست رکعات فهو افضل۔
 لمحدث ابن عمرؓ انه عليه السلام قال: من صلی بعد المغرب بست رکعات من الاوابین وتلا انه كان للاوابین غفوراً۔ (کبیری ص ۳۸۵ باب فصل فی التوافل)
 ومثله فی الجامع الترمذی ج ۱ ص ۹۸ باب ما جاء فی فضل التطوع الخ۔

الجواب :- صورت مذکورہ میں دو مسئلے قابل غور ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا سنت کی نماز کے ساتھ نفل نماز اکٹھا کر کے سنت کے قعدہ اخیرہ میں تاخیر کرنے سے اس کی نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نفل نماز میں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جہاں تک دوسرے مسئلے کا حکم ہے تو نفل نماز ابتداء یا بناء قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہے تاہم کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔

قال الحصکفی: ویتنفل مع قدرته علی القيام قاعداً الا مضطجعاً الا بعدہ ابتداءً وکذا بناءً بعد الشروع بلا کراہۃ علی الاصح کعکسہ۔

والدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب السنن والنوافل لہ
اور پہلے مسئلے میں سنت کی ادائیگی درست ہو جائے گی، البتہ سلام کی تاخیر سے سجدہ سہو واجب رہے گا۔

قال المرغینانی: لا یجب السہو الا بترك الواجب او تاخیرہ او تاخیر رکن ساہیاً۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۳۷ باب سجود السہو)

تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنا | **سوال :-** نماز تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- نماز تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے۔

قال الحصکفی: یجلس ندباً بین کل اربعۃ بقدرہا کذا بین الخامسة والوتر

لہ وفي الہندیۃ: وحکم السہو فی الفرض والنفل سواء۔ وقال بعد اسطر۔ ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ او تاخیر رکن او تقدیمہ او تکراراً او تغیر واجب بان یجہر فیما یخافت۔ وفي الحقیقۃ وجوبہ بشیء واحد وهو ترك الواجب۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶)

وفي الہندیۃ: واذا فتحت التطوع قائماً ثم اراد ان یقعد من غیر عذر فله ذلك عند ابی حنیفۃ استحساناً۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۴ باب النوافل)
ومثله فی الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۸۹-۹۳ باب النوافل۔

ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت وصلوة فرادی۔

والد المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۶ بحث صلوة التواضع

سوال :- وتر کے بعد دو رکعت نفل کسی روایت سے ثابت ہیں یا نہیں؟ بصورت ثبوت کیفیت کا تعین فرمائیں؟

کیا دیگر نوافل کی طرح بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- وتر کے بعد دو رکعت نفل کے بارے میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی روایات وارد

ہیں۔ ترمذی کی روایت میں ہے: عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد

الوتر رکعتین۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۸۱ ابواب الصلوة الوتر)

اور ابن ماجہ میں اس پر یہ اضافہ ہے: "خفیفین وهو جالس"۔ (ابن ماجہ باب ماجاء فی

الرکعتین بعد الوتر جالساً)

لہذا یہ دو رکعات بلا شک و شبہ سنن زوائد ہیں باقی ابن ماجہ کی روایت کی رو سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں رکعات بیٹھ کر پڑھی ہیں۔ اس لیے فقہاء کرام کا ان کے افضل ہونے میں

اختلاف ہے، بعض فقہاء ان کو کھڑے ہو کر پڑھنا افضل قرار دیتے ہیں جبکہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی

تحقیق اور دیگر محققین کی رائے کے مطابق چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا تعبداً اور

قصداً تھا اس لیے بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے۔

لما فی قال الشیخ النور شاہ الکشمیریؒ: یعنی ان الجلوس فیہما اتفاق او

قصدی فاختر النوی الاول عندی المختار هو الثاني لانتہما لم

تثبتا عنه قائماً قط فحمل فعله فی جمیع عمره علی الاتفاق مما

لہ وقال ابن نجیم المصریؒ: وقد قالوا انہم یخیرون فی حالة الجلوس ان شاؤا

سبحوا وان شاؤا قروا القرآن۔ وان شاؤا صلوا اربع رکعات فرادی وان شاؤا

قعدوا ساکتین۔ واهل مکة یطوفون اسبوعاً ویصلون رکعتین واهل المدینة

یصلون اربع رکعات فرادی۔ ویبہذا علم انہ لو قال بانتظار بعد کل ترویجة

بدل قوله بجلسة لکان اولی۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۹ باب النوافل)

وَمِثْلُهُ فِي غَيْبَةِ الْمُسْتَمْلَى ص ۴۲ باب النوافل۔

یصارم النداهة - ربيع الباری ج ۲ ص ۲۲۶ باب المداومة علی رکعتی الفجر) ۱

نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود اور تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء اور تعویذ پڑھنے کا حکم

سوال :- نوافل اور سنن کے قعدہ اولیٰ میں صرف تشہید پر اکتفاء کرنا چاہیے یا اس کے ساتھ درود شریف بھی ملانا ضروری ہے؟ ایسا ہی تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد ثناء اور تعویذ ضروری ہے یا فرض نمازوں کی طرح فاتحۃ الكتاب سے شروع کیا جائے گا؟

الجواب :- سنن مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعویذ نہیں پڑھا جائے گا، اس کے علاوہ دوسرے نوافل میں ہر شفع (یعنی دو دو رکعت) مستقل نماز ہے اس لیے ہر شفع کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء و تعویذ پڑھنا چاہیے۔

قال الحسکفی: ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولى فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدھا الی ان قال ولا یتفتیح اذا قام الی الثالثة منها لانھا لتأکدھا اشیہت الفریضة فی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتیح یتعوذ ولونذرأ لان کل شفع صلاة۔
رالدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۶۱ باب السنن والنوافل ۲

سوال :- نماز جمعہ و ظہر کی چار رکعات سنن زوائد میں قعدہ اولیٰ کے بعد درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء پڑھنے کا حکم

سوال :- نماز جمعہ و ظہر کی چار رکعات میں قعدہ اولیٰ کے تشہد کے بعد درود شریف اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر ثناء

۱۔ قال العلامة محمد یوسف البتوری: لو ثبتت الركعتان بعد الوتر فالسنة فیہما الجلوس دون القيام فان الجلوس فیہما قصدی۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۲۵۹ بحث رکعتین بعد الوتر جالساً) ومثله فی عرف الشذی علی الترمذی ج ۱ ص ۱۰۱ باب ما جاء فی رکعتین بعد الوتر۔
۲۔ قال ابن نجیم، وفي الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدھا ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یتفتیح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل۔ (البحرائق ج ۲ ص ۲۹۹ باب السنن والنوافل)

پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز سنن مؤکدہ اور زوائد میں کوئی فرق ہے یا دونوں یکساں ہیں؟
الجواب:- ظہر اور جمعہ کی سنن کے علاوہ باقی تمام چار رکعت والی سنن و نوافل کے قعود اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء و تعوذ پڑھنا چاہیے، کیونکہ نوافل میں ہر شفع مستقل نماز ہے جبکہ سنن مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

قال المحقق، ولا یصلی علی البنی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولى فی الرابع قبل الظهر والجمعة وبعدھا۔ وقال بعد سطر واحدة۔ ولا یتفتح اذا قام الی الثالثة منها۔ لانہا لتاکدھا الشبهت الفریضة۔ وفي البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویعود ولونذراً لان کل شفع صلوۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱ باب السنن والنوافل) لہ
سنن اور فرائض کے درمیان دو رکعت تحیتہ المسبحہ پڑھنا | **سوال:-** اگر کوئی شخص مسجد جائے اور مسجد میں جماعت کھڑے ہوتے سے پہلے دو رکعات تحیتہ المسبحہ پڑھے تو کیا شرعاً اس کی کوئی ممانعت ہے یا نہیں؟

الجواب:- سنن ظہر اور فرضوں کے درمیان دو رکعت تحیتہ المسبحہ پڑھنا جائز ہے اور فقہاء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس وقت نقل پڑھنے کی ممانعت نہیں کی ہے، بلکہ بعض محققین کی رائے کے مطابق شارع علیہ السلام سے ظہر کی چار رکعت سنت قبلہ کے بعد دو رکعت تحیتہ المسبحہ ثابت ہے۔ تحیتہ المسبحہ کی صحت کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں البتہ اوقات مکروہہ میں ایسی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ تاہم سنن اور فرائض کے درمیان بلا عذر کسی ایسے کام سے اجتناب کرنا چاہیے جو تحریم کے منافی ہو کیونکہ اس سے ثواب پر اثر پڑتا ہے۔

لما قال العلامة ابن الہمام: فالاولیٰ الاستدلال بمجموع حدیثین حدیث

لہ قال ابن نجیم، وفي المجتبیٰ وفي الرابع قبل الظهر والجمعة بعدھا لا یصلی علی البنی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولى ولا یتفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل۔ (المحیط الرائق ج ۲ ص ۲۹۹ باب النوافل) ومثله فی الہندیۃ ج ۳ ص ۱۱۱ باب النوافل۔

ابن عمرؓ..... وحديث عائشةؓ..... فان الاربع كان يصلِّيها في بيته فاتفق عدم علم ابن عمرؓ بهن وان علم غيرها مما صلى في بيته لانه صلى الله عليه وسلم كان يصلِّي الكل في البيت ثم كان يصلِّي ركعتين تحية المسجد كان ابن عمرؓ يراها.

(فتح القدير ج ۳ ص ۳۸۶ باب النوافل)

قال العلامة العثيمينؒ: سن تحية المسجد بركعتين في غير وقت مكروه قبل الجلوس.... الخ. (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۲۵ فصل في تحية المسجد)

سوال :- جمع کی سنن مسجد کے ساتھ مختص ہیں یا کسی اور جگہ پڑھنے کا حکم

الجواب :- سنن پڑھنے کے لیے مسجد کی کوئی تخصیص نہیں، یہ مسجد کے علاوہ گھر میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں جگہ (گھر اور مسجد) میں پڑھنا ثابت ہے، تاہم مسجد کی بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

بحديث النبي صلى الله عليه وسلم: عن زيد بن ثابتؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال افضل صلواتكم في بيوتكم الا المكتوبة. (الترمذی ج ۱ ص ۱۰۲ باب جاء في فصل الصلوة في البيت) عن ابن عمرؓ قال كان اذا كان بمكة فصلى الجمعة تقدم فصلي ركعتين ثم تقدم فصلي اربعاً. واذا كان بالمدينة صلى الجمعة ثم رجع الى بيته فصلي ركعتين فقبل له فقبل كان رسول الله يفعل ذلك. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶ باب الصلوة بعد الجمعة) لہ

لہ قال ابن عابدینؒ: وهو الذي جمع به في الفتح بين هذا الحديث راي حديث ابن عمرؓ وحديث عائشةؓ انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلِّي اربعاً قبل الظهر بقوله: اما بان الاربع كان يصلِّيها عليه السلام في بيته. وما رآه ابن عمرؓ تحية المسجد و بان ابن عمرؓ كان يرى تلك وردا اخر بسببه الزوال و هو مذهب بعض العلماء. (منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵ باب الوتر والنوافل)

لہ قال الشيخ ابراهيم الحلبي الكبيرؒ: واما السنن التي بعد الفريضة فانه ان تطوع بها في المسجد فحسن وتطوعه بها في البيت افضل. وهذا غير مختص بما بعد الفريضة بل بجميع النوافل ما عدا التراويح وتحية المسجد قال بعد عدة اسطر التطوع في المسجد حسن وفي البيت احسن. كما قال المصنفؒ وبه افتى

الفقيه الوجعفرؒ قال الا ان يخشى ان يشغل عنها اذا رجع. (كبيري ص ۳۹۹، ۴۰۰ باب النوافل)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۲ باب السنن والنوافل

سُنن نہ پڑھنے والے کا حکم | سوال :- اگر سنن مؤکدہ یا غیر مؤکدہ نہ پڑھی جائیں تو نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- سنن مؤکدہ سفر میں بعد شرعی چھوڑنا جائز ہیں، ویسے سنن مؤکدہ کو چھوڑنا موجب عقاب ہے۔ سنن فرائض کے مکملات ہیں، گویا سنن نہ پڑھنے کی وجہ سے فرائض ادھورے رہ جاتے ہیں، ترک پر مداومت کرنا عملاً نافرمانی کے مترادف ہے۔

قال ابن نجيم: رجل ترك سنن الصلوة الخمس ان لم ير السنن حقاً فقد كفر لانه ترك استخفافاً. وان رأى حقاً منهم من قال لا ياتم والصحيح انه ياتم لانه جاء الوعيد بالترك. وقال بعد سطر ان السنة المؤكدة بمنزلة الواجب في الاثم بالترك الى ان قال وانه لا يجوز ترك السنن المؤكدة ولو صلى وحده وهو احوط.

(البحر الرائق ج ۲ ص ۴۹ باب الوتر والنوافل)

نفل کی بجائے قضا نمازوں کی ادائیگی بہتر ہے | سوال :- اگر ایک شخص کے ذمہ فوت شدہ فرض نمازیں ہوں تو اس کے

لیے نفل پڑھنا افضل ہے یا قضاء نمازیں؟

الجواب :- جب فوت شدہ نمازوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک ایک نماز کی قضاء کرے، تو ایسی صورت میں نوافل پڑھنے سے قضاء نماز کا پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا۔

وفي الهندية: وفي الحج والاشتغال بالفوائتة اولى واهم من النوافل او السنن المعروفة وصلوة الضحى وصلوة التسبيح والصلوة التي رويت في الاخبار فيها سور معدودة واذكار معهودة فتلك بنيت النفل وغيرها

له وفي الهندية: رجل ترك السنن الصلوة ان لم ير السنن حقاً فقد كفر لانه تاركها استخفافاً وان راها حقاً فالصحيح انه ياتم لانه جاء الوعيد بالترك وهذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۲ باب النوافل)

ومثله في كبرى ۳۸۹ باب النوافل (فروع)

بَيِّنَةُ الْقَضَاءِ كَذَا فِي الْمَصْمَرَاتِ - (الْهَدْيَةُ ج ۱ ص ۱۲۵ باب قضاء الفوائت) لے

سوال :- نماز تہجد کی کتنی رکعات ہیں ؟
الجواب :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی نماز مختلف

اوقات میں مختلف رکعات کے ساتھ ثابت ہے جس میں اقل دو رکعت اور اکثر زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات مروی ہیں، کیونکہ اکثر اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات پڑھی ہیں اسلئے بعض محققین نے اکثر کی تعداد آٹھ رکعات نقل کی ہیں جبکہ زیادہ سے زیادہ بارہ تک بھی ثابت ہے۔

لما ذكره الامام محمد بن اسماعيل البخاري : ان عبد الله بن عباس اخبره انه بات عند ميمونة زوج النبي وهي خالته الى قال عبد الله فقمْتُ فصنعتُ مثل ما صنع ثم ذهبتُ فقمْتُ الى جنبه فوضع رسول الله يده اليمنى على رأسي واخذ يادني يفتلها فصلّي ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوترت ثم اضطجع حتى جاء المؤذن فقام فصلّي ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلّي الصبح - (الجامع البخاري ج ۱ ص ۱۳۵ ابواب الوتر باب ما جاء في الوتر) لے

لے قال ابن عابدین : واما النفل فقال في المصمرات الاشتغال بقضاء الفوائت اول واهم النواقل - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۰ باب قضاء الفوائت)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِيَةِ خَارِجِيَّةٌ ج ۱ ص ۱۲۰ كتاب الصلوة - باب قضاء الفائتة -
 لے قد ذكر الامام البيهقي عن كريب مولى ابن عباس ان عبد الله بن عباس اخبره انه بات عند ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم : هي خالته الى قال عبد الله فقمْتُ فصنعتُ مثل ما صنع ثم ذهبتُ فقمْتُ الى جنبه فوضع رسول الله يده اليمنى على رأسي واخذ يادني يفتلها فصلّي ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوترت ثم اضجع حتى جاء المؤذن فقام فصلّي ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلّي الصبح -

(السنن الكبرى ج ۳ ص ۳۰۰ باب عدد ركعات قيام النبي صلى الله عليه وسلم وصفتها)

وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۳۰۹ نماز وتر -

تہجد کی جماعت کا حکم | سوال :- تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا ہمیشہ کے لیے یا کبھی کبھار؟ اور کتنے لوگ جمع ہو کر بلا کراہت جماعت سے ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب :- تہجد کی نماز نفل ہے اور نقلی نماز میں ایک یا دو آدمی امام کے پیچھے اقتداء کریں تو کبھی کبھار بلا تداعی بغیر کراہت کے جائز ہے، البتہ اگر مقتدی تین سے زائد ہوں تو اخاف کے ہاں بالاتفاق مکروہ ہے، اور تین کی صورت میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک تین سے کم کی طرح بلا کراہت جائز ہے۔

قال المحقق، ولا یصلی الوتر ولا التطوع خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد۔ قال ابن عابدین: تحت هذه العبارة اما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواحد فلا یکرہ وثلاثة بواحد فيه خلاف وايضاً قال فوق هذه العبارة ويمكن ان يقال الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحبة۔ ثم ان كان ذلك احياناً كما فعل عمر كان مباحاً غير مكروه۔ وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة خلاف المتوارث۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۸ بحث صلوة التراویح)

نماز تہجد کے آخر میں وتر پڑھنا افضل ہے | سوال :- نماز تہجد کے آخر میں وتر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص رات کو صرف چند رکعات نفل پڑھے اور وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے تو اس سے تہجد پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: ولا یصلی تطوعاً بجماعة الا قیام رمضان وعکى عن شمس الاشارة السرخسی: ان التطوع بالجماعة على سبيل التداعی مکروه اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنين بواحد لا یکرہ واذا اقتدی ثلاثة بواحد ذکر هو، حمہ الله ان فيه اختلاف المشائخ قال بعضهم واذا اقتدی اربع بواحد کرہ بلا خلاف۔ رالفتاوی التاتارخانیة ج ۱ ص ۴۸ باب الوتر) ومثله فی کبیری ص ۴۸ باب التراویح۔

الجواب: تہجد وہ نفل نماز ہے جو عشاء کی نماز کے بعد نیند سے اٹھ کر پڑھی جاتی ہے اس کے ساتھ آخر میں وتر ملا کر پڑھے جائیں تو بہتر ہے، تاہم اگر اس کے ساتھ آخر میں وتر نہ ملائے جائیں تو بھی تہجد پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

بعد بیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم: عن نافع ابن عمر قال من صلی من اللیل فلیجعل آخر صلواتہ وتر فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بذلك۔ (النسائی ج ۱ ص ۲۴۷ باب وقت الوتر لم

سوال ۲: اگر کوئی رات کے آخری حصہ میں نیند سے اٹھنے کے بعد قضاء نماز کی ادائیگی کرے تو اس کو تہجد کی نماز کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب: اگر کوئی نیند سے اٹھ کر فوت شدہ نماز کی قضاء کرے تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ بھی تہجد میں سے شمار ہوتی ہے۔

قال ابن عابدین: کان التہجد ازالة النوم۔ وقال بعد سطر واحد ان التہجد لا یحصل الا بالتطوع فلو نام بعد صلوۃ العشاء ثم قام فصلی فوائت لا یسمی تہجداً وتر حدیثہ بعض الشافعیۃ قلت وانما ظہران تقيده بالتطوع بناء على الغالب وانه یحصل باى صلوۃ كانت فی الحدیث المار وما كان بعد صلوۃ العشاء فهو من اللیل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۷ مطلب فی صلوۃ اللیل)

سوال ۳: اگر مسجد میں تہجد کی نماز کے ضمن میں بھی ادا ہو سکتی ہے؟
داخل ہو کر تہجد البسجد پڑھنے

لہ اخرج الامام الترمذی: عن مسروق انه سأل عائشة عن وتر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت من کل اللیل قد اوتر اولہ واولیٰ ووسطہ واخلرہ فانتھی وترہ حین مات فی وجہ السحر۔ (الجامع مع الترمذی جلد ۱ ص ۱۰۳ باب ما جاء فی وتر من اول اللیل واخلرہ۔

كان ابو بکر یوتر ثم ینام ثم یقو ویتہجد وعمر کان ینام قبل ان یوتر ثم یقوم ویصلی ویوتر فقال النبی لابی بکر اخذت بالحزم وقال لعمر اخذت بالقوة۔ (مجموعۃ الفتاویٰ اردو ص ۳۳۱ کتاب الصلوۃ تراویح و تہجد الخ)

کی بجائے کسی دوسری نماز کی سنن یا قضا میں مشغول ہو جائے تو کیا اس سے تحیۃ المسجد کا ثواب مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ اس دوسری نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی ہو، بہشتی زیور میں ثواب ملنے اور حنفی نماز کامل میں نہ ملنے کا لکھا ہے، لہذا جو رائج ہو وضاحت فرمائیں؟

الجواب :- تحیۃ المسجد مسجد میں داخلہ کے وقت دو رکعات پڑھنے سے عبارت ہے، روایات کی رو سے یہ سنت ہے۔ اگر مستقل دو رکعات ادا کی جائیں تو بہتر ہے ورنہ سنن وقتیہ کے ضمن میں بھی نماز تحیۃ المسجد ادا ہو سکتی ہے۔ خیال رہے کہ تحیۃ المسجد مکروہ اوقات میں فقہ حنفی کی رو سے جائز نہیں، ایسے اوقات میں تحیۃ المسجد کی جگہ تسبیح و تہلیل اور دُشْرِیف سے تحیۃ المسی کا ثواب ملتا ہے۔

قال المحقق؛ ویسن تحیۃ المسجد وہی رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخوله بنية فرض او اقتداء بنبیة۔ قال ابن عابدین تحت هذه العبارة۔ اذ دخل فيه (ای المسجد) بعد الفجر والعصر فانه یسبح ویهمل ویصلی علی التبی صلی اللہ علیہ وسلم فانه حینئذ یؤدی حق المسجد کما اذا دخل المكتوبة فانه غیر مأمور بہا حینئذ کما فی التمرقاشی۔ وقال بعد عدة اسطر قال فی الحلیة لو اشتغل داخل المسجد بالفريضة غیرنا و للتحیة قامت تلك الفريضة مقام تحیة المسجد لحصول تعظیم المسجد کما فی البدائع۔

(۴۸) المختار ج ۱ ص ۱۸ باب السنن والنوافل

صلوۃ التسبیح کے قومی ہاتھ باندھنے کا حکم | سوال :- صلوۃ التسبیح کے قومی

لگتا ہے، ایسی حالت میں کیا دوسری نمازوں کی طرح ہاتھ کھول کر چھوڑنا چاہیے یا ہاتھ باندھنا بہتر؟
الجواب :- ہر وہ قیام جس میں ذکر مسنون نہ ہو تو اس میں ہاتھ نہیں باندھے جائینگے

قال العلامة الشرنبلالی؛ سن تحیۃ المسجد برکعتین یصلیہما فی غیر وقت مکروہ قبل الجلوس الخ الى ان قال واداء الفرض یتوب عنها قالہ الزیلعی وکذا کل صلوۃ اداها عند الدخول بلانیه التحیۃ لانہا لتعظیمہ وحرمتہ وقد حصل ذلک بما صلوۃ ولا تفوت بالجلوس عندنا۔ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، فصل فی تحیۃ المسجد)

صلوۃ التبسیح کے تو میں اگرچہ ذکر مسنون یعنی تسبیحات ہیں لیکن قیام کے لیے قرار نہ ہونے کی وجہ سے اس میں ہاتھ نہیں باندھے جائیں گے بلکہ ارسال ہوگا۔

قال العلامة الشيخ أحمد الطحطاوی : تحت قول المصنف رولین وضع الرجل يده اليمنى على اليسرى (ما نصده) كما فرغ من التكبير للإحرام بـ (ارسال) ويضع في كل قیام من الصلوة ولو حكماً فدخل القاعد ولا يد في ذلك القیام ان يكون فيه ذكر مسنون وما كلاً كما في السراج وغيره۔ وقال محمد لا يضع حتى يشرع في القراءة فهو عندهما سنة قیام فيه ذكر مشروع وعنده سنة للقراءة فيرسل عنده حالة الشراء والقنوت وفي صلوة الجتازة وعندهما يعتمد في الكل الى ان قال فان قيل في القومة من الركوع ذكر مشروع وهو التسميع والتحميد فينبغي ان يضع فيها على قولهما اجيب بان المراد قیام له قرار فيه ذكر مسنون يراجع۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۲۰ فصل في بيان سنن الصلوة) له

استخاره کی نماز کا مسنون طریقہ | سوال :- استخاره کی نماز کا مسنون طریقہ کیلئے اور کس وقت پڑھنا بہتر ہے ؟

الجواب :- نماز استخاره کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کام کا ارادہ کرے جس میں ضرر اور نفع دونوں کا احتمال ہو تو ایسی حالت میں نماز عشاء کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھے، نماز کے بعد پوری توجہ سے یہ دعا پڑھے

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلك من فضلك العظیم۔ فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللّٰهُمَّ ان کنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی ومعیشتی وعاقبة امری اذ قال فی عاجل امری واجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به قال ولیمتی حاجته۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۹۱ باب ما جاء فی الاستخاره)

لے قال الملا خسرو الحنفی : فالحاصل ان کل قیام فيه ذکر مسنون ففيه الوضع وكل قیام ليس كذلك ففيه الامر سال۔ (الدرر والغریب ص ۶۷۰ باب صفة الصلوة)

اور جب ہذا کھر پر پہنچے تو متعلقہ کام کی طرف توجہ کر کے دل میں لائے، ایسے عمل کے بعد جس جانب دل کا میلان ہوا تو اس کو اختیار کرے۔ اگر ایک دفعہ کرنے سے اطمینان حاصل نہ ہو تو سات دفعہ تک یہ عمل کرے، متعدد بار کرنے سے تردد اور شک نہیں رہے گا۔

قال ابن عابدین: وفي الحلية ويستحب افتتاح هذا الدعاء وختمه بالحمد والصلوة. وفي الاذكار انه يقرأ في الركعة الاولى الكافرون وفي الثانية

الاخلاص ام. وعن بعض السلف انه يزيد في الاولى "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ" وفي الثانية "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ دَلَالَةٌ" وينبغي

ان يكررها سبعاً لما روى ابن السني يا انس اذا هتممت بما مر فاستخر ما يل فيه سبع مرات. ثم انظر الى الذي سبق الى قلبك فان الخير فيه ولو تعدت عليه الصلوة

استغار بالدعاء ام. وفي شرح الشرع المسموع من المشائخ انه ينبغي ان يتأ على طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة الدعاء المذكور فان رأى في منامه

بياضاً وحضرة فذلك الامر خير. وان رأى فيه سواد او حمرة فهو شر ينبغي ان يجتنب اه. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶ مطلب في ركعتي الاستغارة)

سوال :- نفل نماز پڑھنے کی کیفیت کیا ہے؟ کیا
نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا
بغیر یا بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے نماز پر کوئی اثر

پڑھتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نفل نماز بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، البتہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلہ میں نصف ہوتا ہے۔

قال الامام ابوخاری: عن عمران بن حصين قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن صلوة الرجل وهو قاعد فقال من صلى قائماً فهو افضل ومن صلى قاعداً فله نصف اجر قائماً. (الحديث)

(الجامع الصحيح البخاری ج ۱ ص ۱۵۱ ابواب تقصير الصلوة)

جبکہ مغذور کو بیٹھ کر پڑھنے سے پورا ثواب ملے گا۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: ويتنفل مع قدراته على القيام قاعداً

مضطجعاً الا بعدہ ابتداءً وکذا ابتداءً بعد الشروع بلا کراہۃ کعکسہ۔

(الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۱ باب السنن والنوافل) ۱۷

عالم دین کے لیے سنتیں چھوڑنا جائز ہے | سوال :- کیا کوئی عالم دین یا مفتی

سنتوں کو چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- لوگوں کے مسائل حل کرنے اور ان کی تعلیم و تعلم کے لیے شریعت مقدسہ نے ایک عالم دین کو اس مشغولیت کی بناء پر سنتیں چھوڑنے کی اجازت دی ہے لیکن فجر کی سنتیں چھوڑنے کی اس کو بھی اجازت نہیں ہے۔

لما قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ : ولا يجوز تركها لعالم صار مرجعاً في الفتاوى بخلاف باقي السنن كله تركها لحاجة الناس الى فتواه۔

(الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ باب النوافل) ۱۸

حاجی نفل نماز حرم شریف میں پڑھے یا ڈیرہ میں؟ | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا حج پر جانے کا ارادہ ہے، دریافت طلب مسئلہ یہ کہ ایک حاجی کیلئے

نفل نماز حرم شریف میں پڑھنا افضل ہے یا وہ اپنے ڈیرہ میں نفل نماز ادا کرے؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ نفل نماز اپنی رہائش گاہ میں ادا کی جائے لیکن حرمین شریفین کی شرافت و عظمت کی بناء پر حاجی کیلئے نفل نماز حرمین شریفین میں پڑھنا افضل ہے اسلئے کہ حاجی کو یہ شرف کسی اور جگہ حاصل نہ ہوگا۔

لما قال العلامة ملا علی القاریؒ : والظاهر ان الكعبة والروضة الشريفة تستثيان للغرباء لعدم حصولهما في مواضع آخر فتغتنم الصلوة فيهما قياساً على ما قاله أئمة ان الطواف للغرباء افضل من الصلوة الناقلۃ۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب الصلوة)

۱۷ قال ابن نجيم المصري رحمه الله : ويتنفل قاعداً مع قدرته على القيام ابتداءً وبناءً وقد حكي فيه إجماع العلماء ولبعد عدة أسطر قال : وأما إذا أصلاه مع عجزه فلا ينقص عن ثوابه قائماً۔ (البحر الرائق جلد ۲ ص ۶۲ باب النوافل) ۱۸
۱۸ قال العلامة ابن عابدینؒ : (فله تركها) الظاهر ان معناه انه يتركها وقت اشتغاله بالافتاء لاجل حاجة الناس المجتمعين عليه وينبغي انه يصليها اذا فرغ في الوقت وظاهر التفرقة بين سنة الفجر وغيرها الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱)

عصر کی نماز کے بعد مند و نفل پڑھنا | سوال :- ویسے تو عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب

نفل نماز کی ادائیگی مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے نفل نماز کی نذر مانی ہو تو ان نوافل کو واجب ہونے کی بناء پر بعد از نماز عصر ادا کرنا کیسا ہے؟
الجواب، عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا مکروہ ہے چاہے ان نوافل کا تعلق نذر شدہ نوافل سے ہو یا عام نوافل سے، اس لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق عصر کی نماز کے بعد نفل نماز کی مانی ہوئی نذر کو کسی غیر مکروہ وقت میں ادا کیا جائے، عصر کے بعد ادا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة الموعظنا في: ويكره ان يتنقل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد المغرب حتى تغرب لما روى انه عليه السلام نهى عن ذلك ولا يأثم بان يصلي في هذان الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة ويصلي على الجنازة لان الكراهة كانت لحق الفرض ليصير الوقت كالمشغول به لا لمعتي في الوقت فلم تظهر في حق الفرائض وفيما وجب لعينه كسجدة التلاوة وطهر في حق المندور لانه تعلق وجوب يسلب من جهته - (الهداية ج ۸ ص ۸۲ فصل في الاوقات المكروه - كتاب الصلوة) له

تحت الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا | سوال :- اگر کوئی شخص وضو کر کے مسجد میں آئے اور کچھ دیر کے لیے بیٹھ جائے پھر کھڑے ہو کر تحیت الوضوء پڑھے تو

اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب، مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضو کر کے مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل ہی دو رکعت نماز تحیت الوضوء یا تحیت المسجد پڑھے، تاہم اگر کسی عذر کی بناء پر پہلے بیٹھ کر پھر نماز پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

لقوله عليه السلام: اذا دخل احدكم المسجد فليدع ركعتين قبل ان يجلس -

له لما في الهندية: ولو نذر ان يصلي في الوقت المكروه فأدى فيه يصم ويأثم ويجب ان يصلي في غيره - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵ كتاب الصلوة - الباب الاول في المواقيت - الفصل الثالث)

صلوۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ رمضان المبارک میں صلوۃ التسبیح باجماعت پڑھتے ہیں اور خواتین کو خصوصی طور پر لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کر کے یہ نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں بلایا جاتا ہے، تو صلوۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا اہتمام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صلوۃ التسبیح کا باجماعت پڑھنا شارع علیہ السلام سے منقول نہیں، اور چونکہ یہ نفل نماز ہے اور نفل نماز باجماعت پڑھنا خاص کر جب تداعی کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔

لما قال فی الہندیۃ : التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ و فی الاصل للصدر الشہید اما اذا صلوا بجماعۃ بغیر اذان واقامۃ فی ناحیۃ المسجد لا یکرہ۔ وقال شمس الاثمۃ الحلوانی : ان کان سوی الامام ثلاثۃ لا یکرہ بالاتفاق و فی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ۔ لہذا فی الخلاصۃ۔
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۲ الباب الخامس الامامۃ الفصل الاول فی الجماعۃ من کتاب الصلوۃ

صلوۃ التسبیح میں تسبیحات رہ جائے سے نماز کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص سے صلوۃ التسبیح کی پہلی رکعت میں تسبیحات رہ جائیں اور سلا پھیرنے سے قبل یاد آجائے کہ مجھ سے فلاں رکعت میں تسبیحات رہ گئی ہیں تو کیا سجدہ سہونہ سے یہ نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر سجدہ سہونہ کرے تو کیا شرعاً یہ نماز صلوۃ التسبیح شمار ہوگی یا صرف نفل؟

الجواب :- سجدہ سہونہ واجب سے لازم ہوتا ہے جبکہ تسبیحات واجب نہیں اس لیے ان کے رہ جانے سے سجدہ سہونہ لازم نہیں ہوتا، البتہ تسبیحات رہ جانے سے یہ نماز صرف نفل شمار ہوگی صلوۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ لہذا فی فتاویٰ رحیمیۃ ج ۲ ص ۳۲ باب النوافل۔

لہ تداعی کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی چار ہوں تو بہ بالاتفاق مکروہ ہے اور اگر مقتدی تین ہوں تو کراہت میں اختلاف ہے، اور اگر مقتدی دو ہوں تو بلا کراہت جائز ہے لیکن جماعت کا ثواب پھر بھی نہ ہوگا۔ (رد المحتار علی الدر المختار جلد ۱ ص ۳۷) وفیہ قولہ علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ فاکثر بواحد

باب التراويح (تراویح کے احکام و مسائل)

سوال :- بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ تراویح سحری کے وقت پڑھتے ہیں کیا سحری تک تراویح مؤخر کرنا مکروہ تو نہیں ہے ؟

الجواب :- مستحب یہ ہے کہ تراویح کو ثلث یل یا نصف تک مؤخر کیا جائے، سحری تک مؤخر کرنا اگرچہ صحیح قول کے مطابق مکروہ تو نہیں مگر اس سے اجتناب کرنا مناسب ہے ۔

لما قال العلامة الحصکفی: ویستحب تأخیرھا الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکرر بعدہ فی الاصح۔ رالدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۲ باب الوتر والنوافل ص ۱۷

سوال :- نماز تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟ موجودہ وقت میں جس اہتمام سے ہم تراویح پڑھتے ہیں دور رسالت یا خلفاء راشدین کے دور میں اس کی حیثیت کیا تھی ؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی ہیں البتہ باقاعدہ اہتمام کی عایت نہیں کی ہے، کیونکہ آپ کے اہتمام سے امت پر لزوم کا خطرہ تھا اس لیے آپ نے بوجہ عذر چھوڑ دیں البتہ خلفاء راشدین کے دور میں یہ عذر باقی نہ رہا تو خلفاء راشدین نے باقاعدہ اہتمام سے تراویح پڑھی ہیں، بنا دبرائیں مواظبت تراویح سنت مؤکدہ ہے ۔

لما قال العلامة عبد اللہ بن محمود الموصلی: التراويح سنة مؤكدة لان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اقامها في الليالي..... واظب عليها الخلفاء الراشدین وجميع المسلمین من زمن عمرؓ الی یومنا هذا۔ ان ابایوسف سأل ابا حنیفة عنها وما فعله عمرؓ۔ فقال التراويح سنة مؤكدة ولم یتخرجہ عمرؓ من تلقاء نفسه۔ ولم یکن فیہ مبتدعاً۔ ولم یأمر به إکلاً عن اصل لیدیہ وعهد من

لما قال العلامة ابن عابدین: وما فی البحر ان الصبیح انه لا یأس بالتأخیر لا یدل علی ثبوت کراهة التنزیة۔ (رد المختار ج ۲ ص ۱۴۲ باب الوتر والنوافل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۶۸ فصل فی التراویح) ۱۷

سوال :- بیس رکعات تراویح کی دلیل کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کن وجوہات کی بناء پر اتنی اہمیت دی؟

الجواب :- رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے جس پر آج تک تعامل چلا آ رہا ہے، جہاں تک تعداد رکعات کا تعلق ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کے علاوہ اکثر خلفاء راشدین کا متواتر طریقہ ہے، جب خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعات تراویح ایک قاری کی اقتداء میں پڑھنے کا حکم دیا تو اس دورِ صحابہ میں کسی نے آپ پر نیکیر نہیں کی گویا انہوں نے آپ کے فیصلہ پر اجماع کیا، اصولی طور پر یہ فیصلہ بھی مرفوع روایت کے حکم میں ہے، اس لیے کہ صحابی کا عبادات میں خلاف قیاس بات کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس نے یہ بات حضور سے سنی ہوگی، اس کے علاوہ جملہ امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

قال ابن نجيم المصري: وقد سنّها رسول الله صلى الله عليه وسلم وندبنا اليها واقامها في بعض الليالي ثم تركها خشية ان تكتب على امتهم كما ثبت ذلك في الصحيحين وغيرهما ثم وقعت المواظبة عليها في اثناء خلافة عمر رضي الله عنه

۱۷ قال المحقق: التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين — قال العلامة ابن بدّين: تحت قوله سنة مؤكدة صححه في الهداية وغيرها وهو المروي عن ابي حنيفة وذكر في الاختيار ان ابا يوسف سأل ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة ولحقه يخرج عمر من تلقاء نفسه وله يكتفي مبتدعاً وله ما مر به الا عن اصل لدايه وعمر من رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ايضاً تحت قوله لمواظبة الخلفاء الراشدين اي اكثرهم لان المواظبة عليها وقعت في اثناء خلافة عمر وواقفه على ذلك عامة الصحابة ومن بعدهم الى يومنا هذا بلا نكير۔ (رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۳۷۷، باب التراويح)

ومثله الفتاوى التارخانية ج ۶۵ الفصل الثالث عشر في التراويح۔

ووافقه على ذلك عامة الصحابة رضي الله عنهم كما ورد ذلك في السنن ثم ما زال الناس من ذلك الصدم الى يومنا هذا على اقامتها من غير تكبير وكيف لا وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ كما رواه ابو داود - واطلقه فشمّل الرجال والنساء كما صرح به في الخاتمة والظهيرية - الخ

وقوله عشرون ركعة بيان لكميبتها وهو قول الجمهور لما في المطوعين يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً - وذكر العلامة الحلبي ان الحكمة في كونها عشرين ان السنن شرعت مكملات للواجبات وهي عشرون بالوتر فكانت التراويح كذلك لتقع المساوات بين المكمل والمكمل انتهى - (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶ تراويح في باب الوتر والتوافل) له

سوال :- بیس رکعات تراویح کے بارے میں حضرت ابن عباس کی روایت کی کیا حیثیت ہے؟
جواب :- بیس رکعات تراویح کے بارے میں حضرت ابن عباس کی روایت کی حیثیت بعض اقوال سے تضعیف کی طرف میلان معلوم ہوتا

له قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: التراويح سنة مؤكدة توارثها الخلف عن السلف من لدن تاريخ رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا هكذا روى الحسن عن ابي حنيفة وقد واظب عليها الخلفاء الراشدون وقال عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى واقامها ازواج النبی علیہ السلام - (الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۶۵۳ الفصل الثالث عشر في التراويح)

وعن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة - رواه البيهقي واسناده صحيح -

(آثار السنن ص ۲۵ باب في التراويح بعشرين ركعات)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوى قاضي خان على هامش الهنديّة ج ۱ ص ۲۳۲ باب التراويح -

آثار السنن ص ۲۵۳ باب في التراويح بعشرين ركعات -

قال ابن عابدين : وأما ما روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبراني وعند
البيهقي من حديث ابن عباس رضي الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين
ركعة سوى الوتر فضعيف يا بني شيبة إبراهيم بن عثمان جدا كما ما ابن بكرب
ابن شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح اهـ - قلت اما مخالفته للصحيح
فقد يجاب عنها بان ما في الصحيح مبني على ما هو الغالب من احواله صلى الله عليه
وسلم وهذا اليلتين فقط ثم تركه عليه الصلوة والسلام فلذا لم تذكره
عائشة رضي الله عنها وما تضعيف من ذكر فقد يقال انه بما مر من نقل الاجماع
على سنتها من غير تفصيل مع قول الامام رحمه الله ان ما فعله عمر رضي الله
عنه لم يخرج من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعاً ولم يأمر به إلا عن
أصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم فتأمل منصفاً -
(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ٢ ص ٦٦ باب السنن والنوافل) اهـ

صلوٰۃ اللیل اور قیام رمضان جدا جدا نمازیں ہیں | سوال: بر صلوٰۃ اللیل (تہجد) یا قیام رمضان (تراویح) ایک ہی نماز

له وذكر العلامة عبد العلي بحر العلوم: وروى ابن ابى شيبه عن ابن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر. قال الشيخ عبد الحق قالوا اسناده ضعيف وتعارضه حديث أم المؤمنين ---- انه لا معارضة لأن أم المؤمنين اخبرت لما علمت ولعل رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى عشرين في بيت أم المؤمنين ميمونة وشاهد ذلك ابن عباس ومواطبة الصحابة على عشرين قرينة صحة هذه الرواية. (رسائل الأركان ٣٨٨ فصل في التراويح)

کے نام ہیں یا جدا جدا نمازیں ہیں ؟

الجواب: صلوٰۃ لیل اور تہجد کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے۔

کما یعلم من قول ابن عابدین: نعم صلوٰۃ اللیل و قیام اللیل اعم من التہجد۔ الخ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۲۴۷ مطلب فی صلوٰۃ اللیل) البتہ قیام رمضان اور تراویح دونوں ایک ہیں۔

کما یعلم من صنیع بوہان الدین المرعینانی فی فصل فی قیام رمضان: یشعب ان یجتمع الناس فی شهر رمضان بعد صلوٰۃ العشاء فیصلى بهم امامهم خمس ترویجات کل ترویجة بتسلیمتین الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ باب التوافل، فصل فی قیام رمضان) ۱۳۴

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان اور

حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث کا مقصد

غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، یہ تراویح کے متعلق ہے یا تہجد کے متعلق ؟
الجواب: یہ حدیث تہجد کے متعلق ہے تراویح کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ غیر رمضان میں تو تراویح نہیں پڑھی جاتی ہیں تراویح صرف رمضان کے ساتھ مخصوص ہیں لہذا غیر رمضان تہجد پر دل ہے۔

بعديث عن النبي صلى الله عليه وسلم: عن ابي سلمة انه اخبره انه سأل عائشة كيف كانت صلوٰۃ رسول الله في رمضان. فقالت ما كان رسول الله يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة ثم يصلي اربعاً. فلا تسئل عن حسنهن وطولهن. ثم يصلي اربعاً. فلا تسئل عن حسنهن ثم يصلي ثلاثاً۔ الخ

قال شيخنا مشائخنا مولانا الجنجوهي: كان السائل ظن ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعله كان يزيد في رمضان على ما تہجد في غيره فردته بقولها ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره اي في غالب الاحوال والاقاوت فالغرض انكاره على زيادة ركعات التہجد لخصوصيته رمضان فلا ينافيه ما كان يصليه

له قال العلامة السيد محمد يوسف البتورجي: وبالمجملۃ فالمراد بقیام

رمضان التراویح۔ (معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۳ باب ما جاء فی قیام رمضان)

في بعض الاحيان فوق احدى عشرة ركعة وكذا لا تعلق له بصلوة التراويح نقيًا ولا اثباتًا۔ رفتح الملهم ج ۲ ص ۲۹۱ باب صلوة الليل وقد ركعات النبي (ﷺ) له

فرض نماز پڑھے بغیر نماز تراویح پڑھانے کا حکم | سوال :- اگر کوئی امام رمضان المبارک میں فرض نماز پڑھے بغیر تراویح کی نماز پڑھائے تو کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس امام نے خود فرض نماز نہیں پڑھی ہو تو تراویح میں اس کی اقتداء درست نہیں اور نہ خود اس کا ذمہ فارغ ہوتا ہے، کیونکہ تراویح سے پہلے عشاء کی نماز کا پڑھنا ضروری ہے۔

وفي الهندية : فان وقتها راي التراويح بعد اداء العشاء فتجب الاعادة اذا ادى قبل العشاء۔ (الهندية ج ۱ ص ۱۵۱ فصل في التراويح) ۱۷

تراویح میں شفع ثانیہ فاسد ہونے سے دو رکعات کی قضاء کا حکم | سوال :- اگر کسی تراویح کی نیت باندھی اور پھر تیسری یا چوتھی رکعت کے دوران سلام پھیر دیا یا شفع ثانیہ میں نماز فاسد ہو گئی تو وہ نفل کی طرح دو رکعت یا چار رکعت کی قضاء کرے گا؟

الجواب :- واضح رہے کہ تراویح اگرچہ بذات خود سنت ہیں لیکن چار چار رکعت پڑھنا سنت نہیں، لہذا صورت مسئلہ میں صرف دو رکعت کی قضاء کرنا کافی

۱۷ قال الشيخ ظفر احمد العثماني: حضرت عائشةؓ کی وہ حدیث جس میں آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ رمضان وغیر رمضان میں نہیں پڑھتے تھے۔۔۔ الخ، تراویح کے متعلق نہیں بلکہ صرف تہجد کے متعلق ہے، یعنی آپ تہجد میں اس سے زیادہ غالب اوقات میں نہیں پڑھتے تھے۔

(امداد الاحکام جلد ۱ ص ۶۴۷ باب تراویح)

۱۸ قال الشيخ ابراهيم الحلبي: وقال القاضي الامام النسفي: الصحيح ان وقتها راي التراويح بعد العشاء لا يجوز قبلها سواء كانت بعد الوتر او قبله وهو المختار۔ (غنية المستعمل ص ۲۳۱ باب التراويح)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۴۴ بحث صلوة التراويح

ہوگا۔

قال المحصن: وقضى ركعتين لونوى اربعاً غير مؤكدة على اختيار الحلبى وغيره. ونقض فى خلال الشفع الاول والثانى اى وتشهد للاول -
 (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳ باب الوتر والتوافل)
 لیکن شفع اولی کا اعادہ ترک واجب کی وجہ سے ضروری ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله والثانى) اى وكذا يقضى ركعتين لو اتم الشفع الاول بقعدته. ثم شرع فى الثانى فنقضه فى خلاله قبل القعدة فيقضى الثانى فقط لتمام الاول لكن ينبغى اعادة الاول لترك واجب السلام مع عدم انجبارة بسجود سهو كما هو المحكم فى كل صلوة ادبت مع ترك الواجب. (رد المحتار ج ۲ باب السنن والتوافل)
سوال :- اگر چار رکعات تراویح قعدہ اولی کے بغیر پڑھنے کا حکم
 چار رکعات تراویح قعدہ اولی کے بغیر پڑھی جائیں اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے، تو کیا یہ چار رکعات ہیں یا دو رکعات شمار ہوں گی؟
الجواب :- صورت مسئلہ میں دوسرا شفع اور قرأت دوبارہ پڑھے گا، یہ صرف دو رکعات شمار ہوں گی۔

وفى الهندية: عن ابى بكر الاسكاف انه سئل عن رجل قام الى الثالثة فى التراويح ولم يقعد فى الثانية قال ان تذكر فى القيام ينبغى ان يعود ويسلم. وان تذكر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف اليها ركعة اخرى كانت هذه الاسرار بع عن تسليمة

له قال ابن نجيم: قوله وقضى ركعتين لونوى اربعاً وافسده بعد القعود الاول وقبله يعنى فيلزمه الشفع الثانى ان افسده بعد القعود الاول والشرع فى الثانى. والشفع الاول فقط ان افسده قبل القعود بقاء على انه لا يلزمه بتحريمه النقل اكثر من الركعتين وان نوى اكثر منها وهو ظاهر الرواية عن اصحابنا الا يعارض الاقتداء.
 (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۸ باب التوافل)

ومثله فى الفتاوى القاضى خان على هامش الهندية ج ۱ باب التراويح، فصل فى السجود.

واحدة - (الهندية ج ۱ ص ۱۱۸ فصل في التراويح) ۱۔

سوال :- تراویح اور وتر کے درمیان نفل
پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ قوم میں ضعیف لوگ بھی
بھی موجود ہوں اور تاخیر کرنے سے انہیں تکلیف

تراویح خامسہ اور وتر کے درمیان نفل
پڑھنے سے ضغفاء کی رعایت اولیٰ ہے

ہوتی ہو تو کیا نفل پڑھنا بہتر ہے یا ضغفاء کی رعایت ضروری ہے؟

الجواب :- اگر قوم کے ضغفاء کو انتظار کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو نفل پڑھنے کی
 بجائے جلدی وتر پڑھنے چاہئیں، کیونکہ نفل پڑھنے سے ضغفاء کی رعایت اہم ہے۔

وفي الهندية : ويستحب الجلوس بين الترويحين قدر ترويحة وكذا بين
الخامسة والوتر كذا في الكافي وهكذا في الهداية - ولو علم ان الجلوس بين الخامسة
والوتر يشغل على القوم لا يجلس هكذا في السراجيه - (الهندية ج ۱ ص ۱۱۵ فصل في التراويح) ۲۔

سوال :- چار رکعات
تراویح کے درمیان بیٹھنے کی صورت میں سکوت بھی جائز ہے

پڑھی جاتی ہے اگر کسی کو وہ دعا یاد نہ ہو تو تسبیح و تہلیل پر اکتفاء جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص
خاموش رہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- چار رکعت تراویح کے بعد نفس بیٹھنا مستحب ہے، تسبیح و تہلیل ضروری نہیں
البتہ اگر تین دفعہ یہ دعا پڑھے : سبحان ذي الملك والملكوت الخ تو اچھا رہے گا۔ اگر یہ دعا
یاد نہ ہو تو تسبیح و تہلیل بھی پڑھ سکتا ہے اور خاموش رہنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

۱۔ قال ابن نجيم المصري : فلو صلى الامام اربعاً بتسليمة ولم يقعد في الثانية
فاظهر الروايتين عن ابي حنيفة وابي يوسف عدم الفساد - ثم اختلفوا هل تنوب
عن تسليمة او تسليمتين - قال ابوالليث تنوب عن تسليمتين - وقال ابو جعفر وابن القفصل
تنوب عن واحدة وهو الصحيح كذا في الظهيرية والخاتمة وفي المحتبى وعليه الفتوى - (المجموع ج ۲ ص ۶)
ومثله في الفتاوى القاضى خان على هامش الهندية ج ۱ ص ۲۲ فصل في السهو
۲۔ قال المحصني : يجلس ندياً بين كل اربعة يقدرها كذا بين الخامسة والوتر ويجوز
بين تسبيح وقرأة وسكوت وصلوة فرادى - (الدر المختار ج ۲ ص ۲۶ باب التراويح)

قال المحصن: ويجلس ندباً بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر
ويخبرون بين تسبيح وقرأة وسكوت وصلوة فرادى. وقال ابن عابدین: تحت
هذه العبارة. قال القهسبانی: فيقال ثلاث مرات سبحان ذي الملك والملكوت
سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان الملك المحي
الذي لا يموت سبوح قدوس رب الملكة والروح لا اله الا الله نستغفر الله
نسألك الجنة ونعوذ بك من النار. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۶ مبحث في صلوة التراويح)

چار رکعات تراویح اور ظہر کی سنن قبلہ کی ادائیگی میں فرق | سوال: اگر کسی شخص نے

کی نیت باندھی، دو رکعت پہ درمیان تہجد بھول کر سجدہ سہو کیا، کیا یہ چار رکعت شمار ہوں گی یا دو
رکعات کے حکم میں رہیں گی؟ نیز ظہر کی سنن قبلہ میں اگر قعدہ اولیٰ رہ جائے اور آخر میں سجدہ سہو کیا
جائے تو تراویح اور سنن مذکورہ کا ایک حکم ہے یا الگ؟

الجواب: یہ نماز تراویح میں چار رکعات کی نیت باندھ کر قعدہ اولیٰ کے رہ جانے
سے مفتی بہ قول کے مطابق تراویح ایک تسلیم یعنی دو رکعت سے شمار کی جائیں گی۔ جبکہ سنن ظہر
میں سجدہ سہو کرنے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے، گویا ظہر کے سنن کا حکم تراویح سے الگ ہے۔
لما فی الہندیۃ: ولو صلی اربعاً بتسلیمۃ ولم یقعد فی التانیۃ ففی الاستحسان
لا تقصد هو اظہر الروایتین عن ابی حنیفۃ وابی یوسف واذالم تقصد قال محمد بن
الفضل تنوب الاربع عن تسلیمۃ واحدة هو الصحیح۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۸ فصل فی التراويح)

وفی الہندیۃ: ولو صلی الاربع قبل الظہر ولم یقعد علی رأس الم رکعتین
جاز استحساناً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۲ باب التوافق)

۱۔ قال ابن نجیم: وقد قالوا انہم یخیرون فی حالة الجلوس ان شاؤوا سجدوا وان شاؤوا
قروا القرآن۔ وان شاؤوا صلوا اربع رکعات فرادى۔ وان شاؤوا قعدوا ساکتین۔
واهل مکة یطوفون اسبوعاً ویصلون رکعتین واهل المدينۃ یصلون اربع
رکعات فرادى۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۹ باب الوتر والنوافل)

وفي الهندية : ومنها القعدة الاولى حتى لو تركها يجب عليه السهو -
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ باب سجود السهو) ۱

سوال :- ہمارے علاقے میں اکثر تیس رمضان
 تیس رمضان کو شوال ہونے کے احتمال پر تراویح پڑھنے یا پڑھانے کا حکم
 رات کو تراویح کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اگر
 پڑھنی چاہیے تو معمول کے مطابق یا رات کے آخری حصہ میں؟

الجواب :- تراویح رمضان المبارک کا وظیفہ ہے، جب عید الفطر کا حکم نہ ہو، ہو پوزہ
 اور تراویح دونوں معمول رہیں گے۔ لہذا اگر شوال کا احتمال بھی ہو تو تراویح اپنے مقررہ وقت
 پر ادا کی جائیں گی، تاہم اگر آخری شب میں عید الفطر کا چاند دیکھنے کی خبر آجائے تو تراویح نوافل
 میں تبدیل ہو جائیں گی۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقصروا قبل رمضان صوموا
 لرؤيته وافرورؤيته - (معارف السنن جلد ۵ باب ما جاء ان الصوم لرؤية الهلال والافطار
 له قال العلامة حسن بن منصور الشهير بقاضي خان : اذا صلى الامام اربع ركعات تسليمه واحدا ولم
 يقعد في الثانية في القياس تفسد صلاته وهو قول محمد وزفر يلزمه قضاء هذه التسليمة وهو قول
 عن ابي حنيفة وفي الاستحسان هو اظهر الروايتين عن ابي حنيفة وابي يوسف لا تفسد... قال
 الفقيه ابو جعفر والشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل في التراويح تنوب الاربع عن تسليمة واحد -
 وكذا الوصل الاربع قبل الظهر ولم يقعد على رأس الركعتين جاز استحسانا -

(الفتاوى القاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰ فصل فی التراویح)
 قال العلامة قاضی خان : اذا ترك القعدة الاولى من ذوات الاربع او التسلا يلزمه السهو ولو
 ترك في التطوع لا تفسد صلاته في قول ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله ويلزمه السهو -

(الفتاوى القاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۲۱ باب سجود السهو)

۲ عن رجل ان اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قالوا اختلف الناس في اخير يوم من رمضان فقدم اعرابيان
 فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالله لاهل الهلال من عشية فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس ان يفطروا
 ذار خلف في حديثه وان يغدوا الى مصلاهم - (سنن ابي داود ج ۱ باب شهادة رجلين على رؤية الهلال شوال)
 ومثله في رسائل الاركان ص ۲۰۶ فصل يفترض على المكلفين الا يطيلوه لالهلال -

حنفی المسک آدمی کے لیے رمضان میں تراویح | سوال :- ہم بسلسلہ روزگار متحدہ عرب
یا جماعت پڑھانے کیلئے مستقل امام رکھنے کا حکم | امارات میں مقیم ہیں، وہ لوگ تراویح کی
لیے یہاں رمضان میں حنفی امام رکھ کر مکان پر تراویح یا جماعت پڑھنے کا انتظام کر لیں تو شرعاً
اس کی کیا حیثیت ہے؟

الجواب :- اگر قانونی طور پر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو ایسا کرنا درست بلکہ بہتر ہے۔
قال ابن عابدین: ولو كان لكل مذهب امام كفاي اماننا فلا فضل الاقتداء
بالموافق سواء تقدم او تأخر على ما استحسنته عامة المسلمين وعمل به جمهور المؤمنين
من اهل بحر مین و مصر و الشام و لا عبرة بهم شذ منهم۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۵ باب الامامة، مطلب اتحاضی الشافعی قبل الحنفی الخ)
تراویح میں ختم قرآن کا حکم | سوال :- تراویح کی نمازیں ختم قرآن کرنے کا شرعاً کیا
حکم ہے؟

الجواب :- تراویح کی نمازیں ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے اور ایک سے زائد بار
افضل ہے۔

قال الحسکفی رحمہ اللہ: والختم مرة سنة ومرتین فضيلة وثلاثا
افضل۔ (الدر المختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ باب التراویح)۔

سوال :- جس قرأت سے بیس رکعات
آٹھ رکعات تراویح میں سنون ختم قرآن کا حکم تراویح جلدی جلدی پڑھائی جاتی ہیں
اگر وہی قرأت آٹھ رکعات میں آہستہ آہستہ پڑھا کر ختم کی جائے تو کیا اس سے کفایت ہو
گی یا نہیں؟

الجواب :- سنت ختم قرآن تو ادا ہو جائے گی مگر تراویح کی سنت ادا نہ ہوگی وہ

لہ قال ابن نجیم: والجمهور علی ان السنة الختم مرة... الخ۔ ومرتین فضيلة وثلاث
مرات فی کل عشرة مرة افضل۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۸)
ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۱۱ الباب التاسع فی النوافل۔ فصل فی التراویح۔

بیس رکعات پڑھانے سے ادا ہوگی۔

قال عبد الله بن عمر النخعي: ومن في رمضان عشرون ركعة بعد العشاء قبل الوتر وبعد الجماعة والختم مرة بجلسة بعد كل أربع بقدرها۔

دکن الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶ فصل فی التراويح

سوال :- کیا آٹھ رکعات تراویح پڑھنے

الجواب :- بیس رکعات تراویح یا جماع امت و بموافقت خلفاء الراشدین سنت مؤکدہ ہیں لہذا بغیر عذر شرعی بیس رکعت کو چھوڑ کر آٹھ رکعات تراویح پڑھنا موجب ملامت ہے جبکہ بیس رکعات کا منکر ضال اور مضل ہے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثماني: فقيام رمضان بعشرين ركعة والوتر هو السنة المؤكدة يضل تأكيدها ويلا من نقض عنها۔ (اعلام السنن ج ۲ ص ۴۳ كيفية القراءة في التراويح)

سوال :- (رد) زید اور دیگر

دونوں ایک ہی مسجد میں تراویح کی نماز میں قرآن مجید سنا نا چاہتے ہیں، تو کیا ان کے لیے یہ درست ہے کہ پہلی دس رکعات نماز تراویح میں زید اپنی منزل (سوا پارہ) تلاوت کر کے سنا دے اور باقی دس رکعات

له قال ابن عابدین: تحت قوله وهي عشرون ركعة هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵ باب التواقل والتراویح) ومثله في رسائل الأركان ص ۱۳۸ فصل في التراویح۔

له قال العلامة الخصفي: التراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء۔۔۔۔۔ وهي عشرون ركعة۔ قال ابن عابدین تحت عشرون هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً۔ (رد المحتار والدر المختار ج ۲ ص ۴۵، ۴۳ باب التراویح) قال العلامة ابن عابدین: تاركها يستوجب اسامة اي التضييل واللوم۔

رد المحتار ج ۲ ص ۴۴ باب صفة الصلوة

ومثله في الجوهر النيرة ج ۱ ص ۱۱۴ باب قيام رمضان۔ ومنحة الخالق علی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ باب صفة الصلوة

میں بکراپنی منزل پڑھے، یوں ایک مسجد میں دو ختم قرآن ہو جائیں گے ؟
 (ج) ، زید تراویح کی نماز میں قرآن مجید سناتا ہے جبکہ بحر فرض اور وتر کی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت
 کرنا چاہتا ہے تاکہ دو ختم کر لیں، شرعاً ان دونوں صورتوں میں کون سی درست ہے ؟
الجواب :- صورت مسئلہ میں پہلی صورت جائز ہے اور دوسری صورت خلاف سنت ہے
 کیونکہ تراویح میں قرآن مجید کا ختم کرنا سنت ہے، وتریافرائض میں یہ حکم نہیں، خاص کر یہ حکم اس صورت
 میں ہوگا جبکہ تطویل قرأت لوگوں کے لیے باعث زحمت ہو۔

قال الحنفی: والختم مرة سنة وموتین فضیلة وثلاثاً افضل۔ وقال ابن عابدین:
 تحت هذه العبارة ای قرأة الختم فی صلوۃ التراویح سنة۔ وصححه فی الخانیة وغیرها
 وقال بعد اسطر لکن فی الخانیة وغیرها یفید تخصیص التراویح۔ (الدر المختار ورد المحتار جلد ۲ ص ۱۲۰ بحث صلوۃ التراویح)
سوال :- ایک حافظ کسی مسجد میں ایک دفعہ ختم کرنے
تراویح میں کئی بار قرآن ختم کرنے کا حکم کے بعد کسی دوسری مسجد میں ختم کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ہاں کر سکتا ہے کیونکہ امام اور مقتدیوں سب کے لیے نماز تراویح سنت ہے
 اس میں اقتداء بالمثل بالمثل ہے، لہذا مقتدیوں کی اقتداء درست ہے، اور یہ بات کہ ختم قرآن، امام
 کے حق میں دوبارہ کسی قوم کے لیے پڑھنا تفضیلت کے درجہ میں ہے اور مقتدیوں کے حق میں
 سنت ہے۔

علاوہ ازیں اقتداء سے پہلے قرأت نہ امام پر اور نہ مقتدیوں پر لازم ہے، اقتداء کرنے کے بعد
 امام پر بقدر ما تجوز، یہ الصلوۃ فرض ہے اور اب امام جتنی قرأت بھی پڑھے حتیٰ کہ دو ہی رکعت
 میں پورا قرآن ختم کر دے امام اور مقتدیوں کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ حافظ کو
 دوسری مسجد میں قرآن ختم کرنے سے مقتدیوں کے مسنون ختم پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

وفي خزنة الروایت: قد روی بعض اهل العلم عن كنز الفتاوى رجل ام قوماً
 له قال العلامة قاضی خان: ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوة بان القوم يملون من
 القراءة في التراویح فلا بأس به لکن يكون لهم ثواب الصلوة لا ثواب الختم وقد
 ذكرنا ان السنة هي الختم في التراویح۔ (الفتاوى القاضی خان علی هامش المندية
 جلد ۳۸ فصل فی مقدار القراءة في التراویح)

ومثله رسائل اكاركان ص ۱۳۷ فصل في التراویح۔

فی التراويح وختم فیہا ثم آم قوماً آخرین لہ ثواب الفضیلة ولہم ثواب الختم۔
(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۲ باب التراويح)

تراویح کی دو رکعات فاسد ہونے سے سنون ختم ادا نہیں ہوتا | سوال :- اگر ایک شخص نے

دو رکعات میں قرآن مجید کا معتد بہ حصہ پڑھ کر اس کی نماز فاسد ہو گئی جس کی وجہ سے دوبارہ یہ دو رکعات ادا کر فی پڑیں، تو کیا اس فاسد نماز میں پڑھی ہوئی تلاوت کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- فاسد نماز میں جو قرأت کی گئی ہو اس کا ختم قرآن میں اعتبار نہیں ہوگا، اس کے لیے چاہیے کہ یہ قرأت دوبارہ کی جائے ورنہ ختم قرآن ناقص رہے گا۔

وفي الهندية واذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه ويعيد القراءة ليحصل له الختم في الصلوة الجائزة۔ قال بعضهم يعتد بها كذا في الجوهرة۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۸ فصل فی التراويح) ۲

ختم قرآن میں بسم اللہ پر جہر کا حکم | سوال :- تراویح میں ختم قرآن مجید کی کسی سورت پر ایک دفعہ جہراً بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ یا تمام سورتوں کی ابتداء میں اخفاء ضروری ہے؟

الجواب :- اخفاف کے نزدیک سورۃ النمل کی آیت بسم اللہ کے علاوہ بسم اللہ پورے قرآن مجید سے مستقل آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فاصلہ اور فرق کے لیے نازل ہوئی،

لہ قال الشیخ ظفر احمد العثماني: وسن ختم القرآن فیہا ای مرة فی الشهر علی الصمیم وهو قول اکثر۔ قال الطعطاوی ومرتين فضیلة وثلاثة فی کل عشرة مرة افضل اھ تفلت والاطلاق یدل علی فضیلة الختم ثلاثاً مطلقاً سواء کان فی مسجد واحد او فی ثلاث مساجد فی کل مسجد مرة۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۲ باب التراويح)

ومثله فی کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۶۵ باب التراويح۔

لہ قال شیخ الاسلام ابوبکر الحداد: واذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه ويعيد القراءة ليحصل له الختم في الصلوة الجائزة قال بعضهم يعتد بها۔

(الجوهرة الثيرة ج ۱ ص ۱۱۸ باب قیام رمضان)۔

خصوصی طور پر کسی ایک سورۃ کا جزء نہیں، لیکن قرآن سے نفس آیت ہونے کی وجہ سے کسی ایک مقام پر بسم اللہ پر جہر کرنا ضروری ہے تاکہ قرآن مجید کا کوئی حصہ بغیر جہر کے نہ رہے، تاہم یہیں صریحاً اگر کسی ایک سورۃ کے سامنے بسم اللہ پر جہر نہ کی جائے تو سامعین کے حق میں قرآن کا ختم ایک آیت سے ناقص رہے گا۔ تاہم اگر یہ سورۃ کے ابتداء میں سرّاً پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال المحصن^۲: (کلام تسنن ربین الفاتحة والسورة مطلقاً) ولوسرعة ولا تکره اتفاقاً وما صححه الزاهدی من وجوبها ضعفه فی البحر (وهی آیه) واحد من القرآن صله (انزلت للفصل بین السورتين) فماتی النمل بعض آیه اجماعاً و لیست من الفاتحة ولا من کل سورۃ فی الاصح۔ (المختار علی مدر المختار ج ۳۶۲) مطلب قرأه البسملة بین الفاتحة والسورة حسن له

سوال :- رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں باجماعت نفل نماز میں شبینہ یعنی ختم قرآن کرانے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی حالت میں رمضان کی طرح

رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں باجماعت نفل نماز میں ختم قرآن کرنے کا حکم

و تر باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں نفل نماز کے لیے یا قاعدہ جماعت کا اہتمام ہمارے مسلک (احناف) کے قواعد سے موافق نہیں، ایسی حالت میں شبینہ کے لیے لوگوں کو جمع کر کے تراویح کی طرح نفل نماز میں قرآن کریم سنانا کراہت سے خالی نہیں۔ تاہم اگر انفرادی طور پر ایک شخص نفل نماز میں قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرے یا بغیر کسی اہتمام اور تداعی کے کسی نفل نماز میں ایک یا دو آدمی کسی حافظ قرآن کی اقتداء کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ وتر کی نماز رمضان کے علاوہ دوسرے اوقات میں جماعت سے علیٰ سبیل التداعی پڑھنا مکروہ ہے

لہ قال الامام ابو یوسف الجصاص الرازی: فالاولی ان تكون آیه تامه من القرآن من غیر سورۃ النمل لان التي فی سورة النمل لیست بآیه تامه والدلیل علی انها آیه تامه حدیث ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قرأ فی الصلوة قعداً ها آیه۔

(احکام القرآن ج ۱۲ فصل اما القول فی انها آیه اولیست آیه)

وقال ایضاً وان قرأها مع کل سورۃ فحسن۔ (احکام القرآن ج ۱۲)

ومثله فی معارف السنن ج ۲ ص ۲۶۲ باب ما جاء ذکرک الجهر بسم الله الخ

ابنہ اگر ایک دو آدمی بغیر کسی التزام یا تداعی کے وتر باجماعت ادا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

قال ابن نجيم المصري: ولو صلوا الوتر بجماعة في غير رمضان فهو صحيح مكره كالتطوع في غير رمضان بجماعة وقيد في الكافي بان يكون على سبيل تداعي. اما لو اقتدى واحد بواحد او اثنان بواحد لا يكره. واذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلفوا فيه وان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقاً.

در البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۰ باب الوتر والنوافل

تراویح باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے | سوال: جناب مفتی صاحب! تراویح کی نماز جائے، اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: تراویح کی نماز بذات خود سنت مؤکدہ ہے لیکن جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت کفایہ ہے، اگر محلے کے چند افراد اس سنت کو جماعت کے ساتھ ادا کریں تو سب کا ذمہ فارغ ورنہ سب گنہگار ہوں گے، اگر کوئی شخص انفرادی طور پر نماز تراویح پڑھے تو اس سے سنت تو ادا ہو جائے گی مگر جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔

قال العلامة الحسکفی: والجماعة فيها سنة على الكفاية في الاصح فلو تركها اهل مسجد اثموا الا لو ترك بعضهم وكل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه افضل۔ (رد المحتار علی صمد راجح ج ۲ ص ۲۵۱ باب النوافل)

اے قال الحسکفی: ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان۔ ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد۔

(الدر المختار علی صمد راجح المختار ج ۲ ص ۲۰۰ بحث صلوة التراویح)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۱ ص ۲۰۹ فَصْل فِي قِيَامِ رَمَضَانَ۔

اے قال العلامة ابن عابدین: والجماعة فيها سنة على الكفاية الخ افاد ان اصل التراویح سنة عين فلو تركها واحد كره بخلاف صلاتها بالجماعة فانها سنة كفاية فلو تركها الكل اساءوا اما لو تخلف عنها رجل من افراد الناس وصل في بيته فقد ترك الفصيلىة۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۱ باب النوافل)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۶۸۰ بَابُ النَوَافِلِ۔

صلوۃ التراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس؟ | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین صلوة

آٹھ رکعت ہے یا بیس رکعت؟ بعض غیر مقلدین حدیث عائشہ صدیقہؓ کی بناء پر جو کہ بخاری شریف وغیرہ میں مروی ہے، آٹھ رکعات کو سنت قرار دیتے ہیں اور بیس رکعات کا انکار کرتے ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب :- واضح رہے کہ ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ کما صرح بہ فی الہندیۃ و شرح التنوید و مراقی الفلاح والجوہرۃ من کتب الحنفیۃ۔ وفی الروضۃ والتوشیح من کتب الشافعیۃ، والشرح الکبیر من کتب المالکیۃ، والروض ونبیل المآرب من کتب الحنبلیۃ۔

البتہ نماز تراویح کے عدد میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس نماز کا عدد بیس رکعات ہے۔

کما صرح بہ فی البدائع وغیرہ من کتب الحنفیۃ، و فی المجموع من کتب الشافعیۃ وہی روایت عن مالک کما فی شرح المہذب، واختار ابو عمر ابن عبدالبر المالکی کما فی شرح التقریب، وذكرہ ابن رشد فی البدایۃ عن احمد، ورواہ ابن قدامۃ فی المغنی عن احمد۔

اور ابن قاسم نے مدوۃ میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ تراویح ۳۶ رکعات ہیں اور وتر تین رکعات ہیں۔ اور امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی خاص عدد کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک اس میں توسع ہے، آٹھ رکعات، بیس رکعات، پچیس رکعات تمام کی تمام جائز ہیں۔ اور حنفیہ کے مشائخ میں سے علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات سنت رسولؐ ہونے کی وجہ سے مؤکدہ ہیں اور بیس رکعات سنت خلفاء راشدین ہونے کی وجہ سے سنت زائدہ ہیں۔ بہر حال ائمہ اربعہ اور ان کے تابعین میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعات سے زائد مثلاً بیس رکعات کو بدعت یا مکروہ قرار نہیں دیا ہے۔

البتہ بعض غیر مقلدین نے آٹھ رکعات کو مستنون قرار دیا ہے اور اس سے زائد تعداد پر انکار کیا ہے اور اس مسئلہ کو، طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ کی طرح بے علم اور کم علم لوگوں کے شکار کا دام بنا رکھا ہے۔ لعاذنا اللہ من شرف الفرق الشاذۃ المخالفۃ عن السواد الاعظم۔

یہ غیر مقلدین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں۔

وہو ما رواہ البخاری ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشرة رکعة۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو رمضان المبارک میں گیارہ رکعت پر اضافہ فرماتے تھے اور نہ غیر رمضان میں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب التہجد)

نیز یہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں :

وہو ما رواہ ابن خزيمة وابن حبان انه صلی اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلى ركعات ووتر۔ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصائے کے ساتھ رمضان میں قیام فرمایا اور آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی اور وتر بھی پڑھے) قال النیموی مدسہ علی عیسیٰ بن جارية۔ قال الذہبی قال ابن معین عندہ متاکیرون۔ وقال النسائی منکر الحدیث وعندہ ایضاً متروک۔ وقال ابوزر لا بأس بہ۔ وقال فی الخلاصة وثقہ ابن حبان۔ وقال ابوداؤد منکر الحدیث۔ انتہی

نیز یہ لوگ سائب بن یزید کی حدیث سے تمسک کرتے ہیں :

وہو ما رواہ مالک فی الموطا۔ انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بکر بن کعب وتمیما الدارمی ان یقوا للناس باحدى عشرة رکعة۔

اور جمہور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں :-

وہو ما رواہ ابن ابی شیبہ والطبرانی والبیہقی انه علیہ الصلوۃ والسلام یصلی فی رمضان عشرين رکعة سوى الوتر۔ انتہی (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں سوائے وتر کے بیس رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے) قال الزیلعی ہو معلول

بافی شیبہ وهو متفق علی ضعفہ۔

اور اس حدیث کے معلول ہونے کے باوجود اس سے استدلال درست ہے کیونکہ اس حدیث کی امت نے تلقی کی ہے۔ اور امام ابن قیم اور امام سیوطی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث کی امت تلقی کرے تو اس کو صحیح قرار دیا جائے گا اگرچہ وہ حدیث سنداً غیر صحیح ہو۔ نیز اس حدیث کو کو خلفائے راشدین کے تعامل سے عظیم تائید اور تقویت حاصل ہوئی ہے۔

نیز جمہور امام بیہقیؒ کی ”سنن کبریٰ“ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

وہو ما رواہ یزید بن خصيفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی رمضان عشرين رکعة

وفی عہد عثمان وعلیؑ

اس حدیث سے واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ راشدین کے دور میں بیس رکعات پر استقرار آیا ہے اور اس پر تعامل اور توارث رہا ہے اور حدیث علیکم لیستی وسنتہ الخلفاء الراشدین المہدیین۔ (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) کی بناء پر جیسا کہ سنت رسول کا اتباع ضروری ہے اسی طرح سنت خلفاء راشدین کا اتباع بھی ضروری ہے اور اس سے اعراض یا اس پر اعتراض حدیث رسول اور قول رسول سے اعراض اور اس پر اعتراض ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

نیز یہ سنت خلفاء راشدین وہ سنت ہے جس کا ادراک عقل اور اجتہاد سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کسی چیز کا عدد اور مقدار فکر اور رائے سے متعین نہیں ہو سکتا تو ایسی سنت و حقیقت سنت سوہوتی ہے۔ واضح رہے کہ اہل ظاہر نے اس حدیث کو سنداً اور فقہاً معطل قرار دیا ہے، کیونکہ امام آجریؒ نے امام ابو داؤدؒ سے روایت کیا ہے کہ امام احمدؒ نے یزید بن خنیفہ کو منکر الحدیث کہا ہے، نیز اہل ظاہر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متنازعہ مضطرب ہے، اس کی بعض روایات میں گیارہ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے۔ کما رواہ مالک فی الموطا۔ نیز یہ حدیث حدیث عائشہ صدیقہؓ سے معارض ہے جو کہ اس حدیث سے قوی ہے۔

جمہور نے ان اعتراضات کے اہل ظاہر کو دندان شکن جوابات دیئے ہیں۔ اقول یہ کہ ائمہ نے اس حدیث کی تلقی کی ہے اور اس پر اخذ کیا ہے، اور خطیب نے اپنی کتاب الفقیہ والتفقہ میں اور ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اور علامہ سیوطیؒ نے تدبیر الراوی میں اور ابن عبد البرؒ نے استذکار میں اور دیگر اہل فن نے اپنی تالیفات میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس حدیث کی اہل علم تلقی کریں تو یہ تلقی اس حدیث کی صحت کی شہادت عادلہ ہے۔

دوم یہ کہ یزید بن خنیفہ مشہور تابعی ہے اور اس سے امام مالکؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے، ابن جبانؒ نے اس کو وثقات میں ذکر کیا ہے، یحییٰ بن معینؒ، ابو حاتمؒ، نسائیؒ، ابن سعدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ کما فی تہذیب التہذیب، وتہذیب الکمال للمزیؒ، والمہدی الساریؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے المہدی الساریؒ میں آجریؒ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اثرم کی روایت میں اس کو ثقہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ امام احمدؒ اس راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں کہ وہ اپنے اقربان میں کسی حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہو، اور یہ اے حضرت عمرؓ فاق عہد میں اولاً ۳۱ رکعات نماز پڑھی جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ نے ۲۳ رکعات پڑھنے کا حکم دیا، ۲۰ تراویح اور ۳ وتر، بعد میں اسی پر استقرار ہوا۔

قاعدہ مسلمہ ہے کہ ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہوتا ہے جب تک دلیل سے اس کا غلط ہونا ثابت نہ ہو پس اسی بناء پر یزید بن خصیفہ کی حدیث مقبول ہوگی۔

اور دعویٰ اضطراب کا جواب یہ ہے کہ ابن عبد البر اور ابو بکر بن العربی نے روایت احمدی عشر کو امام مالک کا وہم قرار دیا ہے لیکن چونکہ عبد العزیز بن محمد اور یحییٰ بن سعید القطان امام مالک کے متابع ہیں، کما لا یخفی علی من راجع الی سنن سعید بن منصور و مصنف ابن ابی شیبہ لہذا امام مالک کا وہم میں پڑنا ناقابل تسلیم ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے اس اختلاف کو اختلاف اوقات پر محمول کیا ہے یعنی جب طویل قرأت کرتے تو آٹھ یا بارہ رکعات پڑھتے اور جب مختصر قرأت کرتے تو بیس رکعات پڑھتے۔ کما فی فتح الباری۔ اور بعض ائمہ نے اس اختلاف کو ترجیح پر محمول کیا ہے، یعنی اولاً آٹھ یا بارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں اور بالاعتبار بیس پر استقرار ہوا۔ کما قال الشوری فی کشف الغمۃ کا نوایصلونہا فی اول زمان عمر ثلاث عشر رکعة ثم عمر أمر بفعلها ثلاثا وعشرين رکعة، ثلاث لها وتر، واستقر الامر علی ذلك۔

قالہ النیموی۔ کما استقر الامر فی خلافتہ علی ضرب الثمانین فی الخمر و کما استقر الامر علی النہی عن یبع اقمعات الاولاد و کما استقر الامر علی اربع تکیرات الجنائز و کما استقر الامر علی القراءة فی خلافة عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی الاوجز۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ترجیح اور تطبیق سے اضطراب ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اہل ظاہر کے اس اعتراض کا کہ یزید کی حدیث حدیث عائشہؓ سے معارض ہے جو کہ اقویٰ ہے، جواب یہ ہے کہ حدیث یزید اور حدیث عائشہ صدیقہؓ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث عائشہؓ میں ان رکعات سے نماز تہجد مرد ہے نہ کہ قیام تراویح اور قیام رمضان، کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھی جاتیں، اور عند التحقیق تراویح اور تہجد الگ الگ تھا لائق ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں نہیں ہیں تو اہل ظاہر کو کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں بھی اختلاف ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں باب ما یقرء فی رکعتی الفجر کے تحت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تیرہ رکعات کی حدیث روایت کی ہے۔

ولفظہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرة رکعة

ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین۔

اس اختلاف اور تعارض کا اہل ظاہر کیا جواب دیتے ہیں؟

اگر اہل ظاہر یہ جواب دیں کہ احادیث عشر والی حدیث غالب پر محمول ہے اور زیادت بعض اوقات پر محمول ہے تو ان اہل ظاہر کا اٹھ رکعات پر جمود یا ظل ہووا اور خود اپنی تلوار سے قتل ہوئے، اور اگر اہل ظاہر اس تطبیق سے اعراض کریں تو اختلاف کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی دونوں روایات ساقط ہوئیں اور یزید بن خصیفہ کی حدیث بلا تعارض رہ گئی اور واجب العمل ہوئی۔

واضح رہے کہ جمہور کا مسلک نظر اور شواہد کی رو سے بھی قوی ہے کیونکہ دن رات بیس رکعات فرائض اعتقادیہ اور فرائض عملیہ ہیں تو مناسب یہ ہے کہ تراویح بھی جو کہ فرائض کے مکملات ہیں بیس رکعات ہیں جیسا کہ سنن قبلہ اور بعد یہ بھی بیس رکعات ہیں۔

اہل ظاہر کے دلائل کے جوابات یہ ہیں کہ حدیث عائشہ صدیقہؓ تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر، نیز غالب پر محمول ہے نہ کہ دائم پر، ورنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات متعارضہ ہوں گی، بلکہ امام احمد نے زیادات مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسناد حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سولہ رکعات نفل پڑھتے تھے، نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے جبکہ بیس رکعات پر استقرار نہ ہوا تھا۔

اور حدیث جابرؓ سے حافظ ابن حجرؒ نے یہ جواب دیا ہے: لکنہ فعل جزئی فی لیلۃ واحدة لا یدل علی نفی الزیادۃ تلک اللیلۃ۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء الامر پر محمول ہے۔ وقد مر سابقا جواب

حدیث السائب۔

واضح رہے کہ ابن الہمامؒ سے دیگر مشائخ نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیس رکعت پڑھنا فعل رسولؐ سے ثابت ہے، نیز حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين میں لفظ علیکم سنت رسولؐ اور سنت خلفاء کو یکساں متواتر ہے، تو دونوں میں فرق کرنا سمجھ سے بالا ہے، نیز یہ سنت خلفاء اگرچہ ظاہر اموقوق ہے لیکن درحقیقت مرفوع ہے۔

بعد مہ کو نہ مدر کا بالوائ والقیاس وهو الموفق والہادی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا

خیر خلقہ محمدؐ والہ

وامحابہ واتباعہ اجمعین۔

باب ادراك الفريضة

(جماعت میں ملنے کے احکام و مسائل)

سوال :- ایک شخص نے نفل کی نیت باندھ کر نماز شروع کر دی، تو کیا یہ شخص نفل نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے یا نفل نماز پوری کرے؟
الجواب :- جماعت میں شرکت واجب ہے لہذا اقتضائے کو چاہیئے کہ جماعت فوت ہو جانے کی وجہ سے نفل توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے تاہم صرف مؤذن کی اقامت سننے کی صورت میں دو رکعت پورا کرنے سے قبل نماز نہ توڑے۔

قال العلامة الحسكي: شرع فيها اداء..... منفرداً ثم اقيمت أي شرع في فريضة لا اقامة لمؤذون ولا في مكان وهو غير يقطعها العذر احراز الجماعة. (رد المختار على صدر المحتاج ج ۲ ص ۵۰ باب ادراك الفريضة)

سوال :- صبح کی نماز باجماعت جماعت ملنے کی امید پر فجر کی سنتیں پہلے پڑھنے کا حکم

ہمور رہی ہو اور مسجد کے صحن میں کوئی مستقل جگہ سنت پڑھنے کے لیے نہ ہو جبکہ امام کی قرأت بھی سنائی دیتی ہو تو ایسی حالت میں سنت پڑھنا ضروری ہے یا جماعت کے ساتھ شریک ہو کر سنت ترک کرنا چاہیئے؟

الجواب :- فجر کی سنتوں کی احادیث میں بہت تاکید وارد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوہما ان طردتکما الخیل۔ (البدائع ج ۱ ص ۱۸۶ فی باب فی تحقیقہما) اس لیے حتی الامکان سنت پڑھنے کی کوشش کی جائے اور جماعت میں شریک ہونے سے قبل کسی علیحدہ جگہ سنتیں پڑھی جائیں، جب تک جماعت میں دوسری رکعت کے رکوع کا ادراک ممکن ہو تو سنتیں ترک نہیں کی جائیں گی، اگرچہ بعض نے تشہد کے ادراک کے ممکن ہونے کا قول کیا ہے جبکہ ابن الہماک کے

قال العلامة حسن بن عمار الشربلانی: اذا شرع المصلی في اداء الفروض او قضائه منفرداً او في نفل.....

فاقيمت الجماعة في محل ادائه..... قطع بتسليحة قائماً وبعداً استدعى المصيح. (راقي الفلاح ص ۳۶۵ ی ۳۶۵ باب التوام

قول کے مطابق قبل سلام تک ادراک کی امید ہو تو سنت پڑھی جائیں گی۔ تاہم اگر مسجد کے اندر جبکہ نہ ہو تو دروازہ کے قریب پڑھنی چاہئیں۔

قال الحکفیؒ: واذا خاف قوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتھا ترکھا لکن الجماعة اکمل۔ وایا بان رجاء ادراک رکعة فی ظاهر المذهب وقیل التشهد۔ واعتمده المصنف والشرینبلا لی تبعاً للبحر لکن ضعفه فی التھرک لا یترکھا بل یصلیها عند باب المسجد ان وجد مکناً واکلاً ترکھا۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار جلد ۲ ص ۵۶ باب ادراک الفریضة، مطلب هل الساءة دون الکراهة الخ)۔
سوال :- اگر فجر کی سنت فرض نماز کی وجہ سے فوت ہو جائیں
فجر کی سنتوں کی قضاء کا حکم | تو فرض نماز کے بعد ادا کرنی چاہئیں یا طلوع آفتاب کے بعد؟

بعض علماء سے سنا ہے کہ اس کا سرے سے اعادہ ہے ہی نہیں ؟

الجواب :- صبح کی سنتوں کی اہمیت اور تاکید متعدد روایات سے ثابت ہے، بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان فرض نماز سے قبل پڑھی جائیں، البتہ اگر کسی سے بصورت مجبوری ترک ہو جائے تو فرض نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتفاق علماء احناف قضاء نہیں کی جائیں گی، البتہ طلوع آفتاب کے بعد اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے ہاں قضاء نہیں جبکہ امام محمدؒ کے ہاں بحکم نقل قضاء کرنا افضل ہے، طلوع آفتاب کے بعد فرض کی تبعیت میں یہ دو رکعت ادا کی جاسکتی ہیں۔

قال ابن نجیم المصریؒ: لم تقض سنة الفجر الا اذا فاتت مع القرض فتقضى تبعاً للفرض سواء قضاها مع الجماعة او وحده لان الاصل في السنة ان لا تقضى باختصاص القضاء بالواجب۔

والحدیث ورد فی قضائھا تبعاً للفرض فی غداة ليلة التعرّی فی ما ورده

لہ قال برهان الدین المرعینانیؒ: ومن انتهى الى الامام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر ان خشي ان تفوته ركعة ويدرك الاخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشي فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعيد بالترك الزم بخلاف سنة الظهر الخ (الهداية علی صدر مفتح القدير ج ۱ ص ۲۱۲ باب ادراک الفریضة)

على الاصل - فافاد المصنف انها لا تقضى قبل طلوع الشمس اصلاً ولا بعد الطلوع اذا كان قد أدى الفرض وشمل كلامه اذا قضاها بعد الزوال او قبله ولا خلاف في الثاني - واختلف المشائخ في الاول على قولهما والصحيح كما في غاية البيان انها لا تقضى تبعاً - لان النص و مراد بقضائها في الوقت المهمل بخلاف القياس وما ورد على خلاف القياس فغيره عليه لا يقاس - (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۷۰ باب ادراك الفريضة) له

سوال :- اگر ایک شخص سے ظہر کی پہلی چار رکعات سنت رہ جانے کی صورت میں آخری دو رکعات سنت کی ترتیب کا مسئلہ

پڑھنے کے بعد دو رکعات سنت پڑھنے کے وقت ترتیب کیسے ہونی چاہیے؟ کیا چار رکعت سنت پہلے پڑھی جائیں گی یا آخری دو رکعات کو مقدم کرے؟

الجواب :- ہوازی میں دونوں صورتیں برابر ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے - علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کی تحقیق کو مدنظر رکھ کر دو رکعات سنتیں پہلے پڑھنی چاہئیں، کیونکہ چار رکعات سنت کے فوت ہونے کی وجہ سے دو رکعات تو کم از کم اپنے مقام پر رہیں، ورنہ بصورت دیگر دونوں سنن کی ادائیگی اپنے مقام پر نہیں رہے گی -

قال الحصکفی: ثم يأتي بها رأي على سنة الظهر القبلية) على انها سنة في وقته) رأي الظهر) قبل شفعه عند محمد و به يفتي -

قال ابن عابدین تحت هذه العبارة: اقول وعليه المتون لكن راجح في الفتح تقديم الركعتين قال في الامداد وفي فتاوى العتاني انه المختار وفي مبسوط شيخ الاسلام انه الاصح لحديث عائشة عليه الصلاة والسلام اذا قامت الاربع قبل الظهر يصلين بعد الركعتين وهو قول ابى حنيفة

له قال الحصکفی: ولا يقضيها رأي سنة الفجر) الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده في الاصح لو ورد الخبر بقضائها في الوقت المهمل بخلاف القياس فغيره عليه بقاس -

والدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۰ باب ادراك الفريضة)

۱۵

کذا فی جامع قاضی خان - (الدر المختار وسرد المختار ج ۲ ص ۵۸۲ باب ادراك القریضة)

جمعہ کے دو گانہ فرض سے قبل چار رکعت سنتوں کا حکم | سوال: نماز جمعہ سے پہلے چار رکعات سنت رہ جانے کی

صورت میں نماز جمعہ کے پڑھنے کے بعد فوت شدہ سنن کی قضاء پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ سنن میں آیا ہے کہ بعض لوگ اس کی قضاء کے قائل ہیں اور کچھ لوگ انکار کر رہے ہیں۔ از روئے شرع مفتی بہ قول کا تعین کریں؟

الجواب: - اس مسئلہ میں بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہی چار رکعت سنت جمعہ پڑھنے کے بعد پڑھی جائیں۔ قال ابن نجیم المصری: وحکم الاربع قبل الجمعة كالاربع قبل الظهر۔ (البحر الرائق جلد ۲ ص ۵۸۲) مگر بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ یہ چار رکعت سنت جو جمعہ سے پہلے ہیں جب وہ اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو فرض کے بعد نہیں پڑھی جائیں گی، ابن عابدین نے اسی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ظہر کی سنتوں کے متعلق حضرت عائشہؓ کی روایت موجود ہے، اس بنا پر ظہر کی سنن قبلہ فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں مگر جمعہ کی سنن قبلہ کے متعلق کہیں بھی روایات میں یہ ذکر نہیں کہ وہ جمعہ کے بعد پڑھی گئی ہیں۔ اور اصل

۱۵ قال ابن نجیم المصری: وقضى قبل الظهر في وقتها قبل شفعه بيان لشيئين أحدهما التقضاء والثاني محله أما الأول ففيه اختلاف والصحيح أنها تقضى كما ذكره قاضی خان في شرحه مستدلاً بما عن عائشة أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعدة. وظاهر كلام المصنف أنها سنة لا نفل مطلق. وذكر قاضی خان أنه إذا قضاهن فهي لا تكون سنة عند أبي حنيفة وعندهما سنة وتبعه الشارح. وتعبه في فتح القدير بأنه من تصرف المصنفين فإن المذكور من وضع المسئلة الاتفاق على قضاء الأربع وإنما الاختلاف في تقديمها وتأخيرها. والاتفاق على أنها تقضى اتفاقاً على وقوعها سنة إلى آخر ما ذكره. وأما الثاني فاختلف فيه النقل عن الشيخين فذكر في الجامع الصغير للحسائي أن أبا يوسف يقدم الركعتين وعجده يؤخرهما. وفي المنظومة وشروحها على العكس. وفي غاية البيان ويحتمل أن يكون عن كل واحد من الامامين روايتان. ورجح في فتح القدير تقديم الركعتين لأن الأربع فاتت عن الموضع المنو. فلا يفوت الركعتين عن موضعها قصداً بلا ضرورة. (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۸۲ باب ادراك القریضة)

سنتوں میں یہ ہے کہ ان کی قضاء نہ ہو، اس بناء پر جمعہ کی سنتیں فرض نماز کے بعد نہیں پڑھنی چاہئیں۔
 قال ابن عابدین: اقول قال شيخنا الشيخ محمد السراج الحنفی - واما كونها هل
 تقضى او لا فعلى ما قالوه فى المتون وغيرها من ان سنة الظهر تقضى يقتضى ان تقضى
 سنة الجمعة اذ لا فرق لكن فى روضة العلماء فيها من سمع الاذان واذا جاء الرجل الى الجمعة
 فى وقت الامامة هل يصلى اربع ركعات التى يصليها قبل الجمعة أم لا - قال لا يصلى بل
 يسكت ثم يدخل مع الامام فى صلوته وسقطت عنه هذه الاربع - لما روى عن النبی
 صلى الله عليه وسلم - انه قال اذا خرج الامام فلا صلوة الا المكتوبة اه ذكره فى
 فتاواه التى وقعت له - والله اعلم خیر الدین الرملی - اقول فى هذا الاستدلال
 نظر فانه يدل على انها لا تصلى بعد خروجه لا على انها تسقط بالكلية حتى انها
 تقضى بعد فراغه من المكتوبة والا لزم ان لا تقضى سنة الظهر ايضا اذا جاء وجد
 الامام شارعا فى الظهر مع انه ورد النهى عن الصلوة عند الامامة كما فى حديث الصبيحین
 وغيرهما اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة نعم قد يقال ان الاصل عدم قضائها اذا فاتت
 من محلها - واما السنة الظهر قائما قالوا بقضائها لحديث عائشة انه صلى الله عليه وسلم كان اذا
 فاتته الاربع قبل الظهر قضاها بعدة كما قد مره المؤلف فنكون سنة الظهر خارجة عن القياس
 للحديث المذكور فلا تقاس عليها سنة الجمعة فتأمل - (منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲ ص ۵۸) له
 له قال العلامة محمد امين الشهيد بن عابدین: قوله وكذا الجمعة اى حكم الاربع قبل الجمعة كالأربع قبل الظهر
 كما لا يخفى بمرور ظاهرة انه لم يرد فى البحر منقولاً صريحاً وقد ذكرنا القهستانی لكن لم يعزها الى احد ذكر السراج الحنفی
 ان هذا مقتضى ما فى المتون غير ذلك قال فى روضة العلماء انها تسقط لما روى انه عليه الصلوة والسلام قال اذا
 خرج الامام فلا صلوة الا المكتوبة اقول وفي هذا الاستدلال نظر لانه انما يدل على انها لا تصلى بعد خروجه
 لا على انها تسقط بالكلية ولا تقضى بعد الفراغ من المكتوبة والا لزم ان لا تقضى سنة الظهر ايضا فاوردنى
 حديث مسلم وغيره اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة نعم قد يستدل للفرق بينهما بشئ اخر هو ان القياس
 فى السنن عدم القضاء كما مر وقد استدل قاضى خان لقضاء سنة الظهر بما عرفت عائشة رضى الله تعالى عنهما ان النبى صلى الله
 عليه وسلم كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاها بعدة فيكون قضاءها ثابت بالحدس على خلاف القياس كما فى سنة الفجر
 كما صرح به فى الفقه فالمقول بقضاء سنة الجمعة يحتاج الى دليل خاص وعليه فتتصيص المتن على سنة الظهر دليل
 على ان سنة الجمعة ست كذلك - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۸) باب ادراك الفريضة

اداء کی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص ایک دفعہ فرض، واجب یا سنت ادا کر لے تو دوبارہ پڑھنے سے اس کی

حیثیت کیا ہے ؟

الجواب :- جب فرض نماز ایک دفعہ ادا کر لی گئی تو اس سے دُعا فارغ ہو جاتا ہے دوبارہ پڑھنا کسی سے منقول نہیں بلکہ حدیث میں ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ محدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سلمان بن یسار "یعنی مولیٰ میمونۃ" قال اتیت ابن عمر علی البلاء وهم یصلون فقلت ألا تصلّی معهم قال قد صلیت انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصلوا صلوة فی یوم مرتین۔ (البوداؤد ج ۱ ص ۹۳) باب اذا صلی فی جماعة ثم یدرک جماعة یعید

البتہ ایک دفعہ انفراداً پڑھ لینے کے بعد جب جماعت میں شرکت کا موقع ملے تو ظہر اور عشاء کی نماز میں امام کے ساتھ شرکت بہتر ہے تاکہ جماعت سے مخالفت نہ آئے اور اس کی حیثیت نقل کی ہوگی، لیکن عصر، مغرب اور فجر میں اپنی نماز پر اکتفا کرے گا، جماعت میں شرکت جائز نہیں، کیونکہ عصر اور فجر کے بعد نفل پڑھنا مشروع نہیں اور مغرب کی نماز میں تین رکعات نفل پڑھنا شرعاً ثابت نہیں، اور اسی طرح وتر نماز کا بھی حکم ہے۔ بناء بریں صورت سنن کا دوبارہ پڑھنا بطریق اولیٰ نقل ہے۔

قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : لان المفروض لا یتکرم فی وقت واحد وصرح فی العادی القدسی ان ما یثودی مع الامام نافلة یدرک بها فضیلة الجماعة۔ وقال بعد عدة اسطر اما اذا ادى الامام الفرض والقوم التنفل فلا (یعنی فلا کراہۃ) لقوله علیه السلام للرجلین اذا صلیتما فی رحاکم ایتما صلوة قوم فصلیا معهم واجعلا صلواتکما معهم سبحة ای نافلة کذا فی الکافی۔

(البحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۱) باب ادراک الفریضة

وايضاً قال بعد صفحة واحدة : والتنفل بعد هاتین الصلاتین رای الظہر والعشاء یمکروه۔ وأما فی الفجر والعصر فلا یکره له الخروج لکراہۃ التنفل بعدهما۔ وأما فی المغرب فلمّا فیہ من التنفل بالثلاث۔ او مخالفة الامام

ان اتمہا اربعاً۔ وکل منہما مکروہ کما سبق۔ (البحر الرائق جلد ۲ ص ۳۷۳ باب ادراک الفریضۃ) لہ
 کسی کے امداد طلب کرنے یا والدین کے بلانے پر نماز توڑنے کا حکم **سوال :-** اگر والدین بیٹے
 کو آواز دیں اور بیٹا
 فرض یا سنت نماز میں مشغول ہو تو کیا والدین کے بلانے پر بیٹا نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی اگر
 ایک شخص نماز میں مشغول کسی شخص کو مدد کے لیے بلائے تو یہ شخص تعاون اور امداد کرنے کے لیے اپنی
 نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر والدین یا اجداد صرف آواز دیں تو تعمیل حکم کے لیے نفل نماز توڑنا جائز ہے
 البتہ بلا ضرورت فرض نماز توڑنے کی اجازت نہیں، جبکہ بصورت استغاثہ (امداد طلبی) کے فرض نماز بھی
 توڑنا واجب ہے، بلکہ کسی شخص کی امداد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بن بلائے بھی فرض نماز توڑنا
 واجب ہے۔

قال المحصفي: ولو دعاه أحد أبويه في الفرض لا يجيبه إلا أن يستغيث به
 وفي النقل أن علم أنه في الصلوة فدعاه لا يجيبه، وإلا أجابه۔
 وقال ابن عابدین: تحت هذه العبارة أي يطلب منه الغوث والعانة
 وظاهرة ولو في امر غير مهلك واستغاثه غير الأبوين كذا لك. والحاصل
 أن المصلي متى سمع أحداً يستغيث وإن لم يقصده بالتدعاء وكان اجنبياً
 وإن لم يعلم ما حل به أو علم وكان له قدره على إعادته وتخليصه

لہ لما قال العلامة الحسن بن عمار الشرنبلالی: وان صلی ثلاثاً من رباعیۃ فاقمت اتمہا اربعاً
 منفرداً.... ثم بعد الاتمام اقتدای متنظلاً ان شاء وهو افضل لعدم الكراهۃ الا في العصر
 والفجر انتهى عن التنقل بعدهما وفي المغرب للمخالفة لانه صلى الله عليه وسلم قال اذا
 صليت في اهلك ثم ادركت الصلوة فصلهما الا الفجر والمغرب وقوله فصلهما يعني نقلاً لانه امر
 به نصاً لرجلين لم يصليا معه الظهر واخبر ابصلا تهما في رحالهما فقال عليه السلام اذا
 صليتما في رحاكما ثم اتيتما صلوة قوم فصليا معهما واجعلا صلاتكما معهم سجة اي ناقلة قال السيد
 احمد الطحطاوى تحت قوله اقتدای متنظلاً ان شاء قال في البحر عن الحاوي انه يدرك هذه
 الناقلة فضيلة الجماعة۔ (الطحطاوى حاشية مراقي الفلاح ص ۳۶۶ باب ادراک الفریضۃ)

وجوب عليه اعانتة وقطع الصلوة فرضاً كانت او غيرہ۔

والدر المختار و رد المحتار ج ۲ مک ۵۱ باب ادراك الفريضة وايضاً ج ۲ مک

سوال :- اگر کوئی آدمی چار رکعت فرض نماز کی نیت باندھے، تین رکعت پڑھ چکے، پھر نماز پوری کرنے کا حکم

تو اب اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا یہ اپنی نماز پوری کرے یا نماز توڑ کر وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے؟

الجواب :- جو شخص وتر کی جماعت سے قبل فرض نماز کے لیے کھڑا ہو جائے اور پھر تین رکعت پڑھ کر بعد تروں کی جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ شخص اپنی چار رکعت فرض نماز پوری کر کے پھر نقل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے تاہم عصر کی نماز میں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: ان صلى ثلاثاً منها اى الرباعية اتم مفرداً ثم اقتدى بالامام متنبلاً وبذلك فصيحة الجماعة الا في العصر فلا يقتدى لكراهة النقل بعده۔

والدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ مک ۵۱ باب ادراك الفريضة (۲)

۱۔ قال ابن نجيم المصري: وفي فتاوى الولوالجي۔ اذا دعا المصلى احد ابويه فلا يجيبه ما لم يفرغ من صلواته الا ان يستغث به۔ لان قطع الصلوة لا يجوز الا لضرورة وكذلك الاحنبى اذا خاف ان يسقط من سطح او تحرقه النار او يغرقه الماء وجب عليه ان يقطع الصلوة هذا اذا كان في الفرض۔ فاما في النقل اذا ناداه احد ابويه ان علم انه في الصلوة وناداه كما باس به ان لا يجيبه۔ وان لم يعلم بجيبه اهـ

البحر الرائق ج ۲ مک ۵۱ باب ادراك الفريضة

ومثله في المندية ج ۱۹ الباب السابع في افساد الصلوة (وما يتصل بذلك المسائل۔

۲۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: ان صلى ثلاثاً من رباعية فاقمت اتمها اربعاً مفرداً حكماً لاكثر..... ثم بعد الاتمام اقتدى متنبلاً ان شاء وسوا فضل لعدم الكراهة الا في العصر والفجر۔ (مراقى الفلاح على صمد طحطاوى ص ۳۶۶ باب ادراك الفريضة)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ مک ۵۱ باب ادراك الفريضة۔

باب القضاء

(قضا نمازوں کے احکام و مسائل)

سوال :- اگر ایک شخص سے اتنی نمازیں قضا ہوں جن سے یہ صاحب ترتیب کی بحالی صاحب ترتیب نہ رہا تو کیا ان نمازوں کی قضا کر لینے سے یہ شخص دوبارہ صاحب ترتیب بن سکتا ہے؟ یا ایک دفعہ ترتیب ساقط ہونے سے دوبارہ صاحب ترتیب بننا ممکن نہیں؟

الجواب :- صاحب ترتیب درحقیقت ایک ایسی صفت ہے کہ اس شخص کے ذمہ شب و روز کی نمازیں باقی نہ ہوں۔ صورت مذکورہ میں قضا سے چونکہ ذمہ فارغ ہو جاتا ہے لہذا پوری نمازیں لوٹانے سے یہ شخص دوبارہ صاحب ترتیب متصور ہوگا۔ تاہم اگر ذمہ پرچھ نمازوں سے کم رہ جائیں تب ہی صاحب ترتیب بن جائے گا۔

قال العلامة ابن العابدین: وقيد بقضاء البعض كانه لو قضى الكل عاد الترتيب عند الكل الخ۔ (رد المحتار ج ۲ مک باب قضاء الفوائت) لہ

سوال :- اگر کسی شخص کے ذمہ نامعلوم نمازیں باقی نقل کی جگہ قضا نمازیں پڑھنا بہتر ہے ہوں تو کیا اس شخص کے لیے نوافل پڑھنا بہتر ہے یا قضا نمازیں؟ جبکہ قضا نمازوں کی تعداد اور وقت بھی معلوم نہ ہو؟

الجواب :- اگرچہ نوافل پڑھنا بذات خود موجب برکت اور باعث ثواب ہیں لیکن ایسے شخص کے لیے نوافل کی جگہ قضا نمازوں کا پڑھنا بہتر ہے۔ اگر رکعات اور اوقات کا علم نہ ہو لیکن اجمالی طور پر اتنا معلوم ہو کہ مجھ سے اتنی عمر کی نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ہر وقت نماز

لہ قال صدر الشریعۃ: فانه لما قضی صلوة الشهر الا فضا او فرضین قلت الفوائت بعد الکثرت فلا يعود الترتیب الا ان یقضی کل: وقال ناکت فانه اذا قضی جمیع الفوائت یلزمہ الترتیب جدید۔ (شرح الوقایۃ ج ۱ ص ۲۱۹ قضا الفوائت) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۸۶ قضا الفوائت۔

کے ساتھ پہلی قضاء شدہ نماز پڑھے۔

قال في الهندية، وفي الحجة والاشتغال بالفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة الخ (الهندية ج ۱ ص ۱۲۵ الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت مسائل شتى) **سوال :-** اگر کسی نے صبح کی سنت شروع کر کے اچانک باجماعت نماز میں شرکت کی غرض سے

توڑ دیا، تو کیا اس سنت کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ **الجواب :-** اگر تشہد ملنے کا بھی امکان ہو تو سنت پڑھی جائے گی، لیکن کسی صورت میں توڑنے پر اس کی قضاء لازم ہے کیونکہ نفل یا سنت میں شروع کرنے سے لزوم النفل بالشروع کی رو سے اس کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے۔

قال برهان الدين المرغيناني: ومن شرع في نافلة ثم افسد قضاها الخ (الهداية ج ۱ ص ۱۲۸ باب النوافل، فصل في القراءة) ۲

سوال :- اگر کسی سے ظہر کی پہلی چار سنت رہ جانے سے فرض کے بعد پڑھنا **ظہر کی پہلی چار رکعات سنت** کسی عذر کی وجہ سے رہ جائیں تو فرض پڑھنے کے بعد اس کی ادائیگی کا کیا حکم ہے اور کس طریقے سے پڑھی جائیں گی؟

الجواب :- فرض پڑھنے کے بعد سنت پڑھی جائیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اگر فرضوں سے پہلے سنت پڑھنے کی فرصت نہ مل سکے تو فرضوں کے بعد دو رکعات سنت سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ بعد میں پڑھی جائیں۔ **لما قال الحسکفی: فانه ان حاف فوت ركعة يتركها وليقتدي ثرياً قى بها**

لما قال العلامة عالم بن علاء نقاري: الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة۔ (التأخرانية ج ۱ ص ۱۵۵ کتاب الصلوة قضاء الفوائت) **ومثله في المبسوط ج ۱ ص ۱۵۵ باب قضاء الفوائت۔**

لما قال العلامة الكاساني: اما الاول فقد قال اصحابنا اذا شرع في التطوع يلزمه المضي فيه واذا افسده يلزمه القضاء الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۹ فصل في صلوة التطوع) **ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۲۳ الباب التاسع في النوافل۔**

على انهما سنة في وقته اى الظهر قبل شفعه عند محمد وبه يفتى -

(الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ باب ادراك الفريضة) ۵

سوال :- اگر ایسی نماز قضاء ہو جس کے ساتھ سنن بھی ہوں تو نماز سنن کی قضاء ضروری نہیں | قضاء ادا کرتے وقت فرض کے ساتھ سنن بھی پڑھی جائیں گی یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی نماز کا قضاء پڑھنا فرض یا واجب کے ساتھ مختص ہے، اس لیے اگر کسی سے سنن قضاء ہو جائیں تو ان کا قضاء کرنا دوسرے وقت میں جائز نہیں، تاہم صبح کی سنتیں تبعاً للفرض قضاء کرنا درست ہے۔

ما قال العلامة ابن نجيم: قوله ولم تقض الا تبعا اى لم نقص سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفرض فتقضى تبعا للفرض سواء قضاها مع الجماعة او وحده لان الاصل في السنة ان لا تقضى لاختصاص القضاء بالواجب - (البحر الرائق ج ۲ باب ادراك الفريضة) ۲

سوال :- اگر فوت شدہ نمازیں متعدد ہوں تو پڑھنے وقت ان کی ترتیب کی کیفیت کیا ہوگی؟ کیا اس ترتیب سے پڑھی جائیں گی جس ترتیب سے قضاء ہوئی ہیں یا جیسا پڑھنے والے کو

اے وفي الهندية: واما الاربع قبل الظهر اذا فاتته وحدها بان شرع في صلوة الامام ولم يشتغل بالاربع فعامتهم على انه يقضيها بعد الفراغ من الظهر ما دام الوقت باقيا وهو الصحيح. وفي الحقائق يقدم الركعتين عندهما وقال محمد يقدم الاربع وعليه

الفتاوى - (الهندية ج ۱ ص ۱۱۱ الباب التاسع في النوافل)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۵۷ باب ادراك الفريضة -

لہ قال العلامة برهان الدین مرغینانی: واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيها قبل طلوع الشمس

ولا بعد ارتفاعها عند أبي حنيفة وأبي يوسف..... ولهما ان الاصل في السنة ان لا تقضى

لاختصاص القضاء بالواجب والحدود في فضائلها تبعاً للفرض فيقضى ما رواه على الاصل وانما تقضى

تبعاً له وهو يصلي بالجماعة او وحده الى وقت الزوال وفيما بعده اختلاف المشائخ واما سائر

السنن سواها لا تقضى بعد الوقت وحدها - (الهداية ج ۱ ص ۱۳۲ باب ادراك الفريضة)

ومثله في النباية ج ۳ ص ۱۲ باب ادراك الفريضة -

وقت بیسر ہو؟

الجواب :- صاحب ترتیب کے لیے قضاء کرتے وقت ترتیب کی رعایت ضروری ہے تاہم جب وہ امور پائے جائیں جن سے ترتیب ساقط ہوتی ہے تو پھر ترتیب واجب نہیں ہوتی تاہم اگر قضاء نمازیں ترتیب کے ساتھ ادا کی جائیں تو بہتر ہے۔

قال برهان الدين المرغيناني: ولو فاتته صلوة رتبها في القضاء كما وجبت في الاصل الخ. وبعد اسطر قال الا ان يزيد الفوائت على ستة صلوة لان الفوائت قد كثرت فتسقط الترتيب الخ. (الهداية ج ۱ ص ۱۳۲ باب قضاء الفوائت) لہ

سوال :- سفر کی حالت میں اگر ایک شخص سے نماز فوت **دوران سفر فوت شدہ نماز کی قضاء** ہو جائے تو اقامت کی حالت میں کیا یہ نماز پوری پڑھی جائے گی یا قصر؟

الجواب :- نماز کی قضاء میں وجوب کی حالت معتبر ہوتی ہے، حالت سفر میں چونکہ قصر ہے اس لیے حالت اقامت میں اس کی قضاء کرتے وقت قصر پڑھی جائے گی۔

قال العلامة ابن العابدین: ولذا يقضى المسافر فائتة الحضر الرباعية ابعاء و يقضى المقيم فائتة السفر ركعتين الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۷ باب قضاء الفوائت مطلب اذا سلم المرتد هل الخ)

سوال :- فجر و عصر کی نماز کے بعد نوافل نماز فجر و عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے **نماز فجر و عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے**

پڑھنا تو غیر مشروع ہے، لیکن کیا ان اوقات میں قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہیں یا ان کا حکم بھی نوافل کی طرح ہے؟

لہ وقال محمد بن عبد الله التمر تاشي: الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر

قضاء لان الخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ باب قضاء الفوائت)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۷۹ باب قضاء الفوائت۔

لہ وفي الهندية: ومن حكمه ان الفائتة تقضى على الصفة التي فاتت عنه الا لعذر وضرورة فيقضى مسافر في السفر ما فاتته في الحضر من الفروض الرباعي اربعاً والمقيم في الإقامة ما فاتته في السفر من ركعتين۔ (الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۷۹ باب قضاء الفوائت۔

الجواب :- نماز فجر کے بعد طلوع الشمس تک اور عصر کی نماز کے بعد قبل تغیر الشمس قضاء نمازوں کا پڑھنا بلا کر بہت جائز ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: لا یکرہ قضاء فائتة الخ۔ (الدہما المختار علی صدر المختار جلد ۱ ص ۳۷۵ کتاب الصلوۃ) لہ

سوال :- اگر رات و دن کی نمازیں قضاء ہوں اور قرأت میں اداء و قضاء کی یکسانیت وہ دیگر اوقات میں پڑھی جائیں تو قرأت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ دونوں اوقات کی قرأت کا سراً و جہراً حکم مختلف ہے؟

الجواب :- قضاء نماز کا حکم اداء کی طرح ہے، جس نماز کی اداء میں قرأت کی جو کیفیت ہو تو قضاء میں اسی کیفیت کی رعایت مرخص ہے۔

قال فی الہندیۃ: ومن حکمہ ان الفائتۃ تقضی علی الصفتۃ الی فائت عنہ الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت) لہ

سوال :- کیا وتر کی قضاء ضروری ہے یا عام سنن کی طرح ایک دفعہ فوت ہو جانے سے قضاء لازم نہیں؟

الجواب :- وتر چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہیں اس لیے فوت ہونے کی صورت میں ان کی قضاء واجب ہے اور قضاء نہ کرنے والا گنہگار ہوگا۔

كما قال محمد بن عبد الله التمری شیخ، وقضاء الفرض والواجب والسنة

لہ فی الہندیۃ: فیجوز قیہا قضاء الفائتۃ و صلوۃ الجنائزۃ۔ الخ

الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲ الباب الاول فی المواقیب۔ الفصل الثانی الخ

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۱ باب قضاء الفوائت۔

لہ وقال علاؤ الدین ابی بکر الکاسانی: والاصل کل صلوۃ ثبت وجوبہا فی الوقت وفائت عن وقتہا انه یعتبر فی کیفیۃ قضاہا وقت الوجوب وتقضی علی الصفتۃ الی فائت عن وقتہا۔

(برائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۷ فصل بیان حکم الصلوۃ الفائتۃ)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۹ باب قضاء الفوائت۔

فرض و واجب و سنت۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۶۶ باب قضاء الفوائت) ^۱
سوال :- رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں بعض لوگ "قضاء عمری" کی حقیقت
 کے نام سے دو رکعات باجماعت پڑھتے ہیں، پڑھنے والوں کا یہ نظریہ
 ہوتا ہے کہ اس سے عمر بھر کی قضاء شدہ نمازوں سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔ اسکی شرعی حیثیت
 کیا ہے؟

الجواب :- نماز کی قضاء بذاتِ خود امر مشروع ہے لیکن مروجہ قضاء عمری کی یہ رسم بعض
 پٹھانوں کے علاقہ تک محدود ہے جو کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں بلکہ عام قواعد اور اصول سے
 متصادم ہے، علماء دیوبند نے اس کو بدعتِ سیئہ میں شمار کیا ہے جو کہ عوام کے لیے مہلک ہے
 اور خواص کو اس کی ضرورت نہیں، اس لیے کسی جگہ اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔

لما قال العلامة عزيز الرحمن في فتاوى: قضاء عمری عند الحنفية مشروع
 نیست پس التزام آن خصوصاً در آخر جمعه رمضان المبارک کہ چہار رکعت نفل
 بہ نیت قضاء عمری ادا کردہ شود شرعاً بے اصل است و این چنین اعتقاد کردن
 کہ از چہار رکعت نفل صلوٰۃ فائقة عم حاصل شود خلاف نصوص صحیحہ و صریحہ
 وقواعد شرعیہ ہست۔ (عزيز الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۲ المعروف بدارالعلوم دیوبند، فصل في خطأ الفوائت) ^۲
سوال :- کیا مسافر ڈاکوؤں اور راہزنوں کے ڈر سے نماز کو
 پتھوں کے خوف سے نماز کو مؤخر کرنا مؤخر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت نے فرض نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنے کا حکم دیا ہے تاہم شرعی
 عذر کی وجہ سے نماز مؤخر کی جاسکتی ہے، پتھوروں، ڈاکوؤں کا خوف بھی عذر شرعی میں داخل ہے۔
 لما قال العلامة ابن عابدین: كما اذا خاف المسافر من اللصوص او قطاع الطريق جازلة
 ان يؤخر الوقتية لانه بعذر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶ باب قضاء الفوائت)

۱۔ وفي الهنديّة: والقضاء فرض في الفرض وواجب في الواجب وسنة في السنة۔ الخ

۲۔ الهنديّة ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل الحادي عشر في صلوٰۃ قضاء الفوائت

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۸۰ باب قضاء الفوائت

۳۔ لما قال المفتي كفايت الله: ليس قضاء عمری کی نماز بے اصل ہے اور جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔

(كفايت المفتي ج ۳ ص ۳۳۸ قضا نمازیں)

کیا قضاء نمازوں کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک کی جاسکتی ہیں؟ | سوال :- اگر کسی کے ذمے قضاء نمازیں باقی ہوں

تو کیا ان کی ادائیگی کی وجہ سے سنن مؤکدہ کو ترک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ قضاء نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہونا نفل عبادت میں مصروفیت سے بہتر ہے مگر یہ عام نوافل کے بارے میں مروی ہے، جہاں تک مخصوص نوافل یا سنن مؤکدہ کا تعلق ہے تو وہاں قضاء نمازوں کی وجہ سے سنن کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

وفي الهندية، والاشتغال بالفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة وصلوة الضحى وصلوة التسبيح والصلوات التي رويت في الاخبار فيها سؤر معدودة واذكار معهودة فقلت بنية النفل وغيرها بنية القضاء - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۱ في آداب العباد عشرين قضاء الفوائت)

قضاء نماز فوراً ادا کی جائے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے؟ | سوال :- اگر نماز قضاء ہو جائے تو کیا وہ علی الفور

ادا کرنا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کرنا جائز ہے؟

الجواب :- جب نماز قضاء ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا ضروری ہے بلا عذر شرعی اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ مکروہ اوقات میں پڑھنا صحیح نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: وجميع اوقات العسر وقت للقضاء إلا الثلاثة المنهية كما مر - قال ابن عايدین: تحت (قوله وقت للقضاء) ای لصحته فيها وان كان القضاء على الفور إلا لعذر - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶ باب قضاء الفوائت) ۱۷

۱۷ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری رحمہ اللہ: الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة وصلوة الضحى وصلوة التسبيح والصلوات التي رويت في الاخبار فيها سؤر معدودة واذكار معهودة فقلت بنية النفل وغيرها بنية القضاء - (الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۱۷۷ باب صلوة الاستسقاء) ۱۸ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وذكر اللؤلؤ الحلي من الصوم ان قضاء الصوم على التراخي وقضاء الصلوة على الفور إلا لعذر -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۷۹ باب قضاء الفوائت)

قضاء نمازیں باجماعت ادا کی جاسکتی ہیں | سوال :- اگر چند اشخاص سے اجتماعی طور پر کچھ نمازیں قضاء ہوئی ہوں اور وہ لوگ

ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے ؟
الجواب :- وقتی نمازوں کی طرح قضاء نمازیں بھی جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں، اگر نمازیں جہری ہوں تو ان میں جہراً قرأت کرنا ضروری ہے اگر سری نمازیں ہوں تو سراً قرأت کرنا لازمی ہے۔

قال القاضي حاکم: اذا ترك صلاة الليل ناسياً فقضاها في النهار وأم فيهما وخافت ساهياً كان عليه السهو وينبغي أن يجهر بكون القضاء على وفق الاداء وان أم يلى في صلاة النهار يخافت ولا يجهر فان جهر ساهياً كان عليه السهو۔ (فتاوى قاضى حاکم علی ہامش الہندیۃ ج ۱ باب سجود السہو ص ۱۷۷)

احتیاطاً عشاء کے وتر اور مغرب کی قضاء نمازیں کس طرح پڑھی جائیں | سوال :- اگر کوئی شخص احتیاطاً قضاء نمازیں

پڑھنا چاہتا ہو تو مغرب کے فرض اور عشاء کے وتر کس طرح پڑھے ؟
الجواب :- اگر کوئی شخص احتیاطاً قضاء نمازیں پڑھنا چاہتا ہو تو مغرب کے فرض اور عشاء کے وتر کی بھی چار چار رکعتیں پڑھے گا مگر اس میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ اور تیسری رکعت کے بعد قعدہ بھی کہے گا اسی طرح دعاء قنوت و ترووں کی تیسری رکعت میں پڑھی جائے گی۔

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ومن قفى صلاة عمرة مع انه لم يقف شي منها احتياطاً قبل يكره..... وليقت في الوتر يقعد قدر التشهد في ثالثة ثم يصلي ركعة رابعة فان كان وترأ فقد اداه وان لم يكن فقد صلى التطوع اربعاً ولا يضره التعدد وكذا يصلي المغرب اربعاً بثلاث قعدات۔
 (طحطاوى حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۳۳ باب القضاء ص ۱۷۷)

قال العلامة عالم بن العلاء الانصارى: واذا قضى الفوائت ان قضاها بجماعة وكان صلاة يجهر فيها بالقراءة يجهر فيها الاماً وان قضاها وحده يخير ان شاء خافت والجهر افضل ويخافت فيما يخافت حتماً وكذلك الاماً۔
 (الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۱۷۷ باب قضاء الفوائت)۔ ومثله في امداد الاحكام ج ۱ ص ۲۶۸ باب القضاء۔
 قال العلامة ابن نجيم: رجل يقف في صلوات عمرة مع انه لم يقف شي منها احتياطاً قال بعضهم يكره وقال بعضهم لا يكره لانه اخذ بالاحتياط لكنه لا يقف بعد صلاة الفجر ولا بعد صلاة الفجر ويقف في الركعات كلها الفاتحة مع السورة قد قد منها من مال الفتاوى انه يصلي المغرب اربعاً بثلاث قعدات وكذا الوتر۔
 (البحر الرائق ج ۲ ص ۸۷ باب قضاء الفوائت)۔ ومثله في الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۲ باب القضاء۔

وتر قضاء ہونے کے باوجود نماز فجر کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں فقہائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد نے عشاء کی نماز کے بعد

وتر نہیں پڑھے، فجر کی نماز پڑھانے کے لیے مصطفیٰ پر کھڑا ہونے کے بعد اور نماز شروع کرنے سے پہلے اُسے یاد آگیا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے اس کے باوجود اس نے فجر کی نماز پڑھا دی، اسی طرح کئی دن نمازیں پڑھاتا رہا۔ جبکہ راقم السطور نے کہیں پڑھا ہے کہ اگر کوئی شخص نمازوں کی ترتیب کا لحاظ نہ رکھے اور اس کی پہلی نماز ہی قضاء ہوئی ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر پانچ نمازیں اسی طرح پڑھتا رہا تو فساد رفع ہو جائے گا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ترتیب کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اس امام کی فجر کی نماز اور باقی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ کر چلے گئے اور باقی نمازیں اس کی اقتداء میں نہیں پڑھیں ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- درمختار میں ہے: فلم یجز تفريع على اللزوم فجز من تذكر انه لم يوتر لوجوبه عند - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۱ باب قضاء الفوائت) قال العلامة ابن عابدین: وفساد اصل الصلوة موقوف عند ابي حنيفة سواء ظن وجوب الترتيب أولا فان كثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستاظهر صحتها بخروج وقت الخامسة التي هي سادسة الفوائت الى - وفي رد المحتار قوله فان كثرت اي الصلوة التي صلاحها تاركها فيها الترتيب بان صلاحها قبل قضاء الفائتة ذاکر الیها وهذا التفريع لبيان قوله موقوف وتوضيحه انه اذا فاتة صلوة ولو و ترا فكلما صلى بعدها وقتية وهو ذاکر تلك الفائتة فسدت تلك الوقتية فساداً موقوفاً على قضاء تلك الفائتة فان قضاها بعد ان يصلى بعدها خمس صلوة صار الفساد باتاً وانقلبت الصلوة التي صلاحها قبل قضاء المقضية نفلاً وان لم يقضها حتى خرج وقت الخامسة وصارت الفواسد مع الفائتة ستا انقلبت صحيحة لأنه ظهرت كثرتها و دخلت في حد التكرار المسقط للترتيب وبيان وجه ذلك في البحر وغيره - الخ (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ باب قضاء الفوائت)

مندرج بالا عبارات کی روشنی میں صورت مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ امام مسجد قضاء شدہ وتر نماز کے یاد آنے کے باوجود جو نمازیں پڑھتا رہا وہ فاسد ہوں گی لیکن ان کا فساد موقوف

ہے اس پر کہ اگر اس نے اس طرح پانچ نمازیں ادا کیں حالانکہ اس کو وہ قضاء شدہ نماز یاد ہو اور پانچویں نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اس قضاء شدہ نماز کی قضاء لائی تو یہ ساری نمازیں قاسد ہوں گی اور اگر پانچویں نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اس قضاء شدہ نماز کی قضاء لائی تو سب نمازیں صحیح ہو جائیں گی۔

وقت کی کمی کی وجہ سے قضا کی بجائے ادا نماز پڑھنے کا حکم | سوال: اگر کسی سے عصر کی نماز

باقی ہو کہ اگر وہ عصر کی قضا نماز پہلے پڑھتا ہے تو مغرب کی نماز بھی قضا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس صورت میں اس شخص کو پہلے قضا نماز پڑھنی چاہیے یا ادا نماز؟

الجواب: جس آدمی سے کوئی نماز قضا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ دوسرے وقت میں اولاً قضا نماز پڑھے بعد ادا نماز پڑھے، لیکن اگر وقت کم ہو اور قضا نماز پڑھنے کے بعد وقتی نماز کے لیے وقت نہ بچتا ہو تو اس صورت میں یہ شخص پہلے وقتی نماز پڑھے پھر قضا نماز۔

لما فی الہندیۃ: ان کان بحیث اذا قطع الجمعة واشتغل بالفجر یقوتہ الوقت اتم الجمعة اجماعاً ثم یصلی الفجر بعدھا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۲ باب القضاء الفوائت)

سوال: جناب: قضا نمازوں کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں

شخص سے بہت ساری نمازیں قضا ہو جائیں اور وہ ان کو ادا کرنا چاہے تو کیا قضا نمازوں کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے یا جب بھی فرصت ملے قضا نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں؟

الجواب: قضا نمازوں کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں جب بھی فرصت ملے قضا نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں تاہم اوقات مکروہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن نجیم، ثم ینس للقضاء وقت معین۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۰ باب الفوائت)

لما قال العلامة اشرف علی المتھاقوی رحمہ اللہ: قضاء پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھے البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

{ بہشتی زیور ص ۱۳۲ }
{ قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان }

باب صلوٰۃ الاستسقاء

(نماز استسقاء کے احکام و مسائل)

سوال :- بعض علاقوں میں بارش کے لیے سورۃ یٰس پڑھ کر اذان دینا مسنون طریقہ نہیں ہے۔ کیا بارش مانگنے کے لیے نماز استسقاء کی بجائے مندرجہ ذیل طریقہ رائج ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد ایک آدمی سورۃ یٰسین ابتداء سے لے کر اول صبح تک تلاوت کرتا ہے، اس کے بعد ایک شخص باواز بلند نماز کے لیے مسنونہ اذان دینا شروع کر دیتا ہے، اس کی آواز کے ساتھ ہی مسجد کی ہر جانب میں لوگ اذان دینا شروع کر دیتے ہیں، بعد اذان قاری سورۃ یٰسین کی ابتداء سے جب دوسرے صبح تک پہنچتا ہے تو پھر اسی طریقہ سے اذانیں شروع ہوتی ہیں حتیٰ کہ آخر صبح تک یہی طریقہ جاری رہتا ہے اور آخر میں ایک لمبی دعاء سے یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ کیا بارش کیلئے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے ؟

الجواب :- نماز استسقاء کی بجائے یہ طریقہ بطور سنت شریعت میں ثابت نہیں، نیز اذان کے مواضع مسنونہ میں بارش کے لیے اذان دینا ثابت نہیں۔

قال العلامة ابن العابدین: تحت قوله لا یسنّ لغيرها کعید - ای ووترو جنازة وکسوف واستسقاء الخ - (رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۵ باب الاذان) لہ

سوال :- نماز استسقاء باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ جبکہ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ نماز باجماعت پڑھنا بدعت ہے۔

الجواب :- نماز استسقاء باجماعت پڑھنا صاحبین کے نزدیک سنت اور لہ فی الہندیۃ: ویس لغير صلوٰۃ الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعا والمترایح والعیدین اذان ولا إقامة کذا فی المحيط، وکذا للمندوۃ و صلوٰۃ الجنازة والاستسقاء والضعی الخ - (الہندیۃ ج ۱ ص ۳۸۵ باب الاذان) ومثله فی خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۸۸ باب الاذان۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے لیکن بغیر جماعت پڑھنا بھی درست ہے، کسی ایک کو بدعت کہنا فقہی ذخائر سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

قال العلامة ابن العابدینؒ: فالحاصل ان الاحادیث لما اختلفت فی الصلوة بالجماعة وعدمها علی وجه لا یصح به اثبات السنية لم یقل ابو حنیفةؒ بسنيتها ولا یلزم منها قوله بانها بدعة كما نقل عنه بعض المتعصبين بل هو قائل بالجواز الخ۔ قلت والظاهر ان المراد به الندب والاستحباب۔

رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۲ باب الاستسقاء

سوال: نماز استسقاء کس جگہ پڑھنی چاہیے؟
الجواب: استسقاء کے لیے صحراء کی طرف نکلنا

بہتر ہے۔

لما ورد فی الحديث: حدثنا ابو داود قال حدثنا مسدد قال حدثنا هشيم عن يحيى بن سعيد عن عبد الله بن ابی بکر عن عیاد بن تمیم عن عبد الله بن زید ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج بالناس الى المصلی فاستسقی فحول ردائه واستقبل القبلة۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۲۵ باب الاستسقاء الخ) ۲

سوال: استسقاء کی نماز کی کتنی رکعات ہیں؟
نماز استسقاء کی دو رکعات ہیں | کمی بیشی سے استسقاء کی نماز متاثر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص دو رکعات جماعت کے ساتھ اور دو رکعات انفرادی اس نیت سے پڑھے کہ صاحبین اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے اقوال پر عمل ہو جائے

له وقال علاؤ الدین الکاسانیؒ: والجماعة غیر مسنونة فی هذه الصلوة عندہ و عندہما سنة۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۳ فصل فی بیان صلوة الاستسقاء)

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۵۳ الباب التاسع عشر فی الاستسقاء۔

۳ له وقال العلامة ابن العابدینؒ: ویخرجون ای الی الصحراء كما فی الینابیع۔ هذا فی

غیر اهل المساجد الثلاثة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۵ باب صلوة الاستسقاء)

ومثله فی فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸۵ باب صلوة الاستسقاء۔

تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- اس مسئلہ میں صاحبین کا قول مفتی بہ ہے اس لیے دو رکعات باجماعت پر اکتفاء کر کے انفراداً پڑھنے کی کوشش نہ کی جائے تاہم اگر مزید دو رکعات پڑھے تو اصل نماز استسقاء متاثر نہیں ہوتی ہے۔

قال العلامة ابن العابدین : ای بان یصلی بہم رکعتین یجہد فیہما بالقراءة بلا اذان ولا اقامة ثم یخطب بعدھا قائماً علی الارض معتدلاً علی قوس او سیف او عصا خطبتین عند محمد وخطبة واحد عند ابی یوسف۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۵) باب الاستسقاء ہلہ

نماز استسقاء کا مسنون طریقہ | سوال :- جناب مفتی صاحب ! نماز استسقاء پڑھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے ؟

الجواب :- صلوۃ الاستسقاء پڑھنے کا منتخب طریقہ یہ ہے کہ نماز کے لیے نکلنے سے قبل تین دن متواتر روزے رکھیں اور توبۃ النصوح کہیں اور چوتھے دن پیدل پرانے دھوئے ہوئے کپڑے پہن کر تواضع اور عجز و انکساری کے ساتھ اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکا کر میدان استسقاء کی طرف چلیں اور جاتے سے پہلے صدقہ دیں چھوٹے بچوں کو ماؤں سے جدا کریں اور نماز کے لیے اپنے ساتھ بچوں، بوڑھوں، کمزور، فقراء اور جانوروں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ قال العلامة الحصکفی : یستحب للامام ان یأمرهم بصیام ثلاثة ايام قبل الخروج وبالتوبة ثم یدرج بہم فی الرابع مشاة فی ثياب غسيلة او مرقعة متذلین متواضعین خاشعین لله ناکسین رؤسہم ویقدمون الصدقة کل یوم قبل خروجہم و یجدون التوبة ویستغفرون للمسلمین ویستسقون بالضعفة والشیوخ والعجائز والصبیان یبعدون الاطفال من امہاتہم ویستحب اخراج الدواب الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۵) باب صلوۃ الاستسقاء

لہ وقال العلامة برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ : یصلی الامام رکعتین الخ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۲۶) باب صلوۃ الاستسقاء
وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۹ باب الاستسقاء۔

نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کے دعا مانگنا | سوال :- ہمارے گاؤں میں ایک دن استسقاء کی نماز ہو رہی تھی کہ امام صاحب نے ہاتھ اٹھانے کے

کمرے دعا مانگنا شروع کر دی، کیا نماز استسقاء میں دعا مانگنے کا یہ طریقہ درست ہے؟
الجواب :- نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کے دعا مانگنا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لیے فقہاء اُمت نے نماز استسقاء کے دوران دعا کرتے وقت اٹھ ہاتھوں کو مسنون قرار دیا ہے، لہذا آپ کے امام صاحب نے صحیح اور درست کام کیا ہے، تاہم استسقاء میں سیدھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے۔

اخرج امام مسلم بن حجاج القشیری: عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم استسقى فاشار بظهر كفيه الى السماء۔

قال النووي: تحته قال جماعة من اصحابنا وغيرهم السنة في كل دعاء الرفع بللاء كالقحط ونحوه ان يرفع يديه ويجعل ظهره كفيه الى السماء واذا دعا لسؤال شيء وتحصيله جعل بطن كفيه الى السماء۔ (صحیح مسلم مع شرح للنووی ج ۱ ص ۲۹۳ کتاب صلوۃ الاستسقاء ص ۱۷)

نماز استسقاء میں قلب ردا چادر کا اٹھانا ثابت ہے | سوال :- کیا نماز استسقاء میں قلب ردا چادر اٹھانا ثابت ہے؟

ہے یا نہیں، اور اس کا کیا طریقہ ہے؟
الجواب :- نماز استسقاء میں صرف امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ نماز کے بعد قلب ردا اس طرح کرے کہ چادر کا اوپر والا حصہ نیچے آجائے اور نیچے والا حصہ اوپر کی طرف جھکے۔
 شمال کی طرف اور شمال یسین کی طرف منتقل ہو جائے۔

قال العلامة ابن الهمام: وعلم ان كون التحويل كان تفاؤلا لاجاء مصر حابه في المستدرك من حديث جابر وصححه قال وحول رداءه ليتحول القحط وفي طوالت

اخرج ابو داود عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يستسقى هكذا يعني ومد يديه وجعل بطونهما مائلي الارض حتى رأيت بياض البطية۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۲ باب رفع اليدين في الاستسقاء)
 ومثله في مشكوة المصابيح ج ۱ ص ۱۳۱ باب الاستسقاء۔

الطبرانی من حدیث انس وقلب رداءہ لکی ینقلب القحط الی المحصب۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۶۲ باب الاستسقاء) لہ

سوال :- اگر نماز استسقاء کے بعد بارش
نماز استسقاء کے بعد کثرت بارش کی وجہ سے نقصان سے بچنے کے لیے دعا کرنا
اتنی زیادہ ہو جائے کہ وہ نقصان دہ ثابت ہو
تو کیا اس کے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر بارش اتنی زیادہ ہو جائے کہ لوگ اس سے تنگ آجائیں اور اس میں
جانی و مالی نقصان کا خطرہ ہو تو اس کے روکنے کے لیے دعا کی جاسکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بذات خود ایسا کرنا ثابت ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: رقتا بأس بالدعاء بحسبہ ای فیقول کما قال صلی اللہ
علیہ وسلم اللہم حوالینا ولا علینا اللہم علی الآکام والنظراب ویطون الاودیة و
منابت الشجر۔ رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۶ باب الاستسقاء) لہ

سوال :- عام طور پر لوگ
نماز استسقاء کے لیے تین دن سے زیادہ باہر نکلنے کا حکم
تین دن تک نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ نکلنا جائز نہیں کیا یہ درست ہے؟
الجواب :- سلف صالحین اور فقہی ذخائر سے تین دن تک نکلنا منقول ہے اس سے

لہ قال العلامة الزیلعی: قال محمد یقلب الامام رداءہ دون القوم (و بعد اسطری) ومارواہ
محمد محمول علی انه علیہ الصلوۃ والسلام فعلہ تفاوکلہ..... او عرف بالوحی تغیر الحال عند
تغیر الرداؤ کیفیۃ القلب علی قول من یراہ ان یجعل اعلاہ اسفلہ ما امکن وان لم یعمکن
کالجبة جعل یمینہ علی یسارہ۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۳۱ باب الاستسقاء)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّة ج ۱ ص ۱۵۲ باب الاستسقاء۔

لہ قال العلامة ابراہیم الحلبي: واذا دام المطر حتى خيف ضرره قالوا اللهم حوالینا
ولا علینا اللهم علی الآکام الی آخرہ۔ (کبیری ص ۲۲۵ باب الاستسقاء)
وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْه الْإِسْلَامِي وَادْلُئْهُ ج ۲ ص ۲۲۴ باب الاستسقاء۔

زیادہ نہیں، اس لیے صرف تین دن تک مسلسل نکلتا جائز ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ويخرجون ثلاثة ايام لانه لم ينقل اكثر منها
مُتتابعات۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۵ باب الاستسقاء) لہ

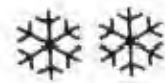
نماز استسقاء کے لیے صرف دعا پر اکتفاء کرنا جائز ہے | سوال: کیا استسقاء کے

ہے یا فرض نمازوں کے بعد یا دیگر حالات میں بھی دعا کی جاسکتی ہے؟ ایک مولوی صاحب نے

نماز استسقاء کی تقریر میں صرف دعا کو بدعت کہا ہے؟

الجواب:- استسقاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اعمال مروی ہیں جن میں
دعا بھی منقول ہے، اس لیے امام ابو حنیفہؒ جماعت کے ساتھ استسقاء کو صرف جواز تک
محدود رکھتے ہیں، لہذا اگر استسقاء کے لیے صرف دعا کی جائے تو بھی جائز ہے اس کو بدعت
کہنا شرعی دلائل سے ناجبھی کی دلیل ہے، البتہ امام دعا کے لیے قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور مقتدین
بھیٹے رہیں۔

قال العلامة الحصکفی: هو دعاء واستغفار لانه السبب لإرسال الأمطار بلا جاعة
مسنونة بل هي جائزة اهـ۔ قال ابن عابدین: (قوله هو دعاء) وذلك ان يدعوا لامام قائما
مستقبل القبلة رافعاً يديه والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعائه باللهم اسقنا
غيثاً مغيثاً هنيئاً مريئاً غداً قاهجلاً سحاً طبقاً دائماً الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۴ باب الاستسقاء) لہ



لہ قال العلامة الكاساني: ثم المستحب ان يخرج الامام والناس ثلاثة اياماً متتابعة لان المقصود
من الدعاء الاجابة والثلاثة مدة ضربت لابلد الاعذار۔ (بدائع الفنا ج ۲ ص ۲۸۴ صلوۃ الاستسقاء)
ومثله في الہندیة ج ۱ ص ۱۵۱ باب الاستسقاء۔

لہ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: قال ابو حنیفہؒ کیس فی الاستسقاء صلوۃ مسنونة جماعۃ
فان صلی الناس وحداً ناجاز، انما الاستسقاء الدعاء والاستغفار لقوله تعالیٰ: اَسْتَغْفِرُكُمْ
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً یُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَیْكُمْ مِدْرَاراً (الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱ باب الاستسقاء)
ومثله في الہندیة ج ۱ ص ۱۵۱ باب الاستسقاء۔

باب سجود السهو

(سجدہ سہو کے احکام و مسائل)

سجدہ سہو کے لیے ایک طرف سلام پھیرنا کافی ہے | سوال: سجدہ سہو میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا یا ایک طرف؟

اور کیا اس میں امام اور منفرد کے لیے حکم یکساں ہے یا جدا؟

الجواب: امام، مقتدی اور منفرد کے لیے سجدہ سہو میں تمام فقہاء کے ہاں ایک طرف یعنی دائیں طرف سلام پھیر کر سجدہ کرنا بہتر ہے لیکن بعض تحقیقین مثلاً صاحب ہدایہ وغیرہ نے دونوں طرف سلام کو رائج قرار دیا ہے، اگرچہ بعض فقہاء کے ہاں دونوں طرف سلام پھیرنے سے بوجہ خروج عن الصلوٰۃ کے سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے، البتہ جائز دونوں ہیں لیکن ایک طرف سلام پھیرنا افضل ہے۔

قال علی بن ابی بکر المرغینانی: ویأتی بتسلیمتین هو الصحيح۔

(الهدایة ج ۱ ص ۱۴۱ باب سجود السهو)

قال علاؤ الدین الحصکفی: یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط۔ لانه المعهود وبہ یحصل التحلیل وهو الاصح یحرر عن المجتبیٰ وعلیہ لو آتی بتسلیمتین سقط منه السجود۔ (الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۸۷ باب سجود السهو)

له قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: (ویکتفی بتسلیمة واحد) قالہ شیخ الاسلام وعامة المشائخ وهو الاصح للاحتیاط والاحسن ویكون (عن یمینہ) لانه المعهود وبہ یحصل التحلیل فلا حاجة الی غیرہ خصوصاً وقد قال شیخ الاسلام خواہر زادة لا یأتی بسجود السهو بعد التسلیمتین لان ذلك بمنزلة الکلام فی الاصح۔ وفي الهدایة ویأتی بتسلیمتین هو الصحيح۔ قال العلامة السید احمد الطحطاوی تحت قوله ویأتی بتسلیمتین هو الصحيح؛ ایذا العلامة تحسرو بما لمزید علیہ۔

(مرآۃ الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۳۷۹، ۳۸۰ باب سجود السهو)

ومثله فی الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۱۲۵ الباب الثانی عشر فی سجود السهو۔

سورة فاتحہ سے اگر ایک حرف بھی رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے | سوال: نماز کی پہلی رکعت میں سوئے فاتحہ

میں سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سہوا رہ جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے یا اس کا اعادہ واجب ہے؟

الجواب:- فرائض کی پہلی دو رکعت اور سُنن وتر اور نفل کی تمام رکعات میں سوئے فاتحہ سے اگر ایک حرف بھی رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر سجدہ سہو ادا نہیں کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

قال المحصن^۲: (قرأة فاتحة الكتاب) فيسجد للسهو بترك اكثرها لا اقلها، لكن في المجتبى يسجد بترك اية منها وهو اولى. قلت وعليه فكل اية واجبة. قال ابن عابدین: تحت هذه العبارة اي وبناء على ما في المجتبى فكل اية واجبة وفيه نظر لان الظاهر ان ما في المجتبى مبني على قول الامام بانها بتمامها واجبة. وذكر الآية تمثيل لا تقيد. اذ بترك شيء منها اية او اقل ولو حرفاً لا يكون آتياً بأكملها الذي هو الواجب كما ان الواجب ضم ثلاث آيات فلو قراء دونها كان تاركاً للواجب افادة الرحمتي. (الدر المختار ورد المحتار ج ۱) مطلب كل صلوة ادبت مع كراهية التحريم تجب اعادتها له

له قال ابن نجيم المصري: الاقل قرأة الفاتحة الخ الى ان قال وان ترك اقلها لا يجب (راي السجود) لان لاكثر حكم الكل كذا في المحيط وسواء كان اماماً او منفرداً كذا في التجنيس وفي المجتبى اذا ترك من الفاتحة اية وجب عليه السجود وان تركها في الاخرين لا يجب ان كان في الفرض وان كان في النفل او لو تروجب عليه لوجوبها في الكل الخ۔

وقال ابن عابدین تحت هذه العبارة (قوله وفي المجتبى اذا ترك الخ) قال في التهر وهو اولى ويؤيده ما سياتي وحكاية في المعراج عن شيخ الاسلام ثم قال وعند ابن يوسف ومحمد اذا قرأ اكثرها لا يجب اه۔

(البحر الرائق على صدق منحة الخالق ج ۲ ص ۹۳-۹۴ باب سجود السهو)

سورة فاتحہ کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے | سوال :- زید فجر کی نماز باجماعت

پڑھا رہا تھا، تکبیر اولیٰ کے بعد بجائے سورة فاتحہ کے کسی دوسری سورت کی تلاوت شروع کی، یاد آنے کی صورت میں اگر فاتحہ پڑھے تو کیا اس امام پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر متعلقہ رکعت میں یاد نہ رہے بلکہ دوسری رکعت میں کہیں علم ہو جائے تو کیا سجدہ سہو پر اکتفاء ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مذکورہ میں اگرچہ امام نے یاد آنے پر سورة فاتحہ پڑھی ہے لیکن سورت فاتحہ کے ساتھ ساتھ فہم سورت اور فاتحہ کے درمیان یہ ترتیب بھی واجب ہے، سورت فاتحہ پہلے ہو اور فہم سورت بعد میں متصل ہو، چونکہ مذکورہ امام نے ترتیب الٹ دی ہے اس لیے اس پر سجدہ سہو واجب ہے، جیسا کہ سورت فاتحہ کے رہ جانے یا فہم سورت ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

وقال ابن نجيم المصري: وقد قد منا في ذكر الواجبات انه يجب تقديم الفاتحة على السورة وانه يجب ان يؤخر السورة عن قراءة الفاتحة فكذلك البدء بالسورة ثم تذكر يبدأ بالفاتحة ثم يقرأ السورة ويسجد للمسهو وان قرأ من السورة حرفاً كذا في المجتبى - وقيد في فتح القدير بان يكون مقدماً ما يتأدى به ركن عن قراءة الفاتحة - (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۲ باب سجود السهو) وايضاً قال ابن نجيم: الأول قراءة الفاتحة فان تركها في إحدى الأوليين أو أكثرها وجب عليه السجود - (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السهو)

سورة فاتحہ کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے | سوال :- اگر ایک نمازی سورة فاتحہ پڑھنے کے بعد سورة فاتحہ بالکل چھوڑ دے تو اس سے

۱۔ قال العلامة فخر الدين الزيلعي: منها قراءة الفاتحة والسورة فلو ترك الفاتحة واكثرها في الأوليين وجب عليه السهو... ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو كذا في الوقف مع الفاتحة آية قصيرة لان قراءة ثلاث آيات قصار أو آية طويلة مع الفاتحة واجبة ولو انخرل الفاتحة عن السورة فعليه سجود السهو - (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۹۳ باب سجود السهو) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۶ باب سجود السهو -

نماز پر کچھا اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر یہ نمازی سجدہ سہواً داکرے تو نماز تام ہو جائے گی یا اعادہ کرنا ضروری ہے؟

الجواب: نماز میں نفس قرأت فرض ہے، البتہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملا کر پڑھنا واجب ہے، ان دونوں میں سے جو بھی پڑھنے سے رہ جائے تو نماز ناقص ہو کر فقہہ اخیرہ میں سجدہ سہواً داکرے سے مکمل ہو جائے گی، اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو قصداً پھوڑ دے تو پھر سجدہ سہو سے نماز مکمل نہ ہوگی بلکہ نماز کا اعادہ واجب ہو گا، ایسا ہی نفس قرأت رہ جانے سے ترک فرض کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی ہے۔

قال اکما الکاسانی: منها قرأة الفاتحة والسورة في صلوة ذات ركعتين وفي الأولى من ذوات الأربع والثلاث حتى لو تركهما أو أحدهما فإن كان عامداً كان مسيئاً۔
وان كان ساهياً يلزمه سجود السهو۔ ردائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۱ باب سجود السهو

سوال: اگر ایک مصلیٰ وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تکبیر کہہ کر رفع لید کرے لیکن فوراً ضم سورۃ یا وآنے پر سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رفع الیدین کر کے دعائے قنوت پڑھ لے، تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مذکورہ میں حسب قواعد سجدہ سہو واجب نہیں، کیونکہ سجدہ سہو کسی رکن میں اس قدر تاخیر پر واجب ہوتا ہے کہ جس میں مستون طریقہ سے چھوٹا رکن مثلاً سجدہ یا رکوع ادا ہو، لہذا رکوع یا سجدہ میں تین یا سبحات ربی الخطیئہ یا

لہ قال ابن نجیم: الأول قراءة الفاتحة فان تركها في إحدى الأولين أو أكثرها وجب عليه السجود وان ترك أقلها لا يجب لان لاكثر حکم لكل كذا في المحيط وسواء كان اماماً أو منفرداً كذا في التجنیس۔ وان تركها في الآخرين لا يجب ان كان الفرض وان كان التفل أو التروجب عليه لوجوبها في الكل۔ قد قدمنا انه لتركها في الأولين لا يقضيها في الآخرين في ظاهروا رواية۔ وايضاً قال فلولم لقرأ شيئاً مع الفاتحة أو قرأ آية قصيرة لزمه السجود۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۳، ۹۴ باب سجود السهو)

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھنے پر ۳۸۱۲ = ۲۲ حروف کے تلفظ کا وقت صرف ہوتا ہے اس لیے مذکورہ صورت میں اللہ اکبر میں صرف آٹھ حروف کے تلفظ کی تاخیر سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔

قال العلامة الشيخ أحمد الطحاوی: ومن الواجب تقديم الفاتحة على السورة وأن كذا أخر السورة عنها بمقدار اداء ركعتين الخ۔

(طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۵ باب سجود السہو)

سوال: اگر ایک شخص کسی رکعت میں سجدہ ثانیہ صلوٰۃ بھول جانے کی صورت میں سلام پھیرنے کے بعد پڑھ سکتا ہے

پھیرنے سے یہ شخص خارج صلوٰۃ متصور ہوگا یا نہیں؟ نیز نماز کے منافی کام کرنے کی صورت میں شرعاً اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: جب تک نماز کے منافی کام نہیں کیا ہو تو سلام پھیرنے کے باوجود یہ شخص داخل صلوٰۃ متصور ہوگا، اس صورت میں یہ شخص سجدہ ثانیہ صلیبہ ادا کرے، پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشهد پڑھ کر سجدہ سہو ادا کرے، پھر قعدہ پر بیٹھ کر نماز مکمل کر کے سلام پھیر دے۔ اور اگر کوئی ایسا کام کیا ہو جو نماز کے منافی ہو تو نماز سے خارج ہو کر سجدہ کے اعادہ سے نماز مکمل نہیں ہوتی ہے بلکہ نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال الامام الكاساني: وان كان ساهياً عن سجدة صليبية وسجدة التلاوة وسلم لا يخرج عن الصلوة. وعليه ان يسجد لكل واحدة منهما الاقل فالاول منهما ثم يتشهد بعدهما ويسلم. ثم يسجد سجدة السهو ثم يتشهد ثم يسلم الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۷)۔
وفى الهنديه، ولو اخر لفاتحة عن السورة فعليه سجود السهو كذا في التبيين۔ (الهندي ج ۱ ص ۱۲۶ باب سجود السهو)

لیکن یہ جزئیہ مجمل ہے اور بالائی جزئیہ صریح ہے اس لیے مفتی بہ قول طحاوی کا ہے۔ منہ (مرتب)

۲۔ قال الشيخ طاهرين عبد الرشيد البخاري، وان سلم وهو غير ذاك لهما سجدة صليبية وسجدة التلاوة فان سلامه لا يكون قطعاً وعليه ان يسجد للتلاوة ويسجد للصلوية الاول۔ فالاول ثم يتشهد ثم يسلم ثم يسجد سجدة السهو ثم يتشهد ثم يسلم الخ (خلاصة الفتاوى جلد ۱۸ باب سجود السهو)

رکعتِ اولیٰ وثالثہ کے بعد طویل جلسہ موجب سہو ہے | سوال :- دویا چار رکعت
 یقیناً رکعت میں سجدہ ثانیہ کے بعد قعدہ پر اتنا بیٹھ گیا کہ مقتدی سب کھڑے ہو گئے ،
 بکر (مقتدی) نے فتح دیا تب امام صاحب قعدہ سے اٹھ کر قیام میں گئے ۔ تو کیا ایسی صورت
 میں سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر یہ قعدہ پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے بعد لمبی ہو یعنی اتنی تاخیر ہو
 کہ اُس جتنے وقت میں نماز کا کوئی رکن مسنون طریقہ سے ادا ہوتا ہو، مثلاً رکوع یا سجدہ میں
 تین دفعہ تسبیحات پڑھنے پر جتنا وقت خرچ ہو سکے اتنی مقدار تاخیر کرنے سے سجدہ سہو
 واجب ہوگا۔

قال ابن عابدینؒ : وكذا القعدة في آخر الركعة الاولى والثالثة فيجب تركها۔
 ويلزم من فعلها ايضاً تاخير القيام الى الثانية والرابعة عن محله۔ وهذا اذا كانت
 القعدة طويلة۔ أما الجلسة الخفيفة التي استحبها الشافعي فتركها غير واجب
 عندنا بل هو الافضل كما سيأتي۔ رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۷ واجبات الصلاة ۱۰

سوال :- ایک شخص مغرب کی نماز
 میں امام کے ساتھ ایسے وقت شامل
 ہوا کہ امام صاحب دو رکعت پڑھ
 مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پانے کے
 بعد دوسری رکعت پر قعدہ اولیٰ پھوٹ جانے سے سجدہ سہو کا حکم

چلے تھے، عام اقوال کے مطابق یہ شخص ایک رکعت پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے گا، لیکن ایسی حالت میں
 اگر مسبوق سے یہ قعدہ جو امام سے فراغت کے بعد انفرادی طور پر ادا کر رہا ہے پھوٹ جائے

لے قال صاحب ملتقى الأبحر :- تحت ان قراء في ركوع او قعود او قدم ركناً واخره او كرهه او
 غير واجباً او تركه كر كوع قبل القراءة وتاخير القيام الى الثالثة بزيادة التشهد قال شارحه
 شيخ زاده واختلفوا في مقدار الزيادة فقال بعضهم بزيادة حرف وكلام المصنف
 الى هذا وقال بعضهم بقدر ركن وهو الصحيح كما في اكثر الكتب ۔

(مجمع الانهن ج ۱ ص ۱۲۸ باب سجود السهو)

ومثله في حاشية امداد الفتاوى ج ۱ ص ۳۵۲ تا ۳۵۵ باب سجود السهو۔

تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب۔ قعدہ اولیٰ اگرچہ واجب ہے جس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن صورت مذکورہ میں مسبوق سے یہ قعدہ چھوٹ جانے پر سجدہ سہو استحساناً واجب نہیں اور نماز بھی درست ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله وعليه ان يقضى ركعة بتشهد الخ) یعنی الركعة الأولى من الركعتين۔ قال في شرح المنية حتى لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة۔ ويقعد في أولهما لأنها ثانية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو ولو سهواً لكونها أولى من وجهه اهـ ولا يخالفه ما نقله العيني عن المبسوط من ان هذا استحسان والقياس ان يصلي ركعتين ثم يقعد ووجه الاستحسان ان هذه الركعة ثانية لهذا المسبوق۔ والقعدة بعد الركعة الثانية من المغرب سنة اهـ۔

(منحة الخالق على البحر الرائق ج ۳ ص ۳۹۹ باب المحدث في الصلوة)

سوال ۱۔ قعدہ اولیٰ رہ جانے یا اس پر زیادتی سے سجدہ سہو کا حکم

سوال ۲۔ کسی شخص نے

میں قعدہ اولیٰ چھوڑ دیا تو کیا سجدہ سہو سے سنتیں درست ہو جائیں گی؟

سوال ۲۔ اگر کوئی چار رکعت سنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشہد کے علاوہ درود شریف کے چند کلمات کی زیادتی کرے تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ فرض نماز کی طرح سنت مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ بھی چوتھ واجب ہے اور واجب کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اس لیے سجدہ سہو

۱۔ قال المحصن: فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما۔ قال ابن عابدین تحت قوله وتشهد بينهما قال في شرح المنية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولى من وجهه۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۷ باب اللاحق والمسبوق)

ومثله في كبيري ص ۲۶۸ باب سجود السهو۔

کرنے سے ناز و رست ہو جائے گی۔

قال ابن نجيم المصري: السادس القعود الاول وكذا كل قعدة ليست اخيرة سواء كان في الفرض او في النفل فانه يلزمه سجود السهو بتركها ساهيا۔
(البحر الرائق ج ۲ ص ۹۵ باب سجود السهو) له

الجواب ۲:۔ درود شریف پڑھنا بدلتا خود موجب سجدہ سہو نہیں بلکہ درود شریف پڑھنے سے رکعت ثالثہ کے قیام میں تاخیر آتی ہے جو موجب سجدہ سہو ہے بلکہ قعدہ اولیٰ کے تشہد پڑھنے کے بعد اگر ویسے بھی ایک شخص خاص مقدار میں تاخیر کرے تو پھر بھی سجدہ سہو واجب رہے گا۔

قال ابن نجيم المصري: ومنها لو كرر التشهد في القعدة الاولى فعليه السهو لتأخير القيام وكذا الوصل على النبي صلى الله عليه وسلم فيها لتأخيرها واختلفوا في قدره واكصح وجوبه باللهم صلى على محمد وان لم يقل وعلى اله۔ وذكر في البدائع انه يجب عليه السجود عندة وعندهما لا يجب لانه لو وجب لوجب لجبر النقصان ولا يعقل نقصان في الصلوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ والوحيفة رحمه الله يقول لا يجب عليه بالصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم بل بتأخير الفرض وهو القيام الا ان التأخير حصل بالصلوة فيجب عليه من حيث انها تأخير لا من حيث انها صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم۔ وقد حكى في المناقب ان ابا حنيفة (رحمه الله) رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام فقال له كيف اوجبت على من صلى على سجود السهو فاجابه بكونه

له قال المحسني، والقعود الاول ولو في النفل على الاصح۔ قال ابن عابد بن تحت هذه العبارة لانه وان كان كل شفع صلوة عليه حتى افترضت القراءة في جميعه لكن القعدة انما فرضت للخروج من الصلوة۔ فاذا قام الى الثالثة تبين ان ما قبلها لم يكن وان الخروج من الصلوة فلم تبق الفريضة۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۵ واجبات الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي خُلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۱ باب في عشر الصلوة السهو۔

صلی علیک ساہیاً فاستحسنہ منہ - (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۷ باب سجود السہو)
چار رکعت نفل میں قعدہ اولیٰ کے ترک پر نماز کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص چار رکعت
 نفل نماز میں قعدہ اولیٰ پر بیٹھنے کے
 بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، چونکہ نفل میں ہر شفع مستقل نماز ہونے کی وجہ سے
 قعدہ اولیٰ فرض ہے اس لیے اس کی نماز درست نہیں ہونی چاہیے، شرعاً جو حکم ہو واضح فرما کر
 عن اللہ ما ہو ہوں ۹

الجواب :- صورت مسئلہ میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ جب تک مصلیٰ (نمازی) نے
 تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہو تو بعض کے نزدیک قعدہ اولیٰ کو لوٹ کر بیٹھنے کا اور تشہد
 پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے پھر اٹھنے کا، اور بعض فقہاء کے نزدیک فرائض کی طرح تیسری
 رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد واپس نہیں لوٹنے کا بلکہ نماز جاری رکھ کر قعدہ اخیرہ میں
 ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کر کے اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔ اور یہی آخری رائے
 علامہ شامیؒ کی بھی ہے اور یہی سہل ہے۔

قال المحقق: سها عن القعود الاول الى ان قال اما النقل فيعود ما لم يقيد
 بالسجدة - قال ابن عابد بن تحت هذه العبارة (قوله) اما النقل فيعود الخ جزم به في
 المعراج والستراج وعلله ابن وهبان بان كل شفع منه صلوة على حدة - لا سيما على
 قول محمد بان القعدة الاولى منه فرض فكانت كالاخيرة وفيها يقعد وان قام وحكى
 في المحيط فيه خلافاً - وكذا في شرح التمرتاشي قيل يعود، وقيل لا يعود - وقال بعد

له قال العلامة ابراهيم الحلبي: فان زار على القدر التشهد - قال المشائخ: ان قال اللهم
 صل على محمد ساہیاً يجب عليه سجدتا السهو وعن ابی حنیفۃ فیما رواہ الحسن عنہ
 ان زاد حرفاً واحداً فعليه سجدتا السهو - قال المصن واکثر المشائخ علی هذا ای علی انه
 يلزمه السهو بزيادة حرف واحداً - وفي الخلاصة والمختار انه يلزمه السهو ان قال اللهم
 صل على محمد - قال البراذي: لانه ادى سنة وكيدة فيلزم بتاخير الركن يجب سجود السهو -

(کبیری ص ۳۳ باب سجود السہو)

وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱، باب في عشر الصلوة السهو، جنس اخفي المقدمة -

سطر واحدة - لكن في التارخانية عن العتابة قيل في التطوع يعود ما لم يقيد
بالسجدة والصحيح انه لا يعود - (رد المحتار ج ۲ ص ۸۳ باب سجود السهو)

وايضاً قال المحصفي: ولو ترك القعود الاول في النقل سهواً سجد (اي للسهو)
ولو تفسد استحساناً لانه كما شرع ركعتين شرع اربعاً ايضاً وقد مناه عن يعود ما لم
يقيد الثالثة بسجدة - وقيل لا - (الذخائر على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۸۸ باب سجود السهو)

قعدہ اولی چھو کر قیام میں جانے سے واپس لوٹنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی سوال: اگر امام عشاء کی نماز میں قعدہ اولی

پر بیٹھنے کی بجائے قیام میں چلا جائے، پیچھے سے مقتدی فتح دیں اور امام مکمل کھڑے ہونے کے باوجود فوراً بیٹھ جائے تو کیا اس سے نماز پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب: - حسب قواعد قعدہ اولی واجب ہے اور قیام فرض ہے، اس لیے واجب کے رہ جانے سے امام کو واپس نہیں آنا چاہیے تھا لیکن جب یہ امام دوبارہ واپس قعدہ پر بیٹھ گیا تو مفتی کا قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن نماز میں نقصان ہوگا، البتہ سجدہ سہواً ادا کرنے سے نماز پوری ہو جائے گی، اور اگر سجدہ سہواً ادا نہیں کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

قال ابن نجيم المصري، وان سها عن القعود الاول وهو اليه اقرب عاد والالا - وقال بعد عدة اسطر - وذكر الملبس
ان ظاهر الرواية اذا لم يستتم قائماً يعود واذا استتم قائماً لا يعود لانه جاء في الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قام
من الثانية الى الثالثة قبل ان يقعد فسيحوا به فعاد وروى انه لم يعد وكان يعد
ما استتم قائماً وهذا لانه لما استتم قائماً اشتغل بفرض القيام فلا يترك اهو وصححه
الشارح - وفي فتح القدير انه ظاهر المذهب والتوفيق بين الفعلين المرويين بالحمل على
جالتى القرب من القيام وعدمه ليس باولى منه بالحمل على الاستواء وعدمه ثم لو عاد

له قال ابن نجيم المصري، أما في النقل اذا قام الى الثالثة من غير قعدة فانه يعود ولو استتم قائماً
ما لم يقيد ها بسجدة كذا في السراج الوهاج - وحكى فيه خلافاً في المحيط - قيل لا يعود لانه
صار كالقرض - وقيل يعود ما لم يقيد ها بسجدة - لان كل شفع صلوة على حدة في حق المقرأة
فأمر بالعود الى القعدة احتياطاً - ومتى عادت بتين ان القعدة وقعت فرضاً فيكون رقص
الفرض لمكان فيجوز - (البحر الرائق ج ۲ ص ۸۱ باب سجود السهو)

فی موضع وجوب عدمه اختلقوا فی فساد صلواتہ فصصح الشارح الفساد لتکامل
الجنایة برفض القرض بعد الشروع فیه لاجل مالیس یفرض وفی المبتغی بالغین المعیجة
انه غلط لانه لیس بتبرک وانما هو تأخیر ما لوسها عن السورة فرفع فانه یرفض
الترکوع ویعود الی القيام ویقرأ لاجل الواجب الخ ان قال لا تقصد علی الاصح -
البحر الرائق ج ۲ ص ۱۰۱ باب سجود السهو له

سوال: عشاء کی نماز میں
عشاء کی آخری رکعات میں جہر موجب سجدہ سہو ہے | فرضوں کی آخری دونوں رکعات میں جہراً

قرأت کرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کیا اس میں نسیان اور عمد برابر ہیں یا دونوں میں فرق ہے؟
الجواب: عشاء کے فرضوں کی آخری دو رکعات میں اخفاء واجب ہے لہذا جہراً قرأت
پڑھنے سے ترک واجب لازم آنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اور عمد قرأت بالجہر
پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو سے کفایت نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں اعادہ واجب ہوگا، کیونکہ
سہو سے جبیرہ نسیان کا ہوتا ہے۔

قال العلامة طاہرین عبد الرشید البخاری: ولو جهر فیما یخافت فیه وهو امام
علیه السهو قل ذلك اوكثر - وكذا اذا خافت فیما یجهر فیه قل ذلك اوكثر علیہ السهو
ان فعل ساهياً فی ظاہر الروایة - وعلیه اعتماد شمس الأئمة الحلواتی لاعلی روایة
النوادی - وكما سهو علی المنفرد فی شئ من ذلك ولو جهر فی الآخرین لزمه السهو -
خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۱۵۷ جنس فی القراءة والادکار

له قال ابن عابدین: وقد نقل المقدسی عن شرحی القدوری للمذکورین بعد نقله
تصحیح الصفة عن المعراج والدرایة - مانصه - ان عاد للعود یدکون مسیئاً ولا تقصد
صلواته ویسجد لتأخیر الواجب - (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۰۱ باب سجود السهو)
له قال المحصن: والجهر فیما یخافت فیه للامام (وعکسہ) بکل مصل فی الاصح - والاصح
تقدیرہ (یقدر ما تجوز به الصلوة فی الفصلین - وقیل قائلہ قاضی خان) - یجب
السهو بهما أی بالجهر والخافتة مطلقاً ای قل اوكثر وهو ظاہر الروایة -
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۷ باب سجود السهو)

تکرار دعاء قنوت سے سجدہ سہو کا حکم | سوال :- دعاء قنوت کے تکرار کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- دعاء قنوت کے تکرار کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے رکن کی تاخیر لازم آتی ہے جو ترک واجب کے مترادف ہے۔

وفی المہندیۃ : ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ او تاخیر رکب او تقدیمہ او تکرارہ او تغیر واجب۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶ باب سجود السہو)

دُعَاء قنوت سہو اترک ہونے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے | سوال :- اگر وتر میں دعاء قنوت بھول

جائے تو سلام پھیرنے کے بعد یاد آجانے کی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- اگر وتر کی نماز میں دعاء قنوت بھول جائے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آنے سے فوراً بعد سجدہ سہو کرے تو نماز مکمل ہو جائے گی، بشرطیکہ سلام کے بعد کوئی ایسا کام نہیں کیا ہو جو نماز کے منافی ہو، ورنہ اعادہ واجب ہے، اسی طرح عمدتاً قنوت چھوٹنے کی صورت میں بھی اعادہ ضروری ہے۔

قال طاہر بن عبد الرشید البخاری : ولو سلم وعلیہ السجدة الصلوۃ والصلوۃ او السہو۔ ان سلم وهو غیر ذاکر للکل او ذاکر للسہو لا یكون قطعاً۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱ سجود السہو۔)

وايضاً ذکر:- وان سلم وهو لا یرید ان یسجد لسہوہ لم یکن تسلیمہ ذلک قطعاً حتی لو بدله ان یسجد وهو فی مجلسہ ذلک قبل ان یقوم وقبل ان یتکلم فانہ یسجد سجدة فی السہو فان تکلم او خرج من المسجد لا تأقی بہا ویسجد لسہوہ بعد السلام عندنا ولو سجد قبل السلام لا یجب علیہ

۱۔ قال ابن نجیم المصری : وفي فتح القدیر ولو قرأ القنوت فی الثالثة ونسى قرأ الفاتحة او السورة او كليهما فتذكر بعد ما ركع قام ولو قرأ او اعاد القنوت والركوع لانه رجع الى محله قبله ويسجد للسہو۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۶ باب سجود السہو)

ومثله في فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۹ باب سجود السہو۔

اعادتهما بعد السلام ثم يتشهد ثانياً بعد السجدة تين وقرأ التشهد -
(خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۲۳ سجود السهو)

سوال :- ایک آدمی نے چار رکعت
فرض کی نیت باندھ لی، قعدہ اخیرہ چھوڑ
کر دو رکعت اور ملا کر پڑھ لیں، شرعاً

قعدہ اخیرہ چھوڑ کر دو رکعت ملانے سے
نماز کی فرضیت نفل میں بدل جاتی ہے

اس نماز کی حیثیت کیا ہے؟ اور سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں جب مصلیٰ نے قعدہ اخیرہ چھوڑ کر دو رکعت اور پڑھیں
تو یہ پھر رکعات تمام کے تمام نفل ہوئے اور سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں، فرض نماز
دوبارہ پڑھی جائے گی۔

قال الشيخ ابراهيم الحلي: وان سها عن القعدة الأخيرة في ذوات الأربع
وقام إلى الخامسة إلى ان قال وان قيد الركعة الخامسة بالسجدة بطل فرضه تحولت
صلوته نفلاً عند أبي حنيفة وأبي يوسف. وبطلت أصلاً عند محمد. وعليه ان يضم إليها
إلى الخامسة ركعة سادسة عندهما خلافاً لمحمد. قوله ويسجد للسهو. هو قول
بعض المشائخ وفي النهاية والاصح انه لا يسجد وكذا قال ابن الهمام الصحيح انه
لا يسجد لان النقصان بالفساد لا ينجبر بالسجود الخ. (كبيري ص ۴۲ باب سجود السهو)

سوال :- اگر
قعدہ اخیرہ میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت پڑھ جائے گا ظن غالب یا شک

لہ قال قاضی خان: ولو ترك القنوت فذكر في القعدة او بعد ما قام من الركوع لا يفتت وعليه
السهو. (الفتاوى القاضى خان على هامش الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ باب سجود السهو)
لہ وفي الهندية: وان لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام إلى الخامسة إلى ان قال. وان قيد
الخامسة بالسجدة فسد فرضه عندنا كذا في المحيط وتحولت صلواته نفلاً عند أبي
حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى. ويضم إليها ركعة سادسة ولو لم يضم
فلا شيء عليه كذا في الهداية. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۹ باب سجود السهو)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۰۴ باب سجود السهو.

قعدہ اخیرہ میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت چھوٹ جانے کا ظن غالب آئے اور وہ اس ظن غالب کی وجہ سے بناء کر کے ایک اور رکعت پڑھنے کے لیے اٹھ جائے اور اسی زائد رکعت کو پڑھتے ہوئے قیام یا رکوع میں یاد آیا کہ سب رکعتیں پوری پڑھی جا چکی ہیں تو شرعاً اس شخص کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے ؟

الجواب :- اگر کوئی شخص ظن غالب پر قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے یا سلام کے متصلاً بعد کھڑا ہو جائے کہ اس کے ذمے کوئی رکعت باقی ہے اور پھر اس کو قیام یا رکوع میں یاد آیا کہ اس نے نماز مکمل پڑھی ہے تو یہ شخص فوراً بیٹھ کر سلام پھیرے اور کھڑے ہوئے سلام پھیرا تو بھی جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔

لما قال العلامة حماد بن حسن الشربلانی: وان قعدا الجلوس الاخير قد التمشهد ثم قام ولو عمداً وقرا ورکع عاد للجلوس لان مادون الركعة بمحل الرقص وسلم فلو سلم قائماً صح وترك السنة لان السنة للتسليم جالساً من غير اعادة التمشهد لعدم بطلانه بالقيام۔ (مرآتی الفلاح علی صدر الطعطاوی ص ۳۸۳ باب سجود السهو)

سوال :- اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے کھڑے ہونے کی صورت میں پانچویں رکعت پڑھے اور اسی پانچویں رکعت پر سجدہ سہو کر کے نماز ختم کر لے تو کیا امام اور سبوق کی نماز درست ہوگی ؟

الجواب :- قعدہ اخیرہ کرنے سے اس کی نماز پوری ہو گئی، رکعت خامسہ کرنے سے سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو سے کفایت ہو سکتی ہے، لہذا سجدہ سہو کرنے کے بعد امام اور مقتدیوں کی نماز درست رہے گی، لیکن سبوق کے لیے ضروری ہے کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام

لہ لما قال العلامة الحسینی: وان قعد فی الرابعة مثلاً قد التمشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح۔ قال العلامة ابن عابدین قوله عاد وسلم ای عاد للجلوس لما مر أن ما دون الركعة محل الرقص وفيه اشارة الى انه لا يعيد التمشهد وبه صرح في البحر قال في الامداد والعود للتسليم جالساً سنة لان السنة للتسليم جالساً الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۸۱ باب سجود السهو)

سے الگ ہو کر اپنی نماز پوری کرے، اگر مسبوق رکعت خامسہ میں امام کی اقتدار کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عدم موافقت کی صورت میں مسبوق پر سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ امام پر سجدہ سہو اس وقت لازم ہوا جبکہ مسبوق منفرد ہو چکا تھا۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: (وان تعد فی الرابعة) الخ (ثم قام عادو سلم) ووسلم قائماً صح ثم اصرح ان القوم ينتظرونه فان عاد ابعدوا (وان سجد للخامسة سلموا) لانه ثم فرضه اذ لم يبق عليه السلام الخ۔ الى ان قال وسجد للسهو في الصورتين (يعني لم يسجد للخامسة او سجد) لنقصان فرضه بتاخير السلام في الاولى وتركه في الثانية (يعني بعد السجد للخامسة) (الدر المختار على هامش رد المحتار بتغير عبارة قليل وكثير ج ۵۵۲ باب سجود السهو)

لما قال العلامة الحسکفی: ولو قال امامه خامسة فتابعه ان بعد لقعود تفسد والا لا حتى يقيد بالخامسة بسجدة۔ قال العلامة محمد امين قوله تفسد اي صلوة المسبوق لانه اقتداء في موضع الا افراد وكان اقتداء المسبوق بغيره مفسد كما مر قوله الا اي وان لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلواته لان ما قال اليه الا ما على شرف الرقص ولعدم تمام الصلوة الخ۔ (رد المحتار ج ۵۹۹ باب الا حق والمسبوق له)

له قال ابن نجيم المصري: (وان تعد في الرابعة ثم قام عادو سلم) الخ وقال بعد سطر واحدة ثم قيل القوم يتبعونه فان عاد عادوا معه وان مضى في الثالثة اتبعوه لان صلواتهم تمت بالقعدة والصحيح انهم لا يتبعونه لانه لا اتباع في البدعة۔ فان عاد قيل تقييد الخامسة بالسجدة اتبعوا بسلام فان قيد سلموا في الحال (وان سجد للخامسة ثم فرضه وضم اليها سادسة) اي لم تفسد فرضه بسجدة كما فسد فيما اذا لم يقعد هذا هو المراد بالتمام والافضل ناقصة كما سيأتي۔ وانما لم يفسد لان الباقي اصابة لفظ السلام وهي واجبة۔ وانما يضم اليها اخرى لتصير الركعتان له تفضلاً للتمهي عن الركعة الواحدة۔ فاذا ضم فانه يشهد وسلم ثم يسجد للسهو سيأتي۔ (البحر الرائق ج ۲ باب سجود السهو)

وايضاً قال ابن نجيم المصري: ولو قام الامام الى الخامسة في صلوة الظهر فتابعه المسبوق ان تعد الامام على رأس الرابعة تفسد صلوة المسبوق وان لم يقعد لم تفسد حتى يقيد الخامسة بالسجدة۔ فاذا قيدها بالسجدة فسد صلوة الكل۔ لان الامام اذا قعد على الرابعة تمت صلواته في حق المسبوق فلا يجوز للمسبوق متابعتها۔

البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۸ باب المحدث في الصلوة

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۶۱ الفصل في السجود السهو

فرائض اور نوافل میں سجدہ سہو کا حکم | سوال :- نفل نماز کے اندر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- سجدہ سہو درحقیقت نماز میں کسی واجب کے ترک پر جو قصور رہ گئی ہو اس کا جمیرہ ہوتا ہے، اور ترک واجب صرف فرض سے خاص نہیں بلکہ نفل نماز میں بھی ہو سکتا ہے، اس لیے سجدہ سہو کا حکم فرض اور نفل نماز میں یکساں ہے۔

وقی الہندیۃ، وحکم السہو فی الفرض والنفل سواء۔ کذا فی المحيط۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶۔ باب سجود السہو)

نماز کے آخر میں سلام کا حکم | سوال :- ایک مصلیٰ (نمازی) نے ایک طرف سلام پھیرا اور دوسری طرف سلام نہیں پھیرا بلکہ ویسے

ہی اٹھ کھڑا ہوا، یا اگر دونوں طرف سلام نہ پھیریں تو ایسے نمازی کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے یا یہ کافی ہے؟

الجواب :- ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، کیونکہ جب پہلا سلام پھیر دیا تو نماز پوری ہو گئی، ہاں دوسری طرف سلام پھیرنا بھی واجب ہے۔ لہذا سینہ پھیرنے اور بات کرنے سے قبل یاد آنے پر دوسری طرف بھی سلام پھیر دے، اور اگر دونوں طرف سلام نہیں پھیرا، ہو تو نماز سے منافی کام کرنے سے قبل یاد آنے کی صورت میں فوراً بیٹھ کر سجدہ سہو کر کے پھر تشهد پڑھ کر سلام پھیر دے تو نماز درست تصور ہوگی، ورنہ ترک واجب مکروہ تحریمی، ہو کر نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ دونوں طرف قصداً سلام چھوٹنے پر سجدہ سہو کرنے سے نماز پوری نہیں ہوگی بلکہ اعادہ واجب رہے گا۔

قال علاؤ الدین المحصنی: ولفظ السلام متین فالتانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم ویقضی قذوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور۔

۱۔ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: فان سجود السہو فی مطلق الصلوۃ۔ ولا یختص بالفرائض۔

(البحر الرائق جلد ۱ ص ۹۱۔ باب سجود السہو)

عندنا وعليه الشافعي خلافاً للتكملة - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۸) ۱۔

سجدہ سہو کے سلام میں امام کی متابعت نہ کرنے سے نماز کا حکم | **سوال** :- اگر بدرک نے

سلام پھیرنے کے وقت قصداً سلام نہیں پھیرا، صرف سجدہ سہو میں شریک ہوا، تو کیا ترک واجب کی وجہ سے وہ اپنی نماز کو ٹوٹا ہے؟ اور اگر سہو اسلام نہیں پھیرا ہو تو مقتدی پر الگ سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، اس لیے نماز ہو جائے گی، کیا یہ درست ہے؟

الجواب :- سجدہ سہو سلام پھیرنے سے قبل ہو یا بعد میں ہر دو صورتوں میں جائز ہے، کیونکہ روایات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح کا عمل منقول ہے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح عامہ کے لیے فرمایا ہے: لکل سہو سجدتان بعد السلام۔ اس لیے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا افضل ہے اور سلام پھیرنے سے قبل خواہ قصداً ہو یا سہو، ہر دو صورتوں میں جائز ہے۔

قال ابن نجيم المصري: وهذا الخلاف في الاولوية حتى لو سجد قبل السلام لا يعيده لانه لو اعادة يتكرر دانه خلاف الاجماع. الخ. وذلك كان مجتهد فيه. وروى عن اصحابنا انه لا يجزئه يعيده كذا في المحيط وفي غاية البيان ان الجواز ظاهر الرواية وفي التجنيس لو كان الامام يركع سجدة السهو قبل السلام والمأموم بعد السلام قال بعضهم يتابع الامام

۱۔ قال ابن نجيم المصري: الثامن لفظ السلام ولا يتصور ايجاب السجود بتركه لانه بعد القعود الاخير اذا لم يأت بمناف فانه يسلم وان اتي بمناف فلا سجود ولهذا قال في التجنيس والسهو عن السلام يوجب سجود السهو والسهو عنه ان يطيل القعدة ويقع عنده انه خرج من الصلوة ثم يعلم ذلك فيسلم ويسجد لانه اخر واجباً او دكناً على اختلاف الاصلين ۱۸۔ وانما يتصور ايجابه بتاخير كما قدمنا وذكرنا في باب صفة الصلوة ان الواجب منه التسليمة الاولى وهي السلام دون عليكم ورحمة الله. وفي البدائع انه لو سلم عن يساره او لاسهو عليه لانه ترك السنة. وفي الظهيرية واذا سلم الرجل عن يمينه وسها عن التسليمة الاخرى فماذا في المسجد يأتي بالآخرى وان استدبر القبلة وعامة المشايخ على انه لا يأتي متى استدبر القبلة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۵) باب سجود السهو

لان حرمة الصلوة باقية فيترك رأيه برأى الامام تحقيقاً للمتابعة - وقال بعضهم لا يتابع ولو تابعه لا إعادة عليه ام وكان القول الاول مبني على ظاهر الرواية والثاني على غيرها كما لا يخفى - وذكر الفقيه ابو الليث في الخزانة انه قيل السلام مكروه - والظاهر انها كراهة تنزيه الخ - (البحر الرائق باب سجود السهو ج ۱ ص ۹۲) له

فاسد نماز واجب الاعاده ہے | **سوال :-** اگر کسی نمازی سے ترک واجب کی صورت میں سجدہ سہوہ جائے اور سلام پھیرنے کے بعد اس کو سجدہ سہوہ کا موقع نہ ملے تو اس کی نماز کا عند الشرع کیا حکم ہے ؟

الجواب :- ترک واجب کی صورت میں نماز کا اعادہ (لوٹانا) واجب ہے، مکمل فراغت و تمہ کے لیے دوبارہ پڑھنا ضروری ہے -

قال علاؤ الدین الحصفی: (لها واجبات) لا تقصد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهو ان لم يسجد له -

قال ابن عابدین: تحت هذه العبارة - وهل تجب بترك سجود السهو لعذر كما نسيه او طلعت الشمس في الفجر لم اراه قليلاً راجع والذي يظهر الوجوب كما هو مقتضى اطلاق الشارح - لان النقصان لا ينجبر بجبر وان لم يأتهم بتركه فليتأمل -

رد المحتار ج ۱ ص ۵۶ مطلب واجبات الصلوة (۲) له

امام کے سجدہ سہو سے فراغت کے بعد مسبوق کے لیے سجدہ سہو کا حکم | **سوال :-** اگر مسبوق امام کے ساتھ ایسی حالت میں آئے کہ امام سجدہ کر چکا ہو تو کیا مقتدی مسبوق سجدہ سہو کرے گا

له قال طاهر بن عبد الرشيد البخاري: ولو سجد قبل السلام لا يجب عليه اعادتهما -

(خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۳۳ باب سجود السهو)

له لما قال العلامة السيد احمد الطحطاوى: قوله واعادتهما بتركه عمداً مادام الوقت باقياً وكذا في السهو ان لم يسجد له وان لم يعد حاجتي خرج الوقت تسقط مع النقصان وكراهة التحريم - (الطحطاوى حاشية مراقى الفلاح من ۳ باب واجبات الصلوة)

و مثله في امداد الاحكام ج ۱ ص ۲۸۱ كتاب الصلوة -

یا نہیں؟

الجواب :- اس صورت مقتدی مسبوق پر سجدہ سہوا داکرنا واجب نہیں؛ بلکہ اگر یہ مسبوق دوسرے سجدہ میں شامل ہوا ہو تب بھی اس پر پہلے سجدہ کی قضاء واجب نہیں۔

وفي الهندية: ولو دخل معه (أي مع الأمام) بعد ما سجد سجدتي السهو يتابعه في الثانية ولا يقتضي الأول وان دخل معه بعد ما سجد هما لا يقضيهما كذا في التبيين - (الفتاوى الهندية ج ۱۲۸ - باب سجود السهو) له

سوال :- عیدین کی نماز میں تکبیرات رہ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ اور کیا عیدین کی نماز میں سجدہ سہو واجب ہونے کا حکم

صورت میں نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- عیدین کی تکبیرات واجب ہیں؛ اور واجب کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن عیدین کی نماز میں ازدحام اور افراتفری کی وجہ سے متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ عیدین کی نماز میں سجدہ سہو واجب ہونے کے باوجود نہ کیا جائے تاکہ لوگوں میں فتنہ و فساد برپا نہ ہو، تاہم اگر سجدہ سہوا داکر گیا تو لوگوں کے اٹھ جانے سے ان کی نماز میں فساد لازم نہیں آتا کیونکہ سجدہ سہو کے بعد اگر کوئی شخص اٹھ کر چلا جائے تو اس کی نماز پوری شمار کی جائے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سجدہ سہو کے بعد قعدہ فرض نہیں بلکہ واجب ہے؛ اس لیے سجدہ سہو کے بعد بغیر قعدے کے چلے جانے سے نماز مع اکراہت ادا ہوگی اور کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحريم يجب اعادتها كاقاعدہ اس پر جاری ہوگا اور اگر مجمع کثیر نہ ہو تو سجدہ سہو کیا جائے گا۔

قال المحصن: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء. والمختار عند المتأخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر وأقروا المصنف وبه جزم

له قال المحصن: والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده. قال ابن عابدین تحت هذه العبارة (قوله سواء كان السهو الخ) بيان للاطلاق وشمل أيضاً ما إذا سجد الإمام واحدة ثم اقتدى به قال في البحر فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقتضي قضاء الأولى كما لا يقضيها لو اقتدى به بعد ما سجد هما - (رد المحتار ج ۲ ص ۸۲ باب سجود السهو)

فی الدرر اح۔ قال ابن عابدین فتحت هذه العبارة (قوله عدمه فی الاولیین) الظاهر ان الجمع الكثير فیما سواها کذا کما بحثه بعضهم وکن ابخته الرحمتی۔ وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمية ان لیس المراد عدم جواز بل الاولی ترکہ لئلا يقع الناس فی فتنة احم۔ قوله وبه جزم فی الدرر) لکنه قید بحشیہا الوافی بما اذا حضر جمیع کثیر والا فلا داعی الی الترتک۔ (رد المحتار ج ۵۵۶ باب سجود السهو)

نماز میں زیادہ دیر خاموش رہنے کا حکم | سوال: ہمارے مسجد کے امام صاحب عشاء کے وتر باجماعت پڑھا رہے تھے جب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو چند لمحے خاموش رہے پھر قرأت شروع کی اور آخر میں سجدہ سہو کیا، کیا امام مذکور کا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: نماز میں اتنی دیر بلا غرض خاموش رہنا کہ اس میں تین بار سبحان اللہ پڑھا جائے سکتا ہو موجب سجدہ سہو ہے، اسلئے صورت مذکورہ میں امام صاحب کا سجدہ سہو کرنا درست اقدام ہے۔
لما قال العلامة الحصکفی: واعلم انه اذا شغله ذلك الشك فتفكر قد ادا ركن ولم يشغل حالة الشك بقراءة تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجبت سجود السهو۔ (رد المحتار علی مدار المحتاج اباب سجود السهو)

۱۔ وفی الہندیۃ: قال فی الفتاوی القعدۃ بعد سجدتی السہولیت برکتی وانما امر بہا بعد سجدتی السہولیت ختم الصلوۃ بہا حتی لو ترکہا فقام وذهب لا تفسد صلاتہ کذا قالہ الحلواتی کذا فی السراج الوہاج۔

۲۔ الفتاوی الہندیۃ ج ۱۲۶ باب سجود السهو

وفی الہندیۃ: السہو فی الجمعة والعیدین والمکتوبۃ والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسہو فی العیدین والجمعة لئلا يقع الناس فی فتنة۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱۲۸ باب سجود السهو) ۳۔ وفی الہندیۃ: واذا شک فی صلوۃ قلم یداً ثلاثاً صلی ام اربعاً وتفکر فی ذلك کثیراً ثم استیقن انه صلی ثلاث رکعات فان لم یکن تفکر شغل عن ادا رکن بان یصلی وتفکر فلیس علیہ سجود السهو وان طال تفکرہ حتی شغله عن رکعة او سجدة او یکو فی رکوع او سجود فیطول تفکر فی ذلك وتغیر حالہ بالتفکر فعلیہ سجود السهو استحسننا۔

(الفتاوی الہندیۃ ج ۱۳۱ باب سجود السهو)

بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ

(بیمار کی نماز کے احکام و مسائل)

بیماری کی حالت میں فوت ہو جانے والی نمازوں کی قضاء کا حکم | سوال :- ایک شخص

کسی بھی صورت میں نماز پڑھنے پر قادر نہیں جس کی وجہ سے اس کی چند نمازیں فوت ہو گئیں جبکہ اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا، اب اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضا کیا حکم ہے؟
الجواب :- اگر کسی بیمار سے شرعی عذر کی وجہ سے کچھ نمازیں فوت ہو جائیں تو صحتیابی کے بعد ان کی قضا لازمی ہے، تاہم اگر اسی بیماری میں مریض کا انتقال ہو جائے تو شرعاً اس سے قضا شدہ نمازیں ساقط ہو جائیں گی اور فدیہ وغیرہ دینے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: فلو مات ولو يقدر على الصلوة لم يلزمه القضاء حتى لا يلزمه الايضاً بها كالمسافر اذا افطرمات قبل الإقامة - (رد المحتار ج ۲ باب صلوٰۃ المریض) ۹

سوال :- اگر ایک شخص دل و دماغ کامریض ہو اور اسی تکلیف کی وجہ سے ساری رات

بے خوابی میں رہ کر صبح کے قریب سو جائے، تو ایسے بیمار کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی شخص اُسے نماز کے لیے اٹھائے تو شرعاً یہ کیسا ہے؟

الجواب :- اگر یہ مریض نماز پر قدرت رکھتا ہو، خواہ اشارہ سے کیوں نہ ہو، تو اس مریض کو نماز کے لیے اٹھانا بہتر بلکہ نیکی کے کام میں امداد اور عبادت ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: تَعَا وَتَوَّاعِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى - (سورة المائدة ۲۴، رکوع ۱ آیت ۲)

وبعدیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ عن ابیہ

خرجت مع النبی اللہ علیہ وسلم لصلوة الصبح فكان لا یمرّ برجلٍ الا ناداه بالصلوة

قال العلامة ابن نجیم: حتی لو مات المریض ایضاً من ذلك الوجه ولم یقدر على الصلوة یجب علیه القضاء

لا یلزمه الايضاً قصاراً كالمسافر - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ باب صلوٰۃ المریض)

او حرکہ برجلہ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۹ باب الاضطجاع بعدہام لہ
 نماز کے قیام کے سقوط میں ڈاکٹر کے مشورہ کی حیثیت | سوال :- ایک مریض کو ڈاکٹر کہتا ہے
 کہ نماز بیٹھ کر پڑھ لیا کریں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے تمہاری بیماری بڑھ جائے گی، لیکن وہ ڈاکٹر کا کہنا نہیں مانتا اور کھڑے ہو کر
 ہی نماز پڑھتا ہے، لہذا اس شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق بیٹھ کر
 نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز میں قیام فرض ہے، اگر مریض کو قیام پر قدرت حاصل ہو اور مرض کے
 زیادتی کا اندیشہ نہ ہو، کھڑے ہونے سے کوئی تکلیف بھی نہ ہوتی ہو تو بلا عذر قیام ترک کرنا جائز
 نہیں، البتہ معذور شخص کو قیام ترک کرنا مرنہ ہے۔ عذر کے تحقق کا دار و مدار نفس الامر میں موجود
 ہونے پر ہے، اگر بیمار کو خود یہ احساس ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بیماری بڑھ جاتی ہے،
 علاوہ ازیں ڈاکٹر اگر متعلقہ بیماری میں ماہر ہو اور مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ نماز کی حقیقت کا
 بھی قائل ہو تو ایسے ڈاکٹر کے مشورہ پر مریض عمل کر سکتا ہے۔

لما قال العلامة ابن الہمام: قوله اذا عجز المريض عن القيام صلى
 قاعداً يركع ويسجد (المراد اعم من العجز الحقيقي حتى لو قدر على
 القيام لكن يغلف بسببه ابطاء برء او كان يعجزاً شديداً اذا قام جازله
 تركه۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۵ باب صلوة المريض)

قال ايضاً: ثم معرفته (اي اندياد المرض) ذلك باجتهاد المريض والاجتهاد
 غير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن اماراة او تجربة او باخبار طبيب مسلم

لہ اخرج الامام ولي الدين ابو عبد الله بن محمد بن عبد الله الخطيب:
 عن ابى بكر قال خرجت مع النبىؐ لصلوة الصبح فكان لا يمر برجل
 الا ناداه بالصلوة او حرکہ برجلہ۔

قال الملا على قارى في شرح الحديث: فيه حث على ايقاظ التأثم ونحوه
 للصلوة ويؤخذ من تحريكه برجله جواز ذلك من غير كراهة۔

(المرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۱۵۷ باب الاذان الفصل الثالث)

غیر ظاہر الفسق۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۲ فصل ومن كان مريضاً في رمضان الخ) لہ
رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ رکھنے والے کیلئے قیام کا حکم | سوال :- ایک مریض نے
 اُسے رکوع اور سجدہ کرنے سے منع کیا ہے لیکن قیام پر وہ خوب قادر ہے۔ تو کیا اس صورت میں اسکی
 نماز بیٹھ کر قیام کے بغیر درست ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- اگر یہ شخص سجدہ پر قادر نہیں تو اس کے قیام ساقط ہے تاوقتیکہ صحتیاب ہو جائے
 لہذا یہ شخص بیٹھ کر رکوع اور سجدہ اشارہ سے پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے کی بجائے بیٹھ کر اشارہ کرنا زمین کے
 نزدیک ہے اشارہ کرتے وقت سجدہ کیلئے رکوع کی بہ نسبت ذرا نیچے ہو کر اشارہ کرے۔

قال المحقق^۱، اوصلي قاعداً كيف شاء برکوع وسجود وان قدر على بعض القيام قام وان
 تعذر (ای الرکوع والسجود) ليس تعذرهما شرطاً بل تعذر السجود كافٍ (لاقياماً او ما قاعداً) وهو
 افضل من الایمان قائماً لقربه من الارض۔ ويجعل سجوده أحفض من رکوعه لزوماً ولا يرفع الي
 وجهه شيئاً يسجد عليه فاقه يكره تحريماً۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ باب صلوٰۃ المريض) لہ

لہ قال المحقق^۲ : من تعذر عليه القيام لمرض قبلها او فيها راي لفرضية بان خاف زيادته او بقاء
 برئته بقيامه او دوران رأسه او وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعداً كيف شاء برکوع وسجود وان
 قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا او حائط قائماً۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۹۶۹ باب صلوٰۃ المريض)
 وايضاً قال : او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض وخادمة خافت
 الضعف بغلبة الظن بأمره او تجرية او بخيار طبيب حائق مسلم مستوراً۔

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۲ فصل في العوارض المبيحة للصوم)
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۳۹، ج ۲ ص ۱۲۱ الخامس في لا عذر رالتی نبیہم لا فطاً۔ صلوٰۃ المريض۔
 ۲ قال عبد الله النسفی : او خاف زيادة المرض صلى قاعداً يركع ويسجد ومومياً ان تعذر جعل
 سجوده أحفض ولا يرفع الي وجهه شيئاً يسجد عليه۔ فان فعل وهو يحفض رأسه صح
 وإلا لا۔ وان تعذر الرکوع والسجود لا القيام او ما قاعداً۔

رکن الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۳، ۱۱۴ باب صلوٰۃ المريض)
 ومثله في الهداية على صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۰ باب صلوٰۃ المريض۔

سوال: ایک شخص کسی شدید حادثہ کا شکار ہوا ہے، اب اس کی حالت یہ ہے معذور کی نماز کا طریقہ کہ ناف کے نیچے بالکل بے حس، موچک ہے، حادثے کے بعد اس کا پیشاب پاؤں کے ذریعہ نکالا جاتا ہے، پیشاب کی نالی کے ساتھ دن رات پاؤں لگا رہتا ہے جس کے ذریعے قطرہ قطرہ پیشاب اس رس کر بوتل میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ قیام اور رکوع اور سجدہ پر بھی قادر نہیں، اس کے علاوہ خود وضو کرنے سے قاصر ہو کر دوسرے سے استنجاء اور وضو کرانا بھی مشکل ہے، تو ایسے شخص کے لیے تمیم اور وضو کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ایسے معذور شخص کا یہ عذر جب تک موجود ہو تو ایسی صورت میں یہ بغیر وضو کے تمیم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر تمیم کی قدرت بھی نہ ہو تو بغیر طہارت نماز ادا کرے گا اور اعادہ بھی واجب نہیں۔ قال المحقق، (والمحصر فاقد) ای الماء والتواب الخ وكذا العجز عنهما المرض (یؤخرهما) عنده (وقال بتشبه) بالمصلین وجوباً الخ و بلم یفتی والیہ صح رجوعه) ای الامام کافی فیض وفیه ایضاً مقطوع الیدین والرجلین اذا كان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا تمیم (روا) لا یعد علی الاصلح۔ (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵ باب التیمم) اور جب قیام، رکوع اور سجدہ پر بھی قادر نہ ہو تو یہ شخص اشارے سے نماز ادا کرے گا۔ اشارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ چار پائی پر لیٹ کر پاؤں قبلہ کی جانب کرے، پیچھے سے کوئی شخص بیٹھے یا پیٹ کے نیچے سر ہانہ یا کوئی دوسری چیز رکھے تاکہ سر ذرا اونچا ہو کر اشارہ کر سکے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر جیسے بھی اشارہ ممکن ہو وہ کیفیت اختیار کر کے نماز پڑھے۔

قال المحقق: (من تعذر علیه القيام) ای کله (مرض) حقیقی أن یلحقه بالقیام ضرر یبطله ینفی۔ قبلها (وفیهما) ای الفریضه (أو) حکمی بأن لاخاف زیادته او بطلت بقیامه دوران رأسه او وجد لقیامه لما شدیداً او کان لوصلی قائماً سلس بولہ الخ (صلی قاعداً) ولو مستنداً الی وسادة او انسا فانه یلزمه ذلك علی المختار کیف شاء علی المذهب لان المرض أسقط عنه الامکان فالحیثات اولی الخ۔ وایضاً قال (وان تعذر القعود) ولو حکماً او ما متلقياً علی ظهروه (ورجله نحو القبلة) غیوانه یتصب ركبته للروضة مد الرجل الی القبلة ویرفع رأسه یسیر البصیر وجهه الیها الخ (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۷، ۹۸، ۹۹ باب صلوۃ المریض) الخ



له ومثله فی کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۲-۱۱۳ باب صلوۃ المریض۔

باب سجدة التلاوة

(سجدة تلاوت کے احکام و مسائل)

سوال :- اگر سجدہ کی سجدة تلاوت کے وجوب کیلئے پوری آیت کا پڑھنا یا سننا ضروری ہے پوری آیت تلاوت نہ کی جائے بلکہ نصف یا اس سے زائد حصہ تلاوت کی جائے تو اس صورت میں سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- سجدة تلاوت کے وجوب کے لیے پوری آیت کا پڑھنا یا سننا ضروری ہے، اگر نصف یا اس سے زائد حصہ کی تلاوت کی ہو اور جس کلمہ میں حروفِ سجدہ واقع ہوئے ہوں اس کی تلاوت نہ ہو سکے تو سجدہ واجب نہیں رہے گا، البتہ ایسا کرنا صحیح نہیں کہ سجدہ کی جگہ پر پہنچکر اس کو چھوڑ دے۔

قال علامہ ابن العابدین: (تحت قوله يجب بسبب التلاوة آية اي اكثرها مع حرف السورة) والصحيح انه اذا قرأ حرف السجدة وقبله كلمة او بعده كلمة وجب الخ (۱۵۲ المختار ج ۱ ص ۱۳۱ باب سجود التلاوة) لہ

سوال :- قرآن مجید کو بن دیکھے تلاوت کے لیے سجدة تلاوت کے لیے طہارت شرط ہے طہارت شرط نہیں اس لیے بلا وضو تلاوت کرتے ہوئے اگر کہیں آیتِ سجدہ تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ میں تلاوتِ قرآن کے لیے اگرچہ طہارت (وضو) شرط نہیں لیکن سجدة تلاوت کی ادائیگی کے لیے طہارت شرط ہے، اور چونکہ سجدة تلاوت علی الفور واجب نہیں اس لیے بغیر وضو کے جو آیتِ سجدہ پڑھی جائے تو طہارت حاصل کرنے کے بعد سجدہ ادا کیا جائے گا، بغیر وضو کے اگر سجدہ کیا گیا تو از روئے شرع اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: واما شرائط الجوانب فكل ما هو شرط جواز الصلوة من

لہ لما فی المہندیۃ: ولو قرأ آیت السجدة الا الحرف الذی فی آخرها لا یسجد الخ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۱۳۲ باب الثالث عشر فی سجود التلاوة)

طہارت الحدث وهي الوضوء والغسل وطهارة النجس وهي طهارة البدن - الخ
(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۶ فصل اما شرائط الجواز) لہ

سوال :- آیت سجدہ پڑھنے یا
آیت سجدہ پڑھنے اور سننے سے سجدہ کا وجوب
کیا ہے؟ بسا اوقات سننے والے کا ارادہ نہیں ہوتا، کیا ارادہ نہ ہونے کے باوجود سجدہ تلاوت
واجب ہوگا؟

الجواب :- اخاف کے نزدیک آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے
اس میں سننے یا پڑھنے والے کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہیں۔

لما ورد في الحديث: اذا قرأ ابن آدم السجدة اعتزل الشيطان يبكي ويقول
يا ويله امر ابن آدم - الخ (الصحيح المسلم ج ۱ باب بيان اطلاق اسم الكفر الخ)
اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عملی طور پر بھی آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ
کرنا ثابت ہے، جبکہ اکثر روایات میں سجدہ کا حکم دیا گیا ہے جس سے خلاصی سجدہ کے بغیر
مکن نہیں ہے

سوال :- کیا سجدہ تلاوت
آیت سجدہ سننے سے بھی سجدہ واجب ہوتا ہے

سننے سے بھی واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ نیز کیا سننے میں قصد و ارادہ کا کوئی دخل ہے یا نہیں؟
الجواب :- سجدہ تلاوت کے وجوب ادل کے لیے آیت سجدہ پڑھنے کے علاوہ سنتا بھی ایک
سبب ہے، لہذا جب بھی آیت سجدہ سنی جائے تو اس سے سجدہ واجب ہو جائے گا، تاہم اگر اس وقت

لہ وقال طاهر بن عبد الرشيد البخاري: ويشترط كذا دار السجدة ما يشترط كذا الصلاة من

طهارة الثوب والبدن والمكان - الخ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۹ باب سجود التلاوة)

ومثله في الهنديه ج ۱ ص ۱۳۵ الباب الثالث عشر في سجود التلاوة -

لہ وقال علاؤ الدین انکاسانی: قوله فكان في الحديث دليل على كون ابن آدم مأمورا بالسجود

ومطلق الامر للوجوب الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۶ فصل اما سجود التلاوة)

ومثله في الهنديه ج ۱ ص ۱۳۲ الباب الثالث عشر في سجود التلاوة -

سجدہ کرنے کی فرصت نہ ہو تو بعد میں ادا کیا جائے۔

قال برهان الدين المرغيناني: والمسجدة واجبة في هذه المواضع على التال والسماع سواء قصد سماع القرآن أو لم يقصد الخ (الهداية ج ۱ ص ۱۱۱ باب سجود التلاوة) ۱۸۵

سوال: ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ سجدہ تلاوت کا عدم وجوب ریڈیو یا ٹیپ کے

ذریعہ اگر آیت سجدہ سنی جائے تو کیا اس کے سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟
بسا اوقات کسی قاری کی آواز براہ راست بھی سنی جاتی ہے، کیا ریکارڈنگ اور براہ راست دونوں کا حکم ایک ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

الجواب: ریڈیو، ٹی وی اور ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ریکارڈ شدہ تلاوت جب سنی جائے تو آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، اگرچہ بعض کے نزدیک براہ راست سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: لا تجب لسماعه من الصدى والطير ومن قال حرفاً ولا بالتعجب الخ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۸۵ باب سجود التلاوة) ۱۸۶

سوال: اگر اوقات مکروہ میں تلاوت کرتے ہوئے کہیں سجدہ کی آیت پڑھی

جائے تو کیا اس وقت سجدہ کرنا جائز ہے؟
الجواب: خارج از صلوٰۃ سجدہ تلاوت کی ادائیگی علی الفور واجب نہیں یہ جس وقت بھی ادا کیا جائے تو ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، پھر بھی مکروہ اور غیر مکروہ وقت کی رعایت ضروری

له وقال علاؤ الدین الکاسانی: وأما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها أحد شيئين التلاوة والسماع الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۵ باب سجود التلاوة، فصل سبب الوجوب) ۱۸۷

وَمِثْلُهُ فِي رد المختار ج ۲ ص ۱۸۵ باب سجود التلاوة۔

له وقال علاؤ الدین الکاسانی: فينظر إلى أهلية التال وأهليته بالتميز وقد وجد فوجد سماع تلاوت صحيحة فتجب السجدة بخلاف السماع من البغاء والصدى فان ذلك ليس بتلاوت الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۶ باب سجود التلاوة۔ فصل بيان من تحت عليه) ۱۸۸

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۲ الفصل السابع عشر في وجوب سجدة التلاوت۔

ہے، جب سجدہ کا وجوب وقت مشروع میں ہو تو اس کی ادائیگی اوقات مکروہہ میں جائز نہیں، البتہ اگر اوقات مکروہہ میں جب آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے تو سجدہ کی ادائیگی ان اوقات میں جائز ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو تلاھا فی وقت مباح فسجدھا فی اوقات مکروہۃ لم تجز۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۳۵ الباب الثالث عشر سجود التلاوة) لہ

سوال :- اگر ایک مجلس میں متعدد آیات سجدہ کے لیے ایک سجدہ کافی نہیں | ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت متعدد آیات سجدہ پڑھے تو کیا یہ شخص ہر ایک آیت سجدہ کے لیے علیحدہ علیحدہ سجدہ کرے گا یا تمام آیات کے لیے ایک ہی سجدہ کافی ہے ؟

الجواب :- متعدد آیات سجدہ پڑھتے وقت ہر سجدہ کے لیے سب مختلف ہے، اس لیے ایسی صورت سجدات میں تداخل مخص نہ ہونے کی وجہ سے ہر ایک آیت پر الگ الگ سجدہ کیا جائے گا، البتہ ایک آیت سجدہ کسی ایک مجلس میں بار بار پڑھنے سے جب تک مجلس برخاست نہ ہو تو ایک سجدہ کافی رہے گا۔

قال علامۃ ابن عابدین : (تحت قوله ولو کرھا فی مجلسین تکررت) الاصل انه لا یتکرر الوجوب الا باحد امور الثلثۃ اختلاف التلاوت او السماع او المجلس الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۲ باب سجود التلاوة) لہ

سوال :- نماز میں سجدہ تلاوت کے | **سجدہ صلوٰۃ کی نیت رکوع میں جائز ہے** | وجوب پر اگر مستقل سجدہ کی جگہ رکوع میں

لہ وقال علامۃ ابن عابدین : (تحت قوله بشروط الصلوۃ) وكذا يشترط لها الوقت حتى لو تلاها وسمعها فی وقت غیر مکروہ فاذاھا فی وقت مکروہ لا تجز۔ الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۲ باب سجود التلاوة)

وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱۹ قَبِيلُ الْفَصْلِ الثَّامِنِ عَشْرِي التَّكَاوُلِ وَمَا يَلْزَمُهُ الْخ لہ وقال ملا والدين الكاساني : فنقول الاصل ان السجدة لا یتکرر وجوبها الا باحد امور الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۱ باب سجود التلاوة)

سجدہ کی نیت کرے تو کیا اس سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا مستقل سجدہ ضروری ہے ؟
الجواب :- واضح ہو کہ سجدہ صلوٰۃ نماز سے خارج نہیں کیا جاسکتا ہے ، اس لیے جو سجدہ تلاوت نماز میں واجب ہو تو وہ نماز ہی میں ادا کیا جائے گا۔ اب اگر نمازی نماز میں مستقل سجدہ کر کے اپنی بقیہ نماز جاری رکھتا ہے تو شرعاً جائز ہے اور اگر رکوع میں جاتے وقت سجدہ تلاوت کے لیے دل سے ارادہ کرے تو بھی مشروع ہے ، البتہ نیت کے بغیر رکوع میں سجدہ صلوٰۃ ادا نہیں ہوگا ، لیکن رکوع میں سجدہ کی نیت کے لیے یہ شرط ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنے کو تین آیات پڑھنے سے زیادہ فاصلہ نہ ہو ورنہ پھر رکوع میں نیت صحیح نہیں۔

قال حسن بن عمار: ويجزى عنها اي عن سجدة التلاوت ركوع الصلوة ان ثاها اي نوى ادا ثها فيه ، وفيه وانقطاعه بان يقرأ اكثر من ايتين بعد آية السجدة باجماع۔ (مرآۃ القاری علی مدار المطاوع) ۲۶۴ باب سجود التلاوت) لہ
عصر اور صبح کے وقت سجدہ تلاوت جائز ہے | سوال :- صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک یا عصر سے مغرب تک نوافل کا پڑھنا جائز نہیں ، کیا ان اوقات میں سجدہ تلاوت کیا جاسکتا ہے یا یہ بھی ممنوع ہے ؟

الجواب :- ان اوقات میں نوافل اگرچہ ممنوع ہیں لیکن قضاء نمازوں کی طرح ان اوقات میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی جائز ہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: لا یكون قضاء فائتة ولو تروا اوسجدة تلاوت و صلوٰۃ جنازة۔ الخ (الدر المختار ج ۱ ص ۳۷۵ کتاب الصلوٰۃ) لہ

لہ وقال علاؤ الدین الکاسانی: فينظران كانت آية السجدة في وسط السورة فينبغي ان يختم۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۸ فصل في كيفية ادا ثها) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱ باب سجود التلاوة۔

لہ وقال ابن ہمام: وادائها ليس على الفور حتى لو اداها في اتي وقت كان يكون مؤدياً لا قاضياً۔ (فتح القدير ج ۱ ص ۲۰ کتاب الصلوٰۃ فصل في الاوقات التي تكرر في الصلوٰۃ) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۱ الباب الثالث عشر باب سجود التلاوة۔

کیا بغیر قیام کے سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے؟ | سوال :- اگر کوئی شخص خارج صلوٰۃ (نماز کے علاوہ) آیت سجدہ پڑھ کر فوراً بغیر قیام

کے سجدہ تلاوت کرے تو کیا یہ جائز ہوگا یا کہ کھڑے ہو کر پھر سجدہ تلاوت ادا کرے؟
الجواب :- نماز سے خارج سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نیت کر کے اٹھ کر کہنے کے بعد سجدہ کے لیے بغیر رفع الیدین کے چلا جائے، سجدہ میں تسبیحات کا ورد کر کے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے بغیر سلام کے اٹھ جائے، البتہ اگر کوئی بیٹھے بیٹھے اٹھ کر کہہ کر سجدہ کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم: ومتا يستحب كذا ائنهان يقوم فيسجد لان الخور وسقوط من القيام والقرآن ورد به وهو مروي عن عائشة رضي الله عنها وان لم يفعل لم يضرمه - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۶ باب سجود التلاوة) لـ

بلا وضوء سجدہ تلاوت کرنا | سوال :- ایک شخص بغیر وضوء تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا کہ اس دوران اس نے آیت سجدہ تلاوت کی، تو کیا یہ شخص بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کسی عذر کی وجہ سے سجدہ تلاوت فوراً کرنا متعذر ہو تو آیت سجدہ پڑھنے کے بعد یہ کلمات پڑھ لیے جائیں: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اور پھر جب موقع ملے تو سجدہ ادا کر لیا جائے۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: ويستحب للتالي او السامع اذا لم يمكنه السجود ان يقول: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ - (افتاویٰ تاتارغانیہ ج ۱ ص ۴۸۹) فصل سجدہ ۲

لـ قال العلامة ابن همام: وقيل يكبر في الاقدام بلا خلاف وفي الانتهاء على قول محمّد نعم وعلى قول ابى يوسف لا والظاهر الاول للاعتبار المذکور ويستحب ان يقوم فيسجد روى ذلك عن عائشة ر - (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۷ باب سجود التلاوة) ومثله في امداد الفتاوى ج ۱ ص ۳۳۳ باب في سجود التلاوة۔

لـ قال العلامة حسن بن عمار: ويستحب للتالي او السامع اذا لم يمكنه السجود ان يقول: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اھرم یقضیہا۔ (مراقی الفلاح علی مد الخطاوی ص ۲۰۷ باب سجود التلاوة)

سوئے ہوئے آدمی سے آیت سجدہ سُنتا | سوال :- اگر کوئی شخص سوئے ہوئے آدمی کی زبان سے آیت سجدہ سُنے تو کیا اُس پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب :- سجدہ تلاوت ہر اُس آیت سجدہ کی تلاوت کے سماع سے واجب ہوتا ہے جو مکلف شخص سے سُنی جائے چاہے وہ شخص بیدار ہو یا سویا ہوا ہو، لہذا صورتِ مشولہ میں سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم : تلا آية السجدة وهو نائم فسمعه رجل تلزمه السجدة - (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۶۱ باب سجود التلاوة) لہ

سورہ حج کی دوسری آیت سجدہ پر سجدہ کرنا | سوال :- ہمارے محلہ کی مسجد کے قاری صاحب نے سورہ حج (اقتراب للناس) کی دوسری

آیت سجدہ کے پڑھنے پر سجدہ کیا جو کہ امام شافعی کے نزدیک مقام سجدہ ہے، تو کیا فقہ حنفی کے مطابق اس مقام پر سجدہ کرنے سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ایسا کرنے سے نماز میں تو کوئی نقصان نہیں آیا البتہ اگر اس مقام پر سجدہ کرنے والا عالم ہو اور اس نے قوتِ دلیل سے رائج سمجھ کر سجدہ کیا ہو تو کوئی کراہت نہیں اور اگر بلا دلیل کے سجدہ کیا ہو تو چونکہ حنفی فقہ کے مطابق موصوف نے بلا ضرورت تاخیر کی ہے اس لیے سجدہ سھو واجب ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین، وانظاهران هذه السجدة من المجتهد فيه ای مما للاجتهد فيه مساع - رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۶ باب سجود التلاوة لہ

سورہ ص میں آیت سجدہ کون سی ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ کہ سورہ ص میں ایک جگہ

لہ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري : او من النائم الصحيح انها يجب ان سمعها منه - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۴ الفصل السابع عشر في وجوب السجدة التلاوة)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِرِ حَاضِيَةٍ ج ۱ ص ۳۷۷ سجدة التلاوة -

۲۔ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى : (تحت قوله والجر) ای اولی الحج لا الثانية وقال الشافعی فیہا سجدتان لنا من ابن عباس وابن عمر قالوا سجدة التلاوة فی الحج الاولى والثانية سجدة الصلوة -

(طحطاوی ص ۳۹۲ باب سجدة التلاوة)

خَرَزَاكَ وَأَنَا بَآيَا هُوَ أَوْرَاكِي جُكْ حَسَن مَاب آيَا هُوَ ان دونوں مقامات میں سے کس مقام کی تلاوت پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے؟

الجواب :- سورہ ص کے مقام سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام زیلعیؒ نے خَرَزَاكَ وَأَنَا بَآيَا کو سجدہ کی جگہ قرار دیا ہے مگر علامہ شرنبلالیؒ نے حسن ماب کو سجدہ کی جگہ قرار دے کر اسی کو رائج قرار دیا ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: وفي ص عند حسن ماب هو أولى من قول الزيلعيؒ عند وَاَنَا بَ - (رد المختار ج ۲ ص ۱۲۰ باب سجود التلاوة) ۱۷

سوال :- اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت سے بچنے کے لیے آیت سجدہ کو ترک کرنے کا حکم

آیت سجدہ کی تلاوت چھوڑ دے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کوئی شخص تلاوت کے دوران سجدہ تلاوت سے بچنے کی غرض سے آیت سجدہ کو ترک کر دے تو ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں، اسلئے ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما قال العلامة ابراهيم الحلبيؒ: ويكره ان يقرأ سورة في صلوة او غيرها ويترك آية السجدة لانه يشبه الفرار عن السجدة والاستنكاف عنها وذاليس من اخلاق المؤمنين - (كبيري ص ۲۷۰ باب سجود التلاوة) ۱۸

سوال :- اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو کر چانک غیر نمازی نماز سے خارج شخص کا آیت سجدہ پڑھنا اور نمازی کا سننا

میں مشغول ہو کر چانک غیر نمازی

۱۷ قال العلامة حسن بن عمارؒ: - (وص) وطن داؤدنا فتناه فاستغفرم به وخَرَزَاكَ وَأَنَا بَ فغفر له ذلك وان له عندنا لُزْنِي وَحَسَن مَاب وهذا هو الاولى مما قال الزيلعيؒ تجب عند قوله تعالى: وخَرَزَاكَ وَأَنَا بَ، وعند بعضهم عند قوله تعالى: وحسن ماب - (مرآة المفارج ص ۳۹۳ باب سجود التلاوة) ۱۸ قال العلامة الكاسانيؒ: يكره للرجل ترك آية السجدة من سورة يقرأها لان فيه قطعاً لنظم القرآن وتغييراً لتأليفه واتباع النظم والتأليف مأثور به قال الله تعالى: فاذا قرأناه فاتبع قرآنه - اي تأليفه كالتغير مكرهاً يقتضى كراهة ذلك - (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۹۲ باب سجود التلاوة) ۱۹

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۰ باب سجود التلاوة -

نے آیت سجدہ تلاوت کی اور نمازی نے دورانِ نماز سُنی تو سامع (نمازی) کب سجدہ تلاوت ادا کرے گا؟

الجواب: سجدہ تلاوت آیت سجدہ سنتے ہی ادا کرنا چاہیے مگر جو آیت سجدہ غیر نمازی سے دورانِ نماز سُنی جائے تو سجدہ کی ادائیگی بعد از نماز کی جائے گی، دورانِ نماز سجدہ تلاوت نہیں کرنا چاہیئے۔

لما قال العلامة المحصفي: ولو سمع المصلی السجدة من غيره لم يسجد فيها لانها غير صلاتية بل يسجد بعدها۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۲ باب سجود التلاوة) ۱۷

سوال: اگر کوئی آدمی آیت سُفِّحَ السَّجْدَةَ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ سجدہ ہاتھوں سے لکھے مگر

زبان پر اس کا اجراء نہ کرے تو کیا اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: سجدہ تلاوت کے وجوب کے لیے پوری آیت سجدہ کا زبانی پڑھنا ضروری ہے اگر کوئی آدمی آیت سجدہ صرف کاغذ وغیرہ پر لکھے اور زبان پر اس کا اجراء نہ کرے تو ایسے آدمی پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

قال العلامة المحصفي: يجب بسبب تلاوة آية السجدة۔ قال ابن عابدین: احتزر عا لو كتبها وتهاها فلا سجود عليه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۳ باب سجود التلاوة) ۱۸

سوال: کیا صرف آیت سُفِّحَ السَّجْدَةَ کے ترجمہ سے بھی سجدہ تلاوت لازم ہے؟ سجدہ کا ترجمہ پڑھنے سے

لما قال العلامة الكاساني: اما اذا سمع المصلی من ليس معه في الصلوة حيث يسجد خارج الصلوة لان السجدة وجبت عليه وليست من افعال الصلوة لان تلك التلاوة ليست من افعال الصلوة لعدم الشراكة بنية بين التالى في الصلوة والوجوب عليه بسبب سماعه والتساع ليس من افعال الصلوة اذا لم يكن من افعال الصلوة امكن اداء خارج الصلوة فيؤدى اهـ۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۸ باب سجدة التلاوة) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱ باب سجود التلاوة۔

لما قال العلامة ابراهيم الحلي، وكذا لا تجب بالكتابة او النظر من غير تلفظ لانه لم يقرأ ولم يسمع۔ (كبيري ص ۲۶۲ باب سجود التلاوة)۔

سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- قرآن چونکہ الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے اس لیے اگر کوئی شخص پوری آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا، البتہ مفہوم یا تفسیر بیان کرنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

قال العلامة الحسکفی: والسمع شرط فی غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا خبر۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا خبر) ای بانہا آیت سجدۃ سواء فہمہا اولاً۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۵ باب سجود التلاوة) لہ

سوال :- اگر کسی شخص نے نماز میں سجدہ تلاوت بلا تاخیر فوراً ادا کرنا ضروری ہے | نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی مگر فوراً سجدہ نہیں کیا بلکہ کچھ اور آیات تلاوت کرنے کے بعد سجدہ تلاوت کیا، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب :- سجدہ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سنتے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ آیت سجدہ پڑھتے یا سنتے ہی اسی وقت سجدہ تلاوت ادا کیا جائے تاخیر کرنا موجب گناہ ہے البتہ بصورت مجبوری تاخیر کی جاسکتی ہے۔

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وصفتها الوجوب علی الفور فی الصلوۃ وعلی التراخی ان كانت غیر صلوۃ۔ قال الشیخ السید احمد الطحطاوی: (تحت قوله علی الفور) ای فور التلاوة وظاہرہ لو آخر الی رکعة ثانیۃ ثم الخ (طحطاوی حاشیہ مرقی الفلاح ص ۲۶ باب سجود التلاوة) لہ

۱۔ قال العلامة فخر الدین الشہیر بقاضی خان، ولوتلی بالفارسیۃ تجب علیہ علی من سجدہا السجدۃ قمم مع اولم یفہم اذا خبر السامع انه قرأ آیت السجدۃ۔ (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۵۱) (فصل فی قرآن خالص) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة۔

۲۔ قال العلامة الکاساقی: اما وقت اداہا فی الصلوۃ فوقہا فوراً الصلوۃ لما مر من وجوبہا فی الصلوۃ علی الفور وهو ان لا تطول المدة بین التلاوة وبين السجدۃ فاما اذا طالت فقد دخلت فی القضا وصار آثماً بالتفویت عن الوقت۔ (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۹۱ باب سجود التلاوة) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ باب سجود التلاوة۔

پرنڈے کی زبان سے آیت سجدہ سننے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص پالتو اور
سدھائے ہوئے طوطے یا کسی
دوسرے پرنڈے سے آیت سجدہ سن لے تو کیا اس پر سجدہ تلاوت کرنا لازمی
ہے یا نہیں؟

الجواب :- وجوب سجدہ تلاوت کے لیے ضروری ہے کہ تالی رتلاوت کرنے والا مکلف
اور اہل ہو، اگر آیت سجدہ کا ظہور کسی غیر مکلف شخص سے ہو جائے تو سجدہ تلاوت واجب
نہیں ہوتا، اس لیے اگر کوئی شخص کسی سدھائے ہوئے پرنڈے یا کسی دوسرے غیر مکلف
آلات (مثلاً ٹی وی، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ وغیرہ) سے آیت سجدہ کی سماعت کرے تو اس پر
سجدہ تلاوت لازمی نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم: ولو سمع آية السجدة من حيوان صرحوا بعدم وجوبها
على المختار لعدم اهلية القاري. (الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۱۸۱ القاعدة الثانية من ۳ خاتمة) ۱
پاگل اور مجنون سے آیت سجدہ سننے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص کسی پاگل یا سوئے
ہوئے آدمی سے آیت سجدہ کی تلاوت سنے
تو اس پر اور تالی پر سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ وجوب سجدہ تلاوت کے لیے تالی کا اہل اور مکلف ہونا ضروری ہے
اور پاگل چونکہ اس کا مکلف اور اہل نہیں اسلئے اس سے آیت سجدہ کی سماعت سجدہ لازم نہیں آتا۔
البتہ ناظم (سویا ہوا) تو ایک حقیقت کی بناء پر مکلف ہے اس لیے اس سے آیت سجدہ سننے پر
مختار قول کے مطابق سجدہ لازم ہے لیکن خود ناظم پر عدم علم کی وجہ سے سجدہ لازم نہیں۔
قال العلامة ابن نجيم: والسماع من المجنون لا يوجبها ومن النائم يوجبها
على المختار. (الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۱۸۱ القاعدة الثانية خاتمة) ۲

۱ قال العلامة ابن عابدین: لكن ذكر شيخ الاسلام انه لا تجب السماع من مجنون وناثم
وطيرن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها التمييز ولم توجد. (رد المختار ج ۲ باب سجدة التلاوة)
۲ قال العلامة الحسكي: وتجب بتلاوتهم يعني لمذكورين خلا المجنون المطبق فلا تجب
بتلاوته لعدم اهليته. (رد المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۸۱ باب سجدة التلاوة)

سوال :- اخلاف کے نزدیک سورۃ حج کی آیت سجدہ کی تلاوت میں شافعی المسلک امام کی متابعت کرنا

تَفْلِحُونَ تک موجب سجدہ نہیں، لیکن اگر ایک شافعی المسلک امام کی اقتداء کی صورت میں جب امام صاحب یہ آیت پڑھ کر سجدہ کریں تو حنفی المسلک مقتدی کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- ایسے اجتہادی اور اختلافی مسائل میں شدت سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ امام کی متابعت ضروری ہونے کی وجہ سے امام کے ساتھ سجدہ کر لینا چاہیے۔

قال العلامة ابن العابدین: (تحت قوله للمتابعة) وظاهرة انه يتبعه فيها لو كان في الصلوة لكونه تابعاً... الخ

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ باب سجود التلاوة)

سوال :- اگر کوئی شخص نماز آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد پانچ چھ آیتیں پڑھ کر سجدہ کرتا پڑھ رہا ہو اور قراءت میں آیت سجدہ تلاوت کی لیکن اس پر سجدہ کرنا بھول گیا اور مزید پانچ چھ آیتیں پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت کرنا یاد آیا تو فوراً سجدہ کیا، تو کیا اس شخص کی نماز ہو گئی یا نہیں، جبکہ آخر میں اس نے سجدہ سہو بھی کر لیا؟

الجواب :- تلاوت آیت سجدہ کے فوراً بعد سجدہ کر لینا چاہیے، اگر نماز میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے اور یاد آنے پر سجدہ کرے تو نماز ہو جائے گی مگر تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا ضروری ہو گا اس لیے کہ سجدہ تلاوت کرنا واجب ہو چکا ہے اور سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجباً عادی ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: فعلى الفور لصيرورتها جزءاً منها ويأتم بتأخيرها ويقضيها مادام في حومة الصلوة ولو بعد السلام۔ قال ابن عابدین: ثم تفسير الفور عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة أكثر من آيتين وثلاث على ما سياتي عليه قوله يأتم بتأخيرها الخ لانها وجبت بما هو من افعال الصلوة وهو القراءة وصارت من اجزاؤها فوجب ادائها مضيقاً كما في البدائع ولذا كان المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ باب سجود التلاوة)

باب صلوة المسافر

(مسافر کی نماز کے احکام و مسائل)

سوال :- کیا مطلق سفر کے ارادہ سے نکلنے پر نماز قصر نماز کے لیے مقدار سفر قصر کرنا ہوگی یا سفر کا کوئی اندازہ مقرر ہے؟

الجواب :- فقہ حنفی کی رو سے مطلق سفر سے نماز قصر نہیں کی جائے گی بلکہ اس سے پہلے کم از کم تین دن کی مقدار سے سفر ضروری ہے۔ موجودہ وقت میں علماء نے اڑتالیس (۴۵) میل یا بہتر (۲۰) کلومیٹر اندازہ مقرر کیا ہے، اس سے کم مسافت کے ارادہ سے نکلنے والے کو شرعی مسافر نہیں کہا جائے گا۔

قال برهان الدين المرغيناني: السفر الذي يتغير به الأحكام ان يقصد مسير ثلاثة أيام ولياليها الخ (الهداية ج ۱ ص ۱۳۸) صلوة المسافر (لہ)

سوال :- فرائض کے علاوہ سنن میں قصر کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر سنن پڑھنے کے لیے موقع نہ ہو تو پڑھنے کی ضرورت نہیں البتہ جب وقت ہو تو سنت کی نماز پوری پڑھی جائے گی۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا لا۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۱۲) باب صلوة المسافر (لہ)

لہ وفي الهندية: أقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام كذا في التبيين۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۸) الباب الخامس عشر في صلوة المسافر (وَمِثْلُهُ فِي الزَّيْلَعِيِّ ج ۲ ص ۲۰۹) باب صلوة المسافر۔

لہ وقال علاؤ الدین الکاسانی: وكذا لا قصر في السنن والتطوعات..... الخ (ردائع الصنائع ج ۱ ص ۹۲) فصل الكلام في صلوة المسافر

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۳۹) الباب الخامس عشر في صلوة المسافر۔

مسافت اڑتالیس میل کے مقابلے میں فراسخ معتبر نہیں | سوال :- بعض کتابوں میں

کے باوجود احناف اڑتالیس میل کو اعتبار کیوں دیتے ہیں؟
الجواب :- احناف کے مذہب میں بنیادی طور پر فراسخ کے لیے اعتبار نہیں بلکہ
 تین دن کے سفر پر دار و مدار ہے، لیکن ایک دن میں انسان اوسطاً سولہ میل کی مسافت
 طے کر سکتا ہے اس لیے ہم نے $۳۶ \times ۱۶ = ۵۷۶$ میل کو اعتبار دیا۔

قال برهان الدین المرغینانی: ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح -

(الهدایة ج ۱ ص ۱۲۸ باب صلوة المسافر) ۱۷

مسافر کا پوری نماز پڑھنے کی صورت میں ذمہ فارغ ہونا | سوال :- اگر ایک مسافر

پڑھی تو کیا اس کا ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر درمیان میں قدم سے پر بیٹھ چکا تو نماز درست ہو کر فراغت
 ذمہ کے لیے کافی ہے، البتہ تاخیر سلام کی وجہ سے گنہگار رہے گا، لیکن اگر قعدہ اولیٰ
 کے بغیر کھڑے ہو کر مسافر نے چار رکعات پڑھ لیں تو اس کی نماز باطل ہو کر دوبارہ پڑھی
 جائے گی۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: فلو اتم مسافر ان قعد فی قعدة الاولى تم فرضه
 لکنه آساء الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۲۸ صلوة المسافر) ۱۸

۱۷ وقال علاؤ الدین الحصکفی: ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب الخ
 رد المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۲۲ صلوة المسافر
 ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ باب المسافر۔

۱۸ وفي الهندية: فان صلى اربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد اجزائه والاخريات
 نافلة ويصير مسيئاً لتأخير السلام وان لم يقعد في الثانية قدرها بطلت كذا
 في الهداية - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر)
 ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۱ باب المسافر۔

قصر نماز کے لیے سفر میں مشقت کا ہونا ضروری نہیں | سوال :- موجودہ دور کے اسفا

نہیں کرتا پڑتا، مثلاً ایک آدمی جب کراچی سے پشاور کا سفر کرتا ہے تو بغیر کسی تکلیف کے چند گھنٹوں میں منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، کیا ایسی صورت میں سہولت اور راحت کے باوجود نماز قصر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- سفر میں رخصت پر رعایت کسی مشقت کے ہونے پر مبنی نہیں بلکہ نفس سفر کے ہوتے ہوئے رخصت دی گئی ہے، خود سفر مشقت کے لیے سبب ہونے کی وجہ سے احکام اس پر مرتب ہو کر محض سفر کی موجودگی میں قصر کی جائے گی۔

قال علاؤالدین الحصکفی: حتی لو اسرع قوصل فی یومین قصر۔ الخ

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۲ صلوٰۃ المسافر۔ لہ

وطن اصلی میں تعدد ممکن ہے | سوال :- کیا ایک شخص کے لیے متعدد مقامات وطن اصلی بنانا ممکن ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر ایک جگہ میں اس کا مستقل

رہنے کا ارادہ ہو، یہاں تک کہ ایک گاؤں میں چھ مہینے اور دوسرے گاؤں میں چھ مہینے رہتا ہو اور وہاں جملہ ضروریات زندگی اس کو میسر ہوں؟

الجواب :- وطن اصلی میں تعدد ممنوع نہیں۔ صورت مذکورہ کے مطابق ہر ایک جگہ میں جب مستقل رہنے کا عزم اس طرح ہو کہ چھ مہینے ایک جگہ میں اور چھ مہینے دوسری جگہ میں رہتا ہو، مثلاً دونوں جگہ شادی کر کے گھر آباد کیا ہو تو دونوں جگہیں موصوف کے حق میں وطن اصلی شمار ہوں گی اور دونوں جگہوں میں پوری نماز پڑھی جائے گی۔

قال علاؤالدین الکاسانی: ثم الوطن الاصلی یجوز ان یکون واحداً او اکثر من ذلک بان کان له اهل و دار فی بلدین او اکثر و لہ یکن من نیتہ اہلہ الخروج منها وان کان هو ینتقل من اهل الی اهل فی السنة حتی انه لو خرج مسافراً

لہ فی الہندیۃ: و لو كانت المسافۃ ثلاثاً بالسیر المعتاد فساد الیہا علی الفرس جر یا حیثاً فوصل فی یومین او اقل قصر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۳۹ ص ۱۲۹ باب المسافر۔ ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ باب المسافر۔

من بلدة فيها اهله ودخل في اى بلدة من بلاد التي فيها اهله فيصير مقيمًا من غير نية الاقامة - (بدائع الصنائع ج ۱ فصل في بيان ما يصير به المسافر مقيمًا) له

سوال :- اگر ایک شخص اپنے وطن سے متاثر ہونا

اصلی کو چھوڑ کر سفر کی مسافت کے اندازہ سے کسی دوسرے مقام میں اہل و عیال کے ساتھ سکونت اختیار کرے تو یہ شخص اگر دو تین دن کے لیے اپنے آبائی وطن آجائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ جبکہ یہاں آبائی وطن میں مملوکہ زمین بھی موجود ہو؟

الجواب :- کسی آدمی کا اپنے وطن سے مسافت سفر پر نکلنا اگر یہ نیت سفر ہو تو پندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں نماز قصر کرنا واجب ہے، البتہ شخص اگر اپنے آبائی وطن چلا جائے اور وہاں اس کی مملوکہ جائیداد بھی ہو تو یہ مقام اس کا وطن اصلی شمار ہو کر امتام کرنا لازمی ہے، اس لیے کہ وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔

لما قال صاحب مجمع الانهر: (تحت قوله) ويبطل الوطن الاصل بمثله لو كان له اهل الكوفة واهل البصرة قعات اهله بالبصرة وبقى له دور وعقار بالبصرة قبل البصرة لا تبقى وطنًا له لانه انما كانت وطنًا له بالاهل لا بالعقار الا ترى انه لو تاهل ببلدة ولم يكن له عقار صارت وطنًا له وقبل تبقى وطنًا له لانه كانت وطنًا له بالاهل والدور جميعًا والاحدهما لا يرتفع الوطن لموطن الاقامة تبقى ببقاء الثقل -
(مجمع الانهر ج ۱ ص ۱۶۱ باب المسافر) ۲

۱۔ وفي الهندية، ويبطل وطن الاصل بالوطن الاصل اذا انتقل عن الاول باهله واما اذا لم ينتقل باهله ولكنه استحدث اهلاً ببلدة اخرى فلا يبطل وطنه الاول ويتم فيها -
(الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۱۲۲ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۳۶ باب المسافر -

۲۔ لما في الهندية: ولو انتقل باهله ومثله الى بلد وبقى له دور وعقار في الاول قبل بقاء الاول وطنًا له واليه اشار محمد في الكتاب - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۲ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۳۶ باب المسافر -

شادی کے بعد والدین کا گھر عورت کیلئے وطن اصلی نہیں رہتا | سوال :- شادی کے بعد والدین کے گھر آئے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ قصر کرے گی یا پوری نماز پڑھے گی؟ جبکہ مسافت اڑتالیس میل ہو؟

الجواب :- والدین کا گھر اگرچہ عورت کے لیے وطن اصلی تھا لیکن شادی کے بعد خاوند کے ہاں مستقل رہائش اختیار کر کے الوطن الاصلی بطلہ بمثلہ کی وجہ سے ابھی یہ وطن اصلی نہیں رہتا، اس لیے یہاں پر اقامت کی نیت نہ کرنے کی صورت میں نماز قصر ادا کی جائے گی۔
قال ابن عابدین: تحت قوله الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله او توطنه ای عزم علی القرار فیہ وعدم الکراہت حال وان لم یثاھل فلو کانت له ابوان ببلد غیر مولد وهو بالغ ولھما ھل بہ فلیس ذلک وطناً لہ الا اذا عزم علی القرار فیہ وترك الوطن الذی کان لہ قبلہ۔

(مراد المختار ج ۲ ص ۳۱ صلوٰۃ المسافر، مطلب فی الوطن الاصلی الخ)

وطن اصلی کی آبادی کی حد سے نکلے ہی سفر شروع ہوگا | سوال :- بسا اوقات وطن اصلی کے حدود ممتد رہتے ہیں، ایسی حالت میں سفر

کی ابتداء کہاں سے ہونی چاہیے؟

الجواب :- جائے اقامت کی آبادی کی حدود سے نکلے ہی سفر شروع ہوگا، بڑے شہروں میں محمول چونگی کے مراکز سے عموماً شہر کے حدود شروع ہوتے ہیں، تاہم بعض جگہوں میں تقدیم و تاخیر بھی ممکن ہے۔

قال عبد اللہ التتاشی: من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً مسیرة ثلثة ايام اولیایہا بالیسیر الواسط مع الاستراحت المعقاة صلی الفرض الرباعی رکعتین الخ (المدخل المختار علی مدنی ج ۲ ص ۱۲۲ باب صلوٰۃ المسافر الخ)

أما اذا كان له ابوان ببلدة وهو بالغ فلیس بوطن له.... الخ

(خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲ الفصل الثانی والعشرون فی صلوٰۃ المسافر)

ومثله فی کبیری ص ۵۲۲ صلوٰۃ المسافر۔ الرابع فی الوطن۔

له وفي الهندية: الصحيح ما ذكرناه يعتبر مجاوزة عمران المصر الخ الهندية ج ۱، الفصل الخمس فی صلوٰۃ المسافر

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۸ باب المسافر۔

سوال :- بسا اوقات وطن اقامت سے سفر کے اندازہ سے باہر جانا پڑتا ہے لیکن وطن اقامت سے ترک تعلق کا بالکل ارادہ نہیں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پورا گھرانہ اور سامان اپنی جگہ پر ہوتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں انشاء سفر سے وطن اقامت باطل ہو کر واپس آنے پر دوبارہ نیت کی ضرورت پڑے گی یا نہیں؟ جبکہ بعض اوقات پندرہ دن کے اندر اندر دوبارہ بھی سفر کا ارادہ ہوتا ہے؟

الجواب :- جب تک اہل و عیال یا سامان وطن اقامت میں موجود ہوں تو انشاء سفر سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، ایسی حالت میں دو تین دن وطن اقامت میں موقع ملنے کی صورت میں بھی پوری نماز پڑھی جائے گی، تاہم اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ایک دفعہ پندرہ دن رہنے کا باقاعدہ ارادہ کر کے قیام کرے تاکہ وطن اقامت کی حقیقت ثابت ہو کر دوبارہ بطلان کی صورت سے بچ جائے۔

قال علامہ ابن نجیم: کوطن الاقامة يبقى بمقاء الثقل وان قام بموضع آخر الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۶ باب المسافر) ^{لہ}

سوال :- اگر منزل مقصود مسافر جس راستہ سے جا رہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی تک پہنچنے کے لیے دو راستے ہوں جن میں ایک قریب اور دوسرا راستہ دور ہو تو سفر کے لیے کون سے راستہ کا اعتبار ہوگا؟

الجواب :- جس راستے سے مسافر جا رہا ہو اسی راستہ کی مسافت کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر اس راستہ کی مسافت سفر شرعی کے اندازہ سے پوری ہو تو چلنے والا مسافر شمار ہوگا، اگرچہ دوسرا راستہ قریب کا بھی ممکن ہو۔

لماعنی الہندیۃ: فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقان احدهما سیرۃ ثلثة

لہ وقال علاؤ الدین الحصکفی: ویبطل بمثلہ اذا العریقی لہ بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہا۔ (الدر المختار علی صمدی رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۴ صلوۃ المسافر) ومثلہ فی الہندیۃ ج ۲ ص ۱۲۲ الفصل الخامس عشر فی صلوۃ المسافر۔

ایام ولایا لیہا والاخر دونہا فسلک الطريق الا بعد کان مسافرا عندنا۔ الخ
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۳۸ الفصل الخامس عشر فی صلوٰۃ المسافر)^۱
سوال :- سفر کی حالت میں اگر مغرب کی نماز مؤخر کر کے
 عشاء کے وقت میں دونوں اکٹھی پڑھی جائیں تو اس کا
 شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- دو نمازوں کا بیک وقت پڑھنا اگر صوری ہو یعنی ایک نماز مؤخر کر کے
 آخری وقت میں اور دوسری نماز پہلے وقت میں پڑھی جائے تو بوقت ضرورت اس میں کوئی
 حرج نہیں، لیکن اس کے علاوہ کسی دو نمازوں کا بیک وقت پڑھنا جس میں ایک نماز اپنے
 وقت سے پہلے یا بعد میں پڑھی جائے فقہ حنفی کی رو سے یہ ناجائز ہے فقہ حنفی میں بحر عرفات
 اور مزدلفہ کے حقیقی طور سے جمع بین الصلوٰتین مشروع نہیں۔

قال محمد بن حسن الشیبانی: لا یجمع بین صلوٰتین فی وقت واحد فی حضر
 ولا سفر الا بین العرفۃ والمزدلفۃ۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۲۷ مواقیئ الصلوٰۃ)^۲
سوال :- بسا اوقات انسان کسی ایسی جگہ خیمہ زن
 ہو جاتا ہے جہاں پر کوئی آبادی نہیں ہوتی، یہ بھی ممکن
 ہے کہ ضروریات زندگی کے فقدان کی وجہ سے یہ شخص نیت کے مطابق ایک دن بھی پورا نہ کر سکے تو
 کیا ایسے جنگل اور غیر آباد جگہ میں اقامت کی نیت صحیح ہے یا نہیں؟
الجواب :- اقامت کی نیت کے لیے محل کی صلاحیت ضروری ہے، صورت مذکورہ

۱۔ وقال علامہ ابن نجیم: وفي فتاویٰ قاضی خان، الرجل اذا قصد بلدة والی مقصدہ
 طریقان احدهما مسیرۃ ثلثۃ ايام ولياليها والاخر دونها فسلک الطريق الا بعد
 كان مسافرا عندنا۔ الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ باب المسافر)
 ۲۔ وفي خلاصۃ الفتاویٰ لہذا ج ۱ ص ۱۹۸ الفصل الثاني والعشرون فی صلوٰۃ المسافر۔
 ۳۔ وفي الہندیۃ: ولا یجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد لا فی السفر ولا فی الحضر بعد ما
 ما عدا عرفۃ والمزدلفۃ کذا فی المحيط۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲ ابواب الاول فی المواقیئ)
 ومثله فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۱ ص ۴۰ کتاب الصلوٰۃ، المواقیئ۔

میں ایسی غیر آباد جگہ میں اقامت کی نیت معتبر نہیں اس لئے نیت کے باوجود نماز قصر پڑھی جائے گی۔
 كَمَا فِي الْهَنْدِيَّةِ: حَتَّى نَوَى الْإِقَامَةَ فِي بَرٍّ أَوْ يَحْرٍ أَوْ جَزِيرَةٍ لَحْمٍ يَصَحُّ. الْحَمْدُ
 رِ الْفَتْاوَى الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۳۹ الْبَابُ الْخَامِسُ عَشْرُ فِي صَلَاةِ الْمَسَافِرِ ۱۷
مدت اقامت کی نیت کے بغیر قصر واجب ہے | سوال :- اگر ایک شخص وطن اقامت سے ۲۸ میل کی مسافت کے سفر کے

ارادہ سے نکلے مگر پندرہ دن قیام یقینی نہ ہونے کی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے ؟
 الجواب :- کسی موزوں مقام پر باقاعدہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کے بغیر یہ شخص
 مسافر کے حکم میں رہے گا جس پر نماز قصر کرنا واجب ہے۔

قَالَ بَرَهَانَ الدِّينِ الْمَرْغِينَانِيُّ: وَلَا يَذَالُ عَلَى حُكْمِ السَّفَرِ حَتَّى يَنْوِيَ الْإِقَامَةَ فِي
 بَلَدَةٍ أَوْ قَرْيَةٍ خَمْسَةَ يَوْمًا أَوْ أَكْثَرَ وَأَنْ نَوَى أَقْلَ مِنْ ذَلِكَ قَصَرَ. -- الْحَمْدُ
 (الْهُدَايَةُ ج ۱ ص ۱۲۹ بَابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِ ۱۷)

اقامت میں ماتحت افراد باختیار افسران کے تابع رہیں گے | سوال :- عسکری تربیت کے دوران جب فوجی

لوگ کسی جگہ اقامت کریں تو کیا پوری نماز پڑھیں گے یا قصر نماز ادا کریں گے ؟
 الجواب :- ایسی حالت میں بالائی افسران کی نیت پر دار و مدار ہے، اگر باختیار
 افسران نے مدت اقامت کی نیت کی ہو تو ماتحت علم نیت نہ کرنے کے باوجود بھی پوری نماز
 پڑھے گا ورنہ مدت اقامت سے کم پر فوجی مشقوں میں قصر کی جائے گی۔

قَالَ عَلَاؤُ الدِّينِ الْحَصَكِيُّ: وَالْمُعْتَبِرُ نِيَّةَ الْمُتَبَوِّعِ كَأَنَّهُ الْأَصْلُ لَا التَّابِعِ كَأَمْرًا

۱۷ قَالَ عَلَامَةُ ابْنِ نَجِيمٍ: وَقَدْ بَالَيْتُ بِالْبَلَدِ وَالْقَرْيَةِ لِأَنَّ نِيَّةَ الْإِقَامَةِ لَا تَصَحُّ فِي غَيْرِهَا قَلًا
 تَصَحُّ فِي مَفَازَةٍ وَلَا جَزِيرَةٍ وَلَا يَحْرٍ وَلَا سَفِينَةٍ. الْحَمْدُ (الْبَحْرُ الرَّائِقُ ج ۲ ص ۱۳۱ صَلَاةُ الْمَسَافِرِ)
 وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۱ ص ۹۸ فَصْلٌ فِي بَيَانِ مَا يَصِيرُ الْمَسَافِرُ بِهِ مَقِيمًا.
 ۱۸ وَقَالَ عَلَاؤُ الدِّينِ الْكَاسَانِيُّ: فَالَّذِي يَصِيرُ الْمَقِيمُ بِهِ مَسَافِرُ نِيَّةَ مَدَّةِ السَّفَرِ وَالْخُرُوجِ
 مِنْ عِمْرَانَ الْمَصْرِ الْحَمْدُ (بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۱ ص ۹۳ فَصْلٌ فِي بَيَانِ مَا يَصِيرُ بِهِ الْمَقِيمُ مَسَافِرًا)
 وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۳۹ الْبَابُ الْخَامِسُ عَشْرُ فِي صَلَاةِ الْمَسَافِرِ.

وقاها مهرها المعجل وعبد غير مكاتب وجندی اذا كان يمدق من اكامير او بيت المال الخ
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۳ باب صلاة المسافر) لہ

سوال: ہا جیرین افغانستان کی نیت اقامت مسلمانوں نے دشت و بیابان میں خیمے لگا کر ڈیرے ڈال دیئے ہیں، کیا ان جنگلوں میں ان کی نیت اقامت درست ہے یا نہیں؟ جبکہ اقامت کی نیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں رہائش ممکن ہو؟

الجواب: ہا جیرین نے کیمپوں کے قریب کبیرہ کی شکل اختیار کر کے جنگل میں منگی کا سا سماں پیدا کیا ہے لہذا جملہ ضروریات زندگی میسر ہونے کی وجہ سے ان کی نیت اقامت جائز ہے، اس لیے یہ مستقل مقیم شمار ہوں گے۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: واختلف المتأخرون في أعراب وأكراد والتركمان الذين يسكنون في بيوت الشعر والصفوف. قال بعضهم لا يكون مقيمين أبداً وإن نوى الإقامة مدة الإقامة لأن المفارقة ليست موضع الإقامة ولا يصح أنهم مقيمون لأن عاداتهم الإقامة في المساويز دون الأماصار والمقرى فكانت المفاويز لهم كالأماصار الخ
ردائع الصنائع ج ۹۹ فصل في بيان ما يصير المسافر به مقيماً لہ

لہ وفي الهندية: وكل من كان تبعاً لغيره يلزمه طاعته يصير مقيماً باقامته ومسافراً بنبوته وبعد اسطر قال والجندي مع أميره فهو لا يصير مقيم
بنية أنفسهم في ظاهر الروية۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)
ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۲ الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر۔

لہ وفي الهندية: اختلف المتأخرون في الذين يسكنون في الخيام والأخبية في المفازة من الأعراب والترامة هل صاروا مقيمين بالنية عن أبي يوسف فيه روايتان في أحدهما لا۔ وفي الأخرى قال يصيرون مقيمين وعليه الفتوى۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)
ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۳ صلاة المسافر۔

دائم مسافر کی نماز کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص عام زندگی میں مسافر رہے، کسی جگہ میں مستقل اقامت کا موقع بہت کم میسر ہو، مثلاً ڈرائیور یا پائلٹ جو کہ ہمیشہ کیلئے سفر میں رہتے ہیں، تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اقامت کے لیے باقاعدہ پندرہ دن کی نیت ضروری ہے، جہاں پر نیت نہ ہو تو مسافر شمار ہوگا۔ صورت مذکورہ میں ایسے لوگ جب بھی ایسی حالت میں اپنی ڈیوٹی پر رہیں تو نماز قصر کریں گے، البتہ اپنی سکونت کی جگہ اتمام کریں گے، اگرچہ چند نمازیں پڑھنے کا موقع کیوں نہ ہو۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر مسيرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعي ركعتين حتى يدخل موضع مقامه او ينوي اقامة نصف شهر. الخ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۲) باب صلاة المسافر ۱۷

مقیم امام کی اقتداء میں پوری نماز پڑھی جائے گی | سوال :- اگر ایک مسافر نے اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- امام کی متابعت کی وجہ سے مسافر مقتدی قصر نہیں کر سکتا بلکہ اتمام کرے۔ قال برهان الدین المرغینانی: وان اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت اتم اربعاً لانه يتغير فرضه الى اربع للتبعية كما تغير بنيتة الاقامة لاتصال المغير بالسبب و هو الوقت. (الهداية ج ۱ ص ۱۲۹) باب صلاة المسافر ۱۷

مسافر امام کی اقتداء میں مقیم کیلئے بقیہ نمازیں قرأت نہیں | سوال :- اگر ایک مقیم مقتدی نے کسی مسافر امام

۱۷ وقال علامه ابن نجيم: واما الثاني فهو ان يقصد مسير ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسير ثلاثة ايام لا يترخص. الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۸) باب المسافر ۱۷ ومثله في الزيلعي ج ۱ ص ۲۰۹ صلاة المسافر ۱۷

۱۷ وقال علاؤ الدین الحسکفی: واما اقتداء المسافر بالمقيم فيصبح في الوقت ويتم الخ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱) باب صلاة المسافر ۱۷ ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۲ صلاة المسافر ۱۷

کے پیچھے اقتداء کی تو امام کی فراغت کے بعد مقتدی باقی رکعات میں قرأت کرے گا یا نہیں؟
الجواب:- امام کی فراغت کے بعد مقیم مقتدی کے لیے اپنی بقیہ نماز کا پڑھنا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ امام کے پیچھے شمار ہوتا ہے اس لیے مقتدی کے ذمے آخری رکعات میں قرأت ضروری نہیں ہے بلکہ فاتحہ کی مقدار سے خاموش کھڑے ہو کر رکوع کرے گا۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعدة فاذا قام المقيم الى اكمال تمام لا يقرأ الخ (الذم المختار على صدار المختار ج ۲ ص ۱۲۹) باب صلاة المسافر
مسافر امام کے تمام کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز کا فاسد ہونا | **سوال:-** اگر مقیم نے مسافر میں مسافر امام نے قصر کے بجائے پوری نماز پڑھ لی اور اس کے ساتھ مقتدیوں نے بھی پوری نماز پڑھ لی تو مقیم مقتدیوں کی نماز کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:- مسافر امام کے حق میں آخری دو رکعات نقل رہیں گی جبکہ مقیم مقتدیوں کے پوری نماز فرض ہے، لہذا مفترض کی اقتداء منتقل کے پیچھے لازم ہو کر مقتدیوں کی نماز فاسد کرتی ہے اس لیے اس کا اعادہ ضروری ہے۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله لم يصح مقيماً) فلو اتم المقيمون صلواتهم معه فسدت لان اقتداء المفترض بالمنتقل الخ (رد المختار ج ۲ ص ۱۳۱) باب صلاة المسافر
امام کی حالت سے واقفیت کی ضرورت | **سوال:-** کسی امام کے سفر یا اقامت کے بارے میں جب مقتدی کو علم نہ ہو تو مقتدی کی ذمہ داری کیا ہے اور اس کی نماز پر اس کے کیا اثرات پڑ سکتے ہیں؟

له وفي الهدية: وصاروا منفردين كما المصدق الا انهم لا يقرؤن في الاصح الخ (الهدية ج ۱ ص ۱۲۱) الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۵ صلاة المسافر
 له قال ابن عابدین: حتى لو اتم المقيمون صلواتهم معه فسدت صلواتهم لان هذا اقتداء المفترض بالمنتقل ولا يصح الخ (منحة الخائق حاشية البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۵) صلاة المسافر ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۲ صلاة المسافر۔

الجواب :- امام کی حالت سفر یا اقامت سے ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات مقتدی شکوک و شبہات کا شکار ہوتا ہے اس لیے امام کی حالت سے واقفیت مقتدی کے لیے ضروری امر ہے۔ اس لیے مقتدی کو امام کی حالت سفر و حضر معلوم کرنا چاہیے تاکہ اس کی اقتداء درست ہو ورنہ لاعلمی کی صورت میں اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

قال علامہ ابن عابدین: (تحت قوله ان العلم بحال الامام شرط لكن) وحاصله تسليم اشتراط العلم بحال الامام۔
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۱ صلوة المسافر لہ)

میدانِ عرفات میں حنفی المسک کے لیے مقیم امام کی اقتداء کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب اجماع کے

دورانِ عرفہ کے دن اگر شرعی مسافت سے کم مسافت سے آنے والا امام قصر نماز پڑھائے تو کیا حنفی المسک شخص کے لیے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- احناف کے نزدیک مسافت قصر سے کم سفر میں قصر نماز پڑھنا جائز نہیں لہذا جو امام مقیم ہونے کے باوجود قصر نماز پڑھائے گا حنفی مقتدی کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: لو كان مقيماً كامام مكة صلى بهم صلوة المقيمين لا يجوز له القصير ولا لججاج الاقتداء به۔ قال الامام الحلواني: كان الامام النسفي يقول العجب من اهل الموقف يتابعون امام مكة في القصير فاني لست عاب لهم او يرجي لهم الخير وصلو بهم غير جائز۔
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۵ كتاب الحج۔ مطلب في شروط الجمع بين الصلوتين بعرفة لہ)

لہ وقال علامہ ابن نجیم المصری: وهذا مجمل ما في الفتاوى اذا اقتدى بالامام لا يدرى ايسافر هو ام مقيم لا يصح لان العلم بحال الامام شرط الاداء جماعة۔ الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۰ باب المسافر)

وَمَثَلُهُ فِي الْكَبِيرِ ص ۵۹۱ باب صلوة المسافر۔

لہ قال العلامة عبد الرحيم لاجپوری رحمہ اللہ: عرفات میں جناب امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر۔

(فتاویٰ رحیمہ ج ۱ ص ۱۵۹ باب صلوة المسافر)

مسافر کا غلطی سے چار رکعت کی نیت کرنا | سوال :- اگر مسافر غلطی سے دو رکعت کی بجائے چار رکعت کی نیت کر لے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

کیا وہ نیت کے مطابق چار رکعت ہی پڑھے یا دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے؟
الجواب :- نماز کی نیت میں نماز اور وقت کا تعین ضروری ہے تعداد کی تعین ضروری نہیں یہ ضمتاً بخود آجاتی ہے، چونکہ مسافر کے ذمے صرف دو رکعت فرض ہے اس لیے نماز کی نیت بھی مسافر اتہ ہوگی اگر زبان پر غلطی سے تعداد رکعات میں زیادتی ہوئی ہو تو اس کوئی اعتبار نہیں؟
 لما قال العلامة الحصکفی: لا بد من التعمین عند النية لفرض دون
 تعیین عدد رکعاته لمصوبها ضمناً فلا یضرب الخطأ فی عدد دھا۔

(الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۸ تا ۳۲۰ باب شروط الصلوة یطلب فی النیت) ۱۷

باب بیٹا مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ان کی نمازوں کا حکم | سوال :- اگر باپ بیٹا دو مختلف شہروں میں مقیم ہوں

اور باپ بیٹے کے ہاں یا بیٹا باپ کے ہاں چلا جائے تو کیا یہ دونوں نماز قصر کریں گے یا تمام؟
الجواب :- شریعت مقدسہ میں ہر شخص کے الگ الگ وطن کا اعتبار ہے، صورت مسئلہ میں جب دونوں کے وطن اصلی الگ الگ ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے پاس جانے سے مقیم نہیں ہوں گے بلکہ مسافر ہو کر قصر کریں گے۔

قال العلامة الحصکفی: الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تأمله او توطنه یبطل بمثله
 اذا لم یبق له بالاول ۱۸ (الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۲ باب صلوة المسافر) ۱۸

عمرہ کیلئے سعودی عرب جانے والوں پر قصر نماز کا حکم | سوال :- جو لوگ عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں ان کا ویزہ صرف

۱۷ وفی الہندیۃ: النیۃ اداة الدخول فی الصلوة والشروط ان یعلم بقلبه ای صلوة یصلی وادناها مالو
 سئل لامکنہ ان یمییب علی البیدیہۃ۔ .. ولا عبرۃ للذکر باللسان۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۶۵ اباب الرابع)
 وفیہ ایضاً: عزم علی الظہر وجیزاً علی لسانہ العصر۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۶۶ الفصل الرابع فی النیت)
 ۱۸ قال الشیخ وہبۃ الزحلی: الوطن الاصلی هو الذی ولد فیہ او تزوج اولاً وحریتزوج وقصد لتعیش فیہ
 لا ان یرتجال فیہ۔ (الفقہ الاسلامی وادانہ ج ۲ ص ۳۳ العودۃ الی محل الاقامۃ الدائم)

پندرہ دن کا ہوتا ہے ان ایام میں یہ لوگ مدینہ منورہ میں بھی قیام کرتے ہیں اور مکہ مکرمہ میں بھی، تو کیا ایسے لوگ وطن اقامت کی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی نمازیں قصر کریں گے یا اتمام؟
الجواب:- نیت اقامت کے لیے پندرہ دن کی نیت کا ایک ہی مقام پر ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ کے مطابق چونکہ ایسے لوگ مختلف مقامات میں پندرہ دن گزارتے ہیں اس لیے انکی نیت اقامت کا اعتبار نہیں بلکہ یہ لوگ قصر کر کے نمازیں پڑھیں گے۔

لما قال العلامة المحصن: لو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة فصار كنيته الإقامة في غير موضعها۔ (رد المحتار علی صدد المحتار ج ۲ ص ۱۲۶ کتاب المسافر) لہ
سوال:- جہاد افغانستان میں بعض علاقے مجاہدین غلبہ کے دوران قصر کریں گے یا اتمام؟
 افغان مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گئے ہیں مگر ابھی انہیں مکمل کنٹرول حاصل نہیں ہو سکا تو کیا یہ مجاہدین وہاں غلبہ کے دوران پوری نماز ادا کریں یا قصر؟

الجواب: مسلم افواج جب کسی علاقہ میں فاتحانہ داخل ہوں تو جب تک وہاں پورا کنٹرول ان کے ہاتھوں میں نہ ہو تو یہ افواج وہاں نماز قصر کریں گی، البتہ جب پوری طرح کنٹرول حاصل ہو جائے اور اس علاقے کو اپنا علاقہ سمجھا جائے تو پھر نیت اقامت کی صورت میں نماز پوری ادا کرنا ہوگی۔

لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله (للتودد بين القوار والقوارم) وفي البحر عن التجنيس اذا غلبوا على مدينة الحرب ان اتخذوها داراً لهم والابل اراذوا الاقامة بها شهراً واكثر قصر والبقائهم دار حرب وهم محاربون فيها بخلاف الاول۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۷ کتاب المسافر) لہ
 لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني: واذا نوى المسافر ان يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوماً لم يمسك في الصلاة لان الاعتبار بالنية في موضعين يقتضي اعتبارها في موضع وهو ممتنع۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۲۷ کتاب المسافر)
 ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۱۲۷ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني: واذا دخل العسكر ارض الحرب فنوا الاقامة بها قصر واوكد اذا حاصروا فيها مدينة او حصناً لان الداخل بين ان يهزم فيضروا بين ان يهزم فيقتروا فلم تكن دار اقامة۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۲۷ کتاب المسافر)
 ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۱۲۷ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر۔

سوال :- افغان مجاہدین اگر دوران جہاد کمانڈر کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کرنا کسی علاقہ میں روسی افواج سے برسرِ پیکار ہوں تو کیا وہ اپنے کمانڈر کی پندرہ روزہ اقامت کی نیت کی بناء پر وہاں اتمام کریں گے یا کہ قصر؟

الجواب :- تابعین کے لیے اگرچہ تبوع کی نیت کا اعتبار ہے کہ وہ جہاں اقامت کی نیت کرے تو تابعین پوری نماز ادا کریں گے مگر محاذِ جنگ ایسی جگہ ہے جہاں امیرِ جماعت کی نیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں وہاں قصر کرنا لازمی ہے، چونکہ صورتِ مسئلہ میں بھی جنگ کی صورت ہے اس لیے مجاہدین وہاں قصر نماز پڑھیں گے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: اذا دخل العسكر ارض الحرب فنوا الاقامة بها قصر واوكذا اذا حاصروا فيها مدينة او حصناً لان داخل بين ان يهزأ فيقرو بين ان يهزم فيفر فلم تكن دار اقامة۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۲۶ کتاب المسافر) لہ

سوال :- اگر کوئی مسافر سہواً قصر نماز کی بجائے پوری نماز پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- مسافر کے ذمے چار رکعت والی نمازوں میں صرف دو رکعت سفرانہ لازم ہے، اگر کوئی مسافر سہواً پوری چار رکعت پڑھے اور اس نے قعدہ اولیٰ بھی کیا ہو تو نماز درست ہے اگرچہ سجدہ سہو اس کے ذمہ واجب ہے، اور اگر قعدہ اولیٰ اس سے رہ گیا ہو تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ: فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولى تم فرضه ولكنه اساء لوعامداً لئلا خيرا اسلام وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالقرض

لہ وفي الهندية: حاصروم مدينة في دار الحرب واهل البغي في دار الاسلام في غير مصر ونواك اقامة خمسة عشر ايو قصر والان حالهم متردد بين قرار وفرار فلا تصح نيتهم وان نزلوا في بيوتهم۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۱ کتاب المسافر۔

وهذا لا يحل - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب المسافر) له
مسافر قصداً پوری نماز پڑھے تو اس کا حکم | **سوال** :- اگر کوئی مسافر قصداً و عمداً پوری نماز
 پڑھے لے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- سفر میں نماز قصر کرنا شرعاً عزیمت ہے اس میں اپنی طرف سے قصداً و عمداً
 زیادتی کرنا موجب گناہ ہے اس لیے جو شخص قصداً سفر میں پوری نماز پڑھے تو گنہگار ہو گا
 جس سے توبہ کرنا لازم ہے ۔

قال العلامة برهان الدين المرغيناني: وان صلى اربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد
 اجزأته الاوليان عن الفرض والاخريان له نافلة اعتباراً بالفجر ويصير مسيئاً
 لتأخير السلام - (الهداية ج ۱ ص ۱۲۶ کتاب المسافر) له

قیدی مجاہدین قصر کریں گے یا اتمام | **سوال** :- ہمارے بعض مجاہدین افغانستان
 میں دشمن کی قید میں ہیں جو اپنے گھروں سے
 مسافت شرعی سے زیادہ دور ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ دشمن کب انہیں یہاں سے نکالیں گے
 تو کیا یہ قیدی قصر (سفرانہ) نماز پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں ؟

الجواب :- اگر قیدیوں کو اپنے گھر جلتے یا کسی دوسرے شہر منتقل ہونے کے بارے میں
 معلوم نہ ہو کہ دشمن کب اور کتنے دنوں بعد ان کو رہا کرے گا یا کتنے دنوں کے بعد دوسرے شہر
 منتقل کرے گا، اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق یہ قیدی قصر (سفرانہ) نماز پڑھیں گے اگرچہ

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ان صلى اربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد اجزأته الاوليان
 عن الفرض والاخريان له نافلة اعتباراً بالفجر ويصير مسيئاً لتأخير السلام -

(الهداية ج ۱ ص ۱۲۶ کتاب المسافر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر -

له قال العلامة الحصكفي: فلو اتهم مسافران قعد في القعدة الاولى ثم فرضه ولكنه أساء لو
 عامداً لتأخير السلام وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط
 النفل بالفرض وهذا لا يحل - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب المسافر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر -

کئی سال اُسی جگہ گزر جائیں۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانیؒ: ولودخل مصر علی عزم ان یتخرج غدًا
او بعد غد ولم ینو مدة الاقامة حتی بقی علی ذلك ستین قصر لاف ابن عمر اقام
بازربجان ستة اشهر وكان يقصر وعن جماعة من الصحابة مثل ذلك۔

(الهداية ج ۱ ص ۱۲۶ کتاب المسافر ص ۱۰)

قصر و اتمام میں فوجی سپاہی اپنے افسران بالا کے تابع ہیں | سوال :- میں ایک فوجی ملازم

تومیرے علاوہ دوسرے ساتھیوں کے بھی ٹھکانے کا کوئی علم نہیں ہوتا، کبھی کہاں اور کبھی کہاں، کبھی کسی
جگہ کئی کئی مہینے تک قیام کرتے ہیں اور کبھی دو دن کے بعد ہی روانہ ہو جاتے ہیں، تو ایسے حالات
میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ کیا ہم نمازیں قصر کریں یا پوری پڑھیں؟

الجواب :- فوجی ملازم یا سپاہی اپنے افسران بالا کے تابع ہوتے ہیں اگر افسران بالا کسی
جگہ پندرہ دن کے قیام کی نیت کریں تو وہاں دیگر ماتحت فوجیوں کو بھی پوری نماز پڑھنا واجب ہے
اور جس جگہ پندرہ دن سے کم کی نیت ہو تو وہاں قصر کریں، البتہ اگر کسی فوجی افسر کی نیت کا علم
نہ ہو تو صحیح معلومات تک قصر کریں۔

ما قال العلامة المحقق: ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع
الاقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الاصح۔ وفي الفيض وبه يفتي كما في المحيط
وغیره۔ (الدر المختار علی صدر مراد المختار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر ص ۱۰)

کیا سنتِ مؤکدہ کی رکعتوں میں بھی قصر کی جائے گی؟ | سوال :- حالتِ سفر میں چار
رکعت والی فرض نماز دو رکعت

له وفي الهندية: ولولقي في مصر سنين على عزم انه اذا قضى حاجته يخرج ولم ينو الإقامة
خمس عشرة يوماً قصر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر)
ومثله في الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۲۶ کتاب المسافر۔

له وفي الهندية: ان لم يعلم التبع باقامة الاصل قيل يصير مقيماً وقيل لا يصير مقيماً وهو
الاصح لان في لزوم الحكم قيل العلم به حرجاً وضراً او هو مدفوع شرعاً۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۴۱ الباب الخامس عشر في صلوة المسافر)

ہو جاتی ہے تو کیا سنت ٹوکرہ میں بھی کچھ تخفیف ہے یا کہ وہ چار ہی پڑھی جائیں گی ؟
الجواب :- اس بات پر تو سب فقہاء متفق ہیں کہ فرض نمازوں کے علاوہ کسی نماز میں بھی
 قصر نہیں البتہ ترک اور عدم ترک میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں لیکن افضل و بہتر یہ ہے کہ
 اگر موقع ہو اور قافلہ چھوٹنے یا مقصود میں خلل آنے کا اندیشہ نہ ہو تو سنتیں پڑھنی چاہئیں۔

لما فی الہندیۃ : ولا قصر فی السنن کذا فی المحيط السخسی وبعضہم جوزوا للمسافر
 ترک السنن والمختار اُنہ لا یأتی بہا فی حال الخوف ویأتی بہا فی حال القمار والاکامن ہکذا فی
 الوجیز للکردی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۳۹) الباب الخامس عشر فی صلوۃ المسافر۔

مسافر کا مقیم امام کے ساتھ نماز کے آخر میں ملنا | **سوال :-** اگر مسافر نے مقیم امام
 کی اقتداء نماز کے آخر میں کی تو کیا

اس صورت میں بھی مسافر پر اتمام کرنا پوری نماز پڑھنا ضروری ہے یا قصر کرے گا ؟
الجواب :- مسافر مقتدی جب مقیم امام کی اقتداء کی نیت کرے تو اتباع امام کی وجہ
 سے اُسے پوری نماز ادا کرنی ہوگی اگرچہ وہ بالکل آخر میں شامل ہوا ہو۔

قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی : وان اقتدی مسافر مقیما یصلی
 رباعیۃ ولوفی التشہد الاخیر۔ (مراقی القلاح علی صدرا لطحطاوی ص ۳۴) کتاب المسافر۔

مسوال :- بحری جہاز کے ملازمین
بحری جہاز کے ملازمین کپتان کے تابع ہیں | ہمیشہ جہاز کے کپتان کے تابع ہوتے

ہیں، کپتان جس ملک میں جتنے ایام گزارنا چاہے گزارتا ہے، کیا سفر کی نیت میں بھی
 ملازمین اپنے کپتان کی نیت کے تابع ہوں گے یا کہ ہر ملازم کو اپنی نیت کرنی ہوگی ؟

لہ قال العلامة الحصکفی : ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی حال أمت وقرار وإلا
 بأن کان فی خوف وقرار لا یأتی بہا ہوا المختار لانتہ تذکر لِعُذرہ۔

والدہ المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۳ کتاب المسافر۔

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْأَسْلَامِي وَأَدِلَّتُهُ ج ۲ ص ۳۴۹ سَابِعاً صَلَوةُ السَّنَنِ فِي السَّفَرِ۔

لہ قال العلامة الحصکفی : واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم۔ قال ابن عابدین : (تحت قوله
 والقوۃ) فی السراج الی الحواشی قید خلیفہ لما اقتدی بہ فی القعد الاخیر۔ (رد المختار ج ۲ باب صلوۃ المسافر)

الجواب:- بحری جہاز کے ملازمین جس طرح چلنے پھرنے اور کسی ملک میں قیام کرنے میں اپنے کپتان کے تابع ہوتے ہیں تو اسی طرح احکام سفر میں بھی کپتان کی نیت کا اعتبار ہوگا ملازمین جتنے بھی ایام کی نیت کریں معتبر نہیں، کتب فقہ میں اس کی نظیر امیر الجیش یا آقا کی ہے۔

وفی الہندیۃ: وکل من کان تبعاً لغيره یلزمہ طاعته یصیر مقیم یا قاتمہ ومسافرًا بنیتہ وخروجہ الی السفر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۱ الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر) ۱۷

سفر کی نیت نہ ہونے کے باوجود مہینوں سفر کرتا | **سوال:-** بعض لوگ مہینوں سفر کرتے ہیں مگر ان کی نیت سفر کی نہیں ہوتی

تو کیا وہ لوگ قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟

الجواب:- مسافر کے لیے تین دن کے سفر موجودہ دور میں ۲۸ میل یا ۶۵ کلومیٹر کے برابر مسافت کی نیت ضروری ہے، بغیر سفر کی نیت کے سفر کرنے والا آدمی مسافر شمار نہیں ہوگا اگرچہ وہ مہینوں یا سالوں تک سفر کرتا رہے، اس لیے ایسے شخص کو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ:- ومن طاف الدنیا بلا قصد لہ یقصر۔

الدرا مختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۲ باب صلوة المسافر ۱۷

سفر میں شاگرد یا مرید اپنے اُستاد اور مُرشد کا تابع ہے | **سوال:-** شاگرد یا مرید اپنے اُستاد یا پیر و مُرشد کے ساتھ

سفر میں ہوں تو کیا شاگرد یا مرید اپنے اُستاد یا مُرشد کے تابع ہونگے یا نہیں؟

۱۷ قال العلامة الحصکفی: والمعتبر بنیۃ المتبوع لأنہ الاصل لا التابع کامرأة وفاہا

مہرہا المعجل وعید غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال وأجیر و

أسیر وغریم۔ الخ (الدرا مختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر)

ومثله فی مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۳۲۵ کتاب المسافر۔

۱۸ قال العلامة ابوبکر الکاسانی: والثانیۃ بنیۃ مدۃ السفر لان الانسان قد یرجع من مصرۃ الی

موضع لاصلاح الضیعة ثم یرتدولہ حاجۃ اخری الی المجاوزۃ عنہ الی موضع آخر لیس بینہما مدۃ

السفر ثم وثم الی ان یقطع مسافۃ بعیدۃ اکثر من مدۃ السقر۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۳ کتاب المسافر)

الجواب :- اگر شاگرد یا مرید کا سفری خرچہ استاد و مرشد برداشت کر رہا ہو تو اس صورت میں شاگرد و مرید تابع ہو کر استاد کی نیت سے مقیم اور اس کی نیت سے مسافر ہونگے ورنہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین : تحت قوله (وتلمیذ) اذا كان یرتق من استاذہ
والمواد به مطلق المتعلم مع معلمه الملازم له لا خصوص طالب العلم مع شیخه -
(رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر) لہ

سوال :- کیا سفر میں بالغ بیٹا باپ کے تابع ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر بیٹا فرمانبردار ہو اور وہ باپ کے اشارے پر چلتا ہو تو بالغ ہونے کے باوجود سفر میں باپ کے تابع ہوگا اور باپ کی نیت اقامت سے مقیم اور نیت سفر سے مسافر شمار ہوگا۔

لما قال العلامة ابن عابدین : قلت ومثله بکلاوطا ابن البار البالغ مع ابيه -
(رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر)

سوال :- پشاور کے رہنے والے ایک شخص نے کراچی میں شادی کی ہوئی ہے، اب اگر یہ شخص اپنے سسرال کے ہاں دوران قیام قہر کرے گا یا تمام؟

الجواب :- صرف شادی کرنے سے سسرال کا وطن و وطن اصلی نہیں بنتا بلکہ شادی کے بعد وہاں مستقل سکونت کی نیت بھی ضروری ہے چونکہ صورت مسئلہ میں اس شخص نے کراچی میں صرف شادی کی ہے وہاں اپنا مسکن نہیں بنایا اس لیے یہ شخص جب کراچی میں پندرہ دن سے کم قیام کرنے کی نیت کرے گا تو وہاں مسافر متصور ہو کر قہر کرے گا۔

لہ وفي الہندیۃ : والتلمیذ مع استاذہ والاجیر مع مستأجر والجدی مع امیرۃ فہو لاد
لا یصیر من مقیمین بنیۃ انفسہم فی ظاہر الروایۃ اما اذا كانت ارضا قہم من اموال انفسہم
قال عبرۃ لیتہم - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۲۱ الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر)
ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۸ باب صلوة المسافر۔

قال الامام فخرالدين الشهير بقاضى خان: المسافر اذا جاوز عمران مصره... وان كان ذلك
وطناً أصلياً بان كان مولدُهُ وسكن فيه ولم يكن مولدً لكنه تأهل به وجعله داراً -

(فتاوى قاضى خان على هامش الهندية ج ۱ ص ۱۶۵ باب صلوة المسافر) لے

سوال :- جو شخص اغوا ہو جائے اور اسے کسی
دور دراز مقام پر لے جا کر محبوس کر دیا جائے تو
اس شخص کے لیے نماز میں قصر یا تمام کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- جو شخص اغوا کر کے مسافت شرعی کی مقدار پر لے جایا گیا تو وہ اغوا کرنے والے
کا تابع ہے اگر اغوا کرنے والا وہاں مقیم ہے تو یہ شخص تمام کرے گا اور اگر متبوع بھی مسافر ہو تو
یہ شخص بھی قصر کرے گا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله (وأسير) ذكر في المنتقى أن المسلم إذا
أسره العدو وان كان مقصده ثلاثة أيام قصر وان لم يعلم سأل له فان لم يخبره و
كان العدو مقيماً أتم وان كان مسافراً قصر (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر) لے

سوال :- اگر کوئی شخص کسی جرم میں گرفتار
ہونے کے خوف سے مفروض ہو کر کسی دور
شہر میں چلا جائے اور وہاں نیت اقامت کی کر لے تو کیا اس شخص کی نیت کا اعتبار صحیح ہو گا یا نہیں؟
جبکہ کسی وقت بھی اس کو گرفتار کر کے وہاں سے لے جایا جاسکتا ہے؟

الجواب :- اگر یہ شخص مفروض ہو کر کسی ایسے مقام میں ہو جہاں کی انتظامیہ یا پولیس سے مجرم
کے اپنے وطن کی پولیس یا انتظامیہ کا مجرموں کو پکڑنے یا چھاپہ مارنے کا معاہدہ ہو تو اس شخص کے

لے قال العلامة ابراهيم الحلبي: فالأصل هو مولد الإنسان أو موضع تأهل به ومن قصد التبعيض
به كالأكل أو الحال - (كبيري ص ۵۴۵ فصل في صلوة المسافر)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۱۶ کتاب المسافر -

لے قال العلامة ابراهيم الحلبي: أن المسلم أسره العدو وان كان مقصده ثلاثة أيام قصر
وان لم يعلم سأل له فان لم يخبره وكان العدو مقيماً أتم وان كان مسافراً قصر -

(كبيري ص ۵۴۵ فصل في صلوة المسافر)

نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے کہ اس قرار و فرار کے مابین شک و تردد ہے، البتہ اگر اس مقام کی انتظامیہ کے ساتھ مجرم و مفرور کے وطن کی انتظامیہ کے ساتھ کوئی ایسا معاہدہ نہ ہو تو نیت کا اعتبار کر کے مقیم متصور ہوگا۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: لان حالهم يخالف عزيمةهم للتدرب بين القرار والفرار. (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۳۳ باب صلوة المسافر) ۱۷

سوال: ہم چند ساتھی بلوچستان سے دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خٹک میں مقیم بلوچستانی طلبہ یہاں دارالعلوم میں حصول تعلیم کیلئے آئے پشاور میں قصر کریں گے یا امتام؟ ہوئے ہیں، دورانِ تعلیم اگر ہم مدرسہ سے

کسی کام کے لیے پشاور جائیں تو کیا ہم وہاں قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟
الجواب: آپ لوگوں کا سفر یہاں تک ختم ہوا ہے اب یہاں آپ لوگ مقیم متصور ہوں گے، اگر آپ یہاں سے کسی ایسے مقام کو جائیں جو کوڑہ سے شرعی حد مسافت سے کم مسافت پر واقع ہو تو پوری نماز پڑھیں گے اور اگر مسافت شرعی پر یا اس سے زیادہ پر واقع ہو تو پھر قصر کرنا واجب ہے اس لیے کہ آپ لوگوں کا دوسرا سفر کوڑہ سے شروع ہوگا بلوچستان سے نہیں۔

لما قال العلامة ابن عايدین: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه اموال انشائه من غير فان لم يكن فيه مرور على وطن الإقامة او كان ولكن بعد سير ثلثة ايام فكذا ذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع من صحته - والله اعلم - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر) ۱۸

۱۷ قال العلامة المحقق: او حاصراً هل البغي في دارنا في غير مصر مع نية الإقامة مدتها للتدرب بين القرار والفرار. (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب المسافر) ومثله في كبرى من ۵ فصل في صلوة المسافر۔

۱۸ لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: وقد اتفق الفقهاء على ان اول السفر الذي يجوز به القصر ونحوه هو ان يخرج المسافر من بيت البلد التي خرج منها ويجعلها وراء ظهره - والفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۳۲۲ ب ۲ اثباتاً للموضع الذي يبداً منه المسافر - ومثله في مراق الفلاح ص ۱۱۱ باب صلوة السفر۔

سفر کے چند مسائل کے بارے میں معلومات | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:-

(۱) مسافر اور مسافت کی توضیح حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کیا ہے اور کتنی اور کس چیز پر؟ کیا وقت حصرہ کی سواری اور سفر کی دیگر سہولیات کے پیش نظر حکم شرع میں تبدیلی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مسافر کے لیے نماز قصر پڑھنا ضروری ہے، اگر پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا یا ثواب ملے گا؟

(۳) کیا کوئی آثار موجود ہیں کہ مجاہدین اسلام (حالت جنگ میں) قصر کیا کرتے تھے؟ اور اس کی قید پندرہ دن یا دس سال تک بھی کیوں نہ ہو انہیں قصر نماز پڑھنے کا حکم تھا کیونکہ قیام کی غرض تو نہ تھی۔ ایسے ہی موجودہ دور میں اگر عساکر اسلامی کو کسی ایسی مہم پر بھیجا جائے، کوئی سریہ کی شکل میں کوئی حفاظت کی شکل میں، تو کیا نماز قصر کریں گے؟ اور کیا سنت مؤکدہ ادا کرنا ان کے لیے ضروری ہے یا چھوڑ دینے کی اجازت ہے؟ کیا اطمینان شرط ہے؟

(۴) ایسا مسافر جو غیر مطمئن ہو اور اس کو کسی قسم کا علم نہ ہو کہ میں نے کتنے دن قیام کرنا ہے اور ایسی صورت میں انفرادی ارادہ کام دے گا یا اجتماعی؟ کیا نقل و حرکت کا اعتبار فرد پر ہے یا حاکم کے حکم پر؟

(۵) ایسے مجاہدین جو افسران بالا کے حکم کے حکم کے منتظر ہوں اور انتظار میں ان کا چلے ہے کتنا ہے عرصہ قیام کریں وہ نماز قصر ادا کریں گے یا نہیں؟

(۶) کیا ایسے عساکر کو ہر وقت مسافر تصور کیا جائے گا یا اطمینان کی حالت میں مقیم مسافر امام نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو گویا ضروری نہیں کہ جمعہ ترک کیا جائے بلکہ باعث اجر ہے اور نہ پڑھنے میں گناہ نہیں۔

(۷) عساکر اسلامی اگر مسجد کا سامان اپنے ساتھ پھرائیں تو کیا یہ جائز ہے؟ کیونکہ مقامی مسجد کا سامان سفر چلتا پھرتا ہے تو کیا حکم ہے ایسے سامان کے جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں؟

الجواب:- مسافت کی توضیح میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں تحریر فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے: ”چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں،

حدیث موطا امام مالک سے ثابت ہوتی ہیں مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہذا تین منزل کا سفر سب کے ہاں متفق ہے، یہی مقدار سفر شرعی ہے جس کی وجہ سے احکام میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ اور جس کو فقہاء کرام نے مختلف عبارات میں اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين هو الصميم كذا في جواهر الاخلاط - رقاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۶ - اس قدر سفر کا قصد کرنے والے کو شرعاً مسافر کہا جاتا ہے اور جو احکام اس قدر سفر سے متغیر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: الاحکام التي تتغير بالسفر هي قصر الصلاة واحة الفطر واستد اومدة المسح الى صلاة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعیدین والاضحية وحرمة الخروج على الحرقة بغير محرم كذا في العتابية - رقاوی عالمگیری - اور اس مقدار سفر کو طے کرنے میں درمیانی رفتار معتبر ہے: والمعتبر السیر الوسط كذا في السراجة - اور فقہاء اس درمیانی رفتار کی وضاحت یوں کرتے ہیں: وهو سیر الابل ومشی الاقدام في اقصر ايام السنة كذا في التبيين -

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتبار مسافت کا ہے اگرچہ سواری کے نیز رفتار ہونے سے وہ جلدی طے ہو جائے، جیسا کہ ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ کے سفر میں یہی حکم ہے مثلاً ایک منزل مقصود کو آدمی اگر پیدل یا اونٹ پر سوار ہو کر تین دن میں پہنچ جاتا ہے اور ریل کے ذریعہ ایک دن میں اور ہوائی جہاز کے ذریعہ پچیس تیس منٹ میں، تو یہ آدمی قصر کرے گا، کیونکہ اعتبار مسافت کا ہے اور فقہاء نے بھی یہی ذکر کیا ہے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے، ولو كانت المسافة ثلاثاً بالسير المعتاد فسار اليها على الفرض جرباً فوصل في يومين او اقل قصر كذا في الجوهرية النبوة (فتاویٰ عالمگیری) اس سے ثابت ہوا کہ وقت حاضریہ کی تیز رفتار سواریوں سے حکم شرع میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔ ایسا ہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی امداد الفتاویٰ جلد ۱ میں تحریر فرمایا ہے۔ (۲) امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق قصر واجب ہے۔ والقصر واجب عندنا كذا في الخلاصة - اب جس نے اتمام کیا تو ضرور گنہگار ہوگا: فان صلى اربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد اجزائه والاغويان نائلة وليصيم مسيئاً اخير السلام الخ

کذا فی الہدایۃ — در مختار میں ہے: صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوباً — علامہ شامیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: فیکره الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃؒ لانه قال من اتم الصلوۃ فقد اساء ونخالف السنۃ۔ (شرح منیہ — شامی ج ۱ ص ۳۵) (۲۳) (الف) عسکر اسلامی اگر دار الحرب میں داخل ہو جائے یا دار الحرب میں ایک شہر یا ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیں اور وہ نیت اقامت کر بھی لیں تو ان کی نیت اقامت درست نہیں بلکہ وہ قصر کریں گے کیونکہ وہ بین القرار والحضرار ہیں۔ ہدایہ میں ہے: واذا دخل العسكر ارض الحرب فنوا الاقامة بها قصر وکذا اذا حضر فيها مدينة او حصناً لان الداخل بين ان يهزم فيفروا بين ان يهزم فيقروا فلم تكن دار اقامة۔ و شامی اور عالمگیری میں بھی اسی طرح لکھا ہے) اور ایک شخص سفر اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ کسی شہر یا گاؤں میں کم از کم پندرہ دن کی نیت اقامت نہ کرے اور زیادہ کی کو حد نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم نیت اقامت کرے گا تو وہ مقیم نہ ہوگا اور قصر کرے گا۔ اسی طرح امام طحاویؒ نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے نقل کر کے انخراج کیلئے ہدایہ میں ہے: ولا يزال علی حکم السفر حتی ينوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر يوماً او اکثر ولو نوى اقل من ذلك قصر وهو ما ثور عن ابن عباسؓ وابن عمرؓ راجعه الطحاوی عنہما) والا ترقی مثله کا لخبیر لانه لا تدخل للرأي فيه فانظروا ان الصحابی۔ رواه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۲۹ باب صلوة المسافر) لہذا موجودہ دور میں اگر عسکر اسلامی ایسی مہم پر جا کر دار الحرب میں اتریں یا وہاں کے کسی شہر یا گاؤں کا محاصرہ کریں تو وہ اگر نیت اقامت کر لیں تو اتمام کریں گے نہیں۔ (ب) رہائستوں کا مسئلہ تو اس کے لیے سفر میں اطمینان شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولا قصر فی السنن کذا فی محیط السرخسی۔ وبعضہم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار انه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرام والا من هکذا فی التوجیز للمکر دی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۸) اور اسی طرز صاحب در مختار نے بھی لکھا ہے۔

(۲۴) ایسا مسافر جو کسی حاجت کے لیے کسی شہر میں داخل ہو جائے اور ارادہ یہ ہو کہ جب بھی حاجت پوری ہو جائے تو نکلے گا اور پندرہ یوم نیت اقامت نہیں کی ہے اور اسی طرح وہ کئی سال

وہاں رہا تو قصر کرے گا۔ عالمگیری میں ہے: ولو بقي في المصر سنين على عزم انه اذا قضى حاجته يخرج ولم يتوالا قامة خمسة عشر يوماً قصر كذا في التهذيب۔
(عالمگیری ج ۱ باب صلوة المسافر) اسی طرح ہا یہ میں ہے: ولو دخل مصر على عزم ان يخرج غداً او بعد غدٍ ولم يتو مدة الاقامة حتى بقي على ذلك سنين قصر لان ابن عمر اقام بأذربيجان ستة اشهر وكان يقصر (رواه عبد الرزاق) وعن جماعة من الصحابة مثل ذلك۔ (رواه البيهقي عن سعد ابن ابی وقاص والنس وغيرہا)
(الهداية ج ۱ ص ۱۲۹ باب صلوة المسافر)

ایسی صورت میں انفرادی یا اجتماعی ارادے کے متعلق فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ نیت اقامت کے لیے پانچ شرائط ہیں جن میں ایک شرط استقلال رائے بھی ہے۔ اگر مستقل بالرائے نہ ہو بلکہ کسی دوسرے کا تابع ہو تو اس کے متعلق فقہاء کرام نے لکھا ہے: الاصل ان من لا يمكنه الاقامة باختياره لا يصير مقيماً بنية نفسه حتى ان المرأة اذا كانت مع زوجها في السفر والرفيق مع مولاة والتلميذ مع استاذة والاحير مع مستاجرة والجندي مع اميره فلهؤلاء لا يصيرون مقيمين بنية انفسهم في ظاهر الرواية كذا في المحيط۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۱)
اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فوج کی اقامت اور غیر اقامت کا مدار حاکم یا اعلیٰ افسر کی نیت پر ہے اور خود اس کی اپنی نیت اقامت کا انہیں دے گی۔
(۵) جس کے حکم کے انتظار میں ہیں اگر اس کی طرف سے نیت اقامت کا کچھ پتہ نہ ہو اور اس میں کئی سال کا عرصہ گزر جائے تو قصر ہی کرے گا۔

(۶) جب یہ معلوم ہو چکا کہ یعنی فوجی سپاہی اپنے اختیار کا مالک نہیں ہے پس اگر وہ نیت اقامت کر بھی لے تو یہ نیت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ تو جب تک فوج کے حاکم اعلیٰ نے اقامت کی نیت نہیں کی ہے تو اس کے ماتحت سب مسافر ہیں اور مسافر پر اگرچہ اطمینان ہو نماز جمعہ نہیں ہے کیونکہ شرائط جمعہ میں ایک شرط اقامت کی بھی ہے، سفر کی حالت میں جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھے گا، اس کی تو شرعاً اجازت ہے لیکن اگر مسافرین نے نماز جمعہ ادا کی تو یہ باعث اجر ہے مگر فرض وقت سے حساب ہوگا۔

شرائط وجوب جمعہ میں فقہاء کرام لکھتے ہیں: وهي الحرية والذكورة والاقامة والصحة

کذا فی الکافی حتی لا یجب الجمعة علی العبد والنسوان والمسافرین والمرضى
کذا فی المعیط۔ اس سے چند سطر آگے کی عبارت کچھ اس طرح ہے: وممن لا
جمعة علیہ ان اداها جانا ان فرض الوقت کذا فی الكنز۔

دفتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۱ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة

(۷) جس طرح کہ اور ضروری سفری سامان عساکر اسلامی اپنے ساتھ لیتے ہیں اسی طرح اگر
مسجد کا سامان مثلاً چٹائی وغیرہ اپنے ساتھ لے لیں تو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(فقط واللہ اعلم)

جس سفر کے درمیان وطن اقامت ہو، حکم | سوال: جناب مفتی صاحب! میں سبلہ
ملازمت نوشہرہ کینٹ میں ملازم ہوں،

ایک بار کسی کام کے لیے مردان گیا اور وہاں سے اسلام آباد جانے کی نیت کی، جب رساپور پہنچا تو
میں نے عصر کی نماز دو رکعت پڑھی، اس پر میرے ایک ساتھی نے کہا کہ آپ کو تو پوری نماز پڑھنی
تھی، تمہارا قصر نوشہرہ سے نکل جانے کے بعد شروع ہوگا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ
کیا میرے ساتھی کی بات درست ہے یا میرا عمل؟ قرآن و سنت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: شریعت مقدسہ کی رو سے سفر کا انشاء وطن اقامت ہوتا ہے کسی دوسرے مقام
سے نہیں، چونکہ آپ کا وطن اقامت نوشہرہ ہے مردان نہیں، جبکہ مردان اور نوشہرہ کے درمیان مسافت
سفر بھی نہیں اس لیے آپ کو پوری نماز پڑھنی چاہیے تھی، قصر کا حکم نوشہرہ سے نکل جانے کے
بعد متوجہ ہوتا۔ اس لیے آپ کے ساتھی کی بات درست ہے، اگر آپ نے دوبارہ نماز نہ پڑھائی
ہو تو نماز کا اعادہ کر لیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان
منه مال وانشاء من غيره فان لم يكن فيه مروع على وطن الإقامة او كان ولكن
بعد سیر ثلاثة ايام فكذا لك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان
قيام الوطن مانع من صحتہ واللہ اعلم..... وقال فی الفتح ان السفر ناقص
لوطن الإقامة ما ليس فيه مرور على وطن الإقامة او يكون فيه المرور
به بعد سیر مدة السفر۔ رد المحتار ج ۱ ص ۸۳ کتاب السفر

سوال :- ایک پندرہ دن اقامت کی نیت کے بعد ارادہ بدلنے پر قصر ہے یا اتمام؟ **شخص کسی شہر میں**

پندرہ دن کی نیت سے رہنے لگا لیکن اچانک نیت تبدیل کر کے تین چار دن کے بعد جانے کا ارادہ کر لیا حتیٰ کہ سفر کے لیے ٹکٹ بھی لے لی تو کیا یہ شخص اب قصر کرے گا یا اتمام؟
الجواب :- جس شخص نے ایک دفعہ اقامت کی نیت کر کے رہنا شروع کر دیا تو وہ اُس وقت تک اس شہر میں مقیم متصور ہوگا جب تک وہ اس شہر کی حدود سے باہر نہ نکلے اگرچہ درمیان میں اس نے نیت تبدیل کر کے مدت اقامت سے قبل جانے کا ارادہ کر لیا ہو۔

قال العلامة السرخسي: ولا يكون مسافراً بالنية كما يكون مقيماً بالنية لانه لا يكون مسافراً حتى يسير ولا إقامة تكون بالنية لان الإقامة ليس بعمل. (بسوط السرخسي ج ۱) ۱/۲
سوال :- ایک شخص کسی شہر میں ضروری کام کے لیے کرفیو کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم کیا مگر اتفاق سے وہاں کرفیو نافذ تھا جس کی وجہ سے

پندرہ دن سے قبل وہاں سے نکلنا ممکن نہ رہا، تو کیا یہ شخص وہاں مقیم تصور ہوگا یا مسافر؟
الجواب :- جب کسی شہر میں پندرہ دن کا قیام یقینی ہو تو وہاں آدمی مقیم متصور ہوگا صورت مسئلہ میں چونکہ کرفیو کی وجہ سے پندرہ دن سے قبل نکلنا ممکن نہ رہا اگرچہ یہ اتفاقیہ حادثہ ہے تب بھی یہ شخص مقیم متصور ہوگا۔

قال العلامة برهان الدين المروغيتاني: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر. (الهداية ج ۱ ص ۱۳۲ باب المسافر) ۲/۱

سوال :- بعض مالدار لوگ کسی دوسرے شہر میں ذاتی مکان ہو تو اس میں قصر و اتمام کا حکم موسم گرما کے ایام سوات پتھراں

۱/۱ قال العلامة ابوبكر الكاساني: والثالث: الخروج من عمران المصر فلا يصير مسافراً بمجرد نية السفر ما لا يخرج من عمران المصر. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۲ فصل ما يصير به المقيم مسافراً)
 ۲/۱ قال الشيخ وهبة الزحيلي: ولا يزال المسافر على حكم السفر حتى ينوي الإقامة مدة معينة ستذكرها. (الفتاوى الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۳۲۵ الثالث الموضوع الذي يبدأ منه الخ)
 ومثله في كبرى ۵۳۹ فصل في صلوة المسافر۔

ایبٹ آباد، مری وغیرہ ٹھنڈے علاقہ جات میں گزارتے ہیں اس مقصد کے لیے انہوں نے وہاں اپنے ذاتی مکان بھی بنا رکھے ہیں، تو کیا یہ لوگ ان علاقوں میں مقیم متصور ہوں گے یا مسافر؟ خواہ وہ ایک دودن کے لیے ہی جاتے ہوں؟

الجواب :- جو شخص کسی دوسرے شہر میں اپنا ذاتی مکان بنائے اور وہاں ایک دفعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ موسم گرما گزار لے تو وہ اس شخص کا وطن اصلی شمار ہوگا، اس طرح یہ شخص جب بھی اس شہر میں آئے گا مقیم ہو کر پوری نماز پڑھے گا جب تک اس کا مکان اس شہر میں ہو، اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق ایسے لوگ مقیم ہوں گے اور ان پر اتنا واجب ہے یعنی پوری نماز پڑھیں گے۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرى اتخذها داراً أو توطن بها مع أهله وولده وليس من قصد الارتحال عنها بل التعيش بها۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۶) باب صلوة المسافر۔



لہ قال العلامة ابراہیم الحلبي: فالأصل هو مولد الإنسان أو موضع تأهله ومن قصد التعيش به لا الارتحال عنه۔ (کبیری ص ۵۴۴ فصل فی صلوة المسافر) ومثله في بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰ مطلب في ان الاوطان ثلاثة۔

باب الجمعة والعیدین (جمعہ وعیدین کے احکام و مسائل)

سوال :- نماز جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر ایک شخص اس کی فرضیت سے منکر کا حکم انکار کرے تو کافر ہو جائے گا یا نہیں؟
الجواب :- دیگر نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز بھی فرض عین ہے، اس کی فرضیت سے انکار موجب کفر ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی: ہی فرض عین یکفر جاہدھا لثبوتہا بالدلیل القطعی۔
(الدر المختار علی مدار المتناہج ج ۲ ص ۱۳۶ باب الجمعة) ۱۷

سوال :- فقہاء نے نماز جمعہ کے جمعہ کے وجوب کے لیے حاکم کی اجازت کی شرعی حیثیت وجوب اداء میں بادشاہ کی اجازت کا ہونا ضروری لکھا ہے لیکن جہاں کہیں مسلمانوں کا حاکم نہ ہو تو وہاں پر جمعہ پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟
الجواب :- جہاں کہیں اسلامی سلطنت قائم ہو تو وہاں پر اجازت صراحتاً یا دلالتاً ضروری ہے لیکن اگر کہیں ایسا انتظام نہ ہو تو بعد از رعایت شرائط عام مسلمان خود اپنی ذمہ داری محسوس کر کے نماز جمعہ کا اہتمام کریں گے۔

لما ذکر فی الہندیۃ: ولو تعذر الاستیذان من اکامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة جاز۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶ باب صلوة الجمعة) ۱۸

۱۹ وقال علاء بن نجیم: وہی فرضیۃ محكمة بالکتاب والسنة والجماع یکفون حدھا الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۹ باب الجمعة) ومثله فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱ باب الجمعة

۲۰ وقال الشیخ فی حاشیۃ الزیلعی: ولو اجتمعت العامة علی ان یقدموہما من غیرا من خلقہ المیت او القاضی لم یجوز ولم تکن جمعة لانه لم یفوض الیہم امرهم الا اذ لم یکن فیہم قاض ولا خلیفۃ المیت بان کان کل میت فینبذ یجوز کاجل الضرورة الخ (الزیلعی جلد ۱ باب صلوة الجمع) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۳ باب صلوة الجمعة۔

مسئلہ مصر کے توابع میں نماز جمعہ کا حکم | **سوال :-** اگر کسی قریہ کبیرہ کے قریب ایک چھوٹا گاؤں ہو، اس کی اپنی آبادی تو کم ہو لیکن رسم و رواج، غمی اور خوشی میں اس کے تمام تعلقات بڑے گاؤں پر مبنی ہوں تاہم درمیان میں کچھ زمین خالی پڑی ہے جس میں تاحال کوئی آبادی نہیں۔ کیا اس چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ و عیدین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس چھوٹے گاؤں کی حیثیت ایک محلہ کی طرح ہو تو پھر درمیان میں خالی زمین اس کے لیے مانع نہیں کہ اس کو اس بڑے گاؤں کے توابع میں شمار کیا جاسکے، توابع ہونے کی صورت میں جمعہ و عیدین یہاں واجب رہیں گے اگرچہ اس کی مستقل آبادی کم ہو۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: وكذا لا يصح ادخال الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر الخ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۹ فصل بیان شرائط الجمعة) لہ
مسئلہ فناء مصر کی مقدار | **سوال :-** کسی مصر یا قریہ کبیرہ کے توابع اور فناء کا دائرہ کتنی مسافت تک ممتد رہتا ہے جبکہ بڑے بڑے گاؤں کا دائرہ میلوں تک رہتا ہے، کیا یہ تمام علاقہ مضافات میں شمار ہوگا؟

الجواب :- گاؤں یا مصر کے توابع کی تعیین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن قاضی ابو یوسفؒ کی رائے کے مطابق جہاں تک اذان کی آواز سنائی دیتی ہو تو وہ علاقہ توابع میں شمار ہوگا۔ دوسرے متعدد اقوال مسافت کے بارے میں بھی مروی ہیں، لیکن موجودہ وقت میں کسی بڑے گاؤں کا وہ علاقہ جو انتظامی طور پر نافذ العمل ہو وہی علاقہ توابع میں شمار ہوگا۔ مثلاً گاؤں کیٹی کارپوریشن وغیرہ کا متعلقہ توابع سمجھا جاتا ہے اس لیے یہی علاقہ متعلقہ تنظیموں کی آمدنی اور مصارف کے لیے مخصوص سمجھے جاتے ہیں، البتہ یونین کونسل کا اس زمرہ میں آنا مشکل ہے، پھر بھی ایسے بڑے گاؤں علاقہ کے عرف کے تابع ہونے چاہئیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: واما تفسير توابع المصر فقد اختلفوا فيها روى عن ابی یوسف (رحمہ اللہ) ان المعتبر فيه سماع النداء ان كان موضعاً يسمع فيه النداء

لہ وقال محمد بن عبد الله التمر تاشي: تقع فرضاً في القصبات والقرى او فناء وهو ما اتصل به لاجل مصالحه - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۸ باب الجمعة) لہ ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۲۵ صلوة الجمعة

من المصنف من توابع المصنف الخ ربدائع الصنائع ج ۲ فصل بیان شرائط الجمعة ۱۷
سوال :- چند چھوٹے گاؤں جن کی مجموعی
 متعدد آبادیوں پر مشتمل قریہ میں ہوا جمعہ کا حکم آبادی تو قریہ کبیرہ تک پہنچتی ہے لیکن
 انفراداً ہر ایک کی آبادی دیہات کے حکم میں ہے، کیا ان متعدد آبادیوں کو ملا کر یہاں پر جمعہ وعیدین
 پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر مذکورہ چھوٹی آبادیاں محلہ جات کی شکل میں ہوں اور ایک محلہ سے
 دوسرے محلہ تک خالی جگہ پڑی ہو تو اس معمولی مسافت کی وجہ سے اگرچہ نام الگ ہوں لیکن پھر
 بھی باہمی تعلقات، غمی اور خوشی اور دوسرے امور میں شرکت کی وجہ سے ایک قریہ کبیرہ شمار ہو کر
 ایسی جگہ میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنا درست ہے۔ اور اگر ایک گاؤں کا کسی دوسرے گاؤں سے
 کوئی خاص تعلق نہ ہو ہر ایک میں انفرادیت ہو اور ان متعدد جگہوں کی حیثیت الگ الگ دیہات
 کی ہو تو اس کو مجموعی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ دیہات کی صورت میں فقہاء احناف کے نزدیک
 جمعہ وعیدین پڑھنا جائز نہیں۔

قال علامہ ابن العابدین: تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها
 اسواق الخ۔ (رشائی ج ۲ ص ۱۳۸ باب الجمعة) ۱۷

سوال :- اگر کسی جگہ کا مقامی
 ہنگامی حالات کے تحت بازار میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے آبادی قریہ کبیرہ تک نہ پہنچتی ہو
 لیکن جمعہ کے دن کاروباری مرکز ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ازدحام رہتا ہے۔ تو کیا اس وقتی کثرت کی وجہ

۱۷ وقال علامہ ابن عابدین: وجلة اقوالهم في تقدير ثمانية احوال: وتسعة علوه ميل ميلان ثلثة
 فرسخ فرسخان ثلثة سماع الصوت سماع الاذان الخ۔ (رشائی ج ۲ ص ۱۳۹ باب صلوة الجمعة)
 ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۱ باب صلوة الجمعة۔

۱۸ قال ابن نجيم: وجوب الجمعة على ثلثة اقسام فرض على البعض وواجب على البعض ستة على البعض
 اما الفرض فعلى الامصار واما الواجب فعلى نواحيها واما الستة فعلى القرى الكبيرة والمستبعدة
 للشرائط۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۱ باب الجمعة)

ومثله في امداد الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۰ باب الجمعة۔

سے اس جگہ میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ سال بھر ہر جمعہ میں یہ کیفیت قائم رہتی ہے۔
الجواب:۔ ہنگامی حالات کے پیش نظر جمعہ کے دن یہ جگہ جب مصر یا قریہ کبیرہ بن سکے تو اس میں منیٰ کی طرح وقتی کثرت کی وجہ سے نماز جمعہ پڑھنا درست ہے۔

قال العلامة الرغینانی: ویجوز بمنیٰ ان کان اکامیرامیرالحجازا وکان الخلیفۃ مسافراً عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد لاجمعة بمنیٰ لانہما من القواہی حتی کایعید بہما۔ ولہما انہما تتمصر فی ایام الموم الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۸۔ باب صلوٰۃ الجمعۃ) ۱۔

سوال:۔ اگر کسی جگہ جمعہ کی شرائط پوری ہوں تو متعدد مقامات پر نماز جمعہ کا حکم

مقامات پر نماز جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ایک جامع مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ شرائط پوری ہونے کے بعد جب ایک دفعہ جمعہ وعیدین واجب ہو جائیں تو متعدد مقامات پر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ ابتداء ہی سے متعدد جگہوں میں جمعہ شروع ہو، بلکہ ایک جامع مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ ضرورت محسوس ہو تو نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے۔ تاہم کسی فتنہ و فساد اور مسلمانوں کے درمیان افتراق کے لیے آلہ کار بن کر جامع مسجد سے علیحدگی کا بہانہ بنانا والٹمندی کا تقاضا نہیں۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتاوی الخ (رد المحتار علی صدار المحتار ج ۲ ص ۱۴۴۔ باب الجمعۃ)

سوال:۔ بعض حساس علاقوں یا فوجی چھاؤنیوں میں غیر متعلقہ افراد کا داخلہ قانوناً ممنوع ہوتا ہے، ایسے مقامات پر جہاں ہر ایک کو آنے کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اذن عام مفقود

۱۔ وقال علاؤ الدین الحسکفی: وجاز الجمعۃ بمنیٰ فی الموم الخ۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۱۴۴۔ باب صلوٰۃ الجمعۃ) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲۔ باب صلوٰۃ الجمعۃ۔

۲۔ وفي الهندية: وتودی فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ وهو قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۵۔ صلوٰۃ الجمعۃ) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲۔ باب صلوٰۃ الجمعۃ۔

ہوتا ہے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ فقہ کی کتابوں میں ایک شرط "اذن عام" بھی لکھی گئی ہے۔
الجواب :- ایسے مقامات پر داخلہ کی پابندی انتظامی امور کا حصہ ہے تاکہ استمرار اور
 مفسدین کے شر سے محفوظ رہے، اس لیے اس پابندی سے جمعہ کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی، تاہم
 یہاں پر بھی متعلقہ افراد کو داخلہ کی کئی اجازت ہو کر "اضافی اذن عام" پایا جاتا ہے اس لیے یہ مقام
 جب ایسے علاقہ میں واقع ہو جہاں پر جمعہ وعیدین واجب ہو تو متعدد مقامات پر نماز مشروع
 ہونے کی وجہ سے یہاں پر جمعہ وعیدین پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: تحت "قوله الاذن العام" فلا یضر علق باب القلعة
 بعد واولعادة قدیمة لان الاذن العام مقدر لاهله الخ۔ (در مختار ج ۲ ص ۱۵۲ باب الجمعة)
سوال :- دیہات میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم کیا حکم ہے؟

الجواب :- فقہاء احناف نے نماز جمعہ کے وجوب ادا کیلئے دیگر شرائط کے علاوہ قریہ
 مصر یا نثار مہر کا ہونا ضروری لکھا ہے، اس لیے دیہات میں شرائط کے فقدان کی وجہ سے نماز جمعہ
 وعیدین کا پڑھنا واجب نہیں، عدم وجوب کے باوجود پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وفي القنية صلوة العيد في القرى تکره تحریماً ای کاتبة
 اشتغال بما لا یصح الخ۔ (الدر المختار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۱۶۴ باب العیدین) سہ
سوال :- جہاں پر دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

جمعہ واجب نہ ہو اور مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود محض ہٹ دھرمی پر قائم رہ کر بعض لوگ جمعہ پڑھتے ہیں تو کیا ان سے
 ظہر کی نماز کی ذمہ داری چھوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

له قال لما دأبدي، وما يقع في بعض القلاع من غلق ابوابه خوفاً من الاعداد او كانت عادة قديمة عند
 حضور الوقت فلا بأس به لان الاذن العام مقدر لاهله الخ۔ (مجمع الاشمع ج ۱ ص ۱۶۶ باب الجمعة)
 له وقال علامه ابن نجيم المصري: ای شرط صحته ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية
 ولا مفازة۔ الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۰ صلوة الجمعة)
 ومثله في الزيلعي ج ۱ ص ۲۱۰ باب صلوة الجمعة۔

الجواب :- جب جمعہ واجب نہ ہو تو ظہر کی نماز فرض ہوگی، ایسی حالت میں باوجود عدم وجوب جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہو کر ظہر کی نماز سے فراغت ذمہ کے لیے بے سود ہے۔

قال العلامة ابن العابدین : وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرة والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النقل بالجماعة ألا ترى أن في الجواهر لو صلوا في القرى لزعم اداء الظهر الخ (شامی ج ۱ ص ۱۳۸) لہ

سوال :- کسی صحراء میں لوگ جمع ہو کر نماز جمعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ خاص کر لوگ جب وہاں پر کثیر تعداد میں موجود تو

ہوں لیکن مستقل طور پر وہاں آباد نہ ہوں؟

الجواب :- اگر یہ صحراء کسی مصر یا قریۃ کبیرہ کے تابع میں سے نہ ہو تو نماز جمعہ وعیدین ایسی جگہ میں ادا کرنا جائز نہیں۔

قال علاؤ الدین الحصکفی : ولا يعرفات لانها مفاراة۔ الخ

والدہ المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۲۲ باب الجمعة) لہ

سوال :- عام علاقوں میں جمعہ کی نماز میں احناف کے نزدیک

دیہات میں نماز جمعہ | مصر یا فناء مصر ہونے کے شرائط میں کافی کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ لوگ چند گھرانوں پر مشتمل آبادی کو کافی جان کر جمعہ کی نماز مشروع کر دیتے ہیں، جبکہ فقہ حنفی میں میں مصر کی تعریف مختلف عبارات سے ہوتی ہے، کسی ایک تعریف کو دیکھ کر ہمارے لیے فیصلہ کرنے کی نوعیت کیا ہوتی چاہیے؟

الجواب :- احناف کے نزدیک نماز جمعہ کے وجوب اداء کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ مصر یا فناء مصر ہونا مستقل شرط ہے، تاہم قریۃ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں داخل ہے، لیکن مصر

لہ قال العلامة ابن نجيم المصري : قوله شرطاً دائماً للمصري شرط صحتها أن تؤدى في

مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفاراة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱ باب الجمعة)

ومثله في البناية شرح الهداية ج ۳ ص ۲۸۶ باب الجمعة۔

لہ وفي الهندية : ولا جمعة بعرفات اتفاقاً كذا في الكافي۔ (الهندية ج ۱ ص ۱۲۵)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ باب الجمعة۔

اعد قریہ کبیرہ کی کوئی خاص حد مقرر نہیں جس کو ہم اعتبار کا درجہ دے دیں۔ یہ ایک عرفی حقیقت ہے جو زمانہ اور حالات سے متاثر ہوتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء و احناف نے اپنے زمانے کے اعتبار سے مصر کی تعریف کی ہے جو ہماری کتابوں میں مختلف عبارات سے نقل ہوئی ہے۔ یہاں تک تو اتفاق ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس سے ظہر کی نماز کی ذمہ داری فارغ نہیں ہوتی۔ موجودہ وقت کے اعتبار سے جس گاؤں کی مستقل آبادی بشمول مرد و زن چھوٹے بڑے اور مسلم و غیر مسلم دو ہزار تک پہنچتی ہو تو وہ گاؤں بڑا سمجھا جاتا ہے اور اس میں ضروریات زندگی کا سامان بھی موجود ہو۔ لہذا نماز جمعہ کے وجوب کے لیے ایک گاؤں کی آبادی کم از کم دو ہزار ہونا ضروری ہے لیکن واضح ہو کہ یہ گاؤں کی اپنی آبادی ہونی چاہیے ورنہ قرب و جوار جو اس کے فناء میں نہ ہو، کی آبادی ملا کر اگر کئی ہزار تک ہو تو اسے دیہات ہونے کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

قال الحنفی: وفي القنية صلاة العيد في القرى تكة تحريمياً اي لانه اشتغال

بملا يصح لان المصر شرط لصحته۔ (رد المختار ج ۲ ص ۱۶۷ باب العيد) لہ
مسافر کے لیے جمعہ کا حکم | سوال :- مسافر پر نماز جمعہ واجب نہ ہونے کے باوجود اگر ادا کرے تو کیا اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نماز ظہر لگٹ ٹھنا ضروری ہے؟
الجواب :- اقامت نماز جمعہ کے وجوب اداء کے شرائط میں سے ہے جن کی عدم موجودگی میں بھی نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے اس لیے مسافر کی نماز جمعہ درست ہے اس پر ظہر کی نماز جمعہ پڑھنے کے بعد لازم نہیں۔

قال علامہ ابن العابدین: تحت قوله واقلمها ثلثة رجال اطلق فيهم فشميل العبيد والمسافر والمريض والاعميين والخرس لصلاحيتهم للامامة الخ (شامی ج ۲ ص ۱۵۱ باب الجمعة) لہ

لہ قال العلامة ابن نجيم: اي شرط صحتهما ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة۔
 (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۱ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيْنِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۲۱۱ باب الجمعة۔

لہ وفي الھندیۃ: وتنقذ الجمعة بأتمام العبيد والمسافرين والمرضى وكن بالاميين والخرس الخ۔ (الھندیۃ ج ۱ ص ۱۴۸ صلوۃ الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۳۳۳ باب صلوۃ الجمعة۔

نماز جمعہ وعیدین کے لیے عورتوں کی حاضری | سوال :- مساجد میں جمعہ وعیدین کے لیے عورتوں کی حاضری کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- عورتوں کے لیے مستقل طور پر جمعہ وعیدین کا اہتمام مشروع نہیں اور نہ ان پر واجب ہے، تاہم کسی جامع مسجد میں تبعاً شرکت بذات خود ممنوع نہیں۔ لیکن دورِ حاضری میں عورتوں کا نکلتا فتنہ و فساد سے خالی نہیں اس لیے جمعہ کے لیے کسی مسجد میں حاضری کے بجائے خود گھر میں ظہر کی نماز پڑھیں، اور عیدین کی نماز ان (عورتوں) پر واجب نہیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: وأما المرأة فلا نهام مشغولة بخدمت الزوج ممنوعة عن الخروج إلى محافل الرجال لكون الخروج سبباً للفتنة ولهذا الاجماع عليه في ولاجمعة الخ۔ رد المحتار المصنف ج ۱ ص ۲۵۸ فصل بیان شرائط الجمعة

معذور پر نماز جمعہ واجب نہیں | سوال :- ایسا شخص جو چلتے پھرنے پر قادر نہ ہو اُس کے لیے نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- جب کسی قریبی جامع مسجد تک نماز جمعہ کے لیے پہنچنے پر قادر نہ ہو تو ایسا شخص دوسرے معذورین کے حکم میں ہو کر نماز جمعہ کے وجوب سے مستثنیٰ ہے، تاہم اگر کسی طریقہ پر کہیں جا کر جمعہ پڑھے تو ادا صحیح ہے لیکن نہ جانے سے گنہگار نہیں ہوگا۔

قال العلامة ابن العابدین: (تحت قوله وقد رتبته على المشي) فلا تعب على المقعد وان وجد حاملاً اتفاقاً خائفة - لانه غير قادر على السعي اصلاً فلا يجرى فيه الخلاف في الاعمال كما تبين عليه القهستاني۔

(رشامی ج ۲ ص ۱۵۴، مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

له وذكر السرخسي: والمرأة كذلك مشغولة بخدمت الزوج منهية عن الخروج شرعاً لما في خروجها إلى مجمع الرجال فتنة۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۲ باب الجمعة)

وَمَثَلُهُ فِي الطَّحطاوي حاشية مرقا الفلاح ص ۱۱۱ باب الجمعة۔
له وفي الهندية: حتى لا تجتمع على العبيد والتسوان والمساقرين والمرضى كذا في المحيط السرخسي
ولا على المقعد بالاجماع الخ۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۱ باب صلوة الجمعة)

وَمَثَلُهُ فِي الْبَحْر الرائق ج ۲ ص ۱۵۴ باب صلوة الجمعة۔

خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے دینے کا حکم | سوال :- جمعہ کے لیے خطبہ کی اذان کہاں دی جائے گی؟ کیا امام سے دائیں بائیں جانب اذان کہنا

جائز ہے یا لازمی طور پر امام کے سامنے دی جائے گی؟
الجواب :- اگرچہ اذان ایک اعلان ہونے کی حیثیت سے کسی مقام سے مخصوص نہیں لیکن خطبہ سے قبل اذان کے لیے فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے ہونی چاہیے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ویؤذن ثانیاً بین ید یدہ ای الخطیب۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱ مطلب فی حکم الاذان بین ید ید الخطیب) لہ

جمعہ کے لیے ایک خطبہ پر اکتفاء خلاف سنت ہے | سوال :- اگر کسی خطیب نے دو خطبوں کی جگہ ایک خطبہ پر اکتفاء کیا

تو کیا اس سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور اسی حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟
الجواب :- ایک خطبہ پڑھنے سے اگرچہ خطبہ کی شرط پوری ہو جاتی ہے لیکن دو خطبے پڑھنا منون ہے، اس لیے ایک خطبہ پر اکتفاء کرنا خلاف سنت ہے تاہم نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
 قال محمد بن عبد اللہ التمر تاشی: ویسن خطبتان بجلسة بینہما۔

(تتویر الابصار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ باب الجمعة) لہ

خطبہ سننے کیلئے بیٹھنے کی کیفیت | سوال :- خطبہ کے دوران بیٹھنے کی کیفیت کیسی ہونی چاہیے؟ کیا تشہد کی حالت بنا تا ضروری ہے؟

الجواب :- عام کتابوں میں تشہد کی سی کیفیت اختیار کرنے کو بہتر لکھا گیا ہے لیکن وایا کی رو سے اس کے علاوہ طبعی کیفیت پر بیٹھنا بھی ممنوع نہیں۔

لہ وفي الهندية: واذا جلس على المنبر اذن بين يديه... الخ (الفتاوى الهندية جلد ۱ ص ۱۳۹ صلوۃ الجمعہ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۷ باب صلوۃ الجمعة۔

لہ قال برهان الدين المرغینانی: ویخطب خطبتین یفصل بینہما بقعدة وبعہ جری

التوارث۔ (الهدایة ج ۱ ص ۱۲۸ باب صلوۃ الجمعة)

ومثله في الزیلعی ج ۱ ص ۲۲ باب الجمعة۔

لہاورد فی الحدیث : حدثنا داؤد بن رشید نا خالد بن حیان الرقی ناسیلمان بن عبد اللہ بن الزبرقان عن یعلی بن شداد بن اوس قال شهدت مع معاویۃ بیت المقدس فجمع بنا فنظر فاذا اجل من فی المسجد اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرأیتہم مجتہین والامام یخطب۔ قال ابوداؤد وكان ابن عمر یجتہی والامام یخطب۔ الخ۔ (ابوداؤد شریف ج ۱) ۱۵۸ لہ

سوال :- منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے؟

الجواب :- منبر پر خطبہ دینا سنت نبوی ہے اس کے بغیر خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔

قال العلامة جلال الدین عبدالرحمن ابن ابی بکر السیوطی :- وخرج ابن ابی شیبۃ عن الشعبي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صعد المنبر يوم الجمعة استقبل الناس بوجه الكريم فقال السلام عليكم ويحمد الله ويثنى عليه ويقرأ سورة ثم يجلس ثم يقوم فيخطب ثم ينزل وكان ابو بكر وعمر يفعلانه۔ (تفسیر درمنثور ج ۶) ۲۲۲ لہ

سوال :- عام کتابوں میں خطبہ جمعہ میں حمد و دوران خطبہ خلفاء راشدین کے تذکرہ کا حکم

صلوٰۃ اور وعظ و نصائح کا تذکرہ ملتا ہے، اس کے علاوہ خلفاء راشدین کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- اگرچہ خطبہ کا جو از خلفاء راشدین کے تذکرہ پر موقوف نہیں لیکن پھر بھی صحابہ کرام اور خصوصاً خلفاء راشدین کا تذکرہ کرنا مستحسن فعل ہے۔

قال المحصنی :- ويندب ذكر الخلفاء الراشدين والعلمين الخ۔ (رد مختار ج ۲ مطلب فی قول الخطيب الخ) ۱۲۹ لہ

لہ وفي الهنديۃ :- اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محبتياً او متربعاً او كما تيسر لانه ليس بصلوة عملاً وحقيقة كذا في المصنوع۔ (الفتاوى الهندية ج ۱، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۶۳ باب الجمعة، شرائط الجمعة۔

لہ وقال العلامة ابن العابدین :- ومن السنة ان يخطب عليه اقتداءً به صلى الله عليه وسلم۔ الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۱ باب العیدین)

ومثله في الهنديۃ ج ۱ ص ۱۲۱ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة۔

لہ وفي الهنديۃ :- وذكر خلفاء الراشدين والعلمين رضوان الله تعالى عنهم اجمعين مستحسن بذلك جرى التوامر كذا في التجنيس۔ (الفتاوى الهندية ج ۱، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة)۔

دورانِ خطبہ درود شریف پڑھنے کا حکم | سوال :- دورانِ خطبہ آیت کریمہ : **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** سنکر

درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل میں درود شریف پڑھے، البتہ زبان سے پڑھنے سے احتراز کرے تاکہ خطبہ کا سننا متاثر نہ ہو۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: وروی عن ابی یوسف انه ینبغی ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسه عند سماع اسمہ... الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۱، فصل بیان شرائط الجمع لہ

دورانِ خطبہ باتیں کرنے کا حکم | سوال :- خطبہ کے دوران باتیں کرنے کا کیا حکم ہے ؟ اگر خطیب دورانِ خطبہ کوئی بات کرے تو کیا اس سے خطبہ کی

متاثر ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- دورانِ خطبہ خطیب کے لیے امر بالمعروف کے علاوہ دوسری قسم کی باتیں کرنا مکروہ ہے تاہم خطبہ کا اعادہ کرنا ضروری نہیں، البتہ سامعین کو سماعِ خطبہ کے وجوب کی وجہ سے مطلقاً کلام کرنا یا اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: ویکرہ تکلمہ فیہا الا کلاماً بمعروف لانه منہا... الخ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۱۲۹ باب الجمعة)

وايضاً کل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا ای فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرہا فیعم اکل وشراب وکلام ولو تسبیحاً اور والسلام اور ما بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۱۵۹ مطلب فی شروط وجوب الجمعة) لہ

لہ قال العلامة الحصکفی: والصواب انه یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسه۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۱۵۹ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۳۱۱ باب الجمعة۔

لہ لما قال العلامة ابن نجیم: تحت قوله واذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام (ویکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا اذا کان امراً بمعروف فلا یکرہ.... اما وقت الخطبۃ قال کلام مکروہ تحریماً لو کان امراً بمعروف او تسبیحاً وغیرہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۵۵ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۱، الفصل الثالث والعشرون فی صلوۃ الجمعة۔

سوال :- جمع کے دونوں خطبوں کے درمیان خطیب یا سامعین کے لیے دعا کرنے کا حکم؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی دعا کا ثبوت مروی نہیں اس لیے اس وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے۔

حدثنا أحمد بن منيع، ناهشيم، ناهسين قال سمعت عمارة بن رؤيبة وبشر بن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء، فقال عمارة فجع الله هاتين اليدتين القصيرتين لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد علي أن يقول هكذا وأشار هشيم بالسبابة قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح - (الجامع الترمذي ج ۱ ص ۱۱۲) لہ

سوال :- کیا مسجد سے باہر کسی مکان وغیرہ میں چند آدمی جمع ہو کر نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ مقامی طور پر یہ جگہ قریہ کبیرہ یا مصر کے حکم میں ہو؟

الجواب :- نماز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں اس لیے کسی بیرونی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا باعث الزام نہیں جبکہ یہ جگہ قریہ کبیرہ کے فناء میں ہو تاہم بہتر یہ ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے۔
قال علاؤ الدین الحصفی : ويشترط لصحتها... الخ المصالح او فناءه وهو ما حوله اتصل به اولا الخ (الدالمختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۳۴ باب الجمعة) لہ

سوال :- عیدین کی جماعت کے بعد دوبارہ جماعت کا اہتمام کرنا ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے نماز رکھی ہو ان کیلئے دوبارہ جماعت کا اہتمام کرنے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب :- ایک ہی شہر کے اندر متعدد مقامات پر ایک ہی وقت میں جمعہ وعیدین کی لہ وقال الشيخ عبد الحق دهلوی : وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہر دو خطبہ لحظہ نبشتی چنانچہ در حد جابر بن سمرہ آمد فاموش بودی ودعا از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدین وقت بصحت نہ رسید۔ (شرح سفر السعادت ص ۲۴۲) وَمِثْلُهُ فِي غَايَةِ الْاَوْطَار ج ۳ ص ۳۴۳ باب الجمعة -

لہ وقال ابن نجيم المصري : او مصلاً اي مصلي المصركانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غير مقصود على المصلي بل يجوز في جميع افنية المصركانهها بمنزلة المصري... الخ - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱) باب صلاة الجمعة -
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِير ج ۲ ص ۲۴۲ باب الجمعة -

نماز پڑھنا درست ہے، ایک ہی جگہ پر متعدد جماعت کرنا جائز نہیں۔ لہذا جن لوگوں سے عید کی نماز رہ گئی ہو وہ کسی اور جگہ ہیں دوسرے امام کی اقتداء کر سکتے ہیں یا دوسرے مقام پر جماعت کا اہتمام کر سکتے ہو تو درست ہے، ورنہ اسی جگہ (مسجد یا عید گاہ) میں دوبارہ نماز پڑھنا درست نہیں۔

وقال العلامة ابن نجيم: والا اذا فاتت مع امام وامكنه ان يذهب الى امام اخر فانه يذهب اليه لانه يجوز تعدد اماكن في موضعين واكثر اتفاقاً۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲ باب العیدین)

سوال :- اگر کسی نے عیدین کی نماز میں امام کے ساتھ دوسری عیدین کی نماز میں مسبوق کا حکم رکعت میں شرکت کی توفوت شدہ رکعت کس طرح پوری

کی جائے گی؟

الجواب :- امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھ کر بعد میں اپنے مسلک کے مطابق تکبیرات زوائد کہہ کر اپنی رکعت مکمل کرے۔

قال علاؤ الدین السکاسانی: فاذا فرغ الامام من صلوته يقوم الى قضاء ما سبق به ثم ان كان رايه يخالف راي الامام يتبع راي نفسه لانه منصرف فيما يقضي بخلاف اللاحق لانه في الحكم كانه خلف الامام وان كان رايه موافقاً لراي امامه بان كان امامه يري راي ابن مسعود وحي كذاك بدأ بالقرآن ثم بالتكبيرات... الخ

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۹ فصل بيان صلوة العیدین)

سوال :- عیدین کی نماز محلہ یا گاؤں کی جامع مسجد میں پڑھی جائے یا اس کے لیے آبادی باہر عید گاہ

کو نکلنا ضروری ہے؟ جبکہ بعض مقامات پر عید گاہ میسر نہیں ہوتی؟

الجواب :- عید گاہ کا گاؤں سے باہر ہونا کوئی ایسا امر نہیں جس کو واجب یا فرض قرار دیا جائے، اور نہ ہی فقہاء کرام نے اشتراط پر قول کیا ہے، نہ ہی عیدین کی نماز کی صحت اس پر موقوف

له وقال العلامة ابن العابدین: يقرأ ثم يكبر اي اذا قام الى قضائها لملايتوالي التكبير۔

رشای ج ۲ ص ۱۴۲ باب العیدین، مطلب امر الخليفة لا يبقى بعد موته۔

ومثله في الطحاوی ص ۲۳۴ باب احکام العیدین۔

ہے۔ تاہم بعض اقوال اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ عید گاہ صحرا میں ہونا بہتر ہے لیکن گاؤں کی جامع مسجد میں بھی عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: والخروج الیہا ای الجبانه لصلوة العید سنتہ وان وسعہم المسجد الجامع۔ الخ۔ (در مختار ج ۲ ص ۱۶۹ باب العیدین) ۱۔

سوال: فقہ حنفی کی رو سے ظہر کی نماز میں سردیوں میں نماز جمعہ کے لیے افضل وقت تعجیل اور گرمیوں میں ابراہاد افضل ہے، لیکن جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: وقت کے تعین اور افضلیت دونوں کے اعتبار سے جمعہ کا حکم ظہر کی نماز کی طرح ہے، اس لیے نماز جمعہ کے لیے بھی سردیوں میں تعجیل اور گرمیوں میں ابراہاد مستحب ہے۔

قال العلامة ابن نجیم المصری: والجمعة کا لظہر اصلاً واستحباً باقی الزمانین کذا ذکرہ الا سیجانی۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۴ کتاب الصلوة فی المواقیت الصلوة) ۲۔

سوال: عیدین میں نئے یا دھلے ہوئے کپڑے عیدین کے لیے صاف ستھرے کپڑے پہننا پہننے کے اہتمام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: ایسے اجتماعی مواقع میں صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہننا مستحب ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وندب یوم الفطر اكله الخ وبعد سطر۔ ولبس احسن ثیابہ ولو غیرا بیض۔ (الدر المختار علی صمد مراد المختار ج ۲ ص ۱۶۸ باب العیدین) ۳۔

۱۔ وفی الہندیۃ: الخروج الی الجبانه فی صلوة العید وان کان یسعہم المسجد الجامع علی ہذا عامۃ المشائخ وهو الصحیح ہکذا فی المصنوع۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۹ باب صلوة العیدین) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۹ باب صلوة العیدین۔

۲۔ وقال برہان الدین المرعینانی: ومن شرائطها الوقت فتصح فی وقت الظہر ولا تصح بعد لقوله علیہ السلام اذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة۔ الخ (الہدیۃ علی صدقہ القدیر ج ۲ ص ۲۴۰ باب الجمعة) ومثله فی الزیلعی ج ۱ ص ۲۱۹ باب الجمعة۔

۳۔ وفی الہندیۃ: ویستحب یوم الفطر للرجل الاغتسال والسواک ولبس احسن ثیابہ۔ الخ۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۳۹ باب صلوة العیدین)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۷ باب صلوة العیدین۔

سوال :- جمعہ کے دن ناخن کٹوانے کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ اور کس وقت ناخن کٹوانا مناسب ہے ؟

الجواب :- بعض علماء نے جمعہ کی سعادت مندی کے حصول کی خاطر نماز جمعہ کے بعد ناخن کٹوانا موندوں جاتا ہے، لیکن رسول اللہ سے نماز جمعہ سے قبل ناخن کاٹنے کے بارے میں روایت ثابت ہے اگرچہ محدثین نے اس روایت پر کلام کیا ہے لیکن فضائل میں ایسی روایات کو اعتبار دیا جاتا ہے۔
عن ابی ہریرۃ: کان یقلم اظفارہ ویقص شاربه یوم الجمعة قبل ان ینخرج الی الصلوة اخرجہ البزاز والطبرانی والبیہقی بسند حسن هكذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۱۲۔

سوال :- اگر جمعہ کے دن کھانا کھاتے کے دوران جمعہ کی اذان کے بعد کھانے کا حکم کی اذان شروع ہو جائے تو کیا اس کے بعد کھانا کھانا جائز ہے یا خرید و فروخت کی طرح حرام ہے ؟

الجواب :- اذان کے وقت اگر کھانے میں رغبت زیادہ ہو یا نماز سے فارغ ہوتے تک اس کے خراب یا بے لذت ہونے کا خطرہ ہو تو پھر کھانا جاری رکھ کر فراغت کے بعد نماز پڑھی جائے، تاہم اگر کہیں نماز جمعہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تو پھر کھانا بند کر کے نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ ہر وہ عمل جس سے جمعہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو اذان کے بعد اس کا جاری رکھنا حرام ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: سمع النداء وهو یأکل ترکہ ان خاف فوت الجمعة او مکتوبہ و ذکر الشامی تحت قوله والاھل ای الذی تمیل الیہ النفس ویخاف ذهاب لذتہ عذر فی ترک الجماعة۔ (رشامی ج ۲ ص ۱۶۳ قبل مطلب اذا شرب فی عبارتہ الخ) ۲۔

۱۔ وقال العلامة ابن العابدین: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقص شاربه یوم الجمعة قبل ان یروح الی الصلوة۔ قال السیوطی: وبالجملة فارجمہا ای کاتوال دلیلًا ونقلًا یوم الجمعة والخبار الواردة فیہ لیست بواہیۃ جدامع ان الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال (المنتار مع رد المحتار ج ۵ فصل فی البیع) ۲۸۴۔

ومثله فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۵۱، الفصل التاسع فی الخطر والباحۃ۔ کتاب الطہارۃ۔

۲۔ وقال العلامة ابن نجیم: وفي كثير من الكتب لوسمع النداء وقت الاكل يتركه اذا خاف فوت الجمعة الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ باب الجمعة) ۳۔

ومثله فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۸۱ باب صلوة الجمعة المتفرقات۔

سوال :- عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے لیے عیدین کے لیے اذان دینا خلاف سنت ہے اذان دینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- متزوج وقتہ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ اور نمازوں کے لیے اذان و اقامت دینا خلاف سنت ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: کایسن لغيرها کعید۔ المزمزالدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۵ باب الاذان (۱) لہ

سوال :- اگر متعدد افراد کسی مسجد میں خطیب بننے کا دعویٰ کریں تو ان میں کون زیادہ حق دار ہے؟

الجواب :- جہاں پر قاضی یا حاکم ذمہ داری محسوس کر کے جس کسی کو بھی خطیب مقرر کرے تو وہ خطبہ دینے کا زیادہ حقدار ہے، البتہ جہاں پر ایسا انتظام نہ ہو تو پھر قوم کا مقرر کردہ خطیب جمعہ پڑھا سکتا ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وادقاضی الماذون لہ فی ذلک، الی ان قال ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امام مع عدم محرم فیجوز للمضرورة۔
والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۳ باب الجمعة (۱) لہ

سوال :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولین جمعہ پڑھنا جمعہ کہاں ادا فرمایا؟

الجواب :- جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قباد سے مدینہ منورہ تشریف لائے

لہ فی الہندیۃ: ولیس لغير الصلوۃ الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعا والتراویح والیدین اذان ولا اقامة کذا فی المحيط۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۵ الباب الثانی فی الاذان) ومثله فی خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۱۸۸ الفصل الاول فی الاذان۔

لہ وقال العلامة ابن نجیم المصری: ولو اجتمعت العامة علی تقدیم رجل لمریاموہ القاضی ولا خلیفۃ المیت لمریجز ولہر تکتن جمعة ولو لم یکن ثمة القاضی ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جاز للضرورة۔ (البحوالرائق ج ۲ ص ۱۳۳ باب الجمعة)۔

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶ صلوۃ الجمعة۔

اس وقت کوئی مسجد آباد نہیں تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی بنی سالم بن عمرو میں جمعہ کا خطبہ پڑھا، یہ جمعہ کا اولین خطبہ تھا جو آپ سے سنا گیا۔

کما فی البدایۃ والنہایۃ: قال ابن جریر حدثنی یونس بن عبد الاعلیٰ اخبرنا ابن وهب عن سعید بن عبد الرحمن الجمعی انه یلفظ عن خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اول جمعة صلاھا بالمدينة فی بنی سالم بن عمرو بن عوف فی عتھم الخ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۸) لہ

سوال: کیا تکبیرات ایام تشریق صرف مردوں پر واجب ہیں یا عورتیں بھی اس حکم میں شریک ہیں؟ جبکہ

عورتیں عموماً انفراداً نماز پڑھتی ہیں؟

الجواب: چونکہ صاحبین کے نزدیک تکبیرات تشریق کیلئے جماعت اقامت اور مصر کی شرط نہیں بلکہ تمام نمازیوں پر یہ واجب ہیں، خواہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے یا انفراداً ادا ہو، تاہم اس صورت مردوں کی طرح عورتوں پر بھی تکبیرات واجب ہیں، تاہم عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ تکبیرات پڑھتے وقت اخفا کریں۔ کتب فقہ سے صاحبین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وقالا یوجبہ فوراً کل فرض مطلقاً ولو منفرداً او مسافراً او امرأً کلا لانه تبع للمکتوبۃ الی عصر یوم الخامس اخر ایام التشریق وعلیہ عقد العمل والفتویٰ فی عامۃ الامصار وکافة الاعصار... الخ۔ (رد مختار ج ۲ ص ۱۴۹ قبل یا الکسوی: طلب المختار... الخ) لہ

لہ قال العلامة السیوطی: واخرج الزبیر بن بکار فی اخبار المدينة عن شہاب قال رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة من قبا فمر علی بنی سالم فصلى فیہم الجمعة بیتی سالم وهو المسجد الذی فی بطن الوادی وكانت اول جمعة صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۱۸ سورة الجمعة)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۹ باب الجمعة۔

لہ قال حسن بن عمار الشرنبلالی: وقالا ای ابو یوسف ومحمد یجب التکبیر فوراً کل فرض علی من صلاک ولو کان منفرداً او مسافراً او قریلاً لانه تبع للمکتوبۃ من فجر عرفة الی عقیب عصر الیوم الخامس من یوم العرفة فیکون الی اخر ایام التشریق وبہ ای بقولہما یعمل وعلیہ الفتویٰ۔

(مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۴۳۳ احکام العیدین)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۶ باب العیدین۔

سوال: بحر میں نماز جمعہ کا حکم | بعض عازمین حج بحری جہاز کے ذریعے حج کے لیے جاتے ہیں، اگر وہ سب مل کر جہاز میں ہی نماز جمعہ ادا کرنا چاہیں تو کیا فقہ حنفی کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: فرضیت جمعہ کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مصر یعنی شہر کا ہونا ضروری ہے اور جہاز چو کہ مصر کے حکم میں نہیں اگرچہ اس میں عازمین حج کافی تعداد میں موجود ہوں، اس لیے فقہ حنفی کی رو سے بحر میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفی: ویشتروط لصحتها سبعة اشياء المصبر وهو ما لا یسع اکبر مساجده اهلہ المکلفین بہا وعلیہ فتواي اکثر الفقہاء۔ (الدر المختار علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۳۳۸ باب الجمع)

سوال: آج کل پاکستان میں اکثر جلیں شہروں کے وسط میں واقع ہیں جن میں جیل میں نماز جمعہ کا حکم | باہر سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی جبکہ ان جیلوں میں قیدیوں کی تعداد ہزاروں تک ہوتی ہے، اندر میں صورت ایسی جیلوں میں نماز جمعہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: فقہ حنفی کے مطابق جمعہ کی ادائیگی کے لیے اذن عام شرط ہے چونکہ جیل کے اندر باہر سے لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی اس لیے جیل میں جمعہ وعیدین ہر دو جائز نہیں۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: الشرط السادس الاذن العام وهو ان تقم ابواب الجامع فیؤذن بالناس كافة حتی ان جماعة لواجتمعوا فی الجامع وأغلقوا ابواب المسجد علی انفسهم وجمعوا لم یجوزہم۔ (الفتاوی التاریخ خانیتہ ج ۲ ص ۲۷۱ شرائط الجمعة ص ۲)

سوال: آج کل اکثر دیہاتوں رگاؤں، اور کئی شہروں میں بھی عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرتا | عیدین کی نماز مسجد میں ادا کی جاتی ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا

لہ لما قال العلامة برہان الدین المرغینانی: لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اونی مصلی المصر ولا یجوز فی القرى لقوله علیہ السلام لا جمعة ولا تشریق لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب صلوۃ الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۲۵ ابواب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة۔

لہ قال الشیخ ظفر احمد العثماني: صحت صلوۃ جمعہ کے شرائط میں سے اذن عام بھی ہے اور صورت مذکورہ فی السؤال وہ مفقود ہے لہذا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۵۷ فصل فی الجمعة والعیدین)

وَمِثْلُهُ فِي كِتَابِ الْمُفَقِّهَةِ عَلَى الْمَذَاهِبِ الْارْبَعَةِ ج ۳ ص ۳۸۱ فصل شروط الجمعة۔

عید گاہ کو نکلنا ضروری ہے؟

الجواب:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید باہر عید گاہ میں ادا فرمائی ہے اس لیے عیدین کی نماز کے لیے عید گاہ کو نکلنا مسنون ہے تاہم مساجد میں بھی عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

وفي الهندية، الخروج الى الجبانة في صلاة العيد سنة وان كان يسعهم المسجد الجامع على هذا عامة المشايخ وهو الصحيح۔ (الفتاوى الهندية ج ۱۵ الباب السابع عشر في صلاة العیدین) ۱۷

سوال:- اگر کوئی خطیب خطبہ شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ اور خطبہ میں تعوذ اور تسمیہ جہراً کہنا بسم اللہ جہراً پڑھے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب:- خطیب کے لیے خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے بسم اللہ الخ منقول نہیں تاہم اگر پڑھ لیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله قال في الدرديداء بالتعوذ سرّاً) اي قبل الخطبة الاولى بالتعوذ سرّاً ثم بحمد الله..... والثانية كالاولى الا ان يدعوا المسلمين مكان الوعظ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۹ باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب) ۱۸

سوال:- زریکا بھائی بصارت سے دوسرے شخص کے تعاون کے بغیر نابینا آدمی کے لیے جمعہ کا حکم (محروم (نابینا) ہے مگر اس کو چلتے پھرنے میں وقت نہیں ہوتی بلکہ بغیر کسی دوسرے آدمی کی مدد کے دور دور تک چلتا پھرتا ہے، کیا اس نابینا پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:- ہر وہ نابینا جو دوسرے شخص کی مدد کے بغیر اپنے دنیاوی کام کاج کر سکتا ہو اور اس کو چلتے پھرنے میں تکلیف نہ ہو تو اس پر جمعہ واجب ہے اس کو جمعہ و عیدین کے لیے جانا ضروری ہے۔

قال العلامة ابن عابدین، واقول بل يظهر لي وجوبها على العميان الذي يمشي في الاسواق له لما قال العلامة ابن نجيم: وفي التجنيس والخروج الى الجبانة سنة لصلاة العيد ان كان يسعهم

المسجد الجامع عند عامة المشايخ وهو الصحيح۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۹ باب صلاة العيد)

ومثله في الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۳۷۰ رابعاً موضح اداء صلاة العيد۔

۱۹ لما قال الشيخ ظفر العثماني:- پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے صرف اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم آہستہ پڑھے جہتر کرے اور بسم اللہ کا پڑھنا منقول نہیں..... اس عبارت کے اخیر جُز سے قیاساً حیث قال والثانية كالاولى معلوم ہوا کہ دوسرے

خطبہ کو اعوذ باللہ الخ آہستہ پڑھ کر شروع کیا جائے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۳ فصل في الجمعة والعیدین)

ويعرف الطرق بلا قائد ولا كلفة ويعرف أي مسجد أراد ولا سؤال أحد لأنه جليل القادر على الخروج بنفسه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴ مطلب شروط الجمعة) ۱

سوال خطبہ میں عصا پکڑنا نہیں؟ کیا جمعہ وعیدین کے خطبوں کے لیے ہاتھ میں عصا پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب خطبہ کے لیے ہاتھ میں عصا پکڑنا مستحسن ہے مگر اس کو مقصود ہی سنت نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ایک استیجابی امر تک محدود رکھا جائے۔

قال العلامة الخصكفي: ويكره ان يتكى على قوس او عصا۔ قال ابن عايدین: ثقل اتقه ساقی عن عيد المحيط ان اخذ عصا سنة كالقيام۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۳ باب الجمعة۔ مطلب اذا شرك في عبادته الخ) ۲

سوال نماز عید کے بعد دُعا مانگنا کیا نماز عید کے بعد دُعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب قرآن و سنت نے دعا مانگنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیا بلکہ دعا کے وقت کو مطلق رکھا ہے، جس وقت بھی کوئی دعا مانگے جائز ہے۔ نماز عیدین کے بعد دعا مانگنے پر اکابرین امت کا تعامل بھی چلا آ رہا ہے اس لیے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلکہ دعا مانگنا مستحب ہے۔

لما قال الله تبارك وتعالى: اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي قَاتِي قَرِيبٌ اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا۔ (سورة البقرة آیت ۱۸۶) ۳

۱۔ کتب الشیخ عبدالکریم وصححه العلامة ظفر احمد العثماني: الجواب: جو نابیتا بدون دوسرے شخص کے ہمراہ ہوئے بھی پھرتا ہے اور اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اس کے ذمہ جمعہ واجب ہے۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۶۷ فصل فی الجمعة والعیدین)

۲۔ قال الشیخ ظفر احمد العثماني: عصا لینا مستحب ہے لیکن اگر اس کو ضروری سمجھا جائے اور تادک پر ملامت کی جائے تو التزام مالاً یلزم کی وجہ سے منع کیا جائے گا۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۵۹ فصل فی الجمعة والعیدین)

۳۔ قال الشیخ ظفر احمد العثماني: پس عیدین کی نماز کے بعد مناجات و دعا کرنا عمومات حدیث سے مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۶۲ فصل فی الجمعة والعیدین)

خطبہ جمعہ کے بعد اقامت سے پہلے حدیث کا ترجمہ کرنا | سوال :- ہماری مسجد کے خطیب صاحب خطبہ جمعہ کے بعد اور اقامت

سے پہلے کبھی کبھی خطبہ کی حدیث وغیرہ کا ترجمہ فرماتے ہیں، کیا ایسا کرنا ممنوع ہے یا نہیں؟
الجواب : خطبہ جمعہ اور اقامت کے درمیان دنیاوی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے البتہ دینی وعظ یا مسئلہ اگر مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی : فاذا اتم اقامت ویکره الفصل بامرالدنیا۔ ذکره العینی۔
 قال ابن عابدین : اما بنھی عن منکر او امر بمعروف فلا۔

(الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۱ باب الجمعة) لہ

جمعہ کے دن اذان ثانیہ کا جواب دینا | سوال :- فرض نماز کے لیے کہی گئی اذان کا جواب دینا تو ضروری ہے کیا جمعہ کے دن اذان ثانیہ کا

جواب دینا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب : اگرچہ اذان کا جواب دینا ضروری امر ہے لیکن جمعہ کے دن اذان ثانی کا جواب نہان سے دینا فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے مناسب یہ ہے کہ جواب نہ دیا جائے، البتہ اگر دل ہی دل میں جواب دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی : وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۹ باب الاذان) لہ

نماز جمعہ میں تاخیر کرنے کا حکم | سوال :- بعض خطیب صاحبان جمعہ اتنی دیر سے پڑھتے ہیں کہ مثل اول کا وقت ختم ہو چکا ہو تا ہے، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

الجواب :- ظہر کا وقت مثل ثانی کے اختتام تک ہے اور مثل اول سے مثل ثانی کا وقت

لہ قال العلامة السید احمد الطحطاوی : (تحت قوله ویکره الفصل بامرالدنیا) ینفہم منه انه لا یکرہ الفصل بامر الاخرۃ کذا ذکر (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۹۸)

لہ قال الشیخ العلامة عبدالحی الکتھنوی : ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب اتفاقاً فی الاذان الاول یوم الجمعة۔

(السعیۃ و حل شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۵۳ باب الاذان)

مکروہ ہے اس لیے جو جمعہ مثل اول کے بعد پڑھا جائے تو وہ مکروہ ہے، اگرچہ بعض علماء کے نزدیک مثل اول کے بعد جمعہ باطل ہے اس لیے جمعہ مثل اول سے پہلے پہلے پڑھنا چاہیے۔

لما قال الشيخ السيد احمد الطحطاوى: (تحت قوله ويستحب الا براد بالظهر) وفي الخزانة الوقت المكروه في الظهر ان يدخل في حد الاختلاف واذا اُخِرَ حتى صار ظل كل شئ مثله فقد دخل في حد الاختلاف۔ (طحطاوى ماشية سراج الفلاح ص ۱۲۵ کتاب الصلوة ص ۱۷۶)

سوال :- بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ اگر ایک ہی دن میں جمعہ اور عید کے خطبہ کا حکم جمعہ اور عید دونوں ایک دن جمع ہو جائیں تو عید کی نماز پڑھنے سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ دو خطبے ایک دن جمع کرنا صحیح نہیں، کیا واقعی دو خطبے ایک دن جمع کرنا صحیح نہیں یا کہ دونوں واجب ہیں؟

الجواب :- جمعہ وعید کی نمازیں دونوں الگ الگ واجبات ہیں، ایک کی ادائیگی سے دوسرا ساقط نہیں ہوتا اس لیے دونوں کا ادا کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: (اما مذهبا فلزوم كل واحد منهما مردا المختار ج ۲ ص ۱۶۶ باب العیدین مطلب فی الفأل والطيرة) ص ۲

سوال :- ہمارے بعض اجاب جمعہ کے دن نماز سے پہلے سورہ کہف کی تلاوت کرنا کا معمول ہے کہ وہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے سورہ کہف ضرور تلاوت کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب :- احادیث مبارکہ میں جمعہ کے دن سورہ کہف تلاوت کرنے کی بہت فضیلت

لما قال الشيخ محمد يوسف بن سفيان: قال شيخنا والحق ما قاله صاحب المختار فان المثل الثاني وقت الصلوة للظهر وحكي الشيخ السيد احمد زيني دخلان الشافعي في رسالة له عن الفتاوى الظهيرية وخزانة المفتين رجوع إلى حنيفة إلى المثل الاول۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۱۲۱ باب ما جاء في مواقيت الصلوة) ص ۲
قال العلامة برهان الدين المرغيناني: في الجامع الصغير عيدان اجتماع في يوم واحد فالاول ستة والثاني فريضة ولا يترك واحد منها۔ قال بدر الدين: تحتها اي من العيد والجمعة اما الجمعة فلانها فريضة واما العيد فلان تركها بدعة وضلال۔ (النباه ج ۳ ص ۳۵ باب صلوة العیدین) ص ۲
ومثله في امداد الفتاوى ج ۱ ص ۲۳ باب صلوة الجمعة والعیدین

آئی ہے کہ یہ دو جمعوں کے درمیان ایک نور ہوگا۔ شترارح حدیث نے اس کو دل قبر ہشتر کی چمک پر محمول کیا ہے۔

عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ سورة الکہف فی یوم الجمعة أضاً
لہ النور مابین الجمعین۔ (رواہ البیہقی) — قال العلامة الطیبی: قوله أضاً لہ فی
قلبه اوفی قبرہ اویوکحشرہ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۹) لہ

سوال :- اگر عین جمعہ کی اذان کے
بارش کی وجہ سے جمعہ کی نماز کا ترک کرنا
بعد تیز بارش شروع ہو جائے تو کیا پھر

بھی جمعہ کے لیے مسجد میں جانا ضروری ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر بارش اتنی شدید ہو کہ اس میں جمعہ کیلئے مسجد میں جانا ممکن نہ رہے تو
اس مجبوری کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرنا مریض ہے تاہم کوشش کر کے جانا بہتر ہے۔

قال العلامة طاہرون عبدالرشید البخاری: اذا اصاب الناس مطر شدید یوم الجمعة فہم
فی سعة من التغلف۔ (فلاحة الفتاوی ج ۱ ص ۲۱۱ باب الجمعة وما یصل بہذا) لہ

سوال :- ہسپتال میں بیمار
مریض کی عیادت پر مامور تیمار دار کے لیے جمعہ کا حکم
کی خدمت پر مامور تیمار دار

سے جمعہ ساقط ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر مریض کی حالت زیادہ خراب ہو اور تیمار دار کے جمعہ کیلئے جانے سے
اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو تیمار دار سے جمعہ ساقط ہے مریض کے پاس رہ کر صرف ظہر کی نماز

لہ عن ابی سعید الخدری انہ قال من قرأ سورة الکہف یوم الجمعة أضاً لہ من النور مابینہ و بین
البيت العتیق کذا وقع موقوفاً۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۹ سورة الکہف)
وَمِثْلُهُ فی الدر المنثور ج ۲ ص ۲۰۹ سورة الکہف۔

لہ قال الشیخ و ہبۃ الزحیلی: فلا بُدَّ لمن تجب علیہ الجمعة من الصّحة والامن والحریۃ
والبصر والقدرۃ علی المشی وعدم الحبس وعدم المطر الشدید ولوجل والتلجم ونحوها۔

والفقہ الاسلامی وادلّہ ج ۳ ص ۲۰۲ باب الجمعة۔ السلامۃ من الاعذار

وَمِثْلُهُ فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۲ باب الجمعة۔

پڑھے اور اگر ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو جمعہ ساقط نہیں ہوگا۔

قال العلامة السيد احمد الطحطاوی: الحق بالمریض الممرض ان بقى المریض ضائعاً بخروجه على الاصم۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۲ باب الجمعة) ۱۷

خطبہ جمعہ کے دوران کسی کو منکر کام سے منع کرنا | سوال :- اگر ایک شخص دوران خطبہ جمعہ کسی کو منکر کام کرتے دیکھے اور اس کو

اشارہ سے منع کرے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- دوران خطبہ ہر ایسا عمل جو استماع خطبہ کے منافی ہو کر ناجائز نہیں البتہ اگر کسی کو منکر کام کرتے دیکھے کہ اشارہ سے منع کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

لما قال العلامة ابراهيم الحلبي: وكذا لو اشار برأسه او عينه او يده عند رؤية المتكروم يتكلم بلسانه الصحيح انه لا يكره۔ (كبیری ص ۵۶ باب الجمعة) ۱۸

خطبہ کے دوران خطیب کا دائیں بائیں دیکھنا | سوال :- بعض خطباء کو دیکھا گیا ہے کہ وہ خطبہ کے دوران دائیں بائیں دیکھتے

ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- خطبہ کے دوران سنت طریقہ یہ ہے کہ خطیب سامنے کی طرف توجہ کرے اور دھڑھ نہ دیکھے، فقہاء کرام نے اس طرح کرنے (دائیں بائیں دیکھنے) سے منع فرمایا ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وما يفعله بعض الخطباء من تحويل الوجه جهة اليمين وجهة اليسار عند الصلوة على النبي عليه الصلوة والسلام في الخطبة الثانية لهما من ذكره والظاهر انه بدعة ينبغي تركه لئلا يتوهم انه سنة ثم رأيت في منهاج النووي

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: فلا تجب الجمعة على مريض لعجزه عن ذلك وممران بقى المریض ضائعاً وشيخ فان۔ (الفقه الاسلامی وادلة ج ۲ ص ۲۷۲ باب الجمعة، السلامة من الاعذار)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۳ باب الجمعة۔ مطلب في شروط وجوب الجمعة۔

۱۹ ذکر العلامة ابن نجیم، وعن ابی یوسف انه كان ينظر في كتابه ويصححه وقت الخطبة ولم يتكلم لكن

اشار بيده او بعينه حين رأى منكر الصيغ انه لا بأس به۔ (البررائق ج ۲ ص ۱۵۶ باب الجمعة)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۴۷ الباب السادس عشر في الجمعة۔

وَلَا يُلْتَفَتُ يَمِينًا وَشِمَالًا فِي شَيْءٍ مِنْهَا قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِهِ لَا ذَلِكْ بَدْعٌ -

رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۹ باب الجمعة بمطلب في قول الخطيب الخ م ل

خطبہ کے دوران سنتیں پڑھنا | سوال :- بعض لوگ عین خطبہ کے دوران جمعہ کے لیے مسجد آتے ہیں اور آتے ہی سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، کیا خطبہ کے دوران سنتیں پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: جمعہ کا خطبہ سنتا واجب ہے اس دوران ہر وہ عمل جو خطبہ سننے سے مشغول رکھے کرنا جائز نہیں اس لیے فقہ حنفی کی رو سے دوران خطبہ سنتیں پڑھنا درست نہیں۔

لما قال العلامة ابوالبركات النسفي: اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام - قال ابن نجيم: في شرحه لما رواه ابن ابی شيبه في مصنفه عن علي وابن عباس وابن عمر رضي الله عنهم كانوا يكرهون الصلوة والكلام بعد خروج الامام وقول الصحابي حجة -

البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۵ باب الجمعة م ل

دوران خطبہ مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کرنا | سوال :- یہاں ہمارے محلے کی مسجد میں خطبہ جمعہ کے دوران مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: جمعہ کا خطبہ سنتا اور اس کے لیے متوجہ ہو کر خاموش رہنا واجب ہے اس دوران نماز و کلام جیسے امور جائز نہیں، لہذا دوران خطبہ مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کرنا صحیح نہیں، چندہ کیلئے

لہ قال الشيخ زهرة الزحيلي: اما سنن الخطبة فهي عند الحنفية ثمان عشرون سنة..... استقبال القوم بوجهه دون التفات يميناً وشمالاً سنة بالاتفاق لما روى ابن ماجه: عن عدي بن ثابت عن ابيه عن جده قال كان النبي اذا قام على المنبر استقبله الناس بوجوههم -

الفقه الاسلامي وأدلة ج ۲ ص ۲۹۱ المطلب السادس سنن الخطبة ومكروهااتها م

لہ قال العلامة الحصكفي: اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والا فقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلوة ولا كلام الى تمامها - قال ابن عابدين: (قوله فلا صلوة) شمل السنة و

تعية المسجد - رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۸ باب الجمعة م

ومثله في الهداية ج ۱ ص ۱۵۱ باب الجمعة -

کوئی اور وقت مقرر کرنا چاہیے۔

لما قال العلامة ابوالبركات النسفی: واذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام۔

(کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۵۵۱ باب الجمعة)۔

سوال: ہماری خطیب کے لیے منبری پر بیٹھتے وقت خطیب کا السلام علیکم کہنا صاحب جب خطبہ کے لیے

منبری پر بیٹھتے ہیں تو حاضرین کو السلام علیکم کہتے ہیں کیا اس وقت سلام کرنا سنت ہے؟
الجواب: جب خطیب خطبہ کے لیے منبری پر بیٹھ جائے تو اس دوران اس کا حاضرین کو سلام کہنا احناف کے ہاں درست نہیں، اگرچہ امام شافعیؒ نے جواز کا قول نقل کیا ہے مگر چونکہ یہ بھی کلام ہے جو بعض حدیث ممنوع ہے اس لیے فقہاء کرام نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

لما قال العلامة محمد ابراہیم الحلبي: الخطيب اذا صعد المنبر لا يسلم على القوم عندنا وبه

قال مالك وقال الشافعي واحمد يسلم عليهم (المروى من سلام عندنا غير مقبول)

قال البيهقي: ليس بالقوى۔ وقال عبد الحق في الاحكام الكبرى هو مرسل قال واستد

ابو احمد من حديث ابن لهيعة وهو معروف في الضعفاء ولا يعتج به۔

(کبیری ص ۵۶۲ باب الجمعة البحث الثالث)۔

سوال: ہماری مسجد کے خطیب اتنی آواز کے ساتھ کیا خطبہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے خطبہ پڑھتے ہیں کہ بمشکل ایک دو صف والے سن

سکتے ہیں، کیا خطبہ بلند آواز سے پڑھنا چاہیے یا آہستہ آواز سے؟

الجواب: اصلاً تو کلمات خطبہ پر تلفظ ضروری ہے مع صوت (آواز کے ساتھ) اگرچہ

لہ قال العلامة الحسکفی: اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والا فقيامه للصعود شرح الجمع فلا صلوة

ولا كلام الى تمامها وان كان ذكر الظلمة في الاصح۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۱ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۵۱ باب الجمعة۔

لہ لما قال العلامة الحسکفی: ومن السنة جلوسه في مخدعه عن يمين المنبر وليس السجود

وترك السلام من خروجه الى دخوله في الصلوة۔ وقال الشافعي اذا استوى على المنبر

سلم۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۱ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۱ ص ۴۸۰ باب صلوة الجمعة والعیدین۔

یہ ہے کہ خطبہ معتاد آواز سے اونچا پڑھا جائے۔

لما فی الہندیۃ: ومن المستحب ان یرفع الخطیب صوته وان یکون الجہر فی الثانیۃ دون الاولی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۷ الباب السادس عشر فی الجمعة) لہ

خطبہ کے دوران بیٹھنے کا طریقہ | **سوال ۱**۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ خطبہ سننے کے لیے کس طرح بیٹھنا چاہیے؟ جبکہ بعض لوگ پہلے خطبے میں

زیر ناف ہاتھ رکھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں التحیات کی طرح گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب:- خطبہ سننا واجب ہے، اس کے سننے کے لیے جیسے بھی سہولت ہو بیٹھنا جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ خطبہ سننے کے لیے ایسے بیٹھنا چاہیے جس طرح نماز میں التحیات کے لیے بیٹھا جاتا ہے، باقی پہلے خطبہ میں ناف اور دوسرے میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا عامیانا عمل ہے شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

وفی الہندیۃ: اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس منجیاً او مترعاً او کما تیسر لانه لیس بصلوۃ عملاً وحقیقۃ کذا فی المضمرات ویستحب ان یقع فیہا کما یقع فی الصلوۃ کما فی معراج الدرایۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ الباب السادس عشر فی الجمعة) لہ

خطبے کے دوران وعظ کرنے کا حکم | **سوال ۲**۔ بعض خطباء خطبہ کے دوران ہی خطبے کا ترجمہ بصورت وعظ شروع کر دیتے ہیں بلکہ کبھی کبھی سارے

خطبے کا ترجمہ بھی کر جاتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب:- خطیب کے لیے دوران خطبہ گفتگو کرنا مکروہ ہے، علماء امت کا تعامل یہی آرہا ہے کہ وہ خطبہ میں عربی عبارت کے علاوہ دوسری کسی بھی زبان کے الفاظ کو ملحق نہیں

لہ قال العلامة ابن نجیم: ومن المستحب أن یرفع الخطیب صوته کما فی السراج الوہاج ومنہ

ان یکون الجہر فی الثانیۃ دون الاولی۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۸ باب الجمعة)

لہ قال العلامة مفتی سید احمد لدھیانوی: اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہذا یہ فعل بدعت ہے دونوں کے دوران

حالت تشهد میں بیٹھا مستحب، دونوں میں ہاتھ رانوں پر ہی رکھے، یہ نشست مستحب ہے ویسے جس طرح چاہے بیٹھ

سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۳ باب الجمعة)

کرتے، اس لیے خطبہ کے دوران خطبہ کا ترجمہ کرنا خلاف سنت ہے تاہم مختصراً بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لما قال الامام شاه ولي الله المحدث الدهلوي: ولما لاحظنا خطب النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه رضي الله عنهم وهلم جرا فتنفحنا وجود اشياء منها الحمد والشهادتين والصلوة على النبي والامر بالتقوى وتلاوة آية والدعاء للمسلمين والمسلمات وكون الخطبة عربية الى قوله واما كونها عربية فلا ستمرار اهل المسلمين في المشارق والمغارب به مع ان في كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين۔ وقال النووي في الاذكار رحمہ اللہ تعالى ويشترط كونها اي خطبة الجمعة وغيرها بالعربية۔

(المصنف شرح مؤطا مالك بحواله الجواهر الفقه ج ۱ ص ۳۵۴)

خطبہ جمعہ کے بغیر نماز جمعہ کا حکم | **سوال:** کیا بغیر خطبہ جمعہ کے نماز ادا ہو جائے گی؟
الجواب: خطبہ جمعہ کے شرائط میں داخل ہے اس لیے بغیر خطبہ کے نماز جمعہ درست نہیں۔

وفي الهندية: ومتها الخطبة قبلها حتى لو صلوا بلا خطبة او خطب قبل الوقت لم يجز۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۶ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة) ۲

سلطان یا اسکے نائب کے بغیر نماز جمعہ کا حکم | **سوال:** کتب فقہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ جمعہ کی امامت کے لیے

۱۔ قال العلامة الشيخ اشرف على التتھانوی: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے اب تک امت میں یہی تعامل و توارث رہا کہ خطبہ میں اور کوئی غیر چیز لائق نہیں کرتے اس لیے فقط عربی خطبہ پر اکتفا کرنا چاہیے ہاں اگر کوئی نصیحت مناسب وقت پر کسی واقعہ درپیش شدہ میں کر دے تو جائز ہے۔ (اگے ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں)۔۔۔۔۔ باقی اس کی عادت کر لینا یا بلا ضرورت ایسا کرنا یا زیادہ حصہ کا ترجمہ کرنا یا طویل وعظ کہنا اتنا خطبہ میں خلاف سنت ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶ باب صلوة الجمعہ والعیدین)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوَاهِرِ الْفَقْه ج ۱ ص ۳۶۶ خلاصہ احکام الخطبة۔

۲۔ قال العلامة ابن نجيم: وفي فتح القدير واعلم ان الخطبة شرط الانعقاد في حق من ينشئ التعریمة للجمعة الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۴ باب الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْاِسْلَامِي وادلته ج ۲ ص ۲۸۲ باب الجمعة الخطبة قبل الصلوة۔

امام (سلطان) یا اس کے مقرر کردہ نائب کا ہونا ضروری ہے جو زمانہ حال میں ناپید ہے جبکہ ہر جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جاتی، کیا امام یا اس کے نائب کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہی ذخائر کی عبارت پر غور کرنے سے اس شرط کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ سلطان یا اس کے نائب کا وجود مقصود بالذات نہیں بلکہ قتنہ کے سد باب کے لیے ہے، لہذا اگر مسلمان باہمی رضامندی سے کسی اور شخص کو امامت جمعہ کے لیے مقرر کریں تو اس کی اتباع میں ادائیگی جمعہ میں کوئی شک نہیں، لہذا موجودہ زمانہ میں بھی جمعہ کی امامت اور دوسری نمازیں صحیح ہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ولا يجوز اقامتها الا للسلطان او لمن امره للسلطان لانها تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعة في التقدم والتقديم۔

(الهداية ج ۱ ص ۱۵۱ باب الجمعة) ۱۵

خطبہ جمعہ اور نماز کیلئے علیحدہ علیحدہ اماموں کا حکم | **سوال:** بعض جگہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جمعہ کا خطبہ ایک آدمی نے دیا اور نماز دوسرے

شخص نے پڑھائی، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس سے جمعہ کی نماز پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟
الجواب: خطبہ جمعہ اور نماز دونوں تقریباً ایک چیز ہیں اس لیے ان دونوں کے لیے ایک ہی شخص ہونا چاہیے، البتہ اگر کہیں ایسا ہو جائے تو جمعہ ادا ہو جائے گا البتہ اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے، تاہم تقریر اور خطبہ و نماز الگ الگ آدمی پڑھائیں تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: لا ينبغي ان يصلي غير الخطيب لانهما كشيء واحد فان فعل بان خطب صبي باذن السلطان وصلى بالغ جاز۔ (الدائمات علی مدرّس المتار ج ۲ ص ۱۶۲ باب الجمعة) ۱۶

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار | **سوال:** دو خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھنا سنت ہے؟

۱۷ قال العلامة الحصکفی: ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اقام مع عدمهم فيجوز للضرورة۔ (الدائمات علی مدرّس المتار ج ۲ ص ۱۶۳ باب الجمعة۔ مطلب جواز استنابة الخطيب)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۱ ص ۲۲۲ باب صلوة الجمعة والعیدین۔

۱۸ وفي الهندية: ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب كذا في الكافي۔ (النقادی لہدیہ ج ۱ الباب السادس عشر في الجمعة)

وَمِثْلُهُ فِي الفقه الاسلامی وادلته ج ۲ ص ۲۸۲ الخطبة قبل الجمعة۔

الجواب: دونوں خطبوں کے درمیان ایک مرتبہ اتنی دیر بیٹھنا کہ بدن کے اعضاء اپنی جگہ پر قرار پکڑ سکیں مسنون ہے۔

وفي المندية: والخامس عشر الجلوس بين الخطبتين هكذا في البحر الرائق ومقدار الجلوس بينهما مقدار ثلاث آيات في ظاهر الرواية هكذا في السراج الوهاج ناقلاً عن الفتاوى۔ قال شمس الأئمة السرخسي: في تقدير الجلسة بين الخطبتين أنه إذا تمكن في موضع جلوسه واستقر كل عضو منه في موضعه قام من غير مكث وكبت۔ كذا في التاتارخانية والمختار ما قاله شمس الأئمة السرخسي۔ (الفتاوى الهندية ج ۱۲۴ الباب السادس عشر في الجمعة)

سوال: جناب مفتی صاحب! جمعہ وعیدین کا خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے اور عیدین کے خطبہ کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب: جمعہ وعیدین کے خطبہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے، البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو بیٹھ کر پڑھنا بھی مریض ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وَيُسْنُ خُطْبَتَانِ..... وَطَهَارَتُهُ وَسُتْرُ عَوْرَةِ قَائِمًا۔ (الدر المختار على صدر ما المختار ج ۲ من ۱ باب الجمعة) لہ

سوال: اگر کوئی عالم دین کسی غیر مستقل امام یا خطیب نماز جمعہ وعیدین پڑھا سکتا ہے مسجد کا امام یا خطیب نہ ہو اور وہ عید کی نماز پڑھائے تو عید کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ جبکہ ایک عالم صاحب نے عدم ادائیگی

لہ قال العلامة الحصكفي: وَيُسْنُ خُطْبَتَانِ خَفِيفَتَانِ وَتَكَرَّرَ زِيَادَتُهُمَا عَلَى قَدْرِ سُورَةٍ مِنْ طَوَّلِ الْمُفْصَلِ بِجَلْسَةٍ بَيْنَهُمَا بِقَدْرِ ثَلَاثِ آيَاتٍ عَلَى الْمَذْهَبِ وَتَارَكَهَا مَسْنِيٌّ عَلَى الْأَصَحِّ۔ (الدر المختار على صدر ما المختار ج ۲ باب الجمعة) وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَادَّلَتْهُ ج ۲ ص ۲۸۳۔ الْخُطْبَةُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ۔

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي: قال الحنفية..... وَيُخْطَبُ قَائِمًا..... وَلَوْ خُطِبَ قَاعِدًا أَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ جَازَ لِحْصُولِ الْمَقْصُودِ إِلَّا أَنَّهُ يَكْرَهُ لِمَخَالَفَتِهِ الْمَوْرُوثَ۔ (الفقہ الاسلامی وادلته ج ۲ ص ۲۸۳ باب الجمعة۔ الخطبة قبل الصلوة) وَمِثْلُهُ فِي أَمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۲۵ باب صلوة الجمعة والعیدین۔

کا کہا ہے؟

الجواب:۔ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز اسی مسجد کا امام یا خطیب خود ہی پڑھائے اور اگر اس (امام و خطیب) کو کوئی شرعی عذر ہو تو کسی دوسرے عالم دین کا جمعہ و عیدین کی نماز پڑھانا بلا کر ہمت جائز ہے، البتہ اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس صورت میں اگرچہ عیدین اور جمعہ کی نماز تو ادا ہو جائے گی مگر یہ عمل خلافِ اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: الشرط الخامس للجمعة لكن سيجي انہ لا يشترط
الامام والخطيب (وقال بعد صفحات) ... لا ينبغي ان يصلي غير الخطيب جاز
هو المختار - (الدر المختار على صدر من المختار ج ۲ ص ۱۵۱، ۱۶۲ باب الجمعة) لہ

خطیب کا خطبہ کے دوران منکر سے منع کرنا | **سوال:** خطبہ جمعہ کے دوران مسجد کے صحن میں چند بچے شور شرابہ کر رہے تھے کہ اچانک خطیب نے بچوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ خاموش، آرام سے بیٹھ جاؤ۔ دریافت طلب بات یہ ہے کیا خطبہ کے دوران خطیب صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: خطبہ جمعہ کے دوران اگرچہ باتیں کرنا جائز نہیں لیکن خطیب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے اس حکم سے مستثنیٰ ہے، اگر وہ خطبہ کے دوران ہی کسی کو منکر و ناجائز کام سے منع کرے تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ اس سے خطبہ پر کوئی اثر پڑتا ہے۔
لما في الهندية: ويكره للخطيب ان يتكلم في حال الخطبة الا ان يكون امراً
بالمعروف - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۹۲ باب الجمعة) لہ

لہ قال الشيخ وھبة الزھيلي: ولا يشترط اتحاد الامام والخطيب لكن لا ينبغي ان يصلي غير الخطيب
لانهم اكثروا واحد - (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ ص ۲۸۴ الخطبة قبل الصلوة - باب الجمعة)
وَمِثْلُهُ فِي اعداد الفتاوى ج ۱ ص ۲۶۶ باب صلوة الجمعة والعیدین -
لہ قال العلامة ابن الھمام رحمہ اللہ: يكره للخطيب ان يتكلم في حالة الخطبة للاختلال
بالنظم الا ان يكون امر بمعروف لقصة عمرو وعثمان وهي معروفة۔

{فتح القدير ج ۱ ص ۳۰۰}
{باب الجمعة ومن شرائطها الخطبة}

عیدین کی نماز کا اصل وقت | سوال :- عیدین کی نماز طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد پڑھنی چاہیے؟

الجواب :- جب سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جائے اُس وقت سے لیکر زوال تک عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ووقتها من الارتفاع قد مر مع فلا يصح قبله بل تكون نفلا محرما الى الزوال باسقاط الغاية - (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ مک ۱ باب صلوة العیدین) ۱۷

حنفی العقیدہ کیلئے شافعی العقیدہ امام کے پیچھے نماز عید پڑھنے کا حکم | سوال :- ہم لوگ بسلسلہ مقیم ہیں، عیدین کی نماز میں ہمارا امام شافعی المسک ہوتا ہے جو تکبیرات زوائد چھ سے زیادہ (۱۲) پڑھتا ہے، کیا ہم اس امام کی اقتداء کر سکتے ہیں؟

الجواب :- عیدین میں تکبیرات زوائد کی تعداد شرعاً مختلف ہے، احناف نے چھ کو ترجیح دی ہے جبکہ دیگر مذاہب والوں نے بارہ کو ترجیح دی ہے، چونکہ یہ اجتہادی ترجیح ہے اس لیے چھ سے زائد تکبیرات کہنے والے کی اقتداء میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: ولوزاد تابعه الى ستة عشر لانه مأثور - اھ قال ابن عابدین: (تحت قوله الى ستة عشر) كذا في البحر: عن المحيط وفي الفقه: قيل يتابعه الى ثلاث عشرة وقيل الى ستة عشر - فهذا يؤيد القول الاول ولذا قدمه في الفقه ونسبه في البدائع الى عامة المشائخ على ان ضم الثلاث الاصلية الى الزوائد بعيد جدا لان القراءة فاصلة بينهما - (رد المحتار ج ۲ مک ۱ باب صلوة العیدین، مطلب أمر الخليفة لا يبقى بعد موته) ۱۷

۱۷ قال العلامة حسن بن العمار الشرنبلالی: وابتداء وقت صحة صلوة العید ارتفاع الشمس قدر رمح اور محین حتی تبیض للنہی عن الصلوة وقت الطلوع ان ان تبیض لانه صلى الله عليه وسلم كان یصلی العید حتی ترفع الشمس قدر رمح اور محین فلو صلوا قبل ذلك لا تكون صلوة عید بل نقل محرما - (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی مک ۲۳ باب صلوة العیدین)

وَمِثْلُهُ فِي خَلَاصة الفتاوى ج ۱ مک ۲ الفصل الرابع والعشرون في صلوة العیدین - ۱۷ قال محمد فی الجامع: اذا دخل الرجل مع الاما أو في صلوة العید وهذا الرجل يرى تكبیر ابن مسعود رضي الله عنهما فكبر الامام غير ذلك اتبع الامام الا اذا كبر الامام تكبیرا لم يكبره احد من الفقهاء فحينئذ لا يتابعه - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ مک ۱۷ باب صلوة العیدین)

سوال :- کیا عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے عید گاہ جاتے وقت تکبیرات جہراً پڑھے یا سراً

جہراً (بآواز بلند) پڑھے یا سراً (دل میں) ؟
الجواب :- عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے عید گاہ جاتے وقت تکبیرات جہراً (بلند آواز سے) کہے جبکہ عید الفطر کی نماز کے لیے جاتے وقت سراً (دل میں) پڑھی جائیں یہی امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے اور علامہ قاسم بن قطلوبغا نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ۱

قال العلامة ابن عابدینؒ: ویوم الفطر لا یجہر بہ عندہ وعندہما یجہر وہو
 روایۃ عنہ والخلاف فی الافضلیۃ اما الکراہۃ فمنتفیۃ عن الطرفين۔ وقد ذکر الشیخ القاسم
 فی تصحیحہ ان المعتدل قول الامام۔ (رد المحتار ج ۲ باب صلوۃ العیدین مطلب یطلق التوب علی النیت بالکس) ۱۵
سوال :- ہمارے گاؤں میں عید کی نماز ایک

مولوی صاحب پڑھتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟
الجواب :- اگر عید کی نماز ایک مولوی صاحب پڑھائیں اور خطبہ کوئی اور دے تو اس سے نماز کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ نماز صحیح اور درست ہوگی، البتہ مناسب یہ ہے کہ نماز اور خطبہ ایک ہی آدمی پڑھائے۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: ما یسنُّ فی الجمعة ویکرہ یسنُّ فیہا ویکرہ۔

(البدایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۱۷۵ باب صلوۃ العید)

وقال ایضاً: لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب لانہما کشتی واحد۔ (الدر المختار علی صررۃ المحتار ج ۲ باب الجمع) ۱۶

۱۷ قال العلامة الکاسانیؒ: ومنها ان یغدوا الی المصلی جاہراً بالتکبیر فی عید الاضحیٰ فاذا انتہی الی المصلی ترک.... وأما فی عید الفطر فلا یجہر بالتکبیر عند ابی حنیفۃ الخ۔ (ردائع الصنائع ج ۳ ص ۲۴۹ باب صلوۃ العیدین) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ باب صلوۃ العیدین۔

۱۸ قال العلامة ابراہیم الحلیؒ: ویسنُّ فیہا ما یسنُّ فی خطبۃ الجمعة ویکرہ فیہا ما یکرہ فیہا۔ (کبیری ص ۵۷۱ باب صلوۃ العیدین)

وفی النہج: ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب کذا فی الکافی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ الباب السادس عشر فی الجمع)

ومثله فی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۸۴ الخطبۃ قبل الجمعة۔

تکبیرات زوائد بھول جانے کا حکم | سوال :- اگر کسی امام کو نماز عید میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے دوران یاد آئے کہ اس سے تکبیرات زوائد رہ گئی ہیں تو اس

کو کیا کرنا چاہیئے ؟

الجواب :- عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد واجب ہیں، اگر امام کو درمیان فاتحہ یا فاتحہ پڑھنے کے بعد یاد آئے بشرطیکہ سورہ نہ پڑھی ہو تو اس صورت میں امام اولاً تکبیرات کہے اور پھر از سر نو فاتحہ و سورہ پڑھے اور اگر سورہ پڑھ چکا ہو تو تکبیرات ساقط اور سجدہ سہول لازم ہو جائے گا۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ : فليحذر عن المحيط بدأ الإمام بالقراءة سهواً فتذكر بعد الفاتحة والسورة يمضي في صلوته وان لم يقرأ إلا الفاتحة كسبر وأعاد القراءة لزوماً لان القراءة اذا لم تتم كان امتناعاً عن الاتمام لا رخصاً للقرض - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱ باب صلوۃ العیدین، مطلب امر الخليفة لا يبقى بعد موته ۱۷۰)

تکبیرات زوائد پڑھنے کے بعد نماز میں شامل ہونا | سوال :- اگر کوئی شخص تکبیرات زوائد کے بعد نماز میں شامل ہو تو اس کو کیا

کرنا چاہیئے ؟

الجواب :- جو شخص تکبیرات زوائد کے بعد نماز میں شامل ہو اس کی چند صورتیں ہیں :-
 ۱۔ اگر پہلی رکعت میں شامل ہوا ہو تو اس صورت میں پہلے از خود تین تکبیرات کہے۔
 ۲۔ اور اگر دوسری رکعت میں امام کے ساتھ ملا ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب قضاء شدہ رکعت کے لیے کھڑا ہو تو اولاً تکبیرات کہہ کر پھر قرأت وغیرہ پوری کرے۔
 ۳۔ اور اگر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو تو اگر رکوع کے پانے کی امید ہو تو پہلے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں ملے ورنہ تا امید کی صورت میں تکبیرات رکوع ہی میں ادا کر لے۔
 ۴۔ اور اگر تکبیرات کے دوران امام رکوع سے اٹھ جائے تو جتنی تکبیرات کہہ چکا ہے وہ تو صحیح

قال العلامة الكسافيؒ : فاما اذا تذكر قبل الفراغ منها بان قرا الفادون السورة ترك القراءة وياق بالتكبير لانه اشتغل بالقراءة قبل وانها فتركة وياق بما هو الاهم ليكون المحل محلاً له ثم يعيد القراءة لان الركن متى ترك قبل تمامه ينتقض من الاصل - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۸ باصلاة العیدین، فصل بیان قدر صلوۃ العیدین وکیفیتہ اداہا) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۱ - باب صلوۃ العیدین -

ہے اور باقی ساقط ہو جائیں گی۔

لما قال العلامة الحصکفی: ولو أدرك المومئ الامام في القيام بعد ما كبر كبر في الحال برأى نفسه لانه مسبوقا ولوسبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبيرات - قال ابن عابدین: (تحت قوله في القيام) ای الذي قيل الركوع اما لو أدركه راكعاً فان غلب على ظنه أدركه في الركوع كبر قائماً برأى نفسه ثم ركع واكبر في ركوعه خلافاً لابن يوسف ولا يرفع يديه لان الوضع على الركبتين سنة في محله والرفع لاني محله وان رفع الامام رأسه سقط عنه ما بقي من التكبير لئلا تفوته المتابعة ولو أدركه في قيام الركوع لا يقضيها فيه لانه يقضي الركعة مع تكبيراتها - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۱ باب صلوة العیدین) له

سوال :- تکبیرات تشریق فرض نمازوں کے بعد کتنی مرتبہ تکبیرات تشریق کی تعداد پڑھی جائیں؟

الجواب :- فرض نماز کے بعد ایک دفعہ تکبیر یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد پڑھنا واجب ہے اس سے زائد یعنی تین دفعہ پڑھنا مستحب ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کو خلاف سنت کہا ہے ^{۳۷۹}علامہ رافعی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دفعہ پڑھنا نقل کیا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: يجب تكبير التشریق في الاصح للأمر به مودة وان زاد عليها يكون فضلاً - قاله العینی: صفته اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد

لما قال العلامة ابوبکر الکاسانی: وان أدركه بعد ما كبر الامام الزوائد وشرع في القراءة فانه يكبر تكبيرة الافتتاح ويأتي بالزوائد برأى نفسه لا برأى الامام لانه مسبوق وان أدرك الامام في الركوع فات لم يخف فوت الركوع مع الامام يكبر الافتتاح قائماً ويأتي بالزوائد ثم يتابع الامام في الركوع..... فان رفع الامام رأسه من الركوع قبل ان يتمها رفع رأسه لان متابعة واجبة وسقط عنه ما بقي من التكبيرات لانه فات محلها..... هذا اذا أدرك الامام في الركعة الاولى فان أدركه في الركعة الثانية كبر للافتتاح وتابع الامام في الركعة الثانية يتبع فيها رأى امامه لما قلنا فاذا فرغ الامام من صلوته يقوم ^{۳۷۹}القضاء ما سبق به - (بدائع الصالح ج ۱ باب صلوة العیدین، فصل بآ قدر صلوة العید وكيفيتها اذا تمها) ومثله في كبرى ^{۵۷۲}باب صلوة العیدین -

قال العلامة ابن عابدینؒ، (تحت قوله وان زاد الخ) أفاد أن قوله مرة بيان للواجب
نک ذکر ابو السعود ان الحموی نقل عن القراحصاری ان الاتیان به مرتین خلاف السنة -

رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۸ باب صلوة العیدین ۱۷۱

تکبیرات تشریق عید کی نماز کے بعد پڑھنے کا حکم | سوال :- فقہی ذخائر میں تکبیرات
تشریق کے بارے میں ہر فرض نماز
کے بعد پڑھنے کا حکم ہے، ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد میں بھی پڑھنے
کا کہتے ہیں، کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب :- ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر کہنا واجب ہے اور عید کی نماز کے بعد
تکبیر پڑھنا مستحب ہے، فقہاء کرام نے اس کی تصریح کر دی ہے اس لیے آپ کی مسجد کے امام
صاحب کا عمل درست ہے اور فقہی ذخائر میں اس عمل کے ساتھ تعارض نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفیؒ، ولا بأس بعقب العید لان المسلمين توارثوه فوجب
اتباعهم وعليه البلخيون - قال العلامة ابن عابدینؒ، (تحت قوله لا بأس به) قد استعمل
في المنذوب كما في البحر من الجنائز والجهاد ومنه هذا الموضع لقوله فوجب اتباعهم قوله
فوجب الظاهر ان المراد بالوجوب الثبوت لا الوجوب المصطلح عليه وفي البحر عن المجتبیٰ
والبلخيون يكبرون عقب صلوة العید لانها تؤدى بجماعة فاشبهت الجمعة -

رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۸ باب صلوة العیدین، مطلب کلمہ لا بأس الخ ۱۷۱

تکبیرات تشریق بھول جانے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص تکبیرات تشریق بھول جائے
تو کیا اس پر دوبارہ پڑھنا واجب ہے یا کہ ذمہ سے

له قال العلامة عبد القادر الراغبیؒ، (تحت قول خلاف السنة) لكن أخرجه ابن المنذر ان ابن عمرؓ كان
يكبر ثلاثا ولا دار الصلوة ويقول لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو
على كل شيء قدير (تقريرات رافعي على رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۶ باب صلوة العیدین)

ومثله في الطحطاوي حاشيه مرقى الفلاح ص ۲۲۲ باب صلوة العیدین -

له قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالیؒ، ولا بأس بالتكبير عقب صلوة العیدین كذا في المبسوط
ابن الیث لتوارث المسلمين ذلك - (مرقی الفلاح علی صبر الطحطاوی ص ۲۲۲ باب صلوة العیدین)

ساقط ہو جائیں گی؟

الجواب: تکبیرات تشریف اگر کوئی شخص بھول جائے اور اسی حالت میں وہ مسجد سے باہر جا چکا ہو یا کسی کام میں مشغول ہو گیا ہو تو اس شخص کے ذمہ نئے تکبیرات ساقط ہو جائیں گی البتہ اگر اپنی جگہ پر موجود ہو تو تاخیر کی صورت میں دوبارہ کہنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة المحصني: عقب كل قرض عيني بلا فصل يمنع النساء فلو خرج من المسجد
أو تكلم عامداً أو ساهياً أو أحدث عامداً سقط عنه التكبير وفي استدبار القبلة روي ولو أحدث
ناسياً بعد السلام الأصح أنه يكبر ولا يخرج للطهارة. (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ٢ باب صلوة العيدين) له

تکبیرات تشریق میں مفتی بہ قول | سوال: تکبیرات تشریق میں جو ائمہ احناف کا اختلاف ہے اس میں مفتی بہ رائے امام صاحبؒ کی ہے یا صاحبینؒ کی؟
ازراہ کرم جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب :- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے لے کر عید والے دن (یعنی ۱۰ ذی الحجہ) کی عصر تک ہر اُس شخص پر واجب ہیں جو فرض نماز جماعت سے ادا کرے اور صلیبین کے نزدیک عرفہ کی صبح سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ کی عصر تک ہر اُس عاقل بالغ مسلمان پر واجب ہیں جو فرض نماز پڑھے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، متاخرین فقہاء کرام نے صلیبین کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

قال العلامة المحقق: قال أبو جوبيه نور كل فرض مطلقاً ولو كان منفرداً او مسافراً او قروياً
لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس الاخر يوم التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوى في
عامّة الامصار وكافة الاعصار (الدر المختار على صدر رد المختار ج ٢ ص ١٨ باب صلوة العيدين) ٢٤

أَقَالَ الْعَلَامَةُ حَسَنُ بْنُ عَمَادٍ الشَّرَنْبَلَايُ: وَقَالَ أَيُّ ابْنُ يَوْسُفَ وَهَمَّ مَعَهُمَا اللَّهُ يَجِبُ التَّكْبِيرُ فَوْرَ كُلِّ فَرَسٍ عَلَى مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ كَانَ مَنْفَرْدًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ قَرَوِيًّا لِأَنَّهُ تَبِعَ الْمَكْتُوبَةَ مِنْ فِجَرِ عَرْقَةٍ إِلَى عَقَبِ عَصْرِ الْيَوْمِ الْخَامِسِ مِنْ يَوْمِ عَرْقَةٍ فَيَكُونُ إِلَى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَبِهِ أَيُّ يَقُولُهَا يَعْمَلُ وَعَلَيْهِ الْقَتَوَى.

مرآة الفلاح على صدر الطحطاوي ^{٢٢٣} باب صلاة العيدين

٢٤ ايضاً (حواله مذکور بالا) ر " " " " " "

وَبَشِّرْهُ فِي الْبَحْرِ الرَّاغِقِ ج ٢ ص ١٦٦ — باب صلوة العيدين -

تکبیراتِ زوائد کے وقت ہاتھ باندھنا خلافِ سنت ہے | سوال: کیا تکبیراتِ زوائد کے وقت ہاتھوں کو زیرِ ناف

باندھا جائے گا یا کہ چھوڑ دیا جائے گا؟

الجواب: تکبیراتِ زوائد کہنے کے دوران ہاتھوں کو کھلا چھوڑنا مسنون ہے زیرِ ناف باندھنا خلافِ سنت ہے۔

لما قال العلامة ابواہیم الجلی: ويرفع يديه عند كل تكبيرة منهق ويرسلهما في اثنتي عشرة... فاذا قام الى الركعة الثانية يبتدي بالقراءة ثم يكبر بعد هاتلث تكبيرات على هيئة تكبيرة الاولى۔ (کبیری ص ۵۶۷ باب صلوة العیدین ص ۱۷)

دو یا تین سو افراد پر شتمل گاؤں میں نمازِ عید کا حکم | سوال: جس گاؤں کی آبادی دو تین سو افراد پر شتمل ہو تو کیا اس گاؤں میں

عید کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جموع کی طرح احناف کے ہاں عید کی نماز کے لیے بھی مصر یا قریہ کبیرہ، مونا شرط ہے، چوں کہ صورتِ مسئلہ کے مطابق اس گاؤں پر مصر یا قریہ کبیرہ کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے اس میں عید کی نماز جائز نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاص وامير۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۸ باب الجمعة ص ۲)

۱۔ وفي الهندية: ويرفع يديه في الزوائد وليسكت بين كل تكبیرتين مقدار ثلاثين في التبيين ۱۵
افتی مشائخنا ویرسل الیدین بین التکبیرتین ولا یضع هكذا في الظهير۔ (الہندیہ ج ۱۔ الفصل البع عشر في صلوة العیدین)
وَمَثَلُهُ فِي فتاوى دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۲۸ مسائل نماز عیدین۔

۲۔ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلی مصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا شريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاص يتقذ الاحكام ويقيم الحدود۔ (الہندیہ ج ۱ ص ۱۳۸ باب صلوة الجمعة)
وَمَثَلُهُ فِي فتاوى دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۲۳ مسائل نماز عیدین۔

نماز عید کے لیے عید گاہ پیدل جانا سنت ہے | سوال :- نماز عید کے لیے عید گاہ پیدل جانا سنت ہے یا سوار ہو کر

جانا بہتر ہے ؟

الجواب :- کتب فقہ میں بتقریح یہ بات موجود ہے کہ نماز عید کے لیے عید گاہ پیدل جانا مسنون ہے البتہ اگر واپسی پر سوار ہو کر گھر آئے تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی : ثم خرج..... ماشياً الى الجنانۃ ہی المصلی العام والواجب مطلق التوجه..... ولا بأس بعودة ركبا۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۱۸۶ باب العیدین)

سوال :- ہمارے گاؤں میں دو ایک ہی گاؤں میں دو عید گاہوں میں نماز عید کا حکم | عید گاہیں ہیں جن میں عید کی نماز

ادا کی جاتی ہے، کیا دونوں عید گاہوں میں عید کی نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- ایک شہر یا گاؤں میں متعدد مقامات پر عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے، اسلئے آپ کے گاؤں کی دونوں عید گاہوں میں نماز عید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی : وتودی بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۱۹۶ باب العیدین) ۱۷

سوال :- ایک شخص ایام تشریق میں قضاء نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق پڑھنا | ایام تشریق میں قضاء

نمازیں ادا کر رہا ہے تو کیا وہ ان قضاء نمازوں کے بعد بھی تکبیرات تشریق پڑھے گا یا نہیں ؟

الجواب :- علامہ ابن عابدین شامی نے اس کی مختلف صورتیں لکھی ہیں : (۱) ایام تشریق

۱۷ وفي الهندية : والخروج الى المصلی ماشياً والرجوع في طريق آخر كذا في القنية ولا بأس بالكوب في الجمعة والعیدین والمشي افضل في حق من يقدر عليه كذا في الظهيرية۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۱۲۹ الباب یلع عشر فی صلوة العید)

وَمَثَلُهُ فِي مَرَاتِي الْفَلَاحِ عَلَى صَدْر الطَّحطاوی ص ۳۵ باب صلوة العیدین۔

۱۸ وفي الهندية : وتودی الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة وهو قول ابي حنيفة وعحمد

رحمهما الله تعالى وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۱۲۵ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة)

وَمَثَلُهُ فِي فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۰۸ مسائل نماز عیدین۔

کے علاوہ ایام کی قضاء نمازیں ایام تشریق میں ادا کرے۔ (۲) ایام تشریق کی قضاء نمازیں غیر ایام تشریق میں قضاء کرے۔ (۳) ایک سال کے ایام تشریق کی قضاء نمازیں دوسرے سال قضاء کرے۔ (۴) ایک سال کے ایام تشریق کی قضاء نمازیں اسی سال کے ایام تشریق میں ادا کرے۔
ان جملہ صورتوں میں سے صرف اخیر صورت میں قضاء نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق پڑھی جائیں گی باقی صورتوں میں نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: وقضى فيها منها من عامه لقيام وقته كالاضحية. قال ابن بدین: تحته المسئلة رباعية فائتة غير العيد قضاها في ايام العيد، فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد، فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد عام آخر، فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد من عامه ذلك لا يذکر الا في الاخير فقط۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۹ باب العیدین) ۱۵

احناف کے نزدیک عیدین میں تکبیرات زوائد کی تعداد | سوال :- احناف کے ہاں عیدین کی نماز

الجواب :- عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد کا مسئلہ فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے، احناف کے نزدیک چھ تکبیرات زائد ہیں یعنی ہر رکعت میں تین تکبیرات کہنی ہوں گی۔ پہلی رائے عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے کبار صحابہؓ کی ہے اور ایک روایت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ویصلى الامام بهم ركعتين مثنيا قبل الزوائد وهي ثلاث تكبيرات في كل ركعة۔ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ثلاث تكبيرات) هذا مذهب ابن مسعود و كثير من الصحابة ورواية عن ابن عباس وبه اخذنا التلثة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۲ باب العیدین، قبل مطلب... الخ) ۱۶

۱۷ قال السيد احمد الخطاوی: تحت (قوله وقضى فيها) والمسئلة رباعية فائتة غير العيد قضاها في ايام العيد فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد قضاها في ايام العيد عام آخر، فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد من عامه ذلك ولا يذکر الا في الاخير فقط۔ (الخطاوی، حاشیة رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۹ باب العیدین) ۱۸

۱۹ قال برهان الدین مرغینانی: ویصلى الامام بالناس ركعتين يكبر في الاول للافتتاح وثلاثا بعد هاتم بقراءة الفاتحة وسورة ويكبر تكبيرة يركع بها ثم يبتدى في الركعة الثانية بالقراءة ثم يكبر ثلاثا بعد ويكبر رابعة يركع بها، وهذا قول ابن مسعود وهو قولنا۔ ۲۰ قال بدیل الدین العینی: تحت قوله وهو قولنا ای قول ابن مسعود مذهبنا وهو مذهب جماعة من الصحابة والتابعين على ذكرناه انفا۔ (البيان ج ۳ ص ۳۶۳ باب صلاة العیدین) ۲۱
وَمِثْلُهُ فِي كِبَرِي ۵۶۹ باب صلاة العیدین۔

سوال: جناب مفتی صاحب! ساس کے پستانوں کو پکڑنے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے اگر داماد ساس کے پستانوں کو

ہاتھوں سے پکڑ لے تو اس پر بیوی حرام ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:- اگر داماد نے بنظر شہوت ساس کے پستانوں کو بلا حائل ہاتھ لگایا یا حائل تھا مگر بہت باریک تھا جس کے ہوتے ہوئے بھی لذت حاصل ہو سکتی تھی تو اس شخص پر بیوی حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصکفی:۔ وحرّم اصل ممسوسة بشهوة ولو بشعر علی الرأس بحائل لا يمنع الحرارة..... وفروعهم مطلقاً والعبارة للشهوة عند المس۔ قال ابن عابدین: تحت (قوله بشهوة) ای ولومن احدهما (قوله بحائل) ای لو بحائل..... فلو كان مانعاً لا تثبت الحرمة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۵ فصل فی المحرمات) لہ

سوال: حرمت مصاہرت کیلئے گواہوں کی تعداد کے اثبات کے لیے کتنے

گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ جس کی وجہ سے بوقت انکار دعویٰ ثابت کیا جاسکے؟
الجواب:- زنا کے علاوہ دیگر حقوق اور دعاوی کے اثبات کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے، لہذا حرمت مصاہرت بھی مذکورہ گواہوں کے گواہی سے ثابت کی جاسکتی ہے۔

قال العلامة الحصکفی:۔ ولغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً او غيره كنكاح وطلاق ووکالة... الخ۔ رجلان اور رجل وامرأتان۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۴ ص ۵۱۲ کتاب الشہادۃ) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم: فما علی الرأس كالبدن بخلاف المسترسل وانصر اللمس الى أي موضع من البدن بغير حائل واما اذا كان بحائل فان وصلت حرارة البدن الى يده تثبت الحرمة والا فلا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸۵ فصل فی المحرمات)

لہ قال العلامة ابن قیم: ولغيرها رجلان اور رجل وامرأتان للایة اطلقه فشمّل المال وغيره كالنکاح والطلاق والوکالة والوضیة والنسب۔
(البحر الرائق ج ۷ ص ۶۲ کتاب الشہادۃ)

مزنیہ کی پوتی سے زانی کا نکاح جائز نہیں | سوال :- ایک شخص کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات تھے جس میں

لمس و تقبیل کے علاوہ زنا کا ارتکاب بھی ہو چکا ہے، اب شخص اس عورت کی پوتی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب :- لمس و تقبیل اور زنا کے ارتکاب سے مزنیہ کے اصول و فروع زانی پر اور زانی کے اصول و فروع مزنیہ پر حرام ہو جاتے ہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں مزنیہ کی پوتی زانی کے لیے حرام ہے۔

قال العلامة الحصكفي: حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمت اصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات) لہ

منکوحہ کی ربیبہ بیٹی کے ساتھ زنا کرنے سے منکوحہ کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی منکوحہ کی بیٹی (جو کہ اسکے

پہلے شوہر سے ہے) کے ساتھ زنا کیا، تو کیا اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہو جائیگی یا نہیں؟
الجواب :- شوہر کا اپنی منکوحہ کی ربیبہ بیٹی سے زنا کرنا موجب حرمتِ مصاہرت ہے اس لیے اس شخص پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن عابدین: قال في البحر ايراد بحرمة المصاهرة المحرماً الاربع حرمت المرأة على اصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمت اصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً۔ رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات) لہ

لہ وفي الهندية: فمن زنا بامرأة حرمت عليه أمه ماوان علت وابنتها وان سفلت الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ القسم الثاني فی المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي كُنْزِ الدَّقَائِقِ عَلَى هَامِشِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۲ فصل فی المحرمات۔

لہ وفي الهندية: فمن زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ القسم الثاني فی المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي كُنْزِ الدَّقَائِقِ عَلَى هَامِشِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۲ فصل فی المحرمات۔

منکوحہ غیر مدخول بہا کی بیٹی کے ساتھ نکاح کا مسئلہ | سوال :- ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن ابھی

تک مدخول نہیں ہوا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ اس عورت کی بیٹی جو کہ اسکے پہلے شہر سے ہے کے ساتھ نکاح کر لے، تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب :- صورت مرقومہ میں منکوحہ عورت کی بیٹی اگرچہ محرمات میں داخل ہے مگر اس کی حرمت بشرط دخول کے ساتھ معلق ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں دخول نہیں ہوا ہے اس لیے یہ شخص اس عورت کو طلاق دینے اور عدت گزار جانے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَرَبَائِكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّن تَسَاءُلٍ لَّتِي اِنْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ: (النساء ۳۱)

بیٹے کی منکوحہ غیر مدخول بہا سے نکاح کرنا | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہم نے اپنے ایک رشتہ دار کی ایک جگہ منگنی کی

جس میں باقاعدہ طور پر نکاح بھی باندھا گیا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایک حادثے میں انتقال کر گیا، اب اگر اس لڑکے کا باپ اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو شریعت میں اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟

الجواب :- جب گواہان شرعی کے سامنے ایک مرتبہ ایجاب و قبول بصورت نکاح صحیح ہو جائے تو یہ لڑکی اب شخص مذکور کے بیٹے کی منکوحہ ہے باپ کا اس کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے چاہے بیٹے نے دخول کیا ہو یا نہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال المرغینانی: وَلَا بِأُمْرَةِ ابْنِهِ وَبَنِي أَوْلَادِهِ - لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ - (الهدایۃ ج ۲ ص ۲۸۸ فصل فی بیان المحرمات) ۲

اعمال الحنفی: وحرًا بالمصاهرة بنت زوجة الموطوءة وام زوجته وجدتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۲ فصل فی المحرمات) - وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۴ فصل فی بیان المحرمات -

اح قال ابن نجيم: أما حليلة الابن فبقوله تعالى: وَحَلَائِلُ أَبْنَاءِ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ - فاعتبرت الحليلة من

حلول الفرائش وحل الازار تناوالت الموطوءة بملك اليمين او شبهة او زنى فيحرم الكل على الاباء -

والفرض انها بمجرد العقد تحرم على الاباء - (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۴ فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَالْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۲۶۸ فصل فی المحرمات -

شُرّ پر فقط دعویٰ زنا سے بیٹے پر اسکی بیوی حرام نہیں ہوتی | سوال :- اگر کوئی عورت میرے شُرّ نے زنا کیا ہے جبکہ شُرّ اس سے انکاری ہو تو کیا یہ عورت اس کے بیٹے کے لیے حلال ہے یا حرام؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں عورت کا دعویٰ بغیر شہادت معتبرہ یا شُرّ کے اقرار کے ثابت نہ ہوگا اور نہ صرف دعویٰ کرنے سے میاں بیوی کے درمیان حرمت ثابت ہوگی جب تک کہ شوہر اس امر کو قبول نہ کرے، بغیر تسلیم الزوج اقرار کی صورت میں بھی حرمت ثابت نہیں، تاہم واقعتاً عورت کے ساتھ ایسا معاملہ ہو چکا ہو تو کسی مناسب طریقے سے جدائی اختیار کی جاسکتی ہے۔

وفی الہندیۃ : رجل تزوج امرأة علیٰ انہا عذراء فلما اراد وقاعہا وجد ہا قد افتضت فقال لہا من افتضک فقالت ابوک ان صدقہا الزوج بانت منه ولا مہر لہا و ان کذبہا فہی امرأتہ۔ (الفناوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۶ القسم الثانی فی المحرمات بالصہریۃ)

مزنیہ کے اصول و فروع زانی پر حرام ہو جاتے ہیں | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک مطلقہ سے عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے ہی نکاح کر لیتا ہے، پھر اپنی فاسد منکوحہ سے جماع کے کچھ عرصہ بعد اپنی ساس سے زنا کا مرتکب ہو جاتا ہے، مطلقہ منکوحہ سے زید کے بچے بھی ہیں اور اب بھی اس کا زید سے حمل ہے، تو دونوں کے نکاح کا کیا حکم ہے؟ کیا دوبارہ کسی طریقے سے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- زید اور موصوفہ کے درمیان نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، کوئی حیلہ یا طریقہ اس نکاح کے جواز کا نہیں۔

قال الحسکفی: وحدًا بالصہریۃ اصل مؤنیۃ، واصل ممسوّۃ بشہوۃ واصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ۔ الی قولہ وفروعہن مطلقاً۔ (رد المحتار علیٰ ما مشرد المحتار ج ۲ ص ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵ فصل فی المحرمات) لہ قال العلامة المرغینانی: ومن زنی یا مرءۃ حرمت علیہا بنتہا..... فیصیر اصولہا وفروعہا کاصولہ وفروعہ الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۹ فصل فی بیان المحرمات) ومثلہ فی البحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ فصل فی المحرمات۔

خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم | سوال :- اگر خاوند اور بیوی کے خون چڑھانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- خاوند کا بیوی کو خون دینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی جیسے کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پنے لے تو باوجود اس فعل کے حرام ہونے کے ان کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ وہ دودھ جزو بدن بنے گا۔

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا | سوال :- اگر زید اپنی بیوی کی بہن سے زبردستی زنا کرے تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- سالی سے زبردستی زنا کرنے پر زید کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی، البتہ سخت گنہگار ہوگا۔

قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری : وفي الفتاوی النسفی رجل وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته ۱۴۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح الفصل الثانی فیمن یکون محلاً للنکاح و فیما لا یکون) ۱۵

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی : وفي الخلاصة وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته۔ قال ابن عابدین (قوله في الخلاصة) هذا محذورنا لتقييده بالاصول والفروع وقوله لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنى لا تحرم حرمة مؤبدة ولا افتحرم، إلى انقضاء عدة الموطوءة لو بشبهة۔ (الدم المختار على صدر المختار ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ کتاب النکاح۔ فصل فی حرمت مصاهرة۔

باب الحضانة

(چھوٹے بچوں کی پرورش کے مسائل)

سوال :- ایک عورت خاوند کی وفات کے بعد اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور اس کے چھوٹے بچوں پر دادا اور دادی نے قبضہ کیا ہوا ہے جو بچوں کو والدہ کے پاس جانے نہیں دیتے، ایسی حالت میں تربیت کا حق ماں کو حاصل ہے یا دادا دادی کو؟
الجواب :- از روئے شرع مرقومہ صورت میں بچوں کی تربیت کا حق والدہ کو حاصل ہے خواہ والدہ نکاح میں ہو یا میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو گئی ہو، صورت مذکورہ میں جب بچوں کی والدہ اتنی تربیت کے لیے بیتاب ہے تو باپ کے ورثاء کا بچوں کو اپنے پاس رکھ کر والدہ کے پاس نہ چھوڑنا ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔

لما قال العلامة التمرناشی: تثبت للأم ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة۔

ذہنیر الالبصار علی ہامش رد المحتار ج ۲۳ باب الحضانة) لے

سوال :- ایک عورت کی وفات کے بعد اس کی والدہ کے بعد تربیت کا حق نانی کو ہے | چھوٹی بچی کی تربیت و پرورش کے بارے میں نانی اور دادی کے مابین تنازع پیدا ہو گیا ہے، ہر ایک بچی کی تربیت کرنے کا دعویدار ہے، ایسی حالت میں از روئے شرع کس کو تربیت کا حق پہنچتا ہے؟

الجواب :- از روئے شرع بچی کی پرورش کا حق ماں کے بعد اس کی نانی کو حاصل ہے، بالغہ ہونے تک بچی نانی کے پاس رہے گی، بالغہ ہونے کے بعد اس کی مرضی ہے کہ چاہے تو باپ کے گھر رہے یا نانی کے گھر، بشرطیکہ نانی کے گھر میں اس وقت اس کی عصمت

لے وقال فی الہندیۃ :- احق الناس بحضانة الصغیر حال قیام النکاح او بعد الفرقة

الأم - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۴۱) الباب السادس عشر فی الحضانة

وَمِثْلُهُ فی البعوالرائق ج ۲ ص ۱۶۴ باب الحضانة

کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

لما قال في الهندية: وان لم يكن له أم تستحق الحضنة بان كانت غير اهل للحضنة او متزوجة بغير محرم او ماتت فأم الأم اولى من كل واحدة۔

والفتاوى الهندية ج ۵۴۱ الباب السادس عشر في الحضنة ۱۵

والد کی بجائے نانی پرورش کی زیادہ مقدار ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق ثلاثہ دے دی، مطلقہ کے

بطن سے ایک بچی ہے جو طلاق کے بعد اس کے پاس رہی اور باپ اس بچی کا خرچہ دیتا رہا، کچھ عرصہ بعد مطلقہ مذکورہ نے نکاح ثانی کر لیا، اب نانی کہتی ہے کہ بچی کی پرورش کا مجھے حق ہے جبکہ باپ کہتا ہے کہ بچی میرے پاس رہے گی۔ از روئے شرع بچی کی پرورش کاکس کو حق پہنچتا ہے؟

الجواب :- صورت مرقومہ کے مطابق مطلقہ کا نکاح ثانی کر لینے سے اس کا حق حضنت ماقط ہو جاتا ہے، لیکن والد کی بجائے بچی کی تربیت کی نانی زیادہ حق دار ہے تاہم بچی کے جملہ اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔

لما قال العلامة التمرقاشي: ثم اى بعد الأم أم الأم۔

دستور الابصار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۲ باب الحضنة ۲۷

لڑکی کے حق پرورش کی مدت | سوال :- اگر ایک بچی کی تربیت اس کی والدہ کے ذمہ ہو تو والدہ کو کتنی مدت تک یہ حق حاصل ہے؟ کیا والد کو بچی اپنے ساتھ لے جانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

۱۵ وقال العلامة الحسكفي: وتمر اى بعد الأم بان ماتت اوله لتقبل او سقطت حقها

او تزوجت بأجنبي (أم الأم)۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۲ باب الحضنة)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۷ باب الحضنة

۱۶ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: ثم أم الأم اى بعد الأم۔

البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۷ باب الحضنة

ومثله في الهندية ج ۵۴۱ الباب السادس عشر في الحضنة۔

الجواب:- بچی کے بالغ ہونے تک والدہ اُسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے اور اس دوران اس کو بچی کی تربیت کا حق حاصل ہے، جب تک حق تربیت کے اسقاط کے باب موجود نہ ہوں تو والد اس بچی کو والدہ سے نہیں لے جاسکتا، البتہ بالغ ہونے کے بعد بچی اپنی مرضی سے والدین میں سے جس کے پاس رہنا چاہے رہ سکتی ہے۔

لما ذکر علاء الدین الحسکفی: والام والجدۃ احق بہا حتی تعیض وغیرہا احق بہا حتی تشتہی وقد رتبہ وبہ یفتی۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۵ باب الحضانۃ) لے
بیوہ کا نکاح ثانی کرنے سے شیرخوار بچی کی تربیت کا مسئلہ | سوال:- ایک بیوہ عورت نے جب

نکاح ثانی کیا تو اس کی گود میں چار ماہ کی شیرخوار بچی بھی تھی، نکاح کے وقت طرفین میں سے کسی نے بھی بچی کی تربیت کے استحقاق کا مسئلہ نہیں چھیڑا تھا، اب جبکہ بچی سات سال کی ہو گئی ہے تو اس کے عصبہ وراثہم واپسی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس بچی کو عصبہ واپس لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ بچی کا سوتیلا باپ اس کی تربیت اور اخراجات کے تکفل کے لیے تیار ہے؟

الجواب:- جب خاوند ربیبہ کے اخراجات اور تربیت کی تبرعا ذمہ داری قبول کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ مال کے پاس رہنے سے بچی کو جو سکون و اطمینان حاصل ہوگا وہ عصبہ یعنی وراثہم کے پاس ممکن نہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ بچی والدہ کے پاس رہے اور وراثہم کے پاس نہ جائے۔

قال الحسکفی: وفي الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزمہ ابن عمہ بجاناً ولا حاضنة له فله ذلك۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۵ باب الحضانۃ) لے

لے قال ابن نجیم المصری: وقد رتبہ ابولیت بتسع سنین وعلیہ الفتوی۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۱۱ باب الحضانۃ) وَمِثْلُهُ فِي السَّهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۵۲۳ الباب السادس عشر في الحضانة۔

لے قال ابن نجیم المصری: والصحيح انه يقال للوالدة امان تمسكي الولد بغير اجر واما ان تدفعيه الى العمّة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۱۱ باب النفقة)

وَمِثْلُهُ فِي السَّهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۵۲۳ الباب السادس عشر في الحضانة۔

بیوہ کا کسی غیر محرم سے نکاح کرنے سے حق تربیت کا ساقط ہوتا | سوال :- ایک

گزارنے کے بعد کسی ایسے شخص سے نکاح کر لیا جو اس کے سابقہ خاوند کی بیچی کا رشتہ دار نہیں بلکہ اجنبی ہے اور وہ بیوہ کی بیچی کو اپنے پاس رکھنے اور تربیت کرنے پر کبیدہ ظاہر بھی ہے لیکن عورت استحقاق تربیت کا دعویٰ کر کے اس پر مصر ہے کہ بیچی میرے پاس رہے گی، کیا یہ عورت بیچی کو اپنے پاس رکھنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- بیچی کے غیر محرم کے ساتھ نکاح کرنے سے والدہ کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے، لہذا صورت مذکورہ میں حق حضانت بیچی کی نانی کو حاصل ہے۔

لما قال العلامة التمر تاشی: یسقط حقها بنکاح غیر محرمہ۔

(تتویر الا بصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۴ باب الحضانت) لہ

اخلاقی حالت اور کردار متاثر ہونے کی صورت میں والدہ کا حق تربیت ساقط ہو جاتا ہے | سوال :- ایک

بیچی ماں کی گود میں پل رہی ہے، اگرچہ شرعاً اور عرفاً والدہ کو تربیت کا حق زیادہ حاصل ہے اور والدہ اپنی بیچی کی جو تربیت کر سکتی ہے وہ کسی دوسرے کے ہاں مشکل ہے لیکن اسکے باوجود والدہ کی اخلاقی حالت اور کردار مخدوش ہے اب اگر بیچی کو والدہ کے پاس رہنے دیا جائے تو ڈر ہے کہ وہ والدہ کی تربیت متاثر ہو کر بے راہروی کا شکار نہ ہو جائے، تو کیا اس حالت میں والدہ کا حق تربیت ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- از روئے شرع بیچی کی دینی تربیت اور کردار کے تحفظ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے لیکن جب والدہ کے فسق و فجور کی وجہ سے بیچی کے بے دین اور بے راہروی کا شکار ہونے کا خدشہ ہو اور اخلاقی تربیت کے تحفظ کے سقوط کا قوی احتمال ہو تو اصحاب تربیت کو چاہیے کہ جہاں کہیں اسکی زندگی، اخلاق اور عصمت و عفت کے تحفظ کی ضمانت پائی جاتی ہو وہاں اس کی تربیت کا انتظام کریں۔

لما قال التمر تاشی: تثبت للام ولو بعد الفرقة الا ان تکون تدافعاً او فاجراً او غیر مأموناً۔ (تتویر الا بصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۵)

لہ وقال الشیخ ابن البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی: ومن نکحت غیر محرم سقط حقها۔ (کنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۸ باب الحضانت)۔ وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۱۸۵ باب الولد من احق بہ۔

لہ وفي الہندیۃ: احق الناس بحضانت الصغیر حال قیام النکاح او بعد الفرقة الا ان تکون مودناً او فاجرة غیر مأموناً۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۴۱ الباب السادس عشر فی الحضانت)۔ وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۶۸ باب الحضانت۔

ولد الزنا کی حضانت پرورش کس کے ذمہ ہے | سوال :- جو بچہ ناجائز حمل سے پیدا ہوا اس کی پرورش کا ذمہ دار

کون ہے؟ زانی یا مزنیہ (بچے کی ماں)؟
الجواب :- جس بچے کا باپ معلوم نہ ہو اس کی نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے، لہذا اس کی پرورش کی ذمہ داری بھی ماں پر ہی ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : الحضانة تثبت للأم النسبية -

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۸ باب الحضانة) ۱

عورت کو بچہ دارالحرب لے جانے کا حق نہیں | سوال :- ایک شخص یہاں سے جاپان چلا گیا اور وہاں اس نے ایک عورت سے

شادی کر لی، کئی سال کے بعد واپس پاکستان آگیا اور یہیں رہنے لگا اور کچھ عرصہ بعد گھر بلیو ناچا کی کمی وجہ سے طلاق تک تو بیت پہنچ گئی اور اس نے بیوی کو طلاق دے دی اس شخص کا اس عورت سے ایک چھوٹا سا بچہ بھی ہے جسے اب وہ عورت اپنے ساتھ جاپان لے جانا چاہتی ہے جبکہ شخص بچے کو اس کے ساتھ جاپان نہیں دیتا، تو کیا اس عورت کو بچہ لے جانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- حضانت میں یہ ضروری ہے کہ بچہ زوجین میں سے کسی ایک کے گھر میں پرورش پائے مگر دارالحرب اس حکم سے مستثنیٰ ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں یہ عورت اس بچے کو شرعاً اپنے ساتھ جاپان نہیں لے جاسکتی بلکہ بچے کی تربیت پاکستان میں رہ کر ہی کرے گی۔

لما فی الہندیۃ : لیس للمراۃ ان تنقل ولدها الی دار الحرب وان کان تزوجہا هناك وكانت حربیۃ بعد ان یکون زوجہا مسلما او ذمیاً -
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۴۵ الباب السادس عشر فی الحضانة)

۱ قال العلامة برهان الدین المرغینانی : اذا وقعت الفروقة بین الزوجین فالأم احق بالولد -

(الہدایۃ ج ۲ ص ۴۱۳ باب حضانة الولد ومن احق بہ) ۲

وَمُسْئَلَةٌ فِي فَتَاوَى دَارِ الْعُلُومِ دِيوبَنْد ج ۱ ص ۹۱ باب الحضانة -

باب الولیمة

(ولیمہ کے مسائل و احکام)

سوال :- جناب مفتی صاحب! شریعت مقدسہ میں ولیمہ کی حیثیت واجب کی ہے یا سنت کی؟

الجواب :- دعوت ولیمہ کرنا سنت ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا قول و فعل اس پر دلالت ہے تاہم واجب نہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: فخرج إلى السوق فباع واشترى قاصاب شيتاً من أقط وسمن فتزوج فقال النبي صلى الله عليه وسلم أولم ولو بشاة - (الصحيح البخاري ج ۲ باب من أولم على بعض نسائه) وعن انس وعنه قال ما أولم رسول الله صلى الله عليه وسلم على أحد من نسائه ما أولم على زينب أولم بشاة - (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۸ باب الولیمة) لہ

سوال :- دعوت ولیمہ کا مسنون وقت کون سا ہے؟

الجواب :- دعوت ولیمہ کا مسنون وقت دلہن کو گھر لانے کے بعد کا ہے، خلوت صحیحہ اور دخول کے بعد دعوت کھانا مسنون ولیمہ ہے، تاہم دلہن کو گھر لانے سے قبل کھلایا جانے والا طعام مسنون ولیمہ نہیں بلکہ عام دعوت کی حیثیت رکھتا ہے، جیسے قربانی کے جانور کو قربانی کے وقت سے پہلے ذبح کیا جائے تو قربانی نہیں ہوگی تاہم اس کا کھانا جائز ہے۔

قال في الہندیۃ: وولیمۃ العرس سُنَّةٌ وفيہا مشوۃ عظیمۃ وھی إذا بنی الرجل بامرأتہ ینبغی أن یدعو الجیران والأقرباء والأصدقاء ویذبح

لہ قال فی الہندیۃ: وولیمۃ العرس سُنَّةٌ وفيہا مشوۃ عظیمۃ۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۳ الباب الثانی عشر فی المہدایا والاضیافات

ومثله فی اعلام السنن ج ۱۱ ص ۱۱۱ باب استعجاب الولیمۃ۔

لهم وليصنع لهم طعاماً - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲۳ الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات) ۱

دعوت ولیمہ میں غیر شرعی امور کے ارتکاب کی وجہ سے شرکت نہ کرنا | **سوال :- جس**
دعوت ولیمہ میں غیر شرعی

امور کا ارتکاب کیا جا رہا ہو اس میں شرکت کرنی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جس دعوت ولیمہ وغیرہ میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جا رہا ہو اور یہ بات پہلے سے معلوم ہو تو اس میں شرکت جائز نہیں اور اگر چلے جانے کے بعد معلوم ہوا تو اگر دسترخوان کے پاس نہ ہو عالم اور مقتدا ہونے کی صورت میں واپس آجائے اور اگر عوام الناس میں سے ہے تو ٹھہر جانے میں بھی گنجائش ہے، اور اگر غیر شرعی امور کا ارتکاب دسترخوان کے قریب ہو رہا ہو تو پھر واپس ہو جانا ضروری ہے چلے عوام الناس میں سے کیوں نہ ہو۔

قال المرغینانی: ومن دعى الى وليمة او طعام فوجد ثمة لعباً او غناء فلا بأس بأن يقعد ويأكل - قال ابو حنيفة: ابتليت بهذا مرة فصبرت وهذا الآن اجابة الدعوة سنة - قال عليه السلام من لم يحجب الدعوة فقد عصى ابا القاسم فلا يتوكلها لما اقترنت به من البدعة من غيره كصلوة المجتازة واجبة الإقامة وإن حضرها نباحة فان قدر على المنع منعهم وان لم يقدر يصبر وهذا إذا لم يكن مقتدى فان كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد لأن في ذلك شئت الدين وفتح باب المعصية على المسلمين والمحكي عن ابي حنيفة في الكتاب كان قبل أن يصير مقتدى ولو كان ذلك على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى لقوله تعالى: ذَلَّا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ هَذَا اُكْلُهُ بَعْدَ الْحَضُورِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الْحَضُورُ لَا يَحْضُرُ لِأَنَّهُ لَمْ يَلْزَمْهُ حَقُّ الدَّعْوَةِ بِخِلَافِ مَا إِذَا حُجِمَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ قَدْ لَزِمَهُ - (الهداية ج ۴ ص ۵۵ كتاب الكراهية) ۲

۱ عن انس رضي الله عنه قال اصبح النبي صلى الله عليه وسلم بهار بزينب ابنته جحش عروفاً القوافاً صابوا من طعام ثم خرجوا وبقى رهط - (الصحيح البخاري ج ۲ ص ۴۷) - وقال الشيخ العثماني: نقلنا عن فتح الباري وحديث انس في هذا الباب صريح أنها اي الوليمة بعد الدخول لقوله فيه أصبح عروفاً بزينب قد عا القوم - (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۱) ۲
قال الطوري: وإن كان ذلك على المائدة فلا يقعد وإن كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضر فلا يحضر لأنه لا يلزمه الاجابة إذا كان هناك منكرو ما روى عن علي قال صنعت للنبي صلى الله عليه وسلم طعاماً فدعوت له فحضر فرأى في البيت تصاوير فرجع - (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۸ كتاب الكراهية)
وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۵ ص ۱۲۸ كتاب الاستحسان -

لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا ولیمہ شمار نہیں ہوگا | سوال :- لڑکی والوں کی طرف سے
جو کھانا کھلایا جاتا ہے کیا وہ ولیمہ میں داخل ہے یا نہیں ؟

الجواب :- لڑکی والوں کی طرف سے رخصتی سے پہلے مہمانوں (برات) کو کھانا کھلانا ولیمہ میں
داخل نہیں، ولیمہ اس طعام کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد خاوند کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

قال فی الہندیۃ : وولیمۃ العرس سنۃ و فیہا مثنویۃ عظیمۃ و ہی اذا بنی الرجل
بارمرأته أن یدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لہم ویصنع لہم طعاماً۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ الباب الثانی عشر فی الہدایا والفضیلات) لہ

ولیمہ کئی دن تک کرنا جائز ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب ! ولیمہ صرف ایک
دن ہی ہونا چاہیے یا ایک دن سے زیادہ بھی

کرنا جائز ہے ؟

الجواب :- ولیمہ اُس دعوت کو کہا جاتا ہے جو شادی کے بعد دی جاتی ہے، شریعت
نے اس کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں کیا بلکہ اُس دعوت کو شادی کرنے والے کی استطاعت
پر چھوڑا گیا ہے، اگر وہ ایک دن سے زیادہ یہ دعوت کرنا چاہتا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

لما فی الحدیث : عن انس رضی اللہ عنہ قال تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صفیۃؓ وجعل عتقھا صداقھا وجعل الولیمۃ ثلاثۃ ایام۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۳۱ باب جواز الولیمۃ الی ایام ان لم یکن فخرًا) لہ

لہ عن انس رضی اللہ عنہ : قال مارأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أولع علی أحد من نساء ما أولع
علی زینب أولع بشاءة - (مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۸ باب الولیمۃ -

ومثله فی اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۳۱ باب استحباب الولیمۃ -

لہ عن حفصۃ بنت سیرین قالت لما تزوج ابی دعا الصحابۃ
سبعۃ ایام فلما کان یوم الانصار دعا ابی بن کعب وزید بن ثابت
وغیرہما فکان ابی صائمًا فلما طعموا دعا ابی واشقی -

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۳۱ باب جواز الولیمۃ الی ایام ان لم یکن فخرًا)

منگنی کے موقع پر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ تقریب نکاح میں جس کو عرف میں (کوہلان) کہتے ہیں، سوائے کھجور یا مٹھائی کے دیگر خوردنی اشیاء کھانا جائز ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور یا مٹھائی میں ہے، اور دلیل میں یہ آیات کریمہ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ) جبکہ عمر و کہتا ہے کہ چونکہ

کھجور یا مٹھائی بھی ایک نوع خوراک ہے اس لیے کھانا پینا ہر قسم خوراک کا عقد خطبہ کے بعد جائز اور دلیل میں آیت کریمہ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (پیش کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ حرمت کے لیے اس پر دلیل ہونی چاہیے، نیز وہ یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کھانے پینے سے منع نہیں فرمایا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی

وضاحت مطلوب ہے ؟

الجواب :- مجلس نکاح میں اشیاء خوردنی کی تقسیم خواہ وہ اشیاء از قسم کھجور یا مٹھائی ہوں یا دوسری چیزیں نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ کے قبیل سے ہے، کیونکہ صحیح روایات میں بوقت نکاح ان چیزوں کی تقسیم کا ذکر نہیں آیا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے نہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صحابہ نے اس پر مواظبت کے طور پر عمل فرمایا ہے، لہذا اگر اس عمل کو لازم یا سنت سمجھ کر اگر کیا جائے تو ناجائز ہوگا لیکن اگر بوقت نکاح اشیاء خوردنی کی تقسیم اس غرض سے کی جائے کہ چونکہ یہ ایک مبارک مجلس اور نیک تقریب ہے جس میں مسلمان مرد اور عورت کے درمیان عقد نکاح کیا گیا ہے جو ایک عبادت بھی ہے اور خدا کی طرف سے ایک نعمت بھی، لہذا اس موقع پر شکرانے کے طور پر یا فریقین میں سے ایک فریق اس نیت سے کھانا کھلانے کا انتظام کرے کہ آپس میں محبت بڑھے اور دوستی مضبوط ہو جائے تو ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اور کچھ بعید نہیں کہ تالیف قلوب کی نیت سے کیا گیا یہ عمل اجر و ثواب کا ذریعہ بن جائے، کیونکہ شریعت نے ہر اس عمل کی ہمیں ترغیب دی ہے جس کی وجہ سے آپس میں باہمی محبت بڑھتی ہو اور دینی تعلقات مضبوط ہوتے ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : اطعموا الطعام وافشوا السلام الخ اور فرمایا کہ تم باہمی ہمدردی (الحديث) اس کے علاوہ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بعض دفعہ اشیاء خوردنی مجالس نکاح میں کھائی بھی گئی ہیں۔ چنانچہ بیہقی، اوسط اور معجم میں مروی

مروی ہے: ان النبی علیہ السلام حضر فی املاک ای عقد نکاح فاتی باطباق علیہا
جوڑو لوڑو نمرقن شوت فقبطنا ایدینا فقال رسول اللہ صلعم ما لکم لا تأخذون
فقالوا انک نہیت عن النهی فقال انما نہیتکم عن فی العسا کرخذ واعلی اسم اللہ
(مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۶)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا
واقعہ (جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شاہ جیشہ نجاشی کے واسطے سے ہو چکا تھا) طبقاً ابن سعد
سے نقل کر کے لکھتے ہیں: ثم بعد الفراغ من النکاح ادا دوان یقوموا فقال اجلسوا فان
سنة الانبیاء اذا تزوجوا ان یتوکل طعام علی التزویم ندعی بطعام فاکلوا ثم
تفرقوا۔ انتہی (مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۶)

چونکہ ان دونوں روایتوں کی سندیں ضعیف ہیں لہذا ان سے سنیت، وجوب یا فرضیت
ثابت نہیں ہو سکتی، البتہ اباحت و جواز ثابت ہو سکتا ہے۔

بہر حال اگر ان چیزوں کا ثبوت عہد نبوی اور عہد صحابہ میں صحیح احادیث اور معتبر روایات
سے نہ بھی ملتا، مگر تب بھی اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ عمل امور مباح میں
شمار ہوگا بشرطیکہ اس میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ مثلاً کھانے کی یہ
چیزیں یا طعام لڑکے یا لڑکی والوں نے بطیب خاطر تیار کیا ہو اور ان پر کسی قسم کا جبر نہ
کیا گیا ہو، نہ وہ اس پر ناراض ہوں اور اس کو لازم اور سنت بھی نہ سمجھا جاتا ہو بلکہ ایسا
صرف باہمی محبت و مودت کے استحکام کے لیے کیا گیا ہو تو ایسی حالت میں یہ ایک
قسم کی ضیافت ہوگی جس کو کسی طرح بھی ناجائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (فقط واللہ اعلم)



کتاب الجنائز

(جنائز کے مسائل و احکام)

سوال :- کسی مسلمان کے فوت ہو جانے پر جنازہ کے بارے میں تہ مسلمائے

الجواب :- امامیہ کی رو سے فوت ہو جانے والے مسلمان کی نماز جنازہ تمام اہل اسلام پر فرض کفایہ ہے یعنی بعض مسلمانوں کی ادائیگی سے باقی لوگوں کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، البتہ اگر تمام لوگ اجتماعی طور پر نماز جنازہ چھوڑ دیں تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: واجتماع منعقد علی فرضیتہا ایضاً الا انہا فرض کفایۃ اذا قام بہ البعض یسقط عن الباقین... الخ (رد المحتار ج ۳ فصل الکلام فی صلوۃ الجنائزہ) ۱۵

سوال :- نماز جنازہ میں کھڑے ہوتے وقت بغیر نیت کے نماز جنازہ کا کوئی اعتبار نہیں

الجواب :- دیگر نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی نیت ضروری ہے لہذا بلا نیت پڑھی ہوئی نماز جنازہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: اما ما تضمن بہ نکل ما یعتبر شرطاً لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقيقية والحکمة واستقبال القبلة وستر العورت والنیة یعتبر شرطاً لصحتها۔ (رد المحتار ج ۳ فصل بیان تہجیم فیفسد) ۱۵

۱۵ وفي الهندية: الصلوة على الجنائز فرض كفاية اذا قام به البعض حداً كان اوجامة ذكر كان وانما سقط عن الباقين واذا ترك الكل اثموا۔ لکن فی التارخا۔ (رج ۱) الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ۱۴۹ فصل السلطان احق بصلوته۔

۱۶ وقال العلامة ابن عابدین: واما الشروط التي ترجع الى المصلی فهي شروط طبقية الصلوة من الطهارة الحقيقية يدناً وثوباً ومكاناً والحکمة وستر العورت والاستقبال والنیة... الخ (رد المحتار ج ۳ ۱۶۲ مطلب فی صلوۃ الجنائزہ)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ۱۶۲ الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت۔

سوال :- نماز جنازہ کے لیے جس جگہ صفیں بنائی جاتی ہیں کیا اس کا پاک ہونا ضروری ہے؟

یا بغیر کسی امتیاز طہارت و نجاست مکان کا استعمال جائز ہے؟
الجواب :- نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، لہذا نا پاک جگہ پر نماز جنازہ کی صفیں کھڑی ہو کر اگر نماز جنازہ ادا کی جائے تو وہ صحیح نہیں ہوگی، جیسا کہ بلا طہارت جنازہ کو اعتبار نہیں دیا جاتا۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: اما ماتصم به فكل ما يعتبر شرطاً لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقيقية والحكمية الخ۔ (ردائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۵ فصل بیان ماتصم به وما يفسد له)
سوال :- اگر کوئی بچہ کسی غیر شرعی ذریعہ یعنی زنا سے پیدا ہو تو ایسے بچے کے مرنے کی صورت میں اس کے جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- زنا کی قباحت کی نسبت بچے کی والدہ اور زانی کی طرف کی جاتی ہے، خود بچہ ایسے جرائم میں بری الذمہ متصور ہوتا ہے، لہذا اس کی مصومیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں پر ایسے بچے کے مرنے کی صورت میں نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر غور کیا جائے تو خود زانی اور مزنیہ کے اس شنیع فعل کے ارتکاب کے باوجود ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی تو پھر اس بچے کا جنازہ تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔

لما ورد في الحديث: قال النبي صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۵۴۲ حدیث ۱۲۱۱۵) ۲۷

۱۷ قال العلامة ابن العابدین: واما الشروط التي ترجع الى المصلي فهي شروط بقية الصلوة من الطهارة الحقيقية بدناً وثوباً ومكاناً..... الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۲ مطلب في صلوة الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۶۴ الفصل الخامس في الصلوة على الميت۔
 ۱۸ وفي المهدية: ويصلي على مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان أو كبيراً ذكراً كان أو أنثى۔ الخ۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۶۳ الفصل الخامس في الصلوة على الميت، وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۲۱ باب الجنائز۔

جنازہ نہ پڑھانے کی صورت میں مانع کون ہوگا؟ **سوال :-** ایک مسلمان اگر بلا جنازہ دفن کیا گیا تو اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ کیا مرنے

والا مسلمان گنہگار ہوگا یا یہ پیمانہ دکان کی ذمہ داری ہے؟

الجواب :- جو شخص شرعاً مستحق جنازہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھنا تمام مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، لہذا جو مسلمان بلا جنازہ دفن کیا گیا تو وہ مسلمان جو جنازہ پڑھنے کی قدرت رکھنے کے باوجود جنازہ نہ پڑھ سکے گنہگار ہوں گے۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری : ومن صفتها انها فرض كفاية اذا قام بها البعض وفي شرح المتفق واحد كان او جماعة ذكر اكان او انثى سقط عن الباقيين واذا ترك كلهم اثموا۔ (التاتارخانية ج ۲ ص ۱۵۱) باب صلاة الجنائزۃ۔ نوع اخر من هذا الفصل في الصلوة على الجنائزۃ) لہ

جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ **سوال :-** جنازہ پڑھانے کے لیے سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ کیا فرض نماز کی طرح جنازہ پڑھانے کیلئے بھی اہلیت کا اعتبار کیا جائے گا یا اس کا حکم الگ ہے؟

الجواب :- نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار حاکم وقت ہے بشرطیکہ وہ پڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اگر حاکم وقت نہ ہو تو علاقہ کے قاضی کو پڑھانے کا موقوع دیا جائے گا ورنہ پھر محلہ کا امام جنازہ پڑھائے، ورنہ قرا بتداروں میں سے کوئی قریبی رشتہ دار جنازہ پڑھانے کا حقدار ہے۔

لما فی الہندیۃ : اولی الناس بالصلوة علیہ السلطان ان حضر فان لم یحضر فالتقاضی ثم امام الحی ثم الولی۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱) الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت لہ وفي الہندیۃ : الصلوة علی الجنائزۃ فرض کفاية اذا قام به البعض واحد اكان او جماعة ذکر اكان او انثى سقط عن الباقيين واذا ترک الكل اثموا۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱) الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۹ فصل فی الصلوة علی المیت۔

لہ وقال علاؤ الدین الکاسانی : وروی الحسن عن ابی حنیفۃ ان اکامام اکا عظم احق بالصلوة ان حضر فان لم یحضر فامیر المصر وان لم یحضر فامام الحی فان لم یحضر فاکترب من ذوی قرباتہ وهذا هو حاصل المذهب عندنا۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳) ومثله فی کبیری ص ۵۸۲ باب الجنائز۔

سوال :- اگر نماز جنازہ پڑھانے

اگر مرد موجود نہ ہوں تو خواتین نماز جنازہ پڑھا سکتی ہیں کے لیے کوئی مرد حاضر نہ ہو تو کیا خواتین

جنازہ پڑھا سکتی ہیں یا نہیں؟ نیز ان کی جنازہ پڑھانے کی کیا کیفیت ہوگی؟

الجواب :- جنازہ میں تبعاً عورتیں حاضر ہو سکتی ہیں، یہاں تک کہ جنازہ میں محاذات بھی مقصد نہیں البتہ

اگر کہیں مرد نہ ہوں تو خواتین یہ حق ادا کر سکتی ہیں۔ اس حالت میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورتیں بلا جماعت

انفراداً بیک وقت نماز جنازہ پڑھیں، البتہ اگر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ارادہ ہو تو پھر امامت کرنے والی

محورت درمیان میں رہے گی۔

قال علاؤ الدین الکاسانی، واذ اصلین النساء جماعة على جنازة قامت الامامة وسطهن

كما في الصلوة المفروضة المعهودة۔ (بدائع الصنائع ج ۱^{۳۱} فصل بيان كيفية الصلوة على الميت)

سوال :- اگر کوئی مسلمان کسی وجہ سے بغیر جنازہ کے

مُرمے کا جنازہ کتنے دنوں تک جائز ہے دنیا یا گیا تو اس کی قبر پر کتنے دنوں تک جنازہ پڑھنا

جائز ہے؟

الجواب :- جب تک اعضاء سالم ہوں اُس وقت تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی

اس میں مدت کا کوئی تعین نہیں بلکہ زمین کی حرارت اور برودت کی وجہ سے جسد کے گلنے اور سڑنے

میں تفاوت یقینی ہے۔ اس لیے غلبہ طن کا اعتبار کر کے جب تک یقین ہو کہ جسم محفوظ ہوگا تو

اس پر جنازہ پڑھا جائے گا۔

قال برهان الدين الفرغاني، وان دفن الميت ولم يصل عليه صلى على قبره... الخ

(الهداية ج ۱^{۱۸} فصل في الصلوة على الميت)

له وقال العلامة ابن نجيم المصري، ولو امت امرأة فيها تأدت الصلوة..... الخ

(البحر الرائق ج ۲^{۱۸} فصل في الصلوة على الميت)

ومثله في الصغيري من كتاب الجنائز۔

له وقال علاؤ الدین الکاسانی، ولو دفن بعد الغسل قبل الصلوة عليه صلى عليه في القبر ما لم

يعلم انه تفرق... الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۱^{۳۱} فصل في بيان ما تصح به وما تفسد)۔

ومثله في الهمدية ج ۱^{۱۶۵} الفصل الخامس في الصلوة على الميت۔

سوال :- اگر کوئی شخص علماء کرام کو محض اس وجہ سے گالی
مرتد کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا۔
یہ کہ یہ لوگ دین اسلام کے پاسبان ہیں، اس کے علاوہ
علماء کی تشبیہ بدترین حیوانات سے دیتا ہو، حدیث کا منکر ہو اور اس کو عجبی سازش کہہ کر قرآنی آیات
کی من مانی تاویل کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہو، ایسے شخص کی موت کے بعد اس کے جنازہ کا کیا
حکم ہے؟

الجواب :- ایسے عقائد رکھنے والا شخص کافر اور مرتد ہو کر خارج از اسلام ہے اور
مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے جنازے کا بھی اہل نہیں، جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا ضروری
ہے جیسا کہ کتابوں میں، ومن شرائطہ اسلام المیت ذکر ہو رہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وشرطہا ستۃ اسلام المیت۔ قال ابن عابدین: ای
ولو بطریق المتبعیۃ لأحد ابویہ او لدرار او للسابی حکما سیاقی۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۷ مطلب فی صلوۃ الجنازۃ) ۱

سوال :- جو شخص ضروریات دین اسلام کا منکر ہو، مثلاً
شیعہ کی نماز جنازہ کا حکم
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی الوہیت یا نبوت کا قائل ہو، حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہو، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا پر بہتان باندھنے والا ہو تو ایسے شیعہ کے جنازہ کا کیا حکم ہے؟ اس کا جنازہ ادا کیا
جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- ایسے عقائد رکھنے والا شیعہ کافر، مرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کا
جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا۔

قال علامہ ابن عابدین: نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
او انکر صحبۃ الصدیق اذ اعتقد الوہیۃ فی علی... الخ۔ (رشاھی ج ۳ ص ۳۲۱ باب المرتد) ۱

۱۔ قال ابن نجیم: وشرطہا اسلام المیت فلا تصح علی الکافر للآیۃ: وَلَا تُصَلِّ عَلَى
أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْبُتُ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۹ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُہُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ الفصل الخامس فی صلوۃ الجنازۃ۔ ۳۶

۲۔ فی الہندیۃ: ولو قذف عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالزنا کفر باللہ... الخ (الہندیۃ ج ۲)

وَمِثْلُہُ فی البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۱ باب المرتد۔

جرائم کے دوران ہلاک شدگان کی نماز جنازہ کا حکم | سوال :- بعض لوگ تاوان کی بھاری رقم ہیں اور اگر موقع ملے تو قتل و غارت سے بھی پہلو تہی نہیں کرتے، ایسے لوگ اگر ان جرائم کے دوران کسی طرح مارے جائیں تو کیا ان کا جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- اگر دوران اغوا اور ڈاکہ یہ لوگ مارے جائیں تو ان کا جنازہ بطور تعزیر نہیں پڑھا جائے گا، البتہ اگر ان جرائم میں ملوث افراد اپنی طبعی موت مر جائیں تو پھر مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کا جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وہی فرض علی کل مسلم مات خلا ربعة بغاة وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم..... الخ۔
(الدر المختار علی صمد مررد المختار ج ۱ ص ۲۲۶ باب الجنائز مطلقاً فی صلوة الجنائز)

فاسق کی نماز جنازہ کا حکم | سوال :- جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور عمر بھر کسی نے اسے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہو تو کیا ایسے شخص کا جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

نیز زانی، چور اور دوسرے امور فسق کے مرتکب کا جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- کسی میت کی نماز جنازہ کے لیے صرف اس کا مسلمان ہونا شرط ہے، جب تک صریح کفر کا ثبوت نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، نماز نہ پڑھنے یا دوسرے جرائم سے کوئی شخص اسلام کے دائرے سے نہیں نکلتا، اس لیے مسلمانوں پر ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ البتہ جید علماء کرام اور اصحاب مروت اس کے جنازہ میں تادیباً شریک نہ ہوں۔

لما ورد فی الحدیث: وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحلف کل بڑ وقاجر وصلوا علی کل بڑ وقاجر۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۵۵ حدیث ۱۲۸۱۵)

۱۔ وقال علاؤ الدین الحسکافی: الا بغاة وقطاع الطريق ومثله بمثل حالہم..... الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۱۱ فصل الکلام فی صلوة الجنائز) ومثله فی المہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۳ الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت۔

۲۔ وقال ابن العابدین: وہی فرض علی کل مسلم مات الخ (رد المختار ج ۲ ص ۲۱۱ باب الجنائز) ومثله فی المہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ الفصل فی الصلوة علی المیت۔

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم | سوال :- خودکشی کرنا قرآن و حدیث کی رو سے عظیم گناہ ہے، اس کا ارتکاب کرنے والے کی نماز جنازہ

کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- خودکشی کرنا یقیناً عظیم گناہ ہے لیکن اہل سنت و الجماعت کے نزدیک کسی گناہ کا ارتکاب موجب کفر نہیں، لہذا خودکشی کرنے والا بھی دیگر گنہگار مسلمانوں کی طرح ایک گنہگار ہے جس کا جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جن روایات میں نفی آئی ہے وہ تعزیر پر حمل ہے تاکہ معاشرہ میں اس کے خوف سے کوئی ایسے قبیح فعل کا ارتکاب نہ کر سکے۔

قال طاهر بن عبد الرشيد البخاري: وقاتل النفس يغسل ويصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد و يه كان يفتي شمس الكاظمية الحلواني. (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲ الفصل الخامس والعشرون في الجنائز، الجنس الاول في الشهيد) ۱۰

مجنون کے جنازے کی کیفیت | سوال :- جس شخص کے بارے میں قطعی طور پر یقین ہو کہ یہ مجنون ہے تو اس کی موت پر اس کے

جنازہ کی کیفیت کیا ہوگی؟

الجواب :- اگر مجنون کی یہ بیماری بچپن سے چلی آ رہی ہو حتیٰ کہ بالغ ہونے تک وہ محتیا نہیں ہوا ہو تو ایسا شخص نابالغوں کے زمرے میں شمار ہوتا ہے، اس کے جنازے کی آخری تکبیر میں وہی دعا پڑھی جائے گی جو نابالغ بچوں کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ البتہ اگر یہ جنون بلوغت کے بعد اس پر طاری ہوا ہو تو پھر جنون اگرچہ معاصی کے لیے دافع ہے لیکن مزیل نہیں اسلئے مدت بلوغت کے ایام صحت کی رعایت کرتے ہوئے یہ شخص بالغ شمار ہوگا۔

قال العلامة ابن العايدين: تحت قوله كصبي سبي مع احد ابويه والمجنون

۱۰ وفي الهندية، ومن قتل نفسه خطأ بان ناول رجلاً من العدو وليضربه بالسيف فإخطأ وأصاب نفسه ومات غسل وصلى عليه وهذا بخلاف كذا في الذخيرة. ومن قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وهو الاصح كذا في التبيين. (ر ج ۱ ص ۱۶۳ الفصل الخامس في الصلوة على الميت)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۱ باب الجنائز۔

البالغ كالصبي۔ الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۵ باب الجنائز) لہ
سوال :- اگر جنازہ کے حادثہ میں یا کسی دوسرے حادثہ
 میں انسانی جسم متاثر ہو کر بعض حصے دستیاب ہوں تو
 پورا جسم نہ ملنے کی صورت میں بعض دستیاب حصوں پر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟
الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر جسم کا اکثر حصہ مل جائے یا نصف حصہ سر کے ساتھ مل جائے
 تو پھر اس بعض حصہ پر جنازہ پڑھا جائے گا ورنہ اس کے بغیر جنازہ کی ضرورت نہیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: وذكرنا لقاضي في شرحه مختصر الطحاوي انه اذا وجد
 النصف ومعه الرأس يغسل وان لم يكن معه الرأس لا يغسل فكانه جعله معه الرأس
 في حكم الاكثر لكونه معظم البدن۔ (ردائع الصنائع ج ۱ فصل شرائط الوجوه، کتاب الجنائز) لہ
سوال :- اگر ایک وقت میں متعدد جنازے
 جمع ہو جائیں تو ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ جنازہ
 پڑھنا ضروری ہے یا کہ تمام کے لیے ایک ہی جنازہ کافی ہے ؟

الجواب :- ہر ایک میت پر علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھنا افضل ہے اور اگر ایک ہی دفعہ
 تمام کا جنازہ پڑھا گیا تو یہ بھی صحیح ہے۔

قال العلامة الحصكفي: اجتمعت الجنائز فارقاد الصلوة على كل واحد اولى من الجمع
 وان جمع جاز۔ الخ (رد المحتار علی رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۸ باب الجنائز) لہ

لہ وقال ابراهيم بن محمد: والمجنون كالطفل وينبغي ان يقيد بالمجنون الاصلی
 دون العارضي۔ الخ (صغیری ص ۲۹۴ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي مَرَاتِي الْفَلَاحِ عَلَى صَدْرِ الطَّحَاوِيِّ ص ۲۸۴ باب الجنائز، فصل في الصلوة على الميت۔
 لہ وفي الهنديّة: ولو وجد أكثر البدن او نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلى عليه
 كذا في المضمّرات۔ (الفتاوى الهنديّة ج ۱ ص ۱۵۹ الفصل الثاني في الغسل)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الجنائز، مطلب في تحصيل سبب ونسب منقطع۔
 لہ وفي الهنديّة: ولو اجتمعت الجنائز بخير لا مأان شاء صلى على كل واحد۔ وان شاء صلى على
 الكل دفعة بالنية على الجميع كذا في معراج الدراية (ج ۱ ص ۱۶۵ الفصل الخامس في الصلوة على الميت)
 وَمِثْلُهُ فِي الْخَلَاصة الْفَتَاوِيِّ ج ۲ ص ۲۲۲ الفصل الخامس العشرون في الجنائز۔

سوال :- جنازہ میں تکبیر کتنے وقت ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے؟

الجواب :- احناف کے نزدیک تکبیر اولیٰ کے علاوہ دیگر تکبیرات میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں (سوائے تکبیرات عیدین کے) ایسے نماز جنازہ میں تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدہ فی الاولیٰ فقط۔ (الدر المختار علی مصدر رد المختار ج ۲ ص ۲۱۲ باب الجنائز) لہ

سوال :- چار تکبیرات میں سے کسی تکبیر کے رہ جانے تکبیر کا رہ جانا مفسد جنازہ ہے کی صورت میں جنازے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- نماز جنازہ میں چار تکبیرات کی حیثیت ارکان کی ہے، کسی ایک تکبیر کے رہ جانے سے جنازہ فاسد ہوگا اور فساد کی صورت میں دوبارہ ادا کرنا لازمی ہے۔

قال علاؤ الدین الکاسانیؒ: ولان کل تکبیرۃ من ہذہ الصلوۃ قائمۃ مقام رکعۃ بدلیل انہ لو ترک تکبیرۃ منها فسد صلوۃ کما لو ترک رکعۃ من ذوات الاربع۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۴ فصل بیان کیفیۃ صلوۃ علی الجنائز) لہ

سوال :- اگر امام نے غلطی سے پانچویں تکبیر شروع کی تو مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا ایسی صورت میں امام کی متابعت ضروری نہیں؟

کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا ایسی صورت میں امام کی متابعت ضروری ہے یا نہیں؟ ایسا ہی اگر امام نے غلطی سے پانچویں تکبیر کہہ دی تو مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- جنازہ کل چار تکبیرات سے عبارت ہے اس لیے پانچویں تکبیر کہنے کی صورت

لہ قال علاؤ الدین الکاسانیؒ: ولا یرفع یدہ الا فی التکبیر الاولیٰ۔۔۔ الخ

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۴ فصل بیان کیفیۃ الصلوۃ علی الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز۔

لہ وقال العلامة ابن الہمامؒ: ولذا لو ترک تکبیرۃ واحدۃ منها فسدت صلوۃ کما لو ترک

رکعۃ من الظهر۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۸۸ باب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۲۳۱ کتاب الجنائز۔

میں امام کی متابعت نہیں ہوگی بلکہ مقتدی خاموشی سے سلام پھیرنے تک امام کا انتظار کریں گے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: ولو کبر امامہ خمساً لم یتابع لانه منسوخ فیہکث الموتى حتی یسلم معه اذا سلم به یفتی۔ (در مختار ج ۲ ص ۲۱۴ باب الجنائز) لہ

مسجد میں نماز جنازہ کا حکم | سوال :- اگر بیرون مسجد جنازہ پڑھنے کے لیے کوئی موزوں جگہ نہ ملے تو کیا مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب :- فقہ حنفی کی رو سے بغیر کسی شرعی عذر کے مسجد کو جنازہ کے لیے بروئے کار نہیں لایا جاسکتا، البتہ اگر بارش ہو یا دوسرے ایسے اعدا ہوں کہ بیرون مسجد جنازہ پڑھنے میں تکلیف ہو تو پھر مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجیم: ولیر یصلوا رکبانا۔ الخ۔ وبعد اسطرولا فی مسجد الحدیث ابی داؤد مرفوعاً: من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر له وفي رواية فلا شیء لہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۶ کتاب الجنائز) لہ

جنازہ الٹا رکھا گیا تو | سوال :- جناب مفتی صاحب! اگر کبھی نماز جنازہ کے لیے میت کی چارپائی الٹی رکھ دی جائے یعنی میت کے پاؤں شمال کی طرف اور سر جنوب کی جانب ہو اور اسی کیفیت میں نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو کیا اس جنازہ کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- جنازہ کیلئے میت کی چارپائی رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن مقامات میں قبلہ مغرب کی جانب ہو تو میت کا سر شمال کی جانب اور پاؤں جنوب کی جانب کر کے جنازہ کیلئے میت کی چارپائی رکھی جائے، اگر کہیں لاعلمی میں میت کی چارپائی الٹی رکھی گئی اور اس پر نماز پڑھی گئی تو نماز ادا ہو گئی و بارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة احمد الطحطاوی: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واسأوا ان تعمدوا۔ (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۹۳ کتاب الجنائز) لہ

لہ وقال برهان الدین: ولو کبر الامام خمساً لم یتابعه الموتى۔ الخ (الہدایہ ج ۱ ص ۱۸)
لہ قال ابراہیم الحلیمی: وتکرر الصلوة علی الجنازة فی مسجد جماعة عندنا۔ الخ (کبیر شرح المنیۃ ص ۵۸۸)
لہ لما قال العلامة المفتی عبد الرحیم: الجواب: جان بوجھ کر جنازہ الٹا رکھنا مکروہ ہے بھول سے ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۶)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم | سوال، نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا پڑھے تو کیا جنازہ کا اعادہ کیا جائے گا؟

الجواب :- احناف کے نزدیک نماز جنازہ درحقیقت دُعا ہے اس میں سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورۃ کی قرأت ضروری نہیں، اس میں صرف دُعائیں پڑھی جائیں گی۔ سورۃ فاتحہ بھی اگر کہیں دُعا کی نیت سے پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ قرأت کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ چونکہ جنازہ چار تکبیرات سے عبارت ہے اس کے ہوتے ہوئے جنازہ ادا ہو گیا لہذا قرأت فاتحہ کی صورت میں اعادہ واجب نہیں۔

لما فی الہندیۃ : ولا یقرأ فیہا القرآن ولو قرأ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء فلا بأس بہ وان قرأھا بنیۃ القراءة لا یجوز لانہا عمل الدعاء ودون القراءة کذا فی المحيط السرخسی ج ۱ ص ۱۶۲ الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت (۱) لہ

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم | سوال :- بار بار جنازہ پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- ایک دفعہ میت کی نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، لہذا اگر میت کے ولی یا قاضی نے اصالتاً یا نیابتاً نماز جنازہ ایک دفعہ ادا کی تو دوبارہ یا متعدد بار جنازہ پڑھنا غیر مشروع ہے، البتہ اگر کہیں ولی کی اجازت کے بغیر اجنبی لوگ جنازہ پڑھا لیں تو ولی اور قاضی اعادہ کا حق رکھتے ہیں۔

قال فی الہندیۃ : ولا یصلی علی میت الا مرة واحدة والتنفیل بصلوۃ الجنائزۃ غیر مشروع کذا فی الايضاح ولا یعید الولی ان صلی الامام الاعظم والسلطان والولی او القاضی او امام الحی لان ہو لا اولیٰ منه وان کان غیر ہو کلا لہ ان یعید۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۳ الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت) لہ

قال علاؤالدین الکاسانی : ولا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنائزۃ یثنیٰ من القرآن۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳ فصل بیان کیفیۃ الصلوۃ علی الجنائزۃ)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ باب الجنائزۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت۔

لہ وقال علاؤالدین الکاسانی : ولا یصلی علی میت الامرۃ واحدة کاجماعۃ ولا وحداناً عندنا۔ الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳ فصل الکلام فی صلوۃ الجنائزۃ)

غائبانہ نماز جنازہ میں شرکت کا حکم | سوال :- کیا نماز جنازہ کے لیے میت کا سامنے ہونا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہو تو ہمارے ملک میں عموماً کسی بڑے لیڈر کی موت پر حنفی مسلک کے لوگ بھی غائبانہ جنازوں میں شرکت کرتے ہیں، شرعاً اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- احناف کے نزدیک نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرنے والے کی لاش سامنے ہو، یہی وجہ ہے کہ احناف غائبانہ جنازہ کے قائل نہیں ہیں، البتہ نامور شخصیات کی موت پر ملک کے طول و عرض میں ان کے جنازے اور حنفی مسلک لوگوں کا ان میں شریک ہونا ایک سیاسی حربہ ہے جس کا مسلک و مذہب سے کوئی واسطہ نہیں، یہ محض عوام کو خوش رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے جس میں شرکت سے اجتناب ضروری ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: و شرطها ایضاً حضوره و وضعه و کونه هو و اکثره امام المصلی الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲، باب الجنائز مطلب صلوة الجنائز) ^{۲۰۸}

نماز جنازہ میں درود شریف کا تعین | سوال :- عموماً نماز جنازہ میں درود شریف پڑھتے وقت کہا صلیت وسلمت و بادت و رحمت و ترحمت کا اضافہ کیا جاتا ہے، اس درود شریف کے ثبوت کے لیے دلیل کیا ہے؟ نیز اگر کسی شخص کو یہ درود شریف یاد نہ ہو تو وہ نماز میں پڑھا جائے والا مشہور درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز جنازہ کے لیے کسی خاص درود شریف کا تعین نہیں صرف درود شریف پڑھنا سنت ہے لیکن اکثر کتابوں میں مشہور درود ابراہیمی لکھا گیا ہے لہذا اس کا پڑھنا بہتر ہے۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: و اذا کبر الٹانیۃ یأتی بالصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی الصلوۃ المعروفۃ الخ (بدائع الصنائع ج ۳، فصل فی بیان کیفیۃ الصلوۃ علی الجنائز) ^{۲۰۹}

لہ و فی الہندیۃ: و من الشروط حضور المیت و وضعه و کونه امام المصلی فلا تصح علی غائب ولا علی عمول علی دابة ولا علی موضع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱، ۱۶۴، الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت)

و مثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۹ فصل السلطان احق بصلاته۔

لہ و قال العلامة ابن العابدین: (تحت قوله کما فی التّشہد) ای المراد الصلوۃ الابراہیمیۃ الّتی یأتی بہا المصلی فی قعدۃ التّشہد۔ (رشامی ج ۲ ص ۲۱۲ باب الجنائز)

و مثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الجنائز۔

(نوٹ) تاہم مذکورہ درود شریف یعنی مکا صلیت و سلمت ... الخ بعض روایات سے ثابت ہے اس لیے اس درود کا انکار کرنا یا اس کو بدعت کہنا مناسب نہیں۔

سوال :- کیا اوقات مکروہ ہیں دوسری نمازوں اوقات مکروہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم کی طرح نماز جنازہ بھی مکروہ ہے یا اس کا حکم علیحدہ

ہے؟ حضرت علیؑ کی اس روایت سے کہ یا علی ثلاث لا توخرها الصلوة اذا اتت والجنائز اذا حضرت والا یم اذا وجدت لها کفواً۔ (مشکوٰۃ ص ۶۱) معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ جس وقت حاضر ہو جائے تو اسی وقت ادا کیا جائے گا، اس میں اوقات مکروہ کا استثناء نہیں، حالانکہ عام فقہاء نے اوقات مکروہ میں نماز جنازہ کے مکروہ ہونے کی صراحت کی ہے؟

الجواب :- تعجیل کے بارے میں جیسا کہ حضرت علیؑ کی روایت سے ثابت ہے، ایسا ہی منع کے بارے میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت بھی موجود ہے جو کہ صاحب مشکوٰۃ نے ان الفاظ سے نقل کی ہے: عن عقبہ بن عامر قال ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہانا ان نصلی فیہن اوتقبر فیہن موتانا حین تطلع الشمس یا زعۃ حتی ترتفع و حین یقوم قائم الظہیر حتی تمیل الشمس و حین تضيف الشمس للغروب حتی تغرب۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۴) دونوں روایات درجہ کے اعتبار سے مساوی ہیں، لہذا ایک روایت کو رے کر دوسری روایت کو ترک کرنا مناسب نہیں۔ تو احناف نے ایسے وقت میں تطبیق کی صورت نکالی ہے تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو سکے۔ فقہی اعتبار سے ان روایات کی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جنازہ کا پڑھنا اس وقت فرض ہو جائے جس وقت جنازہ حاضر ہو۔ پھر فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ وقت کی صحت اور نقصان سے وجوب کی حیثیت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی، جہاں کہیں وقت صحیح ہو تو وجوب کامل ہے گا اور جہاں کہیں وقت ناقص ہو تو وجوب ناقص ہے گا۔ کمابین بالتفصیل فی الا عصر یومہ۔ لہذا جنازہ اگر کہیں پہلے سے حاضر ہو تو وجوب کامل کی وجہ سے ایسا جنازہ وقت مکروہہ تک مؤخر کرنا ناجائز ہے اور اوقات مکروہہ میں ایسے جنازے کا پڑھنا حضرت علیؑ کی روایت کی رو سے مکروہ ہے لیکن اگر کہیں جنازہ وقت مکروہہ میں حاضر ہو تو پھر حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کی رو سے اوقات غیر مکروہہ تک اس کی تاخیر مکروہہ ہے اور وجوب ناقص کی وجہ سے اس مکروہ وقت میں اس جنازہ کا پڑھنا جائز مع الکلیہ ہوتا ہے۔

لما قال العلامة بدالدين العيني: لا تجوز الصلوة الجنازة في الاوقات الثلاثة المذكورة هذا محمول على جنازة حضرت قبل التغیر لان الصلوة وجبت بحضورها كاملة

ولا تؤدى بالناقص حتى لو حَضَرَتْ جَنَازَةٌ فِي هَذَا الْوَقْتِ جَازَتْ الصَّلَاةُ مَعَ الْكَرَاهَةِ لِأَنَّهَا
أَدِيَتْ نَاقِصَةً كَمَا وَجِبَتْ - (الْبَنَاءُ ج ۱ ص ۶۴ - كِتَابُ الصَّلَاةِ بَابُ الْمَوَاقِيتِ) ۱۷

سوال :- نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کے پڑھنے کی مسنون کیفیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ دعائیں جہر سے پڑھے تو کیا جنازہ کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز جنازہ کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس میں محض تکبیرات ارکان ہیں اور ان کے علاوہ ثناء، درود شریف یا جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں یہ تمام سنت ہیں، اس لیے یہ دعائیں خاموشی سے پڑھنا مسنون ہے، اگر کوئی شخص یہ دعائیں جہر سے پڑھے تو اس نے خلاف سنت کا ارتکاب کیا تاہم اعادہ ضروری نہیں۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ویسلم بلاد علی بعد الرابعة تسلیمتین ناویاً المیت مع القوم ویسر الکل آلا التکبیر الخ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۳ باب الجنائز) ۱۸

سوال :- نماز جنازہ میں صفیں طاق جنازہ کی صفیں طاق رکھنے کی شرعی حیثیت رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جبکہ بعض علاقوں میں اس پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ صفیں طاق ہونے تک تکبیر موقوف رہتی ہے؟

۱۹ لما قال العلامة الحسکفی: (وکره) تعریماً وکل ما لا یجوز مکروه (صلوة) مطلقاً (ولو) قضاء و واجباً او نقلاً (علی جنازة) وسجدة تلاوة وسهواً لا شکر، تنبیہ مع شروق واستواء..... وغروب الا عصر یومہ..... لا ینعقد الفرض وما هو ملحق به کواجب لعینتہ کو ترو سجدة تلاوة وصلوة جنازة تلیت الآیة فی کامل وحضرت الجنائزہ قبل لوجوبہ کاملاً فلا یتأدی ناقصاً فلو وجبتا فیہا لم یکره فعلہما ای تعریماً۔ قال ابن عابدین: قوله او تعریماً افاد ثبوت الکراهة التزیہیة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۱ تا ۳۷۵ الاوقات المکروه)

وَمِثْلُهُ فِي مَوَاقِ الْفَلَاحِ وَطُحَاوِي ۱۴۹ كِتَابُ الصَّلَاةِ، فَصَلِّ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوهَةِ۔

۲۰ وَفِي الْهِنْدِيَّةِ: وَيَخَافُ فِي الْكُلِّ إِلَّا فِي التَّكْبِيرِ كَذَا فِي التَّبْيِينِ - (الْهِنْدِيَّةُ ج ۱ ص ۱۶۳ الْفَصْلُ الْخَامِسُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۶۳ بَابُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ۔

الجواب :- بلا شک نماز جنازہ میں طاق صفوں کی فضیلت روایات سے ثابت ہے لیکن فقہی کتابوں کی عام عبارتیں تین صفوں تک کی نشاندہی کرتی ہیں اس لیے اس کی رعایت بہتر ہے تاہم جنازہ کو اس پر موقوف کرنا اچھا نہیں۔

لما ورد فی الحدیث : ما من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلاثہ صفوف من المسلمین الا اوجب۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ الفصل الثالث فی المشی الی الجنائزۃ) لہ

سوال :- کئی علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت امام مسجد چار پاؤں کے دائیں پاؤں

سے شروع ہو کر ہر پاؤں پر دس دس قدم اٹھا کر چالیس قدم پورے کرتا ہے، اور امام کے ہر دس قدم تبدیل کرنے پر دوسرے پاؤں والے بھی تبدیل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض گاؤں میں امام مسجد کے لیے یہ عمل لازمی شمار ہوتا ہے اور ترک کرنے پر لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ از روئے شرع قدموں کا یہ شمار کیا حکم رکھتا ہے ؟

الجواب :- قدم شمار کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے جنازے کو چالیس قدم تک اٹھایا تو اس کے چالیس بڑے گناہ معاف ہوں گے۔ فقہاء نے اس حدیث پر عمل کی یہ صورت بیان کی ہے کہ چار پاؤں میں سے ہر پاؤں کے ساتھ دس دس قدم تک چلنے میں چالیس قدم پورے ہو کر میت کا حق ادا ہو جاتا ہے، لیکن مروجہ طریقہ سے قدم شمار کرنے میں کئی قباحتیں سامنے آتی ہیں، مثلاً یہ صرف امام مسجد کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ ہر اٹھانے والے کے لیے ہونا چاہیئے، مزید برآں یہ امام کے فرائض میں شمار ہوا، نیز اس میں خصوصی طور پر نیکی اور ثواب کا عقیدہ رکھا جاتا ہے جو زیادت علی الشرع کے مترادف ہے اس لیے اس لزوم سے اجتناب کیا جائے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی : واذا حمل الجنائزۃ وضع مقدما یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ۔ (الدردالمختار ج ۱ ص ۹۳ الجنائز) اور حدیث کنز العمال جلد ۱۵ ص ۲۲۳۶۵ میں مذکور ہے لیکن اس نے لفظ خطوۃ

لہ وقال علامہ ابن العابدین : ویستحب ان یصف ثلاثہ صفوف۔ الخ (رد المحتار جلد ۲ ص ۲۱۴ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۶۴ الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت۔

ذکر نہیں کیا ہے لے

تعزیت کے لیے چند منٹ کے سکوت کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! آج کل حکومتی سطح پر جب کسی وفات پر پسماندگی سے تعزیت کی جاتی ہے تو اس کے لیے چند منٹ کی خاموشی اختیار کی جاتی ہے، کیا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام نے کسی کی وفات پر میت کے پسماندگان کے غم میں شرکت اور تعزیت کا ایک طریقہ مسلمانوں کو بتایا ہے اور مسلمان اسی طریقہ کے مطابق کسی کے غم میں شرکت اور تعزیت کا اظہار کر سکتا ہے۔ سوال میں اظہار تعزیت کا درج شدہ طریقہ یہود و ہنود کا ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں بلکہ یہود و ہنود سے مشابہت کی وجہ سے واجب الترتک ہے۔

عن عبادة بن الصامت ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يجلس حتى يوضع الميت في اللحد فكان قائماً مع اصحابه على رأس قبر فقال يهودي هكذا انصبح بموتانا فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال خالفوهم۔
(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۸۵ کتاب الجنائزہ)

ولی کے لیے تیمم جائز نہیں | سوال :- کیا نماز جنازہ کے لیے باوجود پانی کے حصول پر قاضی ہونے پر تیمم جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا اس رخصت سے میت کا ولی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے یا غیر اولیاء کے لیے خاص ہے اور میت کے ولی کے لیے وضو ضروری ہے؟

الجواب :- نماز جنازہ کے لیے تیمم کی اجازت اور رخصت طے میں بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ نماز جنازہ ایسی عبادت ہے جس کے فوت ہو جانے سے قضاء نہیں، کیونکہ تنفل باجنائزہ غیر مشروع ہے، لہذا جب کسی سے جنازہ فوت ہو جائے گا اندیشہ ہو تو معقول عذر کی وجہ سے یہ شخص وضو کی جگہ

لے وقال ابراهيم بن محمد: ويستحب من كل جانب عشر خطوات لقوله عليه السلام من حمل اربعين خطوة - الخ (صغیری ص ۳۹۵ کتاب الجنائزہ) ومثله في غاية الاوطار ج ۱ ص ۴۱۸ کتاب الجنائزہ۔

تیمم کر سکتا ہے، لیکن ولی کے مقامِ قریبہ اور حیثیت کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ جنازہ اس کی اجازت پر موقوف ہے جب تک ولی اجازت نہ دے تو کوئی دوسرا شخص جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ لہذا اس کے حق میں جنازہ کا فوت ہو جانا متحقق نہیں، اس لیے ولی باقاعدہ وضو کرے وہ تیمم پر اکتفاء نہیں کر سکتا۔

قال برهان العلامة الدين المرغيناني: وتيمم الصحيح في المصرا إذا حضرت جنازة والولي غيره فخاف أن يشتغل بالطهارة أن تفوته الصلوة لأنها لا تقضى.... الخ (الهداية ج ۱ ص ۵۵، ۵۶ باب التيمم) ۱۷

سوال :- اگر کسی مسلمان کی میت چارپائی پر رکھی جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب :- چارپائی پر میت رکھنا مقصود بالذات نہیں، سہولت کی خاطر اگر میت کو چارپائی پر رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے، جنازہ پڑھنے کے لیے اس کو علیحدہ کرنا ضروری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ بھی چارپائی پر رکھ کر پڑھی گئی تھی۔

ما ذکر فی مسند امام احمد: عن عبد الله بن عمر بن علي ابن ابي طالب عن ابيه عن جده عن علي قال لما وضع رسول الله صلى الله عليه وسلم على السرير قال لا يقوم عليه احد هو اما مكم حياً وميتاً فكان يدخل الناس رسلاً رسلاً فيصلون عليه صفافاً ليس لهم امام ويكبرون۔ (ج ۳ ص ۱۲۳) ۱۸

۱۷ وقال علاؤ الدين الكاساني: حتى لو حضرته الجنازة وخاف فوت الصلوة لو اشتغل بالوضوء وتيمم وصلى تا قوله حتى لو كان ولي الميت كايباح له التيمم.... الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۸ باب التيمم فصل كيفية التيمم) وَمِثْلُهُ فِي الشَّامِيِّ ج ۱ ص ۱۵۸ باب التيمم۔

۱۸ وفي المشكوة المصابيح: وعن نافع ابی قال قال صليت مع انس بن مالك على جنازة رجل فقام حيالاً ثم جاء بجنازة امرأة من قریش فقالوا يا ابا حمزة صل عليها فقام حيالاً وسط السرير فقال له علاء بن نيار هكذ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً على الجنازة مقامك متها ومن الرجل مقامك منه قال نعم۔ (ص ۱۲۷) وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارِخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۱۵۶ كتاب الجنائز۔

سوال :- نماز جنازہ میں جنازہ میں میت کی چار پائی کی جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں | جس جگہ میت کی چار پائی رکھی جاتی

ہے کیا اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- میت کی چار پائی کی جگہ کا پاک ہونا جنازہ کی صحت کی شرائط میں سے نہیں اس لئے یہ جگہ اگر پاک نہ ہو تو جنازہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال العلامة ابن العابدین وفي التاتاریخانیة : سئل قاضی خان عن طهارة مكان المیت هل تشترط لجواز الصلوة علیه قال ان كان المیت علی الجنائزة لا شك انه یجوز والا فلا رواية لهذا وینبغی الجواز۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲) مطلب فی صلوة الجنائزة (۱)۔

سوال :- بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا بعد الجنائزہ کی شرعی حیثیت امام قوم کی طرف منکر کے ہاتھ اٹھا کر قوم کی معیت میں بیٹھتے اجتماعی کے ساتھ دعا مانگتے ہیں، لوگوں کے ذہنوں میں اجتماعی دعا کی اہمیت اتنی بیٹھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعا نہ کرے تو اس کو ملامت کی جاتی ہے بلکہ بعض علاقوں میں خود علماء کی دخل اندازی سے ایک دوسرے کو سب و شتم تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اندرونی شرع اس کیفیت سے دعا کرنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- دعا بعد الجنائزہ علی بیئت اجتماعی کا حکم بیان کرنے سے قبل چند مقدمات کی طرف توجہ دینی ضروری ہے : (۱) پہلا مقدمہ یہ ہے کہ نماز جنازہ بذات خود دعا ہے، امام قوم کی معیت میں مرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مغفرت اور رفع درجات کے لیے سفارش کرتا ہے (۲) دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت میں عمل کا وہی طریقہ معتبر ہوگا جس کی اجازت شریعت نے دی ہو، اگر کہیں شریعت کے عمل متواترہ کی شرعی حیثیت کسی ایسی حرکت سے مجروح ہوتی ہو تو ایسی حرکت سے اجتناب ضروری ہے (۳) تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ میت کیلئے اس کے پسماندگان جب

له وقال العلامة ابن نجیم : قید المصنف بطهارة المیت احتوائاً عن طهارة مكانه قال فی الفوائد التاجیة ان كان علی جنازة لا شك انه یجوز وان كان بغیر جنازة لا رواية لهذا وینبغی ان یجوز لان طهارة مكان المیت لیس بشرط لانه بمؤد۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۹)

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۶۳ الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت۔

صدق نیت سے دعا کریں تو اس کا فائدہ یقیناً میت کو پہنچتا ہے۔

ان تین مقدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میت کے لیے جب بھی کوئی دعا مانگی جائے تو اس کا کوئی نہ کوئی فائدہ اُسے پہنچتا ہے لیکن مقدمہ ثانیہ کی رُو سے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کو کسی ایسی حرکت سے محفوظ رکھے جس سے اس کی شرعی حیثیت متاثر ہوتی ہو۔ مقدمہ اولیٰ کی رُو سے جب جنازہ خود دعا ہے تو سلام پھیرنے کے ساتھ ہی یہ دعا ختم ہو جاتی ہے، سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ دعا مانگنے سے لازمی طور پر عمل متواتر یعنی جنازہ پر زیادت کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ لوگ صفوں میں ایسی توجہ سے کھڑے رہتے ہیں جیسا کہ جنازہ کی تکبیر ادا ہو رہی ہو، لہذا اس اشتباہ سے بچنے کے لیے ایسی کیفیت پر دعا کرنے سے اجتناب ضروری ہے غاص کر جب اہتمام کی حالت یہ ہو کہ ایسی رسمی دعائیں شرکت نہ کرنا موجب عار سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اگر بغیر کسی لزوم والتزام کے ایسے وقت میں دعا کی جائے کہ صفیں توڑ دی گئی ہوں تو بعد کسر الصفوف اشتباہ نہ رہے اور کسی اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر اس کو کہیں جنازہ کا جزء قرار دیا جائے تو اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

قال طاہر بن عبد الرشید البغاریؒ: کلا یقوم بالمداء بعد صلوٰۃ الجنائزۃ... الخ

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۳۵ الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز: نوع منہ) لہ

سوال: میت کے قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ اگر موقع سے میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن کی تلاوت کریں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر میت کو غسل دے کر کفنانے کے بعد اس کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، البتہ غسل دینے سے پہلے تلاوت کرنے کو اکثر کتابوں میں مکروہ لکھا ہے، لیکن علامہ علاؤ الدینؒ فرماتے ہیں کہ میت قبل از غسل محدث تو ضرور ہے لیکن نجاست یقینی نہیں اس لیے قبل غسل بھی قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: ویقرأ عنده القرآن الخ ان یرفع

لہ قال ملا علی قاریؒ: ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنائزۃ لانه یشبه الزیادۃ فی صلوٰۃ

الجنائزۃ۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۶۹ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِی تَجْهِيزِ الْجَنَازَةِ ص ۶۱ کتاب الجنائز۔

سوال :- کیا کوئی غیر محرم شخص کسی عورت کے جنازہ عورت کی تدفین میں غیر محارم کی شرکت

کوکندھا دے کر اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی تدفین کے وقت قبر میں اتارنے میں غیر محرم شخص کی شرکت اور تعاون کا شرعاً کیا حکم ہے؟
الجواب :- جہاں تک فوت شدہ عورت کی چارپائی اٹھانے کا مسئلہ ہے اس میں محارم کا ہونا ضروری نہیں بلکہ باپردہ ہونے کے بعد اجنبی اشخاص بھی اٹھا سکتے ہیں۔ اہبات المؤمنینؑ کی ڈولیاں باقاعدہ صحابہ کرامؓ اٹھایا کرتے تھے۔ اور قبر میں اتارنے کے وقت جب تک محارم موجود ہوں تو یہ ذمہ داریاں محارم خود نباہ لیا کریں، البتہ جب محارم موجود نہ ہوں تو پھر غیر محارم بھی ضرورت کے وقت یہ ذمہ ادا کر سکتے ہیں۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: ذوالرحم المعوم بادخال المرأة القبر من غير لائنه يجوز له مسها حالة الحياة فكذا بعد الموت وكذا ذوالرحم المعوم منها اولى من الاجنبى ولو لم يكن فيهم ذورحم فلا بأس للاجانب وضعها في قبرها. الخ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۲)۔
سوال :- ہمارے علاقہ میں ایک شخص کی نماز جنازہ ایسی جگہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا

کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟
الجواب :- شریعت مقدسہ کا حکم ہے کہ کسی ایسی جگہ نماز جنازہ پڑھنا جہاں قبریں ہوں مکروہ ہے، فقہاء نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، تاہم اگر قبریں اتنی دور ہوں کہ نمازیوں کو نظر نہ آئیں یا دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اس صورت میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ حضرت مخافویؒ سے قبر کے ہوتے ہوئے بھی نماز جنازہ جائز ہے۔

قال ابو حنيفة: ولا ينبغي ان يصلى على ميت بين القبور وكان على ابن عباس يكرهان ذلك فان صلوا اجزاهم۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵ باب الجنائز)۔

۱۔ وفي المندية: ذوالرحم المعوم اولى بادخال المرأة من غيرهم وكذا ذوالرحم غير المحوم اولى من الاجنبى فان لم يكن فلا بأس للاجانب وضعها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱۶۶ الفصل السادس في الدفن) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۳ باب الجنائز۔

۲۔ قال العلامة الكاساني: قال ابو حنيفة ولا ينبغي ان يصلى على الميت بين القبور۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۱۵ کتاب الجنائز)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں خلفاء اربعہ کی شرکت | سوال :- کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں خلفاء اربعہ شریک ہوئے تھے؟

الجواب :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں چاروں خلفاء کی شرکت عام روایات سے ثابت ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : لما کفّن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و وضع علی سریره دخل ابو بکر وعمر فقال السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركته ومعهم انفر من المهاجرين والا نصار قدس ما يسع البيت فسلموا كما سلم ابو بکر وعمر الخ (طبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹) ۱۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی تحقیق | سوال :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ کیسے پڑھا گیا۔ آپ چونکہ گناہوں سے پاک تھے اس لیے آخری تجیر میں آپ کے لیے کیسی دعائیں مانگی گئی؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں باقاعدہ امامت کا ثبوت نہیں اور نہ کسی کو امام بننے کی جرات ہوئی بلکہ صحابہ جماعت و جماعت حجرہ عائشہؓ میں داخل ہو کر آپ کا جنازہ پڑھتے رہے، یومئذ یا آپ کا جنازہ ادا کیا گیا اور عام دعا کی بجائے مندرجہ ذیل کلمات پڑھے گئے :-

قال العلامة سید زرقانی : ومنها انه صلى عليه الناس افواجا افواجا روى الترمذی قالوا لا یح بکرا نصلی علی رسول اللہ قال نعم قال وكيف نصلي قال يدخل قوم ویصلون ویدعون ثم یدخل القوم فیصلون فیکبرون ویدعون فردا الخ (زرقانی ج ۵ ص ۳۴۹) ۲۰

۱۰ قال العلامة ابن کثیر رحمہ اللہ : قال الواقدي حدثني موسى بن محمد بن ابراهيم قال وجدت كتابا بخط ابی فيه انه لما كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع على سريره دخل ابو بكر وعمر الخ (البدایة والنہایة ج ۲ ص ۲۳۲) ۲۰

۲۰ وفيه ايضا : وبغير دعاء الجنائز المعروف عن علي انهم كانوا يكبرون ويقولون السلام عليك ايها النبي ورحمة الله اللهم انا نشهد ان محمدا قد بلغ ما انزل عليه ونصح لأمته وجاهد في سبيلك حتى اعز الله كلمة - (زرقانی ج ۵ ص ۳۴۹) ۲۰

مَسَائِل شَتَّى بَابُ الْجَنَائِزِ

(جنائز کے مختلف مسائل و احکام)

سوال :- بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کو کنگھی کرتے اور سرمہ وغیرہ لگاتے ہیں، میت کو کنگھی کرنا یا سرمہ لگانا جائز ہے؟

کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- مرنے کے بعد میت کی زینت کے لیے اُسے سرمہ لگانا اور کنگھی وغیرہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ :- التزین بعد موتہا والا متشاط وقطع الشعر کایجوز۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۸ کتاب الجنائز قبل مطلب حدیث کا سبب ونسب منقطع) لہ

سوال :- میت کو غسل دیتے وقت میت کو غسل دینے کے لیے تختہ پر لٹانے کا طریقہ اس کا رخ کس طرف کرنا مسنون ہے؟

الجواب :- فقہی ذخائر میں میت کو غسل کے لیے تختہ پر لٹانے کے دو طریقے لکھے گئے ہیں۔ ۱۔ میت کے پاؤں کو قبلہ رخ کر کے تختہ پر رکھا جائے ۲۔ صرف چہرہ قبلہ رخ کر کے رکھا جائے جس طرح کہ میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے، یہ دونوں طریقے جائز ہیں البتہ دوسرا طریقہ مستحسن ہے۔

لما فی الہندیۃ، وکفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالۃ المرض اذا اراد الصلوۃ بایمائر ومنہم من اختلف الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انہ یوضع کما تیسر۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۵۸) لہ

لہ لما قال العلامة ابن نجیم، قوله ولا یسرح شعرة ولحیتہ ولا یقص ظفرہ وشعرہ (لانہا للزینۃ وقد استغنی عنہا والظاہر ان ہذا الصبیح لایجوز۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۳ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي اَمَدَادِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۸۵ بَابُ الْجَنَائِزِ۔

۲۔ قال الشیخ العلامة اشرف علی التھانویؒ غسل کے وقت تختہ پر مردہ کو رکھنے کی دو صورتیں لکھی ہیں، ایک تو قبلہ کی جانب پاؤں پاؤں کر کے لٹانا، دوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے قبر میں رکھتے ہیں اور دونوں صورتوں میں سے جو صورت ہو سکے جائز ہے..... مگر زیادہ مستحسن صورت ثانیہ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ قبلہ ہے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۳ باب الجنائز)

سوال :- اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ فلاں شخص ہی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے وصیت کرنا میری نماز جنازہ پڑھائے، کیا ایسی وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- میت کی اس قسم کی وصیت نافذ العمل نہیں ہوگی اس لیے کہ مرنے کے بعد اس کی وصیت باطل ہو جائے گی، نماز جنازہ جو بھی پڑھائے ادا ہو جائے گی۔

وفي الهندية: في الكبرياء الميت اذا اوصى بان يصلى عليه فلان فالوصية باطلّة وعليه الفتوى۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۶۳ کتاب الجنائز، الفصل الخامس في الصلوة على الميت) لہ

سوال :- نماز جنازہ میں کون سا درود شریف پڑھنا زیادہ مناسب ہے؟

الجواب :- نماز جنازہ میں وہ درود شریف پڑھنا چاہیے جو پنج وقتہ فرض نمازوں میں پڑھا جاتا ہے، یعنی درود ابراہیمی مراد ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ويصلى على التبي كما في التشهد) اي المراد الصلوة الابراهيمية التي يأتى بها المصلّى في قعدة التشهد۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب الجنائز مطلب هل تسقط فرض الكفایه بفعل الصبي) لہ

سوال :- یہاں ہمارے علاقے میں میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو صرف اس کے چہرے کو قبلہ رخ کرتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا مستحسن ہے یا چت لٹا کر قبلہ رخ کرنا مستحسن ہے؟

الجواب :- احادیث مبارکہ میں میت کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کرنے کا حکم ہے اور

لہ قال العلامة الحسکفی: والفتوى على بطلان الوصية بغسله والصلوة عليه۔

والرد المحتار على صمد مراد المحتار ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الجنائز

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الجنائز۔ مطلب تعظیم اولی الامر واجب۔

لہ لما قال العلامة ابن نجيم المصري: والمراد بالصلوة الصلوة عليه في التشهد وهو الاولى۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۴۸۶ رابعاً ركان صلوة الجنائز الخ

یہ امر دونوں صورتوں میں پورا ہو سکتا ہے تاہم دائیں کروٹ لٹا کر قبلہ رخ کرنا بہتر ہے اگرچہ چپٹ لٹا کر قبلہ رخ کرنا بھی جائز ہے۔

وفی الہندیۃ : ویوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلة۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ الباب الحادی والعشرون ۱۶)

سوال :- اگر نماز جنازہ میں کسی سے سلام پھیرنا بھول جائے تو نماز جنازہ میں سلام بھول جانا کیا اس سے نماز جنازہ متاثر ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- نماز جنازہ میں سلام پھیرنا فرض ہے اور نہ واجب اس لیے بھول کر سلام نہ پھیرنے کی صورت میں نماز جنازہ متاثر نہیں ہوتی۔

لما قال العلامة الحصکفی : صلوة الجنائزۃ و رکعتھا شیئان التکبیرات الاربع والقیام وسننھا ثلثة التحمید والثناء والدعاء فیہا۔ (الدر المختار علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۳۷۲ باب الجنائز ۳۷۲)

سوال :- کیا شوہر اپنی بیوی کو قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں جبکہ عورت کے ورثہ موجود ہوں؟

الجواب :- خاوند کے لیے اپنی بیوی کو مرنے کے بعد ہاتھ لگانا شرعاً ممنوع ہے لہذا اگر ورثہ کی موجودگی میں خاوند بیوی کو قبر میں نہیں اتار سکتا۔

لما قال العلامة الحصکفی : ویمنع زوجها عن غسلھا ومسھا لامن النظر الیہا علی الاصح منیۃ۔ وقالت الائمۃ الثلاثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ قلنا هذا محمول علی بقاء الزوجیۃ الخ۔ (الدر المختار علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۳۷۲ باب الجنائز ۳۷۲)

لہ لما قال العلامة الحصکفی : ویوجه الیہا وجوباً وینبغی کونہ علی شفقہ الایمن ولا ینبش لیوجه الیہا۔ (الدر المختار علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۳۸۱ باب صلوة الجنائز ۳۸۱)

ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الجنائز۔

۲ لہ قال العلامة اشرف علی التھانوی : وفی الدر المختار صلوة الجنائزۃ و رکعتھا شیئان التکبیرات الاربع والقیام وسننھا ثلثة التحمید والثناء والدعاء فیہا۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۵۰۳ باب الجنائز ۵۰۳)

۳ لہ لما قال الشیخ وھبۃ الزحیلی : قال الحنفیۃ لا یجوز للرجل غسل

زوجتہ ومسھا لا نقطاع النکاح ویجوز لہ النظر الیہا فی الاصح۔

(الفقہ الاسلامی وادلہ ج ۲ ص ۲۵۸ باب صلوة الجنائزۃ ثانیاً صفة الغاسل)

ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۰۵ باب الجنائز۔

بیوی کی وفات پر شوہر اسے غسل نہیں دے سکتا | سوال :- کیا بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اسے غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جبکہ بعض روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے؟

الجواب: خاند کا اپنی بیوی کو غسل دینے کے بارے میں روایات مختلف ہیں، اس لیے تنقیہ کی تحقیق کے مطابق بیوی کی وفات کے بعد چونکہ دونوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں اس لیے شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔

قال العلامة الحصکفی: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الاصح۔
 (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۸ کتاب الجنائز، مطلب فی حدیث کل سبب الخ)۔
بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے | سوال :- کیا عورت اپنے خاوند کو مرنے کے بعد غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: شوہر کے مرنے کے بعد دونوں کا نکاح من کل الوجوه ختم نہیں ہوتا، عورت ایام عدت میں من وجہ شوہر کے نکاح میں ہوتی ہے اس لیے شوہر کے مرنے کے بعد وہ اسے غسل دے سکتی ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وهي لا تمنع من ذلك۔ قال ابن عابدین: رتحت قوله وهي لا تمنع من ذلك (ای من تغسیل زوجها دخل بها اولاً۔ (رد المختار ج ۲ ص ۱۹۸ کتاب الجنائز، مطلب فی حدیث کل سبب الخ)۔

شوہر بیوی کو کفن نہیں پہنا سکتا | سوال :- کیا کوئی شوہر اپنی بیوی کے مرنے کے بعد اسے کفن پہنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: بیوی کے مرنے کے بعد میاں بیوی دونوں کا رشتہ ازدواج ختم ہو جاتا ہے

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: قال الحنفية لا يجوز للرجل غسل زوجته ومسها لا نقطاع النكاح ويحتمل له النظر اليها في الاصح لان النظر اخف من المس۔
 (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۴۵۸ کتاب الجنائز، ثانياً صفة الغسل)

لما قال العلامة ابن نجيم: والزوجة تغسل زوجها دخل بها او لا بشرط بقاء الزوجية عند الغسل۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۵۸ باب الجنائز)

اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں اس لیے مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو کفن پہنائے تاہم دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفیؒ، ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها علی الاصح۔
الدس المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۸ کتاب الجنائز مطلب فی حدیث کل سبب (لہ

سوال: اگر مرد دیکھنے میں آیا چھوٹے بچے کا جنازہ ایک آدمی کے لیے اٹھانا جائز ہے؟

ہو جاتا ہے تو اس کو ایک آدمی اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیتا ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟
الجواب: کسی بڑے (مرد یا عورت) کا جنازہ اٹھانے کے لیے چار آدمیوں کا ہونا مناسب ہے البتہ چھوٹے بچے کے جنازہ کو اگر ایک آدمی بھی اٹھالے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

وفی الہندیۃ، وذكر الاشیتجانی ان القبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلاً اذا مات فلا بأس بان یحملہ رجلٌ واحد علی یدیہ ویتاو لہ الناس بالحمل علی ایدیہم۔ الخ
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ (لہ

سوال: ہمارے محلے میں ایک آدمی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ولی کی اجازت کا حکم

ہے جو یہ کہتا ہے کہ میت کا ولی جس کو اجازت دے وہی نماز جنازہ پڑھائے چاہے محلے کی مسجد کا امام موجود ہو، تو کیا اس کا یہ کہنا درست ہے؟
الجواب: میت کے ولی کو اگرچہ نماز جنازہ پڑھانے کا اختیار ہے یا جس کو اجازت دے وہ پڑھا سکتا ہے لیکن محلے کی مسجد کا امام قاضی یا بادشاہ کی عدم موجودگی کی صورت میں یہ شخص مقدم ہے لہذا امام کی موجودگی میں وہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ مفید ہے۔

لما قال الشیخ وہبۃ الزحلی: قال الحنفیۃ لا یجوز للرجل غسل زوجته ومسها لا انقطاع النکاح ویجوز لہ النظر الیہا فی الاصح لان النظر اخف من المس۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الجنائز ثانیاً صفۃ الغاسل)

وَمِثْلُهُ فِی امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۸۵ باب الجنائز۔

لہ قال العلامة الحسکفیؒ والصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلاً یحملہ واحد علی یدیہ ولورکباً۔ الدس المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۱ کتاب الجنائز مطلب فی حمل المیت)

لما قال العلامة المحصن في الصلوة عليه السلطان ان حضر أو نائبه وهو امير المصير ثم القاضي ثم صاحب الشرط --- ثم امام الحى فيه ابهام، وذلك ان تقديم الوکالة واجب وتقديم امام الحى مندوب فقط بشرط ان يكون افضل من الولى ... ثم الولى الخ -
 (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۹، ۲۲۰ کتاب الجنائز، مطلب في بيان من هو الحق بالصلوة على الميت له

سوال :- بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ جنازہ اٹھانے سے قبل اجتماعی دعا کرنا

بآواز بلند میت اور اس کے اہل خانہ کے لیے دعا کرتے ہیں اور حاضرین بآواز بلند آمین کہتے ہیں دعا ختم ہونے کے بعد جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عمل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- میت اور اس کے اہل خانہ کے لیے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں، جنازہ اٹھانے سے قبل اور اس کے بعد انفرادی طور پر دعا کی جاسکتی ہے، البتہ اجتماعی طور پر بآواز بلند امام مسجد کا دعا کرنا اور حاضرین کا آمین کہنا سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں دعا کا درج شدہ طریقہ کراہت سے خالی نہیں۔

لما في الهندية : كره ان يقوم اجل بعد ما اجتمع القوم للصلوة ويدعوا للميت ويرفع صوته - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۱۹ کتاب الکراہیۃ) ۲

سوال :- قبرستان میں جاکر وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے

بعض لوگ اس کو بدعت و شرک کہتے ہیں؟

لہ لما قال الشيخ وهبة الزحيلي : الرأي الاول للحنفية : السلطان ان حضر او نائبه احق بالصلوة على الميت بسبب السلطنة ولأن في التقدم عليه ازدراء به فان لم يحضر فالقاضي لانه صاحب ولاية فان لم يحضر فيقدم امام الحى لانه رضيه في حياته - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۲۸۳ کتاب الجنائز ثانيا من هو الاول بالصلوة)

۳ لما قال العلامة المفتي عبد الرحيم : الجواب : ہر ایک کو ذاتی طور پر دعا کرنے کی اجازت ہے سب کے جمع ہو کر دعا مانگنے کا دستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نیز سلف صالحین کے عمل اور طریقہ کے خلاف ہے لہذا سوال میں جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے وہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۶۳ کتاب الجنائز)

الجواب :- قبرستان میں کھڑے ہو کر اہل قبور کے لیے دُعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور پھر دُعا میں ہاتھ اٹھانا تو آداب دعا میں سے ہے لہذا قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا جائز ہے بدعت کہنا درست نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: ومن ادا بها ان يسلم بلفظ السلام عليكم على الصحيح
لا عليكم السلام فانه ورد..... ثم يدعوقاً ثم طويلاً وان جلس يجلس بعيداً
او قريباً بحسب مرتبته في حال حياته - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۲ کتاب الجنائز مطلب في زيارة القبور) لے

سوال و جواب کا سلسلہ میت کو دفنانے کے بعد ہوگا | **سوال :-** بعض لوگ

ہیں اور ان کی میت کو اپنے وطن لانے میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں، تو عرض ہے کہ ایسی اموات سے سوال جواب کب ہوگا؟ کیا فوت ہونے کے بعد پہلی رات جو بغیر دفنائے ہوئے گزرے اس رات میں سوال و جواب ہوگا یا میت کو دفنانے کے بعد ہوگا؟

الجواب :- علماء کرام نے لکھا ہے کہ میت سے سوال و جواب کا وقت اُسے دفن کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے جب تک میت کو دفن نہ کر دیا جائے اس وقت کوئی سوال و جواب نہیں ہوتا۔

قال العلامة طاہو بن عبد الرشید البخاری: والسؤال في القبر بان مات
ولم يدفن اياماً بان جعل في التابوت ليحمل من مصر الى مصر اخرها
يدفن لا يسأل - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۲۶ کتاب الجنائز) لے

لے لما قال الشيخ العلامة اشرف على التهانوي: وهي رد المحتار آداب زيارة القبور، ثم يدعوقاً
قائماً طويلاً۔ اس سے دُعا کا جائز ہونا ثابت ہوا اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آداب دعا سے ہے پس یہ بھی
درست ہوا۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنائز)

لے قال العلامة عبد الرحيم لاجپوری: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ
دفن کے بعد سوال ہوتا ہے۔ (فتاوی رحیمہ جلد ۵ ص ۹۷،

باب احکام الجنائز)

سوال :- میت کو قبرستان **میت کو قبرستان تک لے جانے کا سنون طریقہ** | تک لے جانے کا سنون طریقہ

کیا ہے؟ کیا اس کے پاؤں کی طرف سے آگے لے جایا جائے گا یا سر کی طرف سے؟
الجواب :- جنازے کو قبرستان لے جاتے وقت میت کے سر کو آگے کی طرف رکھنا چاہیئے۔

کما فی الہندیۃ: وفی حالۃ المثنیٰ بالجنازۃ یقدم الرأس۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ باب الجنائز) لے

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں **رنگ دار کپڑے میں میت کو کفنانا** | کہ میت کو سفید کپڑے کے علاوہ رنگ دار کپڑے

سے کفن پہناتا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- میت کے لیے کفن رنگین کپڑے سے تیار کیا جاسکتا ہے، جن رنگوں کا استعمال زندگی میں اس کے لیے جائز تھا مرنے کے بعد بھی کفن رنگ دار کپڑے سے تیار کرنا جائز ہے، البتہ افضل و بہتر یہ ہے کہ مردے کو سفید کفن میں کفنایا جائے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ولا بأس فی الکفن ببرد و دکتان وفی النساء بحریر و

ومعصفر لجواز بما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما یصلی فیہ۔

(الدر المختار علی ہامش الطحطاوی ج ۱ ص ۲۱۱ باب صلوة الجنائز) لے



لے لما قال العلامة اشرف علی التہانوی: جنازہ لے جانے کے وقت مردہ کا سر آگے رکھنا

چاہیئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۵ باب الجنائز)

لے وفی الہندیۃ: ولا بأس بالبرد و دکتان والقصب وفی حق النساء بحریر والابریشم والمعصفر والمرعفر ویکرہ للرجال ذلک واحب الاکفان الثیاب البیض۔۔۔۔۔ وکل ما یباح للرجال لبسہ فی حال الحیۃ یباح

تکفینہ بعد الوفاۃ وما لا یباح لہ لبسہ حال الحیۃ لا یباح تکفینہ بعد الوفاۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ باب الجنائز۔ الفصل الثالث فی التکفین)

وَمِثْلُهُ فِی فِتَاوٰی دَارِ الْعِلْمِ الدِّیُوْبِنْدِ ج ۵ ص ۲۶۳ کتاب الجنائز۔

دریائیں ڈوب کر مرنے والے کو غسل دینے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص دریائیں
ڈوب کر مر جائے تو کیا پانی سے

نکلنے کے بعد بھی اسے غسل دیا جائے گا یا نہیں ؟

الجواب :- ہر مسلمان کو فوت ہو جانے کے بعد غسل دینا ضروری ہے چاہے وہ خشکی پر مرا ہو یا پانی میں ڈوب کر فوت ہوا ہو، تاہم اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین غوطے دیئے جائیں تو اتنا ہی کافی ہے دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة فخر الدین الشہیر بقاضی خان: الغریق یغسل ثلاثاً فی قول ابی یوسف وعن محمد فی رواية ان نوى الغسل عند الاخراج من الماء یغسل مرتین وان لم یغسل ثلاثاً وعنه فی رواية یغسل واحدة۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۰ کتاب الجنائز) لہ

آب زمزم سے دھوئے ہوئے کفن کے استعمال کا حکم | سوال :- جناب مفتی
صاحب! ایک صاحب

سے سنا ہے کہ زمزم کے پانی سے دھوئے ہوئے کپڑے کا کفن استعمال کرنا صحیح نہیں اس میں سوء ادب ہے، جس طرح اس پانی سے استنجاء وغیرہ کرنا مکروہ ہے تو اسی طرح اس سے کفن کے لیے کپڑے کو دھونا بھی کراہت سے خالی نہیں ہے، کیا واقعی مسئلہ کی نوعیت اسی طرح ہے ؟

الجواب :- برکت کے حصول اور عذاب سے نجات کے لیے کوئی متبرک اپنے پاس رکھنا یا اس کو استعمال کرنا ہر شخص ہے، اسی طرح آب زمزم سے تر شدہ کفن استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: والغریق یغسل ثلاثاً عند ابی یوسف وعن محمد اذا نوى الغسل عند الاخراج من الماء یغسل مرتین وان لم یتو یغسل ثلاثاً۔ وفی رواية یغسل مرة واحدة۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲ کتاب الجنائز)

قال العلامة اسماعيل حقی البروسوی: قال فی الاسرار المحمدیة لوضع
شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم او عصاه او سوطه علی قبر خاص
لنجا ذلک العاصی بپرکات تلک الذ خیرة من العذاب ومن هذا القبیل
ماء زمزم والکفن المبلول به وبطانة استار الکعبة والتکفن بها۔

(تفسیر روح البیان بحوالہ فتاویٰ رحیمیة ج ۱ ص ۳۶۲ کتاب الجنائز) ^۱

جوتوں سمیت نماز جنازہ پڑھنے کا حکم | سوال :- دو پر حاضر میں بعض
فیشن ایبل قسم کے لوگ جوتوں سمیت
ہی نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں، تو کیا جوتوں سمیت نماز جنازہ پڑھنا شرعاً جائز
ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر جوتے پاک صاف اور ستھرے ہوں تو جوتوں سمیت نماز جنازہ
پڑھنا صحیح ہے اور اگر جوتے نجس اور ناپاک ہوں تو ناپاک جوتوں کے ساتھ نماز جنازہ
یا اور بھی کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ الله: ولو افترش نعلیه وقام
عليهما جازت وبهذا يعلم ما يفعل فی زماننا من القيام علی النعلین
فی صلوة الجنائزة لکن لا ید من طهارة النعلین۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۹ کتاب الجنائز) ^۲

^۱ قال العلامة المفتی عبد الرحیم لاجپوری: ہاں حصول برکت کی غرض سے آپ زمزم
میں تر کر کے خشک کیا ہو اکیڑا کفن میں استعمال کر سکتے ہیں اس میں سودا دہ جیسی کوئی
چیز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیة ج ۱ ص ۳۶۳ کتاب الجنائز)

^۲ قال العلامة المفتی عبد الرحیم لاجپوری: جوتیاں پہن کر یا جوتیاں نکال کر اس پر
پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں جوتیوں کا پاک ہونا ضروری ہے، جوتیا
پاک ہوں گی تو نماز ہوگی ناپاک ہوں گی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیة ج ۱ ص ۳۶۳ کتاب الجنائز)

نفل نماز پڑھنے کے دوران جنازہ حاضر ہونے پر نماز توڑنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص نفل

نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو کہ اسی دوران کوئی جنازہ حاضر ہو جائے تو کیا شخص اب نفل نماز توڑ کر جنازہ میں شریک ہو جائے یا نماز پوری کرے ؟

الجواب :- نماز جنازہ ایک ایسی نماز ہے کہ اس کی کوئی قضاء نہیں، لہذا اگر نفل نماز پڑھنے والے کو نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا یقین ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نفل نماز ختم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جائے اور اگر اسے یہ یقین ہو کہ نفل نماز مکمل کر کے جنازہ میں شریک ہو سکے گا تو نفل نماز کو پورا کرے۔

قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی: اذ کان فی النفل فجئی بجنازة وخاف فوتها قطعه لا مکان بقضائه - (رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۶ باب النوافل) ^{لہ}

غلطی سے جنازہ الٹا رکھ کر اس پر نماز پڑھنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! اگر غلطی سے جنازہ الٹا رکھا گیا

ہو یعنی میت کا سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف ہو گئے ہوں اور اسی حالت میں جنازہ کی نماز بھی اس پر پڑھی گئی ہو تو کیا غلطی کا احساس ہو جانے کے بعد اس پر دوبارہ نماز پڑھی جائے گی یا نہیں ؟

الجواب :- صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ میت کا سر شمال اور پاؤں جنوب کی طرف کر کے جنازہ رکھا جائے، جان بوجھ کر قصداً و عمدہً الٹا رکھنا کراہت سے خالی نہیں لیکن اگر سہواً ایسا ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ نماز دہرانے کی ضرورت ہے۔

قال العلامة السید احمد الطحطاوی: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساءوا ان تعمدوا - (ملحطاوی حاشیۃ الدر المختار ج ۱ ص ۵۹۳ کتاب الجنائز) ^{لہ}

لہ قال المفتی عبد الرحیم لاچپوٹی: نماز جنازہ کے ہاتھ نہ آنے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی غرض سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۶۱ باب احکام الجنائز)

قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: واذا اخطأ بالرأس وقت الصلوة فجعلوا فی موضع الرجلین فصلوا علیہا جازت الصلوة فان فعلوا ذلک عمدًا جازت صلاتهم وقد اساءوا واکلا

تعاد - (فتاویٰ تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۴۱۱ باب الجنائز المتفرقات)

قبرستان سے سبز گھاس ختم کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض لوگ کی قبروں سے سبز گھاس وغیرہ جڑ سے اکھیڑتے ہیں اور ان پر مٹی مٹی ڈالتے ہیں، شرعاً اس سبز گھاس کو ختم کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- سبز گھاس اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد بیان کرتی ہے اس لیے اسے قبروں سے ختم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے لیے خصوصاً محرم الحرام کا تعین تو اور زیادہ قبیح عمل ہے البتہ خشک گھاس کو مرنے سے منع ہے۔

قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: كره قطع الحشيش الرطب وكذا الشجرة من المقبرة لانه مادام رطباً يسمع الله تعالى فيونس الميت وتنزل بذكر الله تعالى الرحمة ولا بأس بقطع اليابس منهما الحشيش والشجرة لنزول المقصود۔

مرآۃ الفلاح علی صدر طعطاوی ص ۱۲ کتاب الجنائز

قبرستان میں خشک گھاس کو آگ لگانے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! جب بھی گھاس خشک ہو جاتی ہے تو لوگ اسے آگ لگا دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام نے قبرستان میں آگ لے جانے سے منع کیا ہے اس لیے خشک گھاس صاف کرنے کے لیے اسے آگ نہ لگائی جائے بلکہ کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔

قال الشيخ المفتی عبد الرحیم لاجپوری :- جب قبرستان میں آگ لے کر جانے کی ممانعت ہے تو قبروں کے اوپر کی گھاس وغیرہ جلانے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے! صفائی کے لیے دوسری تدبیر عمل میں لائی جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۰۳ باب احکام الجنائز)

لے قال العلامة ابن نجیم: وبكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة الا اذا كان يابساً ولا يستحب قطع الحشيش الرطب - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۶ باب الجنائز) ومثله في فتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۱۹۳ باب الجنائز المتفرقات۔

سوال :- جناب مفتی صاحب !
میت کو دفن کرتے وقت اس کا منہ غلط سمت
ہو جانے پر قبر کو دوبارہ کھولنے کا حکم
پیش آیا ہے وہ یہ کہ ایک میت

کو دفن کرنے والوں سے سہواً میت کا منہ قبلہ رخ کی بجائے مشرق کی جانب
رہ گیا ہے، اب مٹی وغیرہ ڈالنے اور قبر برابر کرنے کے بعد یاد آیا کہ میت کا منہ تو
قبلہ رخ کرنا چاہیے تھا، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اب قبر کو دوبارہ
کھول کر میت کا منہ قبلہ رخ کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مسلمان میت کو دفن کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تدفین
کے وقت میت کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے لیکن اگر غلطی سے میت کا
رخ قبلہ کی جانب ہو سکے اور مٹی وغیرہ ڈالنے کے بعد یاد آئے تو اب قبر کو
دوبارہ کھولنے کی ضرورت نہیں، تاہم اگر مٹی ڈالنے سے قبل یاد آ جائے تو
پھر مناسب یہ ہے کہ میت کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے ۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : لو دفن مستدبراً لها واهالوا
لتراب لا ینبش لان التوجه الى القبلة سنة والنیش حرام بخلاف
ما اذا كان بعد اقامة اللین قبل اهاالة التراب ۔
رسد المختار ج ۸ ص ۸۳ کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ہلہ

لہ لما قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : افاد کلام المصنف
انہ لو وضع لغير القبلة او علی شقه الا یسر او جعل رأسه فی
موضع رجلیه او دفن بلا غسل واهیل علیہ التراب فانه
لا ینبش قال فی البدائع لات النیش حرام
(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵ باب الجنائز)

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۵۷۱ باب الجنائز المتفرقات ۔

دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا | سوال :- میت کو کفن دینے سے پہلے یا بعد اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- دفن سے پہلے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، چاہے کفن دینے سے پہلے ہو یا کفن دینے کے بعد ہو۔

لما فی الہندیۃ : ولا یاس با ان یرفع ستر المیت لیری وجہہ وانما یکن ذلک بعد الدفن، کذا فی القنیۃ - والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵ کتاب الکراہیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، وقراءۃ القرآن فی المقابر

دو قبروں میں سے میت کو کسی قبر میں دفن کی جائے | سوال :- ہمارے گاؤں میں ایک عورت فوت ہو گئی ہے، شوہر والوں نے ایک جگہ قبر تیار کی اور اس کے بھائیوں نے دوسری جگہ، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس عورت کو کس قبر میں دفن کیا جائے ؟

الجواب :- فتنہ اور فساد سے دور رہتے ہوئے جہاں چاہیں مرحومہ کو دفن کر دیں شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

رشتہ داروں کی قبریں ایک ساتھ ہونے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرے والد صاحب نے سخت بیماری کی حالت میں وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اپنے بھائی کے قریب دفن کیا جائے، تو کیا ان کی وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے یا قبرستان میں جہاں جگہ ملے دفن کر دیں شریعاً اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں اقارب اور رشتہ داروں کو ایک جگہ قریب قریب دفن کرنا مستحب ہے اس سے رشتہ داروں کی قبروں کی پہچان میں آسانی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکی خواہش فرمائی تھی اور ایسا کر کے دکھایا بھی ہے۔

لما ورد فی الحدیث : عن المطلب بن ابی رباحۃ قال نلما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازۃ فدفن فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یأتیہ بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... فوضعہا عند رأسہ وقال اعلم بہا قبر انی وادفن الیہ من مات من اہلی۔

(مشکوٰۃ ص ۱۲۹ کتاب الجنائز، باب دفن المیت)

منکر حدیث کی نماز جنازہ کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! کسی پرویزی یعنی منکر حدیث کی نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا یا اس میں

شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب :- احادیث مبارکہ کو حجت ماننا ضروریات دین میں سے ہے، اس کی محجیت کا انکار کرنا کفر ہے۔ اس لیے علماء امت نے پرویزی فرقے کے معتقدین کو خارج عن الاسلام قرار دیا ہے۔ چونکہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا ضروری شرط ہے جو صورت مسئلہ میں مفقود ہے، اس لیے کسی پرویزی (منکر حدیث) کی نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا یا اس میں شرکت کرنا ناجائز و حرام ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔ (سورة التوبة آیت ۱۰۴)

قال الله تعالى: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ۔ (التوبة ۳۷)

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم | سوال :- زید بیرون ملک فوت ہوا وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی جس میں اس کے بیٹوں نے

بھی شرکت کی، جب میت اس کے آبائی گاؤں لائی گئی تو اس کے دوسرے ورثا نے اصرار کیا کہ ہم یہاں دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شرعاً ان کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق حاصل ہے؟

الجواب :- جب مسلمان میت پر اس کے ولی کے ہوتے ہوئے ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو دوبارہ (چاہے ولی موجود ہو یا نہ ہو) نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے اس لیے کہ ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

۱۔ لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته ما لم يهل عليه التراب فيصل على قبره بلا غسل۔
رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۱ باب الجنائز، مطلب فی صلوة الجنائز،
ومثله فی طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۸ باب الجنائز۔

لما قال العلامة المرغینانی: وان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی یعنی ان شاء ما ذکرنا ان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجزل احد ان یصلی بعد لان الفرض یتادی بالاول والنفل بہا غیر مشروع۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۲ کتاب الجنائز) ۱۷

سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے میت کا قبر میں قبلہ رخ ہونا ضروری ہے علاقہ میں قبریں شمالاً جنوباً کھودی جاتی ہیں، کیا ہر جگہ یہی حکم ہے یا نہیں؟ شرعی مسئلہ سے مطلع فرمائیں؟

الجواب :- میت کو قبر میں رکھتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو چاہے قبلہ شمالاً جنوباً ہو یا شرقاً غرباً، میت کے چہرے کا قبلہ کی طرف ہونا واجب ہے۔
لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ، ویوجہ الیہا وجوباً وینیغی کونہ علی شقہ الایمن ولا ینیش لیوجہ الیہا۔ قال ابن عابدین: قلت ووجہہ ان ظاہرہ التسویۃ بین الحیۃ والموت فی وجوب استقبالہ۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الجنائز، مطلب دفن المیت) ۱۸

لما قال العلامة الحصکفی: لذلکنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الجنائز)

۱۹ لما فی الہندیۃ: ویدخل المیت مما بلی القبلة وذلك ان یوضع فی جانب القبلة من القبر ویحمل المیت منہ ویوضع فی اللحد فیکون الاخذ له مستقبل القبلة حالة الاخذ، کذا فی فتح القدير ویقول واضعہ بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ کذا فی المتون ویوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلة، کذا فی الخلاصة۔

{ الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۶ کتاب الجنائز }
{ الفصل السادس فی القبر والدفن ... الخ }

وَمِثْلُهُ فِي قَاضِي نَحَاتٍ عَلَى هَامِشِ الِهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۲ باب غسل المیت ... الخ

باب فی حکم الشہید

(شہید کے احکام و مسائل)

شہید کی حقیقت | سوال :- شریعت محمدی کی رو سے ہم کس کو شہید کا نام دے کر بغیر غسل دینے کے دفن کر سکتے ہیں؟

الجواب، شہید کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے (۱)، آخروی شہید (۲) و نبوی شہید۔
اول الذکر شہید کا دائرہ وسیع ہے، لیکن احکام شہید کے اجراء کے لیے دنیاوی شہید ہونا ضروری ہے۔ فقہاء کرام کی عبارات کی رو سے دنیاوی شہید وہ مسلمان ہے جس کو کافر قتل کریں یا میدان جنگ میں مروہ پایا جائے اور اس پر زخموں کے آثار ہوں یا ظلماً قتل کر کے اس کے قتل کے عوض دیت

واجب نہ ہو۔ غسل نہ دینا دنیاوی شہید کی خصوصیات میں سے ہے۔
قال برهان الدین المرفینانی: الشہید من قتلہ المشرکون او وجد فی المعركة و بھ اثر او قتلہ المسلمون ظلماً و لھو یجب بقتلہ دية فیکفن ویصلی علیہ۔ الخ و من قتلہ اهل العرب او اهل البخی او قطع الطريق فبائی شیء قتلوه لھو یغسل۔ الخ
(الھدایۃ ج ۱ ص ۱۸۳ باب الشہید) لھ

آخروی او نبوی شہید کے درمیان فرق | سوال :- اگر کوئی آدمی آگ میں جل جائے یا دریا میں ڈوب کر مر جائے یا کوئی گاڑی اسے کچل

ڈالے تو کیا اس کو شہید کہا جاسکتا ہے؟
الجواب :- ایسے شخص کو شہید آخروی کہنا درست ہے مگر نبوی شہید نہیں ہے، لہذا اس کو غسل وغیرہ دیا جائے گا، کیونکہ آخروی شہید وہ ہے جس کے بارے میں کتب فقہیہ نے

لھ وقال عبد اللہ التمرناتنی: الشہید ہو کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة و لھ یجب بنفس القتل مال و لھ یرتت و کذا الوقتلہ یا غ او حر بی او قاطع طریق او وجد جریحاً میتاً فی معرکتھم۔ الخ (الدر المختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۹ باب الشہید)
و مثله فی الھندیۃ ج ۱ ص ۱۶۷ باب الشہید۔

مندرجہ ذیل تعریف ذکر کی ہے :-

قال المحقق ھوكل مكلف مسلم طاهر قتل ظلمًا بجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يثبت
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۷ باب الشهيد) ۱

زخمی ہونے کے بعد کھانے پینے کا موقع | سوال :- اگر ایک مسلمان شہید کی تعریف کی رو سے
ملنے سے مقتول دنیوی شہید نہیں رہتا | میدان کارزار میں زخمی ہو جائے یا کسی مسلمان کے
ہاتھوں ظلمًا زخمی ہو جائے اور پھر اس کا علاج بھی ہو
جس میں چند دن زندہ رہ کر کھانا پینا نصیب ہو جائے تو کیا اس سے دنیوی شہادت متاثر ہوتی
ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ایسا شخص آخری شہادت سے محروم نہیں رہتا، البتہ زخمی ہونے کے بعد
کھانے پینے اور علاج معالجہ کے لیے موقع ملنے سے یہ دنیوی شہید نہیں رہا، اس لیے اس کو
غسل دیا جائے گا۔

لما فی الہندیۃ : او قتلہ مسلم ظلمًا ولم تجب بہ دیتۃ کذا فی الکافی وبعد اسطر قال
ویغسل من ارتت وهو من صار خلقًا فی حکم الشہادۃ لنیل مراقۃ الحیاۃ وهو
ان یوکل اولی شرب او ینام او ید اوی - (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ باب الشہید) ۲

رات کے اندھیر میں نامعلوم افراد کے ہاتھوں مارا جائیو لا شخص شہید ہے | سوال :- ایک شخص
کے وقت کسی نامعلوم آدمی نے قتل کر دیا تو کیا یہ مقتول شہاد میں شمار کیا جائے گا یا نہیں ؟
الجواب :- مذکورہ مقتول کا شہداء کے زمرے میں شمار کرنا صحیح ہے اور اس کا جواز

۱۔ فی الہندیۃ : وهو فی الشرع من قتلہ اهل الحرب والبیغ وقطاع الطريق۔ الخ
(الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۱ باب الشہید)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۹۶ باب الشہید -

۲۔ وقال محمد بن عبد الله التمر تاشي : هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلمًا ولم يجب بنفس
القتل مال ولم يثبت - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۷ باب الشہید)
وَمِثْلُهُ فِي فَتَحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۱۰۸ باب الشہید -

بغیر غسل کے پڑھا جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله اقطاع طريق) والمكابرون في المصير ليلًا بمنزلة
قطاع الطريق في البحر عن شرح المجمع من قتله ولو بغیر محد د فهو شهيد كما لو قتله
القطاع وكذا من قتله للصوم ليلًا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۹ باب الشهيد) ۱۷

سوال :- اگر ایک مجاہد محاذ جنگ میں
محاذ جنگ میں بم پھٹنے سے مرنے والوں کا حکم | بم کے پھٹنے سے مر جائے تو کیا اس کو شہید

سمجھا جائے گا یا نہیں ؟

الجواب :- میدان کارزار میں شہادت کے لیے تلوار یا کسی دوسرے آلہ جارح سے قتل ہونا
ضروری نہیں بلکہ دشمن کے ہاتھوں سے جس کیفیت سے بھی مسلمان مر جائے تو وہ شہید سمجھا جائے
گا، صورت مسئلہ میں بم جدید ہتھیار کی ایک قسم ہے اس لیے اس کے ذریعے مقتول مسلمان شہید
سمجھا جائے گا۔

لما في الهندية: والاصل ان كل من مقتولا في قتال ثلاث اهل الحرب اوالبغاة
اوقطاع الطريق بمعنى مضاف الى العدو وسواء كان بالمباشرة والسبب كان شهيداً۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۶۹ الفصل السابع في الشهيد) ۱۸

سوال :- ایک مسلمان
قاتل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا ارادہ قتل مبطل شہادت نہیں | کسی دوسرے مسلمان
کو قتل کرنے کے ارادہ سے جا رہا تھا لیکن اُسے قتل کرنے سے پہلے اس کو کسی دوسرے آدمی نے بغیر کسی

۱۹ یہ وقال علاؤ الدین انکاسانی: ولونزل عليه للصوم ليلًا في المصير فقتل بسلاح اوغيره
او قتله قطاع الطريق خارج المصير بسلاح اوغيره فهو شهيد۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲۲ الفصل في الشهيد)
ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۹ باب الشهيد۔

۲۰ وقال العلامة ابن نجيم المصري: وهو من قتله اهل الحرب والبيعي اقطاع الطريق او وجد في
المعركة وبه اثر الخ وبعد اسطر قال وقيدنا بكونه في المعركة وهي موضع الحرب لانه لو وجد في
عسكر المسلمين قتل قبل لقاء العدو وفليس بشهيد۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۶ باب الشهيد)
ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۱۶ الفصل الخامس والعشرون في الجنائز۔

وجہ کے راستہ میں قتل کر دیا، تو کیا اس مقتول کی شہادت میں قتل کا ارادہ کرنے سے کوئی غل واقع ہوا یا نہیں؟

الجواب :- یہ شخص از روئے شرع شہید ہے کیونکہ قاتل کے ہاتھوں سے وہ ظلماً قتل ہوا ہے، البتہ دوسرے شخص کے قتل کے ارادہ سے اگرچہ یہ گنہگار ہوتا ہے لیکن قاتل کے حق میں مباح الدم نہیں ہو سکتا، اس لیے محض ارادہ کی وجہ سے اس کی شہادت متاثر نہیں ہوتی۔

قال برهان الدین المرغینانی: اذ قتلہ المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية۔ الخ (الهداية ج ۱ ص ۱۸ باب الشهيد) ۱۷

تخریب کاری میں مرنے والے مسلمان شہید ہوتے ہیں | سوال :- آجکل بڑے بڑے شہروں اور اجتماعات میں انتظامیہ

کو بدنام کرنے کے لیے بھوں کے دھماکے کیے جاتے ہیں جن میں بے شمار بیگناہ مسلمان مر جاتے ہیں ایسے مرے ہوئے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- ایسے مقتولین شہداء کے حکم میں ہیں ان کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہم دھماکے کرنے والے افراد اسی نیت سے بم رکھتے ہیں تاکہ مظلوم مسلمانوں کا جانی نقصان ہو اور عوام جذبات میں اگر انتظامیہ کے متعلق کوئی قدم اٹھائیں۔

قال علامہ ابن نجیم: لان ما قصد به القتل فهو تسبیب وما لا فلا۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۶ باب الشهيد) ۱۸

ظلم کے تعین کے بغیر دنیوی شہید کا حکم گناہ درست نہیں | سوال :- ایک شخص کسی جگہ مردہ پایا گیا، اس کے قتل کی وجوہات

۱۷ وقال علاؤ الدین الکاسانی: ومنها ان يكون مظلوماً الخ (بدائع الصنائع ج ۱ فصل ما الشهيد) ۱۸ وقال برهان الدین المرغینانی: اذ قتلہ المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية فيكفر ويصلى عليه ولا يغسل لانه في معنى شهيداً أحد وقال عليه السلام فيهم زقلوهم بقلوبهم دمائهم ولا تغسلوهم فكل من قتل بالحد يدة ظلماً وهو طاهر بالغ ولم يجب به عوض مالي فهو في معناهم فيلحق بهم۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۲۳۱ باب الشهيد)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ص ۲۲۷ باب الشهيد۔

معلوم نہیں کیا ایسی صورت میں اسے شہید کہا جائے گا یا نہیں؟
الجواب :- اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد ہے، البتہ دنیوی شہادت کا حکم لگانے کے لیے جب تک اس کا مظلوم ہونا ثابت نہ ہو تو اسے شہید نہیں کہا جائے گا۔

قال برهان الدین المرغینانی: اذ قتلہ المسلمون ظلماً ولم یجب بقتلہ دینہ الخ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۳ باب الشہید) لہ

آپس کے تنازعات میں مرنے والے لوگوں کا حکم | سوال :- خاندانی اور قومی تنازعات میں آتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- ایسے خاندانی تنازعات میں اگر مقتول نے فریق مخالف (قاتل) کے قتل کیلئے ابتداء نہیں کی ہو اور قاتل نے دیدہ دانستہ دوسرے مسلمان کا حق ظلماً چھین لینے کا ارادہ کیا ہو تو یہ مقتول شہید کے حکم میں آتا ہے، لہذا اس کا جنازہ بغیر غسل کے پڑھا جائے گا۔

قال علاؤ الدین الکاسانی: واذا عرفت شرائط الشہادت فنقول اذا قتل الرجل فی المعرکۃ او غیرھا وهو یقاتل اهل الحرب اذ قتل مدافعاً عن نفسه او ماله او اھلہ او واحد من المسلمین او اھل الذمۃ فھو شہید سواء قتل بسلاح او غیراً لاستجماع شرائط الشہادۃ فی حقہ۔ (بدائع الصنائع ج ۱ فصل اما الشہید) لہ

دفاعی جنگ میں مرنے والوں کا حکم | سوال :- ۱۹۶۵ء میں بھارت نے پاکستان کو بزعیم خود ختم کرنے کا ارادہ کیا تو پاکستان کی طرف سے دفاع کرنا جہاد میں شمار کیا اور

لہ وقال علاؤ الدین الکاسانی: ومنھا ان یکون مظلوماً الخ (بدائع الصنائع ج ۱ فصل اما الشہید)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۰ کتاب الجنائز باب الشہید۔

لہ وفي الہندیۃ: ومن قتل مدافعاً عن نفسه او ماله او عن المسلمین او اھل الذمۃ باي الۃ قتل بحدید او حجر او حشب فھو شہید۔ الخ

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۸ الفصل السابع فی الشہید)

وَمِثْلُهُ فِي البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۷ باب الشہید۔

ہو گا یا نہیں اور اس میں مرنے والے شہید ہوں گے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ پاکستان نے یہ جنگ اپنے دفاع کے واسطے لڑی ہے لہذا یہ دفاعی جہاد شمار ہو کر اس میں حصہ لینے والے مقتولین شہداء شمار ہوں گے۔

لما قال العلامة ابن عابدین : ودخل فيه المقتول مدافعاً عن نفسه او ماله او المسلمين او اهل الذمة فانه شهيد لكن لا يشترط بمحمد دكا في البحر المحیط - (رد المحتار ج ۴ باب الشهيد) ۱۷

افغانستان کے جہاد میں مرنے والوں کا حکم | سوال :- افغانستان کے موجودہ جہاد کے دوران اگر کوئی قتل ہو جائے تو کیا

اس کو شہادت کا مقام ملے گا یا نہیں ؟

الجواب :- جہاد افغانستان چونکہ اجماع دین اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے لہذا اس میں حصہ لینا ضروری ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حصہ لینے والا اگر قتل ہو جائے تو وہ شہید ہوگا۔

لما قال العلامة ابن نجيم : الشهيد هو من قتله اهل الحرب او البغى او قطاع الطريق او وجد في المعركة وبه اثر او قتله مسلم ظمناً ولم يجب بقتله دية - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۲ باب الشهيد) ۱۸



۱۷ وفي الهندية : ومن قتل مدافعاً عن نفسه او ماله او المسلمين او اهل الذمة باي آلة قتل بحدید او حجر او خشب فهو شهيد كذا في محيط السرخسی - (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۱۶۸ باب الشهيد)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۹۷ باب الشهيد -

۱۸ وقال العلامة الحصكفي : وكذا يكون شهيداً لو قتل باغ او حرابي وقاطع طريق - (رد المحتار على هامش رد المحتار ج ۴ ص ۱۷۷ باب الشهيد)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۷۱ باب الشهيد -

شہید کو دفنانے سے قبل یا بعد اپنے وطن واپس لاتا | سوال: جناب مفتی صاحب! عصر حاضر میں مجاہدین اسلام جس جگہ شہید ہو جائیں تو ان کی لاش کو قبل از دفن یا بعد از دفن قبر سے نکال کر اپنے وطن لاتا شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟ فائدہ اور نقصان، ثواب و عذاب جس میں ہو تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ نیز عوام الناس میں یہ جو مشہور ہے کہ ہم نے فلاں میت کو اتنا عرصہ امانت کے طور پر دفنائے رکھا ہے پھر نکالنے میں جرم نہیں ہے، اس مسئلے کا کوئی شرعی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب:- ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہکم عنہ فانتهوا۔ (الآیہ) اسلام ایک مکمل دین اور مکمل قانون ہے۔ ہر ایک مسئلہ کے لیے اسلام میں جواز اور عدم جواز کی اصل اور دلیل موجود ہے۔ جن چیزوں کا تعلق مسلمانوں کی اس دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی سے ہے قرآن و حدیث اور دیگر مذہبی کتب میں ان پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسلمان کی زندگی اور موت سے وابستہ جتنے احکام ہیں ان کی تفصیلات میں کئی بیشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، اور کسی شخص کی ذاتی رائے اور خواہش کو بھی اس میں دخل دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مسلمانوں کو ہر حالت میں رضا بالقضا کا شیوہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر تسلیم خم کرنے اور مطیع و فرمانبردار رہنے میں اس کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ مسلمان سے اس کی جان و مال اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا اور اللہ کے دشمنوں سے لڑ کر ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرے گا اور اس میں اگر اسے اپنی جان کی بازی بھی لگانا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ فرمان الہی ہے: **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُعَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ** (سورة التوبة آیت ۱۱)

مسلمان کی موت جہاں بھی واقع ہو جائے وہ اس کے لیے مبارک ہے، اچلے تخت پر ہو یا خاک زمین پر، لیکن اس سے ہزار درجہ بہتر و مبارک وہ موت ہے جو اللہ کے دین کی سر بلندی میں تلواروں کے سایہ تلے واقع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں شہداء کی امتیازی شان اور اعلیٰ مدارج پر فائز ہونے کا جابجا ذکر ہے۔ شہید فی سبیل اللہ کی یہ

کتنی خوش قسمتی ہے کہ قیامت کے دن اسی خون میں لت پت قبر سے اٹھایا جائے گا جو کہ معرکہ کارزار میں دشمنوں کے وحشیانہ اور جارحانہ حملوں کے وار سہہ کر اللہ کی راہ میں نکل گیا تھا۔ ایسے مواقع میں ان اعلیٰ مدارج کی بناء پر شریعت نے شہید کے ورثاء کو استقلال اور صبر و استقامت کا سبق دیا ہے۔ غزوہ اُحد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور کافروں نے ان کے کان اور ناک کاٹ کر مشلہ بنا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا خطرہ میرے ساتھ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گی کہ میرے بھائی کو دفن تک نہیں کیا گیا تو میں اپنے چچا کو ایسے ہی زمین پر چھوڑ دیتا اور درندے و پرندے اگر ان کے گوشت و پوست کو نوچ ڈالتے اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں مجھے یہ سرخروئی حاصل ہوتی کہ میرے چچا کے گوشت و پوست کو درندوں اور پرندوں کے پیٹ سے جمع کیا جاتا اور میں کہتا کہ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان نے تیری راہ میں یہ قربانی دی ہے۔ یہ کتنا بڑا مقام ہے اور کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و استقلال کا مظاہرہ فرمایا اور ایسے مواقع پر صبر و استقلال سے کام لینے کی امت کو تعلیم دی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ ایک جان نثار اور عاشق رسول صحابی ہیں جو ایک پاؤں سے لنگڑے تھے، غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا، اور ساتھ آپ کے بیٹے بھی شہید ہوئے تو بیوی نے غاوند اور بیٹے کو اونٹنی پر لاد کر مدینہ طیبہ لے جانے کا ارادہ کیا تو اونٹنی میدان اُحد سے چند قدم آگے چل کر بیٹھ گئی، اور رخ اُحد کی طرف کر لیا اور باوجود کوشش کے مدینہ منورہ کی طرف نہ چلتی تھی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر آتے وقت اس نے کچھ کہا تو نہیں تھا؟ تو بیوی نے کہا جی ہاں! قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی: اللہم لا تؤدنی الی اہلی، اے اللہ مجھے میدان جنگ سے گھر واپس نہ لانا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو یہیں دفن کر دو۔ چنانچہ وہیں دفن کئے گئے۔

ان فضائل، برکات اور بلند مراتب کی وجہ سے شریعت نے عام مردوں کے متعلق یہ حکم دیا ہے کہ جہاں ان کی موت واقع ہو وہیں ان کو دفن کرنے میں بہتری ہے۔ کتب مذہب میں میں یہاں تک لکھا ہے کہ آدمی کی جہاں موت واقع ہو جائے وہیں اسے دفن کرنا بہتر ہے۔ اور اگر قبل از دفن اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا جائے تو جائز ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ اس کو دفن

کر کے اوپر مٹی ڈال دی گئی تو اب قبر کھودنا اور میت کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا حرام اور گناہ ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت شرعیہ داعیہ موجود ہو تو پھر ایسا کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً زمین مغصوبہ ہو یا شفقہ پر لی گئی ہو۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل عبارات :-

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ مکالمہ میں ہے، ویستحب فی القتل والمیت دفنہ فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم، وان نقل قبل الدفن الی قد میل او میلین فلا بأس بہ، کذا فی الخلاصۃ۔ وکذا الومات فی غیر بلدہ یتحب ترکہ فان نقل الی مصر آخرک لا بأس بہ ولا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

در مختار میں ہے، ولا ینخرج منه بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکلون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ — اس سے چند سطور آگے در مختار میں ہے، لا بأس بنقلہ قبل دفنہ — اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں، وما نقلہ بعد دفنہ فلا مطلقاً قال فی الفتح والتفت کلمۃ المشائخ فی امرأۃ دفن ابنہا وحی غائبۃ فی غیر بلدہا فلم تصیر وارادت نقلہ علی انہ لا یسعہا ذلک فتجوز شواذ بعض المتأخرین لا یلتفت الیہ واما نقل یعقوب و یوسف علیہما السلام من مصر الی الشام لیكونا مع آبائہما الکرام فهو شرع من قبلنا ولم یتوقف فیہ شروط کونہ شرعاً لنا۔ اہ

فقہاء کرام کی ان عبارات سے ثابت ہوا کہ میت شہید ہو یا غیر شہید قبل از دفن اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن بہتر نہیں، اور بعد از دفن تو بالکل جائز نہیں، قبر کھولنا اور میت کا اخراج حرام ہے۔ ہاں اگر ضرورت شرعیہ پیش آجائے تو جائز ہے، اور ضرورت شرعیہ کی صورتیں اوپر مذکور ہوئی ہیں — نیز میت کو کچھ عرصہ کے لیے امانتاً دفن کر کے پھر نکالنا یہ سب وہی تباہی باتیں ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم

سوال :- جناب مفتی صاحب !
حریق بالنار کے حکم کے بارے میں تعارض کا ازالہ | فتاویٰ ہندیہ کی ایک عبارت و لو کان

المسلمون فی سفینۃ فرماھا العدو بالنار فاحترقوا من ذلک وتعدی الی
 سفینۃ اخوی فیھا المسلمون فاحترقوا فہم کلہم شہداء کذا فی
 الخلاصۃ وحکمہ (رای الشہید) ان لا یغسل ویصلی علیہ کذا فی المخیط
 السنخسی ویدفن بد مہ وثیابہ کذا فی الکافی سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ اس
 عبارت میں حریق بالنار کو حقیقی شہید کے حکم میں داخل کیا گیا ہے، حالانکہ عام فقہاء کرام
 نے حریق بالنار کو صرف اخروی شہداء میں شمار کیا ہے۔ برائے مہربانی اس تعارض کو
 رفع فرما کر مشکور فرمائیں ؟

الجواب :- حریق بالنار کے متعلق فتاویٰ ہندیہ اور دیگر کتب فقہ کی عبارات میں
 کوئی تعارض نہیں ہے، سب اپنے اپنے محل کی مناسبت سے بالکل صحیح ہیں۔ اس لیے اگر
 آپ فتاویٰ ہندیہ کی مذکورہ بالا عبارت پر غور کریں تو اس میں فرماھا العدو بالنار
 کی قید بہت واضح نظر آتی ہے جو کہ قید امترازی ہے، اس لیے کہ دشمن خواہ کسی بھی چیز سے
 کسی مسلمان کو مار ڈالیں وہ شہید ہی ہوتا ہے۔ اور فتاویٰ ہندیہ کی عبارت میں دشمن کے
 آگ لگانے سے مرنے والے مسلمان کا حکم بیان ہوا ہے وہ بھی حریق بالنار العدو کے
 ساتھ خاص ہے، عام آگ سے جل کر مرنے والے کا حکم الگ ہے، جو کہ عام فقہاء کرام نے
 صرف شہید اخروی کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

لہذا قال المفتی عبدالکریم : (الجواب) یہ حکم بالکل صحیح ہے کیونکہ دماھا
 العدو بالنار کی قید ہے، اور دشمن خواہ کسی چیز سے مار ڈالیں ہر حال میں شہید ہوتا ہے
 اور وہ حریق جس پر حکم شہید جاری نہیں ہوتا اس سے وہ مراد ہے جو بدون حملہ دشمنان
 ویسے ہی جل کر مر گیا ہو۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۸۲ کتاب الجنائزہ، فصل فی الشہید)





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآتُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں

لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
ان کو ان کے کاموں کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ : آيَةُ ٢٤٤

بَابُ وَجوبِ الزَّكَاةِ

(زکوٰۃ کے واجب ہونے کے مسائل)

سوال :- ایک شخص کے پاس دو ہزار روپے ہیں، سوال یہ کہ زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

بعد ان میں زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- نصاب زکوٰۃ ساڑھے باون روپے (۵۲) تو چاندی یا ساڑھے سات روپے (۷) تو لہذا اگر دو ہزار روپے چاندی یا سونے کی قیمت کے برابر بنتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ اقل قیمتیں زکوٰۃ نہیں۔

لما فی الہندیۃ : ومنہا کون المال نصاباً فلا تجب فی اقل منہ۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفیھا (۱)۔

سوال :- اگر ایک شخص پر زکوٰۃ فرض ہو اور وہ قریباً زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت کی اہمیت اور غریب کو کچھ رقم صدقہ میں دے دے، کیا یہ ادائیگی

زکوٰۃ میں شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت انتہائی ضروری ہے، صورتِ مشولہ میں رقم دیتے وقت خیرات و صدقہ کی نیت تھی تو ادائیگی کے بعد زکوٰۃ کی نیت کرنے سے یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، تاہم اگر دینے کے وقت نیت کوئی نہ تھی لیکن بعد میں زکوٰۃ کی نیت کی اور رقم فقیر کی ملک میں ہو تو ایسی صورت میں یہ رقم زکوٰۃ میں شمار ہوگی۔

لما قال العلامة تمشی: وشرط صحۃ ادائہا نیت مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کا المقارنۃ حکماً کما لو دفع بلائیۃ ثم نوى والمال قائم فی ید الفقیر۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الزکوٰۃ) (۲)۔

لہ قال العلامة الحسکفی: وسببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حول نسبتہ للموئلاۃ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال الشیخ نظام: واذا دفع الی الفقیر بلائیۃ ثم نواه عن الزکوٰۃ فان کان المال قائماً فی ید الفقیر اجزأہ ولا فلا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفیھا) وَمِثْلُهُ فی مراق الفلاح علی صدر طحطاوی ص ۵۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔

زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے حولانِ حول شرط ہے | سوال :- ایک آدمی سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گیا ہے جب تک اس کو جی پی فنڈ وغیرہ کی رقم

حکومت کی طرف سے نہ ملے تو اس پر زکوٰۃ اور حج فرض نہیں لیکن جب اس آدمی کو یہ رقم مل جائے تو کیا اس پر فوری طور پر زکوٰۃ اور حج فرض ہو جائے گا یا سال گزرنے کے بعد؟

الجواب :- ایسے آدمی پر زکوٰۃ حولانِ حول کے بعد فرض ہوتی ہے، یعنی جب اس آدمی کو تمام واجبات کی رقم مل جائے اور اس کا اپنی رقم پر قبضہ ہو جانے کے بعد سال گزر جائے تو پھر اس آدمی پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور فوری طور پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی لیکن حج کے لیے حولانِ حول شرط نہیں صرف استطاعت شرط ہے۔

لما قال ابن نجيم: والمراد بكونه حولاً ان يتم الحول عليه وهو في ملكه لقوله عليه السلام لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول۔ قال فی الغایہ سمی حولاً لان الاحوال تحول فیہ وفي القنیة العبوة فی الزکوٰۃ للحول القمري۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳ کتاب الزکوٰۃ) لہ

زکوٰۃ کی ادائیگی میں قمری سال کا اعتبار ہوگا | سوال :- زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے حولانِ حول کا ہونا جو ضروری قرار دیا گیا ہے تو اس سے کون سا سال مراد ہے؟ قمری یا شمسی؟ کیونکہ قمری سال شمسی سال سے نسبتاً کم ہوتا ہے۔

الجواب :- فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں قمری سال کو اعتبار دیا ہے اس لیے زکوٰۃ کے فرضیت میں اسلامی (قمری) مہینوں کا سہارا لینا ضروری ہے، اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق قمری سال کی مقدار تین سو چوہن (۳۵۴) دن، آٹھ گھنٹے اور اڑتالیس منٹ ہیں۔

کشاف شرح الوقایۃ: والسنة القمرية اثنا عشر شهراً قمریاً و مدتها ثلاث مائة واربعة وخمسون يوماً وثلاثُ عشر يوماً۔ (شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۱۴۱ باب العینین)

لما قال فی الہندیۃ: ومنها حولان الحول علی المال العبوة فی الزکوٰۃ

لہ قال شیخ الاسلام التمر تاشی: وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی نسبتہ للحول لحوالہ علیہ۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) وَمِثْلُهُ فِي الِهِنْدِيَّةِ بِمِثْلِ كِتَابِ الزَّكَاةِ، الْبَابِ الْأَوَّلِ فِي تَفْسِيرِهَا الْخ

للحول القمری۔ رالفناوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۷ کتاب الزکوۃ) لہ
سوال :- ایک شخص کے پاس تقریباً پندرہ^{۱۵} تولے سونا تھا
 کئی سالوں کی زکوۃ کا حکم اور کئی سالوں تک اس کا مالک رہا لیکن ایک سال بھی زکوۃ نہ
 دی اب زکوۃ دینے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ کے مطابق زکوۃ کی ادائیگی میں بنیادی طور پر قیمت کی ادائیگی کا اعتبار
 فقراء کی ضرورت کے پیش نظر ہے اس لیے مذکورہ صورت میں اس شخص کو جملہ ایام گزشتہ کی زکوۃ سونے
 کی مقدار سے فرض ہے، جملہ گزشتہ سالوں کا حساب کر کے پندرہ تولے سے مفروضہ سونے کی مقدار مروجہ
 قیمت لگا کر ادا کرے، تاہم لاحق سال سے سابق سال کی مقدار منہا کر کے زکوۃ ادا کرے۔

لما قال التمر تاشی: واللازم فی مضروب کل متھا (ای الذهب والفضة) ومعمولہ ولو
 تبوا اوحلیاً مطلقاً مباح الاستعمال او لا ولوللتجمل والنفقة لانہما خلقا اثماً فی ذلک
 کیف کانا۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۷ باب زکوۃ المال) لہ

سوال :- نصاب مکمل ہونے کے بعد
کیا زکوۃ علی الفور واجب ہے یا علی التراخی آدمی پر جب زکوۃ فرض ہوتی ہے تو یہ شخص
 زکوۃ کی رقم وقفے وقفے سے ادا کرتا رہے حتیٰ کہ اس پر سال گزر جائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا زکوۃ علی الفور واجب ہے یا علی التراخی؟
 جو ائمہ تراخی کے قائل ہیں ان کے نزدیک وقفے وقفے میں زکوۃ دینا جائز ہے اور جو ائمہ علی الفور

لہ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله نسبة للحول) ای الحول القمری لا الشمسی۔
 (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوۃ)

قال العلامة الحصکفی: قمریۃ بالاہلۃ علی المذهب وہی ثلاثۃ واربعۃ و
 خمسۃ یوماً وبعض یوم۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۷ باب العنین)
 وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۳ کتاب الزکوۃ۔

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی: وفي تبوا الذهب والفضة وحليهما وواتيها
 الزکوۃ۔ (الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۶۳ باب زکوۃ فی الاموال فصل فی الذهب)
 وَمِثْلُهُ فی البدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۷۱ کتاب الزکوۃ۔ فصل صفة هذا النصاب۔

کے قائل ہیں اُن کے نزدیک تراخی سے گناہ لازم آتا ہے، اور صاحب ہندیہ نے علی الفور کو اصرار قرار دیا ہے جبکہ ابن الہمام نے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
لما قال الشيخ النظام: وتجب على الفور عند تمام الحول حتى ياتم بتاخيره من غير عذر وفي رواية الرازي على التراخي حتى ياتم عند الموت والاول اصح كذا في التهذيب۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۱ كتاب الزكوة، الباب الاول) لہ

زکوٰۃ کی ادائیگی میں وقت کا تعین کرنا | **سوال:** بعض لوگ زکوٰۃ رجب یا رمضان کے مہینے میں ادا کرتے ہیں، کیا از روئے شرع اس کیلئے کوئی وقت متعین ہے یا نہیں؟

الجواب: از روئے شرع زکوٰۃ کی ادائیگی سال پورا ہونے پر واجب ہے اس لیے اس میں کسی خاص مہینے کا تعین نہیں تاہم رمضان میں عبادات کی عظمت بڑھنے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں ادائیگی زیادہ مناسب ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ وجوب کے بعد رمضان تک مؤخر کرنے کے بجائے مالک ہونے کے بعد پہلے رمضان میں ادا کرے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وسببه اي سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولا نه عليه۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۹ كتاب الزكوة م ۲۷)

سوال: ایک شخص کے پاس رمضان میں دس ہزار روپے موجود تھے دوسرے سال رمضان آنے پر اس شخص کے پاس پچاس ہزار روپے پائے گئے، ظاہر ہے کہ دس ہزار روپے پر تو سال گزرا ہے لیکن بقیہ چالیس ہزار پر حولان حول

لما قال العلامة الحصكفي: واقتراضها عمري اي على التراخي وصحة الباقي وغیره وقيل فمري اي واجب على الفور وعليه الفتوى كافي شرح الوهبانية۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۷۱ كتاب الزكوة قبيل من الباب السائمة) ومثله في الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۱۲ كتاب الزكوة۔

لما قال الحسن بن عمار بن علي: وشرط وجوب ادائها حو لان الحول على النصاب الاصلی۔ (مراقی الفلاح ص ۳۸۹ كتاب الزكوة)۔

ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۳۸/۱۳۹ كتاب الزكوة۔

نہیں ہوا ہے، تو کیا اس شخص کو دس ہزار روپے سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا پچاس ہزار روپے پر زکوٰۃ لازم ہوگی؟

الجواب:- زکوٰۃ کے نصاب پر سال کا گذرنا ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ تمام رقم پر پورا سال گذرے، صورت مذکورہ میں دوران سال جو آمدنی ہوئی ہے اس سے بھی رمضان میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی، گویا مال مستفاد اگرچہ شیعیان کے مہینے میں آیا ہو پھر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما قال العلامة حسن بن عمار بن علی: وشرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلی واما المستفاد في اثنا الحول فيضم الى عجلاته ويزكى بتمام الحول الاصلی سواء استفيد بتجارة او ميراث او غيره - (مراقی الفلاح علی صدق طحاوی ص ۵۸ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

سوال:- اگر ایک آدمی نے غفلت سے زکوٰۃ قضاء ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ یا قصد اپنے مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی تو

اس کے بعد عند الشرح کیا حکم ہے، آیا زکوٰۃ ساقط ہوگی یا پھر ادا کرنا ضروری ہے؟
الجواب:- زکوٰۃ کے وجوب کے وقت جلدی ادا کرنا زیادہ مناسب ہے تاہم زکوٰۃ کسی وقت سے خاص نہیں کہ جس کے گذر جانے پر یہ قضا ہو بلکہ مدت گذرنے کے باوجود ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔

لما قال في الهندية: وتجب على الفور عند تمام الحول حتى ياتم بتاخيره من غير عذر وفي رواية الرازي على التراخي حتى ياتم عند الموت وكلا قول تصح -
(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول فی تفسیر الخ ۱۷)

۱۷ قال العلامة الحسینی: والمستفاد ولو بهبة او ارض وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الاصل - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب زکوٰۃ الغنم) ۲۸۸
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ كِتَابُ الزَّكَاةِ. الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي تَفْسِيرِهَا. الخ -

۱۸ قال الشيخ الاسلام ابی بکر بن علی بن محمد: قال في الوجيز علی الفور عند محمد حتى لا يموتوا التراخي من غير عذر فان لم يؤد لا تقبل شهادته لانها حق للفقراء وفي تاخير الاداء عنهم اضراء لهم - (الجوهرة النيرة ج ۱ کتاب الزکوٰۃ) ۳۸

وَمِثْلُهُ فِي الْمَرَاقِیِّ الْفَلَّاحِ عَلٰی صَدْرِ طَحَاوٰی ص ۵۸ كِتَابُ الزَّكَاةِ -

سوال :- اگر ایک آدمی کے پاس نصاب کی مکان کا نہ ہونا مانع وجوب زکوٰۃ نہیں مقدار سے زائد رقم موجود ہو لیکن اس آدمی کا ذاتی مکان نہیں ہے تو کیا یہ آدمی دوسروں سے زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں، اور اس پر اس رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- ایک آدمی جب نصاب کا مالک ہو اور یہ رقم حاجتِ اصلہ سے فارغ ہو تو یہ آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے بلکہ اس کو خود بھی اس رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی، اگر ملوکہ مکان نہ ہو تو یہ ایسا عذر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اسے غریب شمار کیا جائے، جب تک یہ رقم خرچ نہ ہو تو ضرورت سے زائد متصور ہوگی۔

لما قال علاؤ الدین الحصفی: ولا الى غنى يملك قدراً نصاباً فارغاً عن حاجته الاصلية من اى مال كان۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۴ باب المصروف) لہ

سوال :- ایک صاحب کا اپنا دینی مدرسہ مہتمم مدرسہ کا ذاتی مال طلباء پر خرچ کرنے کیلئے ہے اور مدرسے کی تمام ضروریات مثلاً روزانہ نیت ضروری ہے یا ایک دفعہ کافی ہے اساتذہ کی تنخواہ، بجلی کا بل وغیرہ اپنی جیب سے ادا کرتا ہے، مہتمم صاحب نے شروع سے نیت کی ہے کہ مدرسے کے جس شعبہ میں زکوٰۃ جائز ہے تو وہ میری زکوٰۃ ہے اور جس میں زکوٰۃ جائز نہیں وہ میری طرف سے خیرات ہے، تو آیا مہتمم کے لیے روزانہ یا ماہانہ یا سالانہ نیت ضروری ہے یا ایک دفعہ ہی زکوٰۃ کی نیت کافی ہے؟

الجواب :- اگر مہتمم صاحب زکوٰۃ کا مال جدا کرتے وقت نیت کریں اور پھر وہ منہا شدہ رقم حقوڑی حقوڑی خرچ کریں تو دوبارہ نیت کی ضرورت نہیں بلکہ زکوٰۃ جدا کرتے وقت نیت کرنا ہی کافی ہے، اور اگر حقوڑا حقوڑا کر کے خرچ کرے اور پہلے سے نیت نہ ہو تو اس وقت نیت ضروری ہے ورنہ پھر زکوٰۃ نہ ہوگی۔

لما فی البزازیة: قال كلما تصدقت فی هذه السنة فهو عن الزکوۃ ثم جعل يتصدق لہ قال الشیخ النظام: ولا يجوز دفع الزکوۃ الى من يملك نصاباً ای مال كان دانیلاً و دراهم او سوائهم او عروضاً للتجارة او لغير التجارة فاضلاً عن حاجته فی جميع السنة هكذا فی الزاہدی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۸۹ کتاب الزکوٰۃ، الباب السابع فی المصارف) ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۱ الفصل الثامن فی اداء الزکوۃ۔

ولا يحضرة التنية ان كان افرز جملة من المال في حرة وقال وقت الاقراض ذلك
وقع الكل عن الصدقة والا لا - (البوزانية على هامش الهندية ج ۳۸ فصل الثاني في المصروف نوع اخرج له

اگر یہ معلوم نہ ہو کہ آدمی کب صاحب نصاب بن گیا تو کیا کرنا چاہیے؟ **سوال :-** اگر
غنی (یعنی صاحب نصاب) ہونے کا علم نہ ہو کہ میں کب سے صاحب نصاب ہوا ہوں، تو ایسے شخص
کے لیے زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب :- ایسے شخص کو جتنی مدت سے صاحب نصاب ہونے کا ظن غالب ہو تو اس
وقت سے حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرے تاہم احتیاط کے پہلو پر عمل کرنا زیادہ احوط ہے۔

لما قال ابن نجيم المصري: والظن الطرف الراجح وهو ترجيح جهة الصواب والوهم رجحان
جهة الخطاء وما اكبر الرأي وغالب الظن فهو الطرف الراجح اذا اخذ به القلب وهو الاعتبار
عند الفقهاء... وبعد اسطر وغالب الظن عندهم ملحق باليقين وهو الذي يبتنى عليه
الاحكام - (الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۲۳۱/۲۳۲ القاعدة الثالثة اليقين لا يزول بالشك)

سوال :- ایک شخص جو کسی سرکاری
حوالہ اصل کے لیے جمع کی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ **سوال :-** ایک شخص جو کسی سرکاری
ہو ذاتی مکان نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تنخواہ سے اس نے کئی سالوں میں کچھ بچا کر رقم جمع کی
ہوئی ہو، یہ رقم اگرچہ ایک لاکھ روپے تک پہنچتی ہو لیکن ذاتی مکان کے لیے زمین خریدنے اور
اس پر آبادی کے لیے یہ رقم ناکافی ہو، محض ذاتی ضرورت کی تکمیل کے لیے یہ رقم رکھی گئی ہو تو
کیا حوالان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اس رقم سے کسی قسم کی تجارت بھی

لہ قال ابن نجيم: وشرط اداؤها نيّة مقارنة للاداد او لعزل ما وجب او تصدق
بكله - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱ كتاب الزكاة)

ومثله في الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۲۵ كتاب الزكاة -

لہ قال ابن نجيم: (تحت قوله ولو دفع بتجران) والظن ترجح احدهما من غير دليل والتحرى
ترجح احدهما بغالب الرأي وهو دليل يتوصل به الى طرف العلم وان كان لا يتوصل به الى
ما يوجب حقيقة العلم - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۹ باب المصروف)

نہیں ہو رہی، ممکن ہے کہ زکوٰۃ ادا کرتے کرتے یہ تمام رقم ختم ہو جائے اور مکان بنانے کی خواہش پوری نہ ہو سکے؟ اس بارے میں شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- وجوب زکوٰۃ کے لیے فقہائے فارغ عن الدین وعن حوائج الاصلیہ کی قید کا ذکر کیا ہے، ایسی صورت میں حوائج اصلیہ میں مصروف اور مشغولیت میں تو یقیناً زکوٰۃ واجب نہیں لیکن جو رقم کسی ضرورت کی تکمیل مثلاً مکان، اسلحہ، کتب وغیرہ کے لیے رکھی گئی ہو اور مجموعہ رقم پر سال گزر جائے تو ایسی رقم میں وجوب زکوٰۃ کے بارے میں فقہاء کی رائے مختلف ہیں، شیخ ابن الملک کے نزدیک ایسی رقم حکماً ضروریات میں مصروف ہے جو بمنزلہ معدوم ہو کر اس میں حولان حول کے باوجود زکوٰۃ واجب نہیں۔ فاذا كان عنده درهم اعداها لهذه الاشياء وحال عليها الحال لا تجب فيها الزكاة۔ علامہ ابن عابدینؒ کا میلان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں: فاذا كان له درهم مستحقة يصرفها الى تلك الحوائج صادت كالمعدوم كما ان الماء المستحق يصرفه الى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم الخ۔ لیکن ابن نجیمؒ کی عبارت سے ایسی رقم میں زکوٰۃ کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔ ویخالف ما في المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنساء او للنفقة (ج ۲ ص ۲۰۶) موجودہ وقت میں انسان کی غیر متناہی ضروریات کے تقاضا کی صورت میں کسی شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں رہے گی، ہر شخص ایک بڑی رقم کسی عایشان محل، موٹر، ایئر کنڈیشن اور دوسری ضروریات زندگی خریدنے کے ارادہ سے رکھے گا جو اس کی ضروریات میں مصروف ہو کر زکوٰۃ کا موقع نہیں رہے گا، اس لیے احتیاطاً ہر صورت میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی خواہ یہ رقم مکان خریدنے کے ارادہ سے کیوں نہ ہو۔ اگر فقہاء کی عبارات کو دیکھا جائے تو ان میں بھی فارغ عن الدین وعن الحوائج الاصلیہ لکھا گیا ہے، اس پر کسی نے نہیں لکھا ہے کہ فارغ عن قيمة حوائج الاصلیہ۔ یہ عبارت بھی وجوب زکوٰۃ کی نشاندہی کرتی ہے۔

قال ابن عابدینؒ: ویخالف ما في المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنساء او للنفقة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ) لے

لے وفي حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح: وهو مخالف لما في المعراج والبدائع ان الزكاة تجب في التدقيق امسكه للنفقة او للنساء (ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في حاشية على الدرر ص ۲۰ کتاب الزکوٰۃ۔

حوارج اصلیکے زائد رقم پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- نصاب زکوٰۃ روپوں کی تعداد کے لحاظ سے کتنی ہے اور گھر کی ضروری حاجات سے

جو رقم زائد ہو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کسی کے پاس نقد روپے موجود ہوں جو تمام حوائج اصلیکہ اور قرض وغیرہ سے خالی ہوں، حوائج اصلیکہ زمانہ عرف اور حالات سے بدلتے رہتے ہیں، جب تمام اخراجات ضرورت کے علاوہ جو رقم مقدار نصاب تک پہنچے تو حوالان حول سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور روپوں سے زکوٰۃ نکالنے میں سونا اور چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اس لیے نقد رقم کا نصاب ایک مقرر نہیں ہو سکتا کیونکہ سونے اور چاندی کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے اس لیے مقدار نصاب میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔

قال علاء الدین الحصکفی، وسبب اى سبب افتراضها ملك نصاب حولی نام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالعدو۔
(الدالمختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) لے

محفوظ رقم میں ہر سال کی علیحدہ زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں

میں کہ ایک شخص کے پاس نقد اتنی رقم ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتی ہے اور کئی سال تک اس کے استعمال کی نوبت نہ آئے تو کیا یہ شخص صرف ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے گا یا اسے ہر سال کی علیحدہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی ؟

الجواب :- اگر کسی شخص کے پاس نقد اتنی رقم موجود ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتی ہو یا نصاب سے زائد ہو تو سال کے گزرنے سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح جتنے سال یہ رقم محفوظ رہے گی اور مقدار نصاب میں بھی کوئی فرق نہ آیا ہو تو ہر سال کی علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔
قال علی ابن ابی بکر المرغینانی، الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم

لے قال زین الدین ابن نجیم، وملك نصاب حولی فارغ عن الدين وحوائجه الاصلية
نام ولو تقدیراً۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الزکوٰۃ)
ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ۔

اذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول - (الهداية ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الزکوۃ) لہ
زکوۃ کی یکمشت ادائیگی ضروری نہیں | سوال :- اگر کسی کے پاس زکوۃ کی رقم موجود ہو
 تو کیا اس سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور وہ کسی مستحق کو ماہانہ کچھ رقم بطور زکوۃ دیتا ہے

الجواب :- زکوۃ کی ادائیگی یکمشت ضروری نہیں، قسط وار دینے سے بھی زکوۃ ادا ہو سکتی
 ہے تاہم مجموعی طور پر ادائیگی کے وقت نیت ضروری ہے ورنہ ہر قسط میں نیت کرنا پڑے گی۔
 قال علاؤ الدین الحصفی: ادمقارنة بعزل ما وجب كله او بعضه ولا يخرج عن
 العهدة بالعزل بل باکاداد للفقهاء - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب الزکوۃ) ۲۔

مہر مہر مہر مانع وجوب زکوۃ ہے | سوال :- اگر کسی کے پاس نصاب زکوۃ موجود ہو لیکن
 منکوحہ کے حق مہر کی ادائیگی تاحال اس کے ذمہ باقی ہو انہیں
 صورت یہ شخص اگر حق مہر ادا کرے تو باقی مال نصاب زکوۃ سے کم رہتا ہے، کیا اس شخص پر زکوۃ
 واجب رہے گی یا نہیں؟

الجواب :- منکوحہ کا حق مہر مستقل حق ہے جس کی ادائیگی خاوند کے ذمہ واجب ہے،
 اگر خاوند فوت ہو جائے تو منکوحہ کا حق مہر دیگر قرضہ کی طرح متروکہ جائیداد سے ورثاء کے درمیان
 تقسیم کرنے سے قبل منہا کیا جائے گا۔ خاوند کی اس ذمہ داری سے قراغت کے لیے حق مہر کی
 ادائیگی یا منکوحہ کی طرف سے برضا و رغبت معافی کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں لہذا خاوند
 کے ذمہ واجب الادا قرضہ ہونے کی وجہ سے یہ مانع وجوب زکوۃ ہے، اگر نصاب سے حق مہر
 منہا کر کے باقی کا نصاب نہ بنتا ہو تو زکوۃ واجب نہیں رہے گی اور اگر بقایا مال نصاب کی مقدار

لہ قال علاؤ الدین الحصفی: وَسَبِيَّةُ اِی سبب افتراضها ملك نصاب حولی تام۔

والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۵ کتاب الزکوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرَانِ ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوۃ۔

۲۔ قال زین الدین ابن نجیم: وشرط ادائها نية مقارنة للاداء والعزل ما وجب وتصديق

بكله - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱ کتاب الزکوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوۃ۔

تک پہنچتا ہو تو پھر مہر مؤجل منہا کر کے بقایا رقم سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ قال ابن عابدین: فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواركان لله كزکوۃ وخراج او للعبد ولو كفاالة او مؤجلاً ولو صداق زوجة المؤجل وفي رد المحتار والصحيح انه غير مانع۔ (كتاب الزکوۃ ج ۲ ص ۲۵۰) البتہ منکوحہ کے حق میں دین قوی نہ ہونے کی وجہ سے جب تک حق مہر وصول نہ ہوا ہو تو اس کے ذمہ زکوٰۃ واجب الا و انہیں، منکوحہ پر مہر مؤجل میں زکوٰۃ کے وجوب کا اعتبار وصولی کے بعد ہے گا، تاہم اگر منکوحہ کے پاس اس کے علاوہ نصاب موجود ہو اور حولانِ حول سے قبل مہر مؤجل وصول ہو جائے تو پھر مال مستفاد کے حکم میں ہو کر تمام مال میں زکوٰۃ واجب ہے گی۔ قال العلامة المصنف: وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعد اى بعد قبض

من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية الخ رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۶ باب زکوٰۃ المال (۱) ۲

سوال: اگر کسی نے حج کے لیے کئی سالوں سے حج کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ کا حکم | کچھ رقم بینک میں جمع کی ہو اور رقم نصاب سے زیادہ ہو تو کیا حولانِ حول کے بعد اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حج کے لیے رقم رکھنے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی، جب تک یہ رقم حج میں خرچ نہ ہوئی ہو اس کی ضروریات سے زائد ہو تو اس پر حولانِ حول کے بعد زکوٰۃ واجب رہے گی۔

قال ابن عابدین: في المعراج في فصل زکوۃ العروض ان الزکوۃ تجب في النقد كيفما امسكه للنماء وللنفقة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ) ۲

۱۔ لما قال العلامة ابوبکر الكاساني: وعلى هذا يخرج مهر المرأة فانه يمنع وجوب الزکوۃ عندنا معجلاً كان او مؤجلاً لانها اذا طالبت به يؤاخذ به۔ وقال بعض مشائخنا ان المؤجل لا يمنع لانه غير مطالب به عادة۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي السَّهْنِيَّةِ ج ۱ ص ۳۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول۔

۲۔ قال زين الدين ابن نجيم: ويخالفه ما في المعراج الدرارية في فصل زکوۃ العروض ان الزکوۃ تجب في النقد كيفما امسكه للنماء وللنفقة۔ ام (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي حَاشِيَةِ الطَّحطاوى على موطى القلاح ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔

منگنی یا شادی کے مال پر زکوٰۃ کا حکم | سوال: منگنی یا شادی کے لیے خریدے ہوئے سامان کی قیمت مقدار نصاب سے بہت زیادہ ہے۔

الجواب: منگنی و شادی کے لیے جمع شدہ سامان چونکہ اثاثات البیت میں داخل ہے اور اثاثات البیت پر زکوٰۃ لازم نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں منگنی یا شادی کے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبید الخدمت وسلاح الاستعمال زکوٰۃ۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۹ کتاب الزکوٰۃ) لہ

شادی کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ کا حکم | سوال: ایک شخص نے شادی کے لیے کچھ رقم جمع کی ہے جو کہ نصاب سے متجاوز ہے اور یہ رقم کئی سال اس شخص کے پاس موجود رہی لیکن پورے وسائل میسر نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک شادی نہیں کی جبکہ یہ رقم ضرورت شادی کے لیے مختص ہے، کیا اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: جب تک یہ رقم خرچ نہیں ہو تو شادی کی ضروریات کی وجہ سے صوبہ کوۃ متاثر نہیں ہوتی اور اس شخص پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر والد نے اپنی اولاد کی شادی کے لیے رقم جمع کی ہو اور نصاب زکوٰۃ تک پہنچتی ہو تو حولانِ حول کے بعد اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے۔

وسبب لزوم ادائها توجه الخطاب یعنی قوله تعالى: **وَآتُوا الزَّكَاةَ**۔ وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو في ملكه و**ثَمَنِيَّةُ** المال كالدراهم والدنانير لتعيينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزکوٰۃ کیفما امسكهما

لہ قال علاؤ الدین الحسکفی: ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیها لرفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوها۔ (الدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۶۴ کتاب الزکوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوٰۃ۔

ولولنفقة عياله۔ (الدر المختار علی صدرہ ۲۴۷ کتاب الزکوۃ) ۱۔
گھر میں استعمال ہونے والے سامان میں زکوۃ نہیں | **سوال**۔ گھر میں ضروریات کیلئے رکھے ہوئے سامان پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں، نیز ضرورت کا معیار کیا ہوتا چاہیئے؟ بسا اوقات گھر میں متعدد لیسترے اور کھانے پینے کے برتن پڑے رہتے ہیں جن کی قیمت ہزاروں روپے تک پہنچتی ہے۔

الجواب۔ ضرورت کے وقت جس سامان کے استعمال کی حاجت پڑے تو وہ اشیاء گھر میں ضروریات کے زمرہ میں شمار ہوں گی۔ معاشرہ میں وقت، حالات اور تعلقات میں اختلاف کی وجہ سے ضروریات میں تفاوت لازمی چیز ہے۔ اگر کسی مسلمان کے مہمان زیادہ آتے ہوں تو اس کیلئے زیادہ سامان رکھنا ضروری ہے، بہر حال ضرورت کا کوئی مخصوص معیار نہیں ہے۔ قال محمد ابن عبد الباقي الزرقانی فی شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فكان یقتصر منہ قدام اوصفة علی قدر الحاجة الخ۔ وقال جنس الفراش فیصدق بتعدده عند الاحتیاج لیه لکثرة ضیفاته عادة (ج ۵ ص ۶) تاہم جو چیز گھر کے استعمال کے نام سے خریدی جائے خواہ ضرورت کے لیے ہو یا ضرورت سے زائد ہو لیکن تجارت کی نیت سے نہ خریدی گئی ہو تو اس میں زکوۃ واجب نہیں، البتہ قربانی اور صدقہ فطر کے لیے ضرورت سے زائد اشیاء کی قیمت لگا کر اگر نصاب کو پہنچے تو پھر قربانی اور صدقہ فطر واجب رہے گا۔

قال الامام علی ابن ابی بکر الفرغانی: وليس فی دور السکنی وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوۃ۔
 (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۹ کتاب الزکوۃ) ۲۔

۱۔ وشرط وجوب ادائها ای افتراضها حولان الحول وهو فی ملکہ ای فی ثمنیۃ المال کا۔ الدر اہم والدنانیر۔ حاشیۃ الطحاوی ص ۳۸۹ کتاب الزکوۃ۔ حاشیۃ الطحاوی ص ۱۷۱ ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوۃ۔

۲۔ قال العلامة الحصکفی: ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیہا لرفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوها۔ (الدر المختار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۲۶۷ کتاب الزکوۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوۃ۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! نابالغ اور نابالغ اور محنون کے مال میں زکوٰۃ نہیں

الجواب :- زکوٰۃ کے وجوب میں مودی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، لہذا بناءً براین نابالغ اور محنون کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

قال علی بن ابی بکر المرغینانی: وليس على الصبي والمجنون زكوة -

الهداية ج ۱ ص ۱۸۶ کتاب الزکوٰۃ (۱)

سوال :- اگر والد کے والد کے مال سے بیٹا بلا اجازت والد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- بغیر اجازت والد کے بیٹا اس کے مال میں سے زکوٰۃ نہیں دے سکتا، البتہ اگر والد کی اجازت کے بغیر بیٹے نے والد کے مال میں سے زکوٰۃ دے دی اور پھر والد نے ایسی حالت دیکھی کہ وہ زکوٰۃ کی رقم فقیر (محتاج) کے ہاتھ میں موجود تھی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ والا فلا

لما قال فی الہندیۃ: رجل ادى زكوة غيره عن مال ذلك الغير فاجازة المالك فان كان المال قائماً في يد الفقير جاز والا فلا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۶ کتاب الزکوٰۃ ابواب الاول) **سوال :-** ایک شخص نے اپنی حیات میں خود میت کی طرف سے زکوٰۃ دینے کا حکم

الجواب :- اگر میت نے مرتے وقت وصیت کی ہو تو اس کی وفات کے بعد اگر اس کے ورثاء اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں تو یہ زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہ؟

سوال :- ایک شخص نے اپنی حیات میں خود میت کی طرف سے زکوٰۃ دینے کا حکم

الجواب :- اگر میت نے مرتے وقت وصیت کی ہو کہ میرے ذمے اتنی زکوٰۃ کی دائیگی

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: وشرط افتراضها عقل وبلوغ.... الخ

والدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ (۱)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۸۰ کتاب الزکوٰۃ -

لما قال الحسن بن عمار بن علی: ولو مقارنته حکمیۃ کما لو دفع بلانیۃ ثم نوى والمال قائم

بید الفقیر ولا یشتروط علم الفقیر انہا زکوٰۃ۔ (مراقی الفلاح ص ۳۹ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي رد المختار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الزکوٰۃ -

باقی ہے تو ثلث جا بیداد سے وصیت پر عمل کرنا واجب ہے، ورنہ ثلث پر لازم ہے کہ ذمہ کی فراغت کے لیے اس کی وصیت پر عمل کریں، اور اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو تو اگرچہ ورنہ ثلث پر لازم نہیں لیکن ادائیگی کی صورت میں فراغ ذمہ کی امید ہے۔

لما قال ابن عابدین: (تحت قوله ولومات فأداها وارثه جاز) في الجوهرة إذا مات من عليه الزكاة أو فطرة أو كفارة أو نذر لم يؤخذ من تركته عندنا إلا أن يتبرع ورثته وهم من أهل التبرع ولم يجبروا عليه وإن أوصى تنفذ من الثلث۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۹ باب صدقة الفطر)۔
نوٹ سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم | سوال: کیا زکوٰۃ میں دس پانچ یا دس روپے کے نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ مال نہیں بلکہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کیا جائے گا۔

الجواب: کرنسی نوٹ کی حقیقت کے بارے میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، کچھ علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی نوٹ ایک رسید کی مانند ہیں یعنی جس نوٹ پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ اتنا حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کیا جائے گا، تو اس سے جنس میں خرچ ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی تاہم ایک روپے کے نوٹ پر یہ الفاظ نہیں لکھے ہوتے اس لیے اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن جن علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی نوٹ شمن عرفی کے حکم میں ہیں جیسا کہ یہ احتمال رائج ہے، تو اس صورت میں نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

• قال العلامة المحقق: وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۵)۔

۱۔ قال الشيخ النظام: إذا مات من عليه زكاة أو فطرة أو كفارة أو نذر لم يؤخذ من تركته عندنا إلا أن يتبرع ورثته بذلك وهم من أهل التبرع فإن امتنعوا لم يجبروا عليه وإن أوصى بذلك يجوز وينفذ من ثلث ماله۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۳ کتاب الزکوٰۃ۔ ابنا الثامن في صدقة الفطر) ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۳ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل بیان ما يسقطها۔
 ۲۔ قال في الهندية: ويجوز دفع القيم في الزكاة عندنا وكذلك الكفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۱ ابنا الثالث في زكاة الذهب مسائل شتى) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الزکوٰۃ۔

قرض پردی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک شخص کے پاس کچھ رقم موجود ہے جس کی زکوٰۃ وہ خود ادا کرتا ہے لیکن کچھ رقم اس سے عزیز و اقارب نے بطور قرض لی ہوئی ہے جس کی باوجود تحریری سند کے واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہو تو ایسے قرض پردی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- اگر عزیز و اقارب اس قرض کا اقرار کرتے ہوں یعنی قرض واپس کرنے سے منکر نہ ہوں تو وصولی کی صورت میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی بھی واجب ہوگی۔ تاہم اگر یہ رقم یکمشت حاصل ہو جائے تو رقم وصول ہونے ہی اس کی مقدار سے حساب کر کے ہم ادا کرے۔
لما قال علاؤ الدین الحصفی : واعلم ان الديون عند الامام ثلثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكوتها اذا تم نصاباً وحال الحول نكحت لا فوراً بل عند قبض اربعين درهماً من الدين راقول وهو خمس النصاب من الدين القوى وبذل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهماً يلزمه الدرهم۔ (المختار على مدار المحتاج ج ۲ ص ۳۰۵ باب زکوٰۃ المال) لے

کیٹی کی رقم یعنی بیسی میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ہم بائیس افراد نے مل کر ایک کیٹی بنائی ہے جس میں ہر ایک ممبر پانچ سو روپے ماہوار جمع کراتا ہے اور ہر ماہ کے آخر میں قرض اندازی سے نام نکالتے ہیں جس کا بھی نام نکل آئے تو جمع شدہ رقم (گیارہ ہزار روپے) اُسے دے دی جاتی ہے، اسی طرح اکیس ماہ بعد میرا نام نکل آیا تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اکیس ماہ بعد میں نے جو رقم حاصل کی ہے اس میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ کار ہوگا ؟ رقم ملتے ہی زکوٰۃ دینی ہوگی یا سال کے بعد ؟

الجواب :- اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب ہیں تو اپنے نصاب کے ساتھ اس کیٹی والی

لے قال العلامة حسن بن عمار : الدين على اقسام قوى ووسط وضعيف فالقوى وهو بدل القرض ومال التجارة اذا قبضه وكان على مقر ولو مفلساً وعلى جاحدٍ عليه بينة زكاة لما مضى ويتراخى وجوب الاداء الى ان يقبض اربعين درهماً ففيها درهم لان ما دون الخمس من النصاب عفو لا زكاة فيه صح وكذا فيما زاد بحسابه۔

(مراقی الفلاح من ۳۹ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الطَّحْطَاوِي عَلَى مَرَاقِي الْفَلَاحِ ص ۳۹۰ کتاب الزکوٰۃ۔

رقم کی زکوٰۃ بدستور دیا کریں، اور اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب نہیں توجیب کیٹی میں آپ کی رقم نصاب کے برابر جمع ہو جائے تو اسی وقت سے آپ صاحب نصاب شمار ہوں گے اور اس کے حساب سے حوالان حول کے بعد زکوٰۃ دیں گے خواہ اقساط پر سال گزرا ہو یا نہ؟

لما قال التمتیاشی والعلامة الحسکفی: وَسَبَبُهُ اِی سبب اقتراضها ملک نصاب حولی نسبة للحول لحواله علیه..... والمستفاد ولو بهیة اوارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسه فیزکیه بحول الاصل۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله ودیہیة اوارث) ادخل فیہ المفاد بشراء او میراث او هبة وما کان حاصلًا من الاصل کالاولاد والزوج رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الزکوٰۃ مطلب محمد امام فی اللغة واجب الخ (۱) لہ

سوال :- ایک شخص قرض منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ دی جائے گی یا قرض کی موجودگی میں؟ | کے پاس بیس ہزار روپے

نقد ہوں لیکن اس کے ذمہ واجب الادا قرض بھی ہو، اگرچہ قرض فی الحال ادا کرنا ضروری نہ ہو لیکن قرض خواہ کی طرف سے کسی وقت بھی اس کا مطالبہ ہو سکتا ہے، دریاقت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں موجود تمام رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا پہلے قرض منہا کیا جائے گا؟

الجواب :- جو قرض واجب الادا ہو اور مدیون مطالبہ ہو رہا ہو یا دائن کے پاس گواہان موجود ہوں تو کل مال سے قرض منہا کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اگرچہ کسی وقت بھی ادا ہو، لیکن اگر قرض پورے مال کو محیط ہو تو پھر اس کے ذمہ کوئی زکوٰۃ نہیں۔

قال العلامة برهان الدین المریغیانی: ومن کان علیہ دینٌ یحیط بماله فلا زکوٰۃ علیہ

لہ قال فی الہندیۃ: ومن کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول ما کان من جنسه ضمه الی ماله و ترکاکہ سواء کان المستفاد من تمانہ او لا وبای وجه استفاد ضمه سواء کان بمیراث او هبة او غیر ذلک ولو کان من غیر جنسه من کل وجه کالغنم مع الابل فانه لا یضم۔ رالفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ (باب الاول)

وفیہ ایضاً: یمب فی کل مائتی درہم خمسۃ درہم وفی کل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال الخ۔ رالفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الزکوٰۃ: (بنا الثالث فی زکوٰۃ الذهب والفضۃ) ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۵۱ فصل حولان الحول فلیس من شرائط الاداء۔

وان كان ماله اكثر من دينه نكح القاضل اذا بلغ نصاباً۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۶۶ كتاب الزكاة) لے
سوال :- ایک شخص نے اپنی بیٹی کا حق مہر تقریباً
 دس ہزار روپے لے کر اپنے پاس رکھا، تو سال گذر
 جانے کے بعد زکوٰۃ کس پر لازم ہوگی؟ باپ یا بیٹی پر؟

الجواب :- اگر بیٹی نے شرم و حیاء کی وجہ سے یہ رقم اپنے والد کو دے دی ہو تو اس
 ہیمہ کا اعتبار نہیں کیونکہ ہیمہ میں رضا و اہمب ضروری ہے، پس اس صورت میں زکوٰۃ باپ پر واجب
 ہوگی اور باپ کے لیے اس رقم کا استعمال جائز نہیں، البتہ اگر بیٹی نے یہ رقم خوشی سے باپ کو
 دی ہو تو پھر باپ کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اور اس رقم کی زکوٰۃ والد پر واجب ہوگی۔
 لما في الهمدية: ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الى
 ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه او لا۔ وبای وجه استفاد ضمه سواء كان
 بميراث او هبة او غير ذلك ولو كان من غير جنسه۔ (الفتاوى الهمدية ج ۱ ص ۱۷۵)
 كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها ۲ لے

سوال :- ایک شخص کے پاس بارہ ہزار روپے کے
 وجوب زکوٰۃ کے لیے قرض کا منہا کرنا
 زیورات ہیں اور دس ہزار روپے کا وہ مقروض بھی ہے
 تو کیا اس صورت میں وہ بارہ ہزار سے زکوٰۃ دے گا یا قرض منہا کر کے دو ہزار سے دے گا؟
الجواب :- اگر اس آدمی کے پاس زیورات کے علاوہ کوئی دوسری رقم نہ ہو جس سے وہ
 قرضہ ادا کر سکے تو اس صورت میں وہ صرف دو ہزار روپے میں زکوٰۃ ادا کرے گا بشرطیکہ
 یہ رقم نصاب تک پہنچتی ہو، اور اگر قرضہ کی ادائیگی کے لیے اور بھی کچھ ہو تو اس صورت میں بارہ ہزار پر

لے قال ابن عابدین: رتحت قوله فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وهذا اذا كان
 الدين في ذمته قبل وجوب الزكاة فلولحقه بعده لم تسقط الزكاة لانها تثبت في
 ذمته فلا يسقطها ما لحق من الدين بعد ثبوتها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶ كتاب الزكاة)
 ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۱۷۳ كتاب الزكاة۔ الباب الاول۔
 لے قال ابن غنیم: واللق المستفاد يشمل المستفاد بميراث او هبة او شراء او وصية۔ (المرآة ج ۲ ص ۲۲۲ فصل في الغنم)
 ومثله في الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۱۲ كتاب الزكاة۔

زکوٰۃ لازم ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی: سَبَبُ اِی سَبَبِ افْتِرَاضِهَا مَلْکَ نَصَابٍ تام
 قَارِغُ الدَّیْنِ لَهُ مَطَالِبُ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ سَوَاءٌ کَانَ لِلّٰهِ کَزکوٰۃٍ وَخَرَجٍ۔۔۔ وَسَبَبُ لَزْوْمِ
 اِدَائِهَا تَوَجُّهُ الْمَخْطَابِ رِقُولُهُ تَعَالٰی: وَالتَّوَالُّوُفُ الزَّکوٰۃَ وَشَرْطُهُ اِی شَرْطُ افْتِرَاضِ اِدَائِهَا حَوْلَ
 وَهُوَ فِی مَلْکِهِ وَثْمَنِیَّةُ الْمَالِ کَالِدِرَاهِمِ وَالِدَانِیْرُ لَتَعِیْنَهُمَا لِلتَّجَارَةِ بِاصْلِ الْخَلْقَةِ فَتَلَزِمُ
 الزَّکوٰۃَ کِیْفَ امْسَکَهُمَا وَلَوْلَا لِنَفَقَةٍ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۴/۲۶۵ کتاب الزکوٰۃ)
امانت میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک آدمی نے دوسرے شخص کے پاس کچھ رقم بطور امانت
 رکھی ہے، تو اس کی زکوٰۃ اصل مالک پر ہوگی یا جس کے پاس رقم بطور

امانت رکھی ہے؟

الجواب :- کسی کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھنے سے اس کی ملکیت زائل نہیں
 ہوتی، اس لیے جب تک ملکیت مبرہن اور مسلم ہو تو اصل مالک پر بعد از حوالان حول زکوٰۃ واجب
 ہوگی۔

لما قال ابن عابدین: (تحت قوله فلوله بينة تجب) والظاهر على القول بالوجوب
 ان حكمه حكم الدين القوي۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۶ کتاب الزکوٰۃ) ۲

۱۔ قال في الهندية: منها القراغ عن الدين قال اصعبنا كل دين له مطالب من جهة العباد
 يمنع وجوب الزکوٰۃ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۴۲ الباب الاول)

وفيه ايضاً: تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب تصف
 مثقال مضروباً كان او لم يكن مصوغاً كان او غير مصوغ حلياً كان للرجال او للنساء
 تبراً كان او سبكية كذا في الخلاصة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۴۸ کتاب الزکوٰۃ)
 الباب الثالث في زکوٰۃ الذهب والفضة

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ جلد ۲ ص ۱۶۱ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل في صفة هذا النصاب۔
 ۲۔ قال آلام ابن الهمام: (تحت قوله ولو كان الدين على مقر) ففي القوي تجب الزکوٰۃ اذا حال
 الحول ويتراخي الاداء الى ان يقبض اربعين درهماً۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۲۳ کتاب الزکوٰۃ)
 وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۴۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول في تفسيريه۔

حلال و حرام سے مخلوط مال میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک شخص نے بینک کے سودی

کھاتہ جات میں نقد رقم جمع کی ہو اور کئی سال کے بعد سود کے اضافے کی وجہ سے وہ رقم کئی گنا زیادہ ہو گئی، تو ایسی صورت میں اگر وہ شخص زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو کیا اصل رقم سے زکوٰۃ ادا کرے گا یا مع سود کل رقم سے زکوٰۃ ادا کرے گا؟

الجواب :- اگر حلال اور حرام کی مقدار معلوم ہو تو حلال آمدنی سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور حرام مال کے بارے میں اصل حکم یہ ہے کہ اگر وہ کسی اور شخص کا مال ہو تو اس کو واپس کیا جائے اور جہاں کہیں مالک معلوم نہ ہو سکے تو بلا نیت ثواب خیرات کر دیا جائے تاکہ حرام مال سے ذمہ فارغ ہو جائے اور اگر مالک کا ذہن نہیں بنا ہو اور وہ دونوں حرام اور حلال مال سے مجموعی زکوٰۃ دینا چاہے تو یہ بھی اس کے حق میں باعث تخفیف ہے جس کی رو سے حلال مال سے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور حرام مال میں زکوٰۃ کے نام سے ادا شدہ رقم سے اس کی ذمہ داری فارغ ہوگی، ایسی حالت میں اگر حلال اور حرام میں تمیز نہ ہو سکے اور دونوں قسم کا مال اکٹھا ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے؟

لما قال ابن نجيم: ولذا قالوا لو ان سلطانا غضب مالا وخلطه صار ملكا له حتى وجبت عليه الزكاة وورث عنه على قول ابو حنيفة لان خلط دراهمه بدراهم غيره عند استهلاك اما على قولهما فلا۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۵ کتاب الزکوٰۃ) لہ

پروائیڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- آجکل بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری محکموں میں ملازمین کی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ لی جاتی ہے اور کچھ رقم محکمہ اپنی طرف سے ملا کر اس رقم کو ملازم کے نام پر جمع کرتا ہے، اور یہ رقم ملازم کو ملازمت کے ختم کرنے سے قبل نہیں دی جاتی بلکہ ملازمت ختم ہونے پر یعنی ریٹائر ہوئے پر دی جاتی ہے اور عرف

لہ قال ابن حبان، لو اخرج زكاة المال الحلال من مال حوام ذكر في الوهبانية انه يجوز عند البعض ونقل القولين في القنية۔ وقال في البرازية لو تولى في المال الخبيث الذي وجبت صدقته ان يقع عن الزكاة وقع عنها اي تولى في الذي وجب التصديق به لجهل اربابه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۱ مطلب في التصديق من المال الحرام الثاني في العرف نوع آخر) ومثله في البرازية على هامش المهندية ج ۲ ص ۸۶ کتاب الزکوٰۃ۔

میں اس رقم کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں، کیا ایسی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ جو ملازم کی تنخواہ سے جبراً کچھ رقم کاٹتا ہے، اور باوجود ملازم کی ملک ہونے کے اس مال پر ملازم کو تصرف و قبضہ حاصل نہیں ہوتا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر زکوٰۃ نہیں۔ علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عمر ابن میمون قال قال اخذ الولید بن عبد الملک مال رجل من اهل الرقة يقال له ابو عائشة عشرين الفا قال لها في بيت المال فلما ولي عمر بن عبد العزيز اتاه ولده فرفعوا مظلمتهم اليه فكتب الى ميمون ان يدفعوا اليهم اموالهم وخذوا زكوة عامهم هذا الخ۔ کیونکہ یہ دین ضعیف میں شامل ہے جو وصولی کے بعد حوالان حول سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وعند قبض مائتین مع حوکان حول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف وهو بدل غیر مال کمہرودیۃ و بدل کتابۃ و خلع۔
 (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۶ باب زکوٰۃ المال)

سوال :- اس جدید دود میں شیئرز کا کاروبار عروج پر ہے جس میں مشترکہ سرمایہ نصاب زکوٰۃ سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے لیکن ان کو تقسیم کیا جائے تو بعض حصہ داروں کا حصہ نصاب تک پہنچتا ہے اور بعض کا نہیں، تو اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ کے معاملہ میں جیسا کہ مال کا نصاب تک پہنچنا ضروری ہے بالکل اسی طرح منرگی کا بھی صاحب نصاب ہونا ضروری امر ہے۔ یہاں اگرچہ مشترکہ مال نصاب زکوٰۃ سے زیادہ ہے لیکن تقسیم کے بعد بعض حصہ داروں کا حصہ نصاب زکوٰۃ تک پہنچتا ہے اور بعض کا نہیں، اس لیے شیئرز کے کاروبار میں مشترکہ مال پر زکوٰۃ نہیں بلکہ ہر حصہ دار کے حصہ پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ حصہ دار صاحب نصاب بن سکتا ہو۔

لہ قال زین الدین ابن نجیم: وفي الضعیف لا تجب ما لم یقبض نصاباً ویحول الحول بعد القبض علیہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۷ کتاب الزکوٰۃ)
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔

لما قال العلامة الحصكفیؒ ولا تجب الزکوة عندنا فی نصاب مشترک من سائمة و مال تجارة وان صحت الخلطة فيه وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجوان بالحصص وبیانه فی الحاوی فان بلغ نصیب احدھا نصیباً زکوة دون الآخر۔

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۴ باب زکوة السائمة (۱)

سوال : سچے شخص مشترکہ کاروبار کرتے ہیں اور جس کی مالیت نصاب زکوة سے بھی زیادہ ہے، لیکن اگر اس کو تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کے حصہ کی مالیت نصاب زکوة سے کم ہے، تو کیا اس پر زکوة ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوة کے لیے جس طرح مال کا نصاب تک پہنچنا ضروری ہے اسی طرح مزکی (یعنی زکوة دینے والے) کا صاحب نصاب ہونا بھی ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں اگرچہ مشترکہ مالیت نصاب زکوة سے زیادہ ہے لیکن اگر تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک کا حصہ نصاب تک نہ پہنچتا ہو تو اس مال مشترکہ پر زکوة تمہیں، تاہم اگر مالیت اس قدر ہو کہ اگر اس کو تقسیم کیا جائے اور ہر ایک کا حصہ یا جس کسی کا حصہ نصاب تک پہنچتا ہو تو اس پر زکوة واجب ہے۔

لما قال العلامة البوکر الکاسانیؒ: فاما اذا كانت مشتركة بين اثنين فقد اختلف فيه قال اصحابنا انه يعتبر في حال المشتركة ما يعتبر حال الانفراد وهو كمال النصاب في حق كل واحد منهما فان كان نصيب كل واحد منهما يبلغ نصاباً تجب الزکوة والا فلا۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۰۴)

۱۔ لما قال العلامة الکاسانیؒ: فاما اذا كانت مشتركة بين اثنين فقد اختلف فيه قال اصحابنا انه يعتبر في حال المشتركة ما يعتبر حال الانفراد وهو كمال النصاب في حق كل واحد منهما فان كان نصيب كل واحد منهما يبلغ نصاباً تجب الزکوة والا فلا۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۰۴ کتاب الزکوة) ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۲۹۴ کتاب الزکوة۔

۲۔ قال العلامة الحصکفیؒ: لا تجب الزکوة عندنا فی نصاب مشترک من سائمة و مال تجارة وان صحت وان تعدد النصاب تجب اجماعاً۔۔۔۔۔ فان بلغ نصیب احدھا نصیباً زکوة دون الآخر۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۴ باب زکوة المال) ومثله في فتاوی تاتارخانية ج ۲ ص ۲۹۴ کتاب الزکوة۔

سوال :- جدید بینکاری نظام میں ایک کٹھا فلکسڈ ڈپازٹ

فلکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ کا حکم | ہے جس میں رقم ایک مقررہ مدت مثلاً تین سال یا پانچ سال کے لیے جمع کی جاتی ہے اور اس مدت کے ختم ہونے سے قبل کھاتہ دار اپنی رقم بینک سے واپس نہیں لے سکتا، تو کیا اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کے وجوب کے لیے اگرچہ ملک تام کا ہونا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنا مال دوسرے کے حوالہ کرے اور دوسرا شخص اس کا مقرر ہو لیکن سر دست دینے والا مال پر قبضہ نہ کر سکتا ہو تو یہ دین میں داخل ہے اس لیے اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی مگر ادائیگی اس وقت ضروری ہے جب وہ مال قبضہ میں آجائے لہذا بینک کے فلکسڈ ڈپازٹ میں زکوٰۃ فرض ہے مگر ادائیگی بوقت وصول لازمی ہوگی۔

لما قال الحصکفی: لو کان الدین علی مقر ملی او علی معسر او مفلس ای محکوم یا فلاحاً
او علی جاحد علیہ بینه وعن محمدؐ لاکوٰۃ وهو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ کلان البینۃ
قد لا تقبل او علم بہ قاعن سیجی ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ
لزم زکوٰۃ ما مضی۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۷ کتاب الزکوٰۃ) لے

سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا پس ۵۰ ہزار روپے

انعامی بانڈ پر زکوٰۃ واجب ہے | کے انعامی بانڈ نہیں، کیا ان پر زکوٰۃ واجب ہے، اور

اگر واجب ہے تو کب ادا کی جائے گی؟

الجواب :- فقہاء کرام نے دین کی تین اقسام لکھی ہیں جس میں دین وسط کی تعریف بانڈز پر صادق آتی ہے اس لیے کہ بانڈز خود مال نہیں بلکہ یہ اُس مال کی رسید ہے جو آپ کا حکومت یا کسی پرائیویٹ ادارے کے پاس قرض کی شکل میں موجود ہے اسلئے بانڈز کی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہے، لیکن جب یہ بانڈز مالیت کی شکل اختیار کر کے آپ کے ہاتھ آجائے تو گزشتہ اور موجودہ سال سب کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی: ولو کان الدین علی مقر ملی او علی معسر او مفلس ای

لے قال الامام المرغینانی: ولو کان الدین علی مقر ملی او معسر تجب الزکوٰۃ لامکان الوصول

الیہ ابتداء الخ۔ قال ابن الہمام: تحته ففی القوی تجب الزکوٰۃ اذا حال الجول ویتراخی

الاداء الی ان یقبض اربعین درهماً ففیہا درہم۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب الزکوٰۃ)

محکوم یا فلاسہ او علی جاحد علیہ بیئنه..... فوصل الی ملکہ لزوم زکوۃ ماضی۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۷ کتاب الزکوۃ) لہ

پرائز بانڈ زکوۃ میں دینے کا حکم | سوال :- اگر کسی کے پاس پرائز بانڈز ہوں اور وہ اُن کو زکوۃ میں دینا چاہے تو کیا اس سے زکوۃ ادا ہو جائیگی؟

الجواب :- بانڈز خود مال نہیں بلکہ یہ اُس مال کی رسید ہے جو حکومت (بینک والوں) کے پاس آپ کی مالیت کی صورت میں موجود ہے جبکہ زکوۃ میں تمہیک المال ضروری ہے اور زکوۃ کے ایک اہم شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اس لیے زکوۃ میں پرائز بانڈز دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی: ہی تملیک خرج الا باحة فلو اطعم ناویاً الزکوۃ لا یجزيہ
الا اذا دفع الیہ المطعوم..... جزء مال خرج النفعه فلو اسکن فقیرا اداره سنة ناویاً
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ کتاب الزکوۃ) لہ

بینک اور انشورنس سے حاصل شدہ منافع پر زکوۃ کا حکم | سوال :- بینک کے مختلف کھاتہ جات یا

انشورنس سے جو منافع حاصل ہوتا ہے کیا اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- بینک یا دیگر سودی اداروں کی طرف سے جو منافع ملتا ہے وہ ربو (سود) ہے جو از روئے شرع حرام ہونے کی بناء پر واجب التصدق ہے اس لیے اس حاصل شدہ منافع پر کوئی زکوۃ نہیں، البتہ اگر یہ سود اصل مال کے ساتھ خلط ہو یا ہو اور غالب حصہ حلال مال کا ہو تو اس صورت میں زکوۃ واجب ہوگی، فقہی ذخائر میں اس کی نظیر یہ ہے کہ :-
لما قال العلامة الحصکفی: ولو خلط السلطان المال المخصوص بماله ملکہ

لہ لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: لو کان الدین علی مقرملی او معسر تجب الزکوۃ لامکان الوصول الیہ۔ قال ابن الہمام تحت قولہ..... ففی القوی تجب الزکوۃ اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درہما ففیہا درہم۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب الزکوۃ)
لہ لما قال اکامام ابو البرکات النسفی: ہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا موکلاہ۔
(کنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ کتاب الزکوۃ)

فتجب الزکوة فيه ویورث عنه لأن الخلط استهلاك اذا لم یمكن تمييزه عندابی حنیفہ^۳

والدم المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۹ باب زکوة الغنم

پیشگی کرایہ کی رقم میں زکوة مالک پر ہے نہ کہ کرایہ دار پر | سوال :- آجکل بازاروں میں بڑی بڑی مارکیٹوں کے مالک دوکاندار کرایہ دار سے پیشگی کرایہ لیتے ہیں، اس خطیر رقم سے مالک دوکان ہر ماہ اپنا کرایہ منہا کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس رقم کی زکوة کس پر واجب ہوگی یعنی کون زکوة ادا کرے گا؟ مالک دوکان یا کرایہ دار؟

الجواب :- فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی کرایہ لینے سے مالک دوکان اُس کرایہ کا مالک بن جاتا ہے، دوکاندار اُس سے مطالبہ نہیں کر سکتا، اس لیے اس مالیت کی زکوة بھی مالک دوکان ہی پر واجب ہے اور وہی ادا کرے گا، دوکاندار کرایہ دار پر واجب نہیں۔

لما قال الشيخ ابن الهمام: وما زکوة الاجرة المعجلة عن سنين في الاجارة الطويلة التي يفعلها بعض الناس عقوداً وليشترطون الحياض الثلاثة ايام في رأس كل شهر فتجب على الأجير لانه ملكها بالقبض - (فتح القدير ج ۲ ص ۱۲ کتاب الزکوة) لہ
زر ضمانت کی رقم میں زکوة کا حکم | سوال :- آجکل انگریزی قانون کے مطابق کوئی بھی عدالت جب کسی مجرم کو آزاد کرتی ہے تو اس سے زر ضمانت رکچہ نقد رقم وصول کرتی ہے جو کہ حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتی ہے، تو اس رقم کی زکوة کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- زکوة کے وجوب کیلئے اہم شرط ملکیت تامہ ہے یعنی مالک مال کے رقبہ کا بھی مالک ہو اور اُس پر ہر وقت تصرف کر سکتا ہو یعنی اُس کے قبضہ میں ہو۔ یہاں زر ضمانت کی رقم اگرچہ اصل ضمانت جمع کرانے والے کی ملکیت ہے لیکن بطور ضمانت جمع کرنے کے بعد اُس

لہ قال العلامة ابوبکر الکاسانی: ذکر الشيخ اکامام ابوبکر محمد بن الفضل في الاجارة الطويلة التي تعارضها اهل البخارى ان الزکوة في الأجرة المعجلة تجب على الأجير لانه ملكه قبل الفسخ - ردائع الصنائع ج ۲ ص ۶ کتاب الزکوة

کے تصرف اور قبضہ سے خارج ہو کر حکومت کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے جس میں ملکیت تامہ باقی نہ رہی اسلئے مال مرہونہ کی طرح اس میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة المحقق: وكافي مرهون بعد قبضة - قال ابن عابدین: ای علی المرتہن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد واذا استودع الراهن كالايزكي عن السنين الماضية - الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ ۱۷۷

سوال :- اگر ایک شخص کسی کے پاس کوئی چیز رہن (گروی) رکھے، تو اُس رہن کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ میں مالیت کا ملک تام ہونا ضروری ہے کہ وہ شخص اس مال کا مکمل مالک ہو، چونکہ رہن میں راہن کا ملک تام نہیں ہے اس لیے کہ رہن اُس کے ہاتھوں سے باہر ہے اور نہ مرتہن کو ملک تام حاصل ہے اس لیے کہ اس کو ملک رقبہ حاصل نہیں اسلئے رہن دگروی کی مالیت کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہیں نہ راہن پر اور نہ مرتہن پر، تاہم جب رہن کسی ایک کا ہو جائے تو پھر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما قال العلامة المحقق: وكافي مرهون بعد قبضه - قال ابن عابدین: تحت قوله ای علی المرتہن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد واذا استودع الراهن لا يزكي عن السنين الماضية - الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ ۱۷۷

۱۷۷ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: واطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبة ويد - ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

۱۷۷ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: واطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبة ويد - ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

سوال :- آجکل کاروباری اور عام لوگوں میں یہ رواج ہے کہ چند آدمی کھٹی کی رقم سے زکوٰۃ جمع ہو کر آپس میں ماہانہ کے حساب سے کچھ پیسے مقرر کرتے ہیں اور وقت مقررہ کے بعد بذریعہ قرعہ اندازی وہ جملہ رقم ایک شخص کو دے دی جاتی ہے، اس کے بعد پھر جمع کرتے ہیں پھر اسی طرح بذریعہ قرعہ اندازی دوسرے شخص کو رقم دی جاتی ہے، حتیٰ کہ سب ممبروں کو اتنی ہی رقم مل جاتی ہے، تو جس کو یہ رقم اولاً مل گئی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو کیا اس شخص کو جملہ رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی یا دوسرے کا قرض الگ کر کے باقی رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی، مثلاً بیس ہزار روپے کی کھٹی ہے اور جملہ ممبران کی تعداد دس ہے اور اس بیس ہزار میں سے دو ہزار اس شخص کے اپنے ہیں اور باقی دوسرے ممبروں کے ؟

الجواب :- شریعت مقدسہ کی روشنی میں اولاً مال سے قرض منہا کیا جائے گا اور قرض منہا کرنے کے بعد جو بھی مال باقی بچے اُسی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی باقی ماندہ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں اولاً جس شخص کو بیس ہزار کی رقم ملی ہے اس میں سے صرف دو ہزار کی زکوٰۃ دینی ہوگی باقی اٹھارہ ہزار کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں۔

لما فی الہندیۃ :- قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ کل دین لہ مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکوٰۃ من جهة العباد یمنع وجوب الزکوٰۃ سواء کان الدین للعباد کالقرض و ثمن البیع وضمان المتلفات وارث الجرحۃ الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الزکوٰۃ الباب الاول فی تفسیرہا، الخ) لہ

سوال :- ایک شخص ایفون کا کاروبار کرتا ہے تو کیا اس کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ایفون سے چونکہ مہنگ ترین نشہ آور چیز ہیروین تیار کی جاتی ہے اسوجہ سے متاخرین اس علم نے ایفون کی کاشت اور اچھے کاروبار سے منع کیا ہے لیکن دوسری طرف اس کا استعمال ادویات میں بھی ہوتا ہے۔ اور بذات خود یہ مالی مقوم بھی ہے اس لئے فی الجملہ اس کی خرید و فروخت کی جائے تو جائز ہے اور

لہ لما قال العلامة برہان الدین المرغینانی :- ومن کان علیہ دین یحیط بمالہ فلا زکوٰۃ علیہ۔ وقال الشافعی تجب لتحقق السبب وهو ملك نصاب تام ولنا انه مشغول بحاجته الاصلية فاعتبر معروفاً۔۔۔ وان کان مالہ اکثر من دینہ زکی الفاضل اذا بلغ نصاباً لفواغہ عن الحاجة الاصلية۔

(الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الزکوٰۃ)

اس سے حاصل شدہ مال پر زکوٰۃ واجب ہے

لما قال العلامة الحصكفي: - وصح بيع غير الخمر مما مروى مفاده صحة بيع الخيشة والافون -
قال العلامة ابن عابدين: تحت قوله (وصح بيع الخمر) اى عنده خلافا لهما في البيع والضمان
لكن الفتاوى على قوله في البيع وعلى قولهما في الضمان - (رد المحتار ج ۶ ص ۲۶۵ کتاب الاثرية) له

طویل المیعاد قرضوں میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- بعض لوگ بنکیوں سے طویل مدت کیلئے قرضے لیتے ہیں کیا ایسے قرضے وجوب زکوٰۃ سے اسی طرح مانع

ہیں جس طرح کہ دوسرے قرضے مانع ہیں ؟

الجواب :- اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی دو رائے ہیں لیکن قاعدہ اور ظاہر کے لحاظ سے جس کو متاخرین فقہاء نے رائج بھی قرار دیا ہے وہ یہ کہ ایسے قرضہ جات مانع زکوٰۃ نہیں ۔

لما قال العلامة ابن عابدين: (تحت قوله او مؤجلا) عزاه في المعراج الى شرح الطحاوي
وقال عند ابى حنيفة لا يمنع وقال الصدر الشهيد لا رواية فيه ولكل من المنع وعدمه وجه
زاد القسها في عن الجوهر والصحيح غير مانع

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الزکوٰۃ) ۲

میت کے ترکہ سے زکوٰۃ کا حکم | سوال :- اگر کوئی آدمی جس پر کہ زکوٰۃ فرض تھی (بغیر ادائیگی زکوٰۃ کے مر جائے تو کیا بعد الموت اس کے ترکہ

له لما قال الشيخ المفتي كفايت الله الدهلوي: - افون، چرس، بھنگ، کوکین، یہ تمام چیزیں پاک ہیں اور ان کا ادویات میں خارجی استعمال جائز ہے (البتہ) تشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز (اور حرام) ہے، مگر ان سب کی تجارت بوجہ فی الجملہ مباح الاستعمال ہونے کے مباح ہے ۔

(کفايت المفتي جلد ۹ ص ۱۱۵ چھٹایا پ ماکولات و مشروبات)

۲ له لما قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن: - مهر مؤجل جیسا کہ اب عموماً ہوتا ہے صحیح مذہب کے موافق مانع زکوٰۃ سے نہیں ہے، یعنی یہ دین مهر مؤجل روپیہ موجودہ سے وضع نہ کیا جاوے بلکہ تمام روپیہ سے زکوٰۃ دینا ضروری ہے ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱ ص ۱۲۱ پہلا باب، شرائط و صفت زکوٰۃ)

سے زکوٰۃ لی جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت کا ہونا شرط ہے جب نیت کرے تب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ چونکہ مرنے کے بعد انسان نیت کرنے کے قابل نہیں ہوتا اس لیے اُس کے ترکہ سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی، تاہم اگر مرتے وقت کسی کو وصیت کر جائے کہ میرے مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو پھر زکوٰۃ ادا کرنا درست ہوگا۔

لما قال العلامة ابن نجيم: لو مات من عليه الزكاة لا تؤخذ من تركته لفقد شرط صحتها وهو النية - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

سوال :- اگر کوئی شخص خود زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو کیا حکومت کا زبردستی زکوٰۃ وصول کرنا حکومت اس بات کی مجاز ہے کہ وہ زبردستی اس

اس سے زکوٰۃ وصول کرے؟

الجواب :- اگر کوئی شخص زکوٰۃ دینے سے انکاری ہے یا اقرار کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو حاکم وقت کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس شخص سے زبردستی زکوٰۃ وصول کر کے فقراء میں تقسیم کرے۔

لما قال الامام ابو جعفر الطحاوی: لو امتنع عن زكاة ماله فاخذها الامام کرها فوضعها في اهلها اجزأت عنه - (مختصر الطحاوی ص ۲۵ باب صدقة الغنم) ۱۷

۱۷ لما قال العلامة الحسکفی: ولومات فادها وارثه جاز - قال ابن عابدین فی الجوہرۃ: اذا مات من عليه زكاة او فطرة او كفارة او نذر لم تؤخذ من تركته عندنا وان اوصى بتنفيذ من الثلث - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۹ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوى دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۳۳۱ باب صدقة الفطر -
۱۸ لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قوله وشرط اداؤها نيّة مقارنة ومن امتنع عن اداء زكاة ماله واخذها الامام کرها منه فوضعها في اهلها اجزأت لان للامام ولاية اخذ الصدقات فقام اخذها مقام دفع المالك - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ)
وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الزکوٰۃ -

سوال :- صبی زنا بالغ بچے، اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا مکلف ہو یعنی عاقل و بالغ ہو، اس لیے فقہ حنفی کی تحقیق کے مطابق نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ مجنون میں شرط یہ ہے کہ وہ سال بھر مجنون رہتا ہو اور اس دوران اگر وہ کسی وقت بھی صحیح اور بالکل تندرست ہو جائے تو مالک نصاب ہونے کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

لما قال العلامة البو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمینی :- فلیس الزکوٰۃ علی صبی و مجنون اذا وجد منه الجنون فی السنة کلها۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الزکوٰۃ)

سوال :- اگر ایک شخص کے پاس زمرہ جواہرات اور دیگر قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ کا حکم

ہوں مگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو کیا اس شخص پر ان جواہرات کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- تمام وہ قیمتی پتھر جو تجارت کی غرض سے اپنے پاس نہ رکھے ہوں ویسے شغلًا رکھے ہوں تو ان پتھروں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی :- لان زکوٰۃ فی اللآلی و الجواہر الا ان تكون للتجارة۔
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۳ کتاب الزکوٰۃ قبل باب السائغ)

لہ لما قال العلامة اکمل الدین الباہر قتی :- و لیس علی الصبی و المجنون زکوٰۃ خلافاً للشافعی ولو افاق (المجنون) فی بعض السنة فهو بمنزلة افاقته فی بعض الشهر فی الصوم یعنی اذا كان مفیقاً جزء من السنة اولها و آخرها قل او کثر بعد ملک النصاب فلزمه الزکوٰۃ کما لو افاق فی جزء من شهر رمضان۔ (العناية علی هامش فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۵ کتاب الزکوٰۃ) وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۶۶ کتاب الزکوٰۃ۔

۲۔ وفي المهنديّة: واما اليواقيت واللاّلي والجواهر فلا زکوٰۃ فيها وان كانت حلياً الا ان تكون للتجارة (الفتاوى المهنديّة ج ۱ ص ۱۸ الباب الثالث في زکوٰۃ الذهب والفضة والعروض) وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النُّورَةِ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الزکوٰۃ۔ باب زکوٰۃ الذهب۔

سوال :- بندہ ایک ہائی سکول میں اسلامیات کا استاد ہے، میرے پاس ایک لاکھ روپے سے زیادہ رقم کی کتابیں

ہیں جو صرف مطالعہ کے لیے ہیں تجارت کے لیے نہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان کتابوں کے مالیت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- شرعاً زکوٰۃ اُس مال پر واجب ہوتی ہے جو حوائجِ اصلیہ سے زائد ہو اور یہ نیت تجارت رکھا ہو، مسئلہ صورت میں چونکہ کتب خانہ برائے مطالعہ ہے تجارت کے لیے نہیں اس لیے یہ حوائجِ اصلیہ میں داخل ہو کر اس کی مالیت پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

قال في الهندية: منها فراغ المال عن حاجته الأصلية..... وكذا كتب العلم ان كان من اهله وآلات المحترفين - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوٰۃ باب الاقل في تفسیره) لہ

سوال :- اگر ایک شخص زکوٰۃ کی نیت کے بغیر فقراء اور مساکین میں رقم کی تقسیم زکوٰۃ نہیں

فقراء و مساکین میں تقسیم کرے تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ یہ شخص یہ عمل کئی سالوں سے کر رہا ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ ادا کرتے وقت یا مال زکوٰۃ کو الگ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت لازمی ہے، لہذا اگر بغیر نیت زکوٰۃ کے کوئی شخص خطیر رقم بھی فقراء کو دے دے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ یہ شخص گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی دوبارہ ادا کرے گا۔

لما قال العلامة المحصفي: - و شرط صحته ادائها نية مقارنة له اي للاداء ولو كانت المقارنة حكماً..... ولا يخرج عن العهدة بال عزل بل بالاداء للفقراء - (الدر المختار على صدره المختار ج ۲ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لما قال العلامة طاهرين عبدالرشيد البخاري: - رجل له كتب العلم ما يساوي مائتي درهم ان كانت مما يحتاج اليها في الحفظ والدراسة والتصحيح لا يكون نصيباً وحل له اخذ الصدقة فقها كان او حديثاً او ادباً - الخ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۲ الفصل السابع في الكتب والعروض)

لہ لما قال العلامة برهان الدين مرغینانی: - ولا يجوز اداء الزکوٰۃ الا بنية مقارنة للاداء ومقارنة لغز المقدر الواجب لان الزکوٰۃ عبادة فكان من شرطها النية - (الہدایہ ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ -

حکومت کا اموال باطن سے زکوٰۃ کا ٹنا | **سوال :-** بینکوں میں عوام کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ کی کٹوتی میں حکومتی پالیسی یہ ہے کہ سیونگ اکاؤنٹ میں

رکھی ہوئی رقم سے تو زکوٰۃ کاٹتی ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ سے نہیں کاٹتی، اور پھر اس رقم کو غریب عوام پر تقسیم کرتی ہے، جبکہ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ حکومتی زکوٰۃ سود ہے اور اس کو لینا جائز نہیں، تو کیا واقعی مذکورہ بالا طریقہ سے کافی گئی زکوٰۃ سود کے زمرے میں شمار ہوتی ہے؟

الجواب :- حکومت وقت شرعاً اس بات کی مجاز ہے کہ وہ لوگوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرے چاہے وہ سیونگ اکاؤنٹ میں ہو یا کرنٹ اکاؤنٹ میں ہو، جب حکومت کو شرعاً یہ استحقاق حاصل ہے تو معلوم ہوا کہ یہ واقعی زکوٰۃ ہے جس کا غریب عوام کے لیے لینا جائز ہے، البتہ حکومت کی پالیسی غلط ہے کہ وہ سیونگ اکاؤنٹ سے تو زکوٰۃ لیتی ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ سے نہیں لیتی۔

وذكر الامام محمد بن حسن الشيباني: - كان ابو بكر اذا اعطى الناس اعطيا تهم يسأل الرجل هل عندك من مال قد وجبت فيه الزكوة فان قال نعم اخذ من عطائه زكوة ذلك المال وان قال لا سلم اليه عطاءه قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول ابى حنيفة (رموطا امام محمد ص ۱۰۱ باب الرجل يكون له الدين هل عليه فيه زكوة) له

سوال :- بعض سفراء دینی مدارس کے لیے چندہ جمع کرتے ہیں اور اس چندہ پر ایک مقررہ حصہ بطور کی رقوم سے حصہ لینا جائز نہیں | **سفر امداد مدارس کے لیے زکوٰۃ و صدقات کی رقوم سے حصہ لینا جائز نہیں** | کچھ لیتے ہیں اور اس کے ساتھ دوران سفر اسی چندہ سے کھاتے پیتے بھی ہیں، کیا سفراء کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- سفیر چندہ دہندہ کا وکیل ہوتا ہے، تملیک سے قبل اس کے لیے زکوٰۃ اور دیگر صدقات کی رقوم سے کھانا پینا اور اپنا مقررہ حصہ وصول کرنا جائز نہیں، اور نہ ان کو عابین زکوٰۃ پر قیاس کرنا درست ہے۔

له عن عائشة بنت قدامة عن ابيها انه قال كنت اذا جئت عثمان بن عفان (رضي الله عنه) اقبص عطائي سألني هل عندك من مال وجبت فيه الزكوة قال فان قلت نعم اخذ من عطائي زكوة ذلك المال وان قلت لا دفع الى عطائي -

(رموطا امام مالك ص ۲۷۲ الزكوة في العين من الذهب والورق)

لما قال العلامة أكمل الدين الباری رحمہ اللہ :- العامل هو الذي يبعثه
الامام لجباية الصدقات . (العناية على هامش فتح القدير ج ۲ ص ۲۰۲ باب من يجوز
دفع الزکوة - الخ) ۱

سوال :- ایک شخص نے مکان بنا کر

کے لیے زمین خریدی جس کی بیع مکمل

ہو چکی ہے لیکن مشتری نے ابھی تک بائع کو رقم ادا نہیں کی کہ مذکورہ رقم پر سال گزر گیا، تو کیا اس شخص پر ان پیسوں کی زکوة لازم ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر مذکورہ رقم پر سال گزر جانے کے بعد زمین خریدی گئی ہو تو یہ قرض گذشتہ سال کی زکوة کے لیے مانع نہیں بلکہ موصوفت کو زکوة دینا پڑے گی اور اگر سال گزر جانے سے قبل زمین خریدی اور اس کی قیمت مشتری کے ذمے قرض ہے تو یہ قرض مانع وجوب زکوة ہے، تاہم اگر موصوفت کے پاس اس قرضہ کے علاوہ اور مال نصاب کو پہنچتا ہو تو اس کی زکوة لازم ہے۔

قال العلامة الكاساني: ومنها ان لا يكون عليه دين مطالب به من جهة العباد
عندنا فان كان فانه يمتنع وجوب الزکوة بقدر حاله لان كان او مؤجلا فاما
اذا استحق بعد الحول لا يسقط الزکوة لانه دين حادث الخ -
(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶ کتاب الزکوة - فصل شرائط الفرضية) ۲

اصلا قال الشيخ عزيز الرحمن: مذکورة سے سفیر کو تنخواہ دینا جائز نہیں اور وہ عاملین علیہا میں داخل نہیں۔

۲ قال العلامة الحصکفی: فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كان لله كنزکوة۔

قال العلامة ابن عايدین تحتہ - فلو كان له نصاب حال عليه حولان ولم يتركه فيهما
لا زکوة عليه في الحول الثاني وكذا لو استهلك النصاب بعد الحول ثم استفاد
نصابا آخر وحال عليه الحول لا زکوة في المستفاد لاشتغال خمسة منه
بدين المستهلك - (الدر المختار ج ۲ ص ۲۶ کتاب الزکوة -

مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

فوجی یونٹوں کے سرکاری فنڈز پر زکوٰۃ کا مسئلہ | سوال :- فوج کی مختلف یونٹوں میں جوانوں کی فلاح و بہبود کے

لیے فنڈز مختص ہوتے ہیں جن کو متعلقہ افسر صاحبان یونٹوں کے اندر رہا ہی کاموں پر خرچ کرتے ہیں، تو کیا ان فنڈز پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ بظاہر یہ فنڈز کسی بھی یونٹ کی ملکیت نہیں بلکہ صرف استعمال کے لیے دیئے جاتے ہیں، اس لیے فوجی یونٹوں کے ذمہ ان فنڈز کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

لما فی الہندیۃ : ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وما اذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض او وجد اليد دون الملك كملك الكاتب والمديون لا تجب فيه الزکوۃ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوۃ - الباب الاول فی تفسیرھا و صفتھا و شرائطھا) لہ

نصاب سے کم سونے کے ساتھ نقدی پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک عورت

سونے کے زیورات اور ایک ہزار روپے نقد ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی چیز اس کی ملک میں نہیں ہے، کیا سال گزرنے کے بعد اس عورت پر زکوٰۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- جب کسی کے پاس چار تو لے سونا اور ایک ہزار روپے نقد ہوں تو دونوں کو ملا کر ان کی قیمت اگر ۲۵۲ تو لے چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہو تو حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو ضم احد النصابین الى الآخر حتى یودی کلہ من الذہب او من الفضة لا بأس بہ لکن یجب ان یکون التقویم بما هو ارفع

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ : وسببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی - قال ابن عابدین - فقد ذکر فی البدائع من الشروط الملك المطلق قال وهو الملك يداً ورقبۃ - (الدراختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲ مطلب الفرق بین السبب والشروط والعلۃ)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوۃ -

للفقراء قدرًا أو رواجًا والآ فليؤدى من كل واحد ربع عشرة، كذا فى محيط النسي -
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۹ - ابنا الثالث فى زكوة الذهب والفضة والعرض فصل اول)

سوال :- کیا عید کے موقع پر زکوٰۃ
عید کے موقع پر زکوٰۃ بطور عیدی دینا عیدی کے طور پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ ہم نے ایک صاحب سے سنا ہے کہ اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

الجواب :- زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا ضروری ہے اس لیے اگر عیدی دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ ہو بلکہ صرف عیدی کی نیت ہو تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی تاہم اگر مال دیتے وقت یا اس کو علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کی ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصكفى: دفع الزكوة الى صبيان اقاربه برسم عيد او الى مبشر او مهدى الباكورة جاز - وقال ابن عابدين: قوله الى صبيان اقاربه اى العقلاء والافلا يصح الا بال دفع الى ولي الصغير - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۰ باب المصروف، كتاب الزكوة) ۲۷۰

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس
شوہر کے مقروض ہونے کی صورت میں بیوی
سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی بیوی کے پاس چودہ تولے سونا زیورات کی صورت میں موجود ہے جو اس کی ذاتی ملکیت ہے جبکہ زید اتنا مقروض ہے کہ اس کا قرضہ

له قال العلامة الحصكفى رحمه الله: وقيمة العرض للتجارة تضم الى الثمنين لان كل التجارة وضعا وجعلاً - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۰ باب زكوة المال) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۰ باب زكوة المال -

له قال العلامة ابن البزاز الكوردی رحمه الله: ولو نوى الزكوة فيما يدفعه الى صبيان اقاربه عید یا اولسن یهدى اليه الباكورة او ببشرة بقدر صديقه - - - - - يجوز - (الفتاوى البزازية على هامش الهندية

ج ۲ ص ۸۶ - الباب الثانى فى المصروف)

ومثله فى الهندية ج ۱ ص ۱۹۰ الباب السابع فى المصارف -

زیورات کی قیمت سے زیادہ ہے، تو اس صورت میں زید کی بیوی پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- سونے کے زیورات چونکہ زید کی بیوی کی ملکیت ہیں لہذا بیوی پر زکوٰۃ واجب ہے شوہر کے قرضے کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی.....

نام الخ - رد المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ (۱۷)

اسلمہ میں زکوٰۃ کا مسئلہ | سوال :- زید کے پاس ایک پستول ... ۳۰ ہزار روپے کا اور ایک کلاشنکوف ۲۵ ہزار روپے کی ہے، اس کے علاوہ زید کے پاس اور کچھ نہیں ہے، تو کیا زید پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- پستول اور کلاشنکوف اگر اپنی حفاظت کے لیے ہو اور اس کے علاوہ زید کے پاس اور کوئی مال موجب زکوٰۃ و قربانی نہ ہو تو زید پر زکوٰۃ و قربانی واجب نہیں تاہم تجارت کی صورت میں دونوں واجب ہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وقارغ عن حاجته الأصلية - قال ابن عابدین: وهي ما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب..... ان المراد به نفس العوائج فانه قال وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل..... وسلاح الاستعمال الخ -

رد المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ (۱۷)

۱۷ قال العلامة مرغینانی: الزکوٰۃ واجبة علی الحرقتل ابان المسلم اذا ملک نصاباً ملکاً تاماً وحال علیہ الخ - (الهدایة ج ۱ ص ۱۶ کتاب الزکوٰۃ)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۷ کتاب الزکوٰۃ - الباب الاول فی بیان تفسیرها الخ ۱۷ قال العلامة مرغینانی: وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لانها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية ايضاً - (الهدایة ج ۱ ص ۱۶ کتاب الزکوٰۃ)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۷ کتاب الزکوٰۃ - الباب الاول فی تفسیرها الخ -

زکوٰۃ لینے والے کو بتائے بغیر زکوٰۃ دینا | سوال :- کیا زکوٰۃ ادا کرتے وقت فقیر کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے، یا یہ

بتائے بغیر بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ ادا کرتے وقت صرف زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے فقیر کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وشرط صحة ادائها نية مقارنته له اى اشار الى انه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة او قرضا تجزیه فی الاصح والى انه لو نوى الزکوٰۃ والتطوع وقع عنها عند الثانی لان نية الفرض اقوى۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ) لے

افغان مہاجرین کو ملنے والی امداد میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- افغان مہاجرین بعض اسلامی اور یورپی ممالک میں پناہ

پناہ لیتے ہیں اور وہاں انہیں بطور امداد ماہوار اچھی خاصی رقم بھی ملتی ہے، تو کیا ان کیلئے اس امدادی رقم سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر یہ امداد افغان مہاجرین کو بصورت تملیک دی جاتی ہو جو نصاب شرعی کے برابر ہو تو سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دینا ضروری ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وسببہ اى سبب افتراضہا ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد..... وفارغ عن حاجتہ الاصلیة نام ولتقدیراً۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ) لے

لے قال المرغینانی: ولا يجوز اداء الزکوٰۃ الا بنية مقارنته للاداء ومقارنة لعزل مقدار الواجب لان الزکوٰۃ عبادة فكان من شرطها النية والاصل فيها الاقتران الا ان الدفع يتفرق فاکتفى بوجودها

حالة العزل تیسیراً لتقديم النية فی الصوم۔ (الهدایة ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول۔

لے قال المرغینانی: الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصیباً ملکاً تاماً و حال

عليه الحول۔ (الهدایة ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها۔

قارمی مرغیوں اور ان کی پیداوار میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- آجکل پوٹری فارموں میں مرغیاں چوزوں کی پیداوار

کے لیے پالی جاتی ہیں جو تقریباً چھ ماہ بعد انڈے دینے لگتی ہیں جن سے خصوصی مشینوں سے کے ذریعے چوزے پیدا کیے جاتے ہیں، انڈوں کا یہ سلسلہ آٹھ ماہ تک جاری رہتا ہے اس کے بعد جب یہ مرغیاں انڈے دینا کم کر دیتی ہیں تو انہیں بھی بیچ دیا جاتا ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مرغیوں اور پیداوار دونوں سے دینا ہوگی یا صرف پیداوار سے؟

الجواب :- جب مرغیاں اور انڈے وغیرہ فروخت کر دیئے جائیں تو جوہل سرمایہ میں حسب قاعدہ شرعی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

قال الحنفی : وشرطه حوکان الحول..... وثمانية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة..... اوانية التجارة في العروض -

(الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ من کتاب الزکوٰۃ) -

فلور ملز اور وگن سٹیشن میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- زید ایک سے زیادہ وگن سٹینڈ کا مالک ہے اور ان کو ٹیکسی کے طور پر چلاتا ہے، اسی طرح ایک فلور ملز کا بھی مالک ہے، تو کیا ان دونوں میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب :- نقدین (دراہم و دنانیر) کے علاوہ جو بھی چیز تجارت کی نیت سے خریدی گئی ہو کہ اس کو نفع پر بیچوں گا تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ چونکہ فلور ملز اور وگن سٹینڈ کرایہ پر چلانے کے لیے خریدی گئی ہے لہذا ان کی ذات میں زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ان کے اس منافع میں زکوٰۃ واجب ہے جو نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر

قال العلامة المرتبینی : الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت (ای من ای جنس كانت) اذا بلغت قيمتها نصيباً من الورق والذهب -

(الهدایة ج ۱ مک ۱ باب زکوٰۃ المال)

ومثله في الهندية ج ۱ مک ۱ الباب الثالث في زکوٰۃ الذهب والفضة والعروض -

پورا سال گزر جائے۔

لما قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: قيد بكون العروض للتجارة لانها لو كانت للغلة فلا زكوة فيها لانها ليست للمبايعه۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۸ باب زكوة المال)

خالی سلنڈر اور مائع گیس میں زکوٰۃ کا مسئلہ | سوال :- میں نے مائع گیس کی

فی سلنڈر کے حساب سے دس سلنڈر خریدے ہیں اب یہ سلنڈر میری ملکیت بن گئے ہیں، چونکہ میں مائع گیس کا کاروبار کرتا ہوں اس لیے جب یہ سلنڈر (یعنی گیس برتن) قالی ہو جاتے ہیں تو ایجنسی والوں کو اپنے خالی سلنڈر دے کر ان سے بھرے ہوئے سلنڈر لے لیتا ہوں اور فی سلنڈر مائع گیس کے سو روپے ادا کر دیتا ہوں، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے زکوٰۃ ان سلنڈروں اور گیس دونوں کے حساب سے دینی ہوگی یا مائع گیس کی زکوٰۃ دینی ہوگی؟

الجواب :- صورت مشولہ میں خالی سلنڈروں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ ان کا صرف تبادلہ ہوتا ہے اور یہ تجارتی مال میں شامل متصور نہیں ہوتے اس لیے ان کو دوسرے آلاتِ حرفت پر محمول کیا جائے گا اور زکوٰۃ صرف گیس میں دینی ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: وكذلك آلات المحترفين اي سوار كانت مما تستهلك عينه في الارتفاع كالقدوم والمبداء وتستهلك... قال وقواريد العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة... ان كان من غرض المشتري بيعها بها ففیه الزکوة والا فلا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۸ باب زکوٰۃ)

له وفي الهندية: ويشترط ان يمكن من الاستنماء بكون المال في يده او يد نائبه فان لم يتمكن من الاستنماء فلا زكوة عليه۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۱۷۷ ومنها كون النصاب تامياً)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۲۷۷ كِتَابُ الزَّكَاةِ۔

له وفي الهندية: وآلات المحترفين كذا في السراج الوهاج هذا في الآلات التي ينتفع بنفسها ولا يبقى اثرها في المعول... وان لم يبق لذلك العين اثر في المعول كالصابون والخرق لا زكوة فيه كذا في الكفاية۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۱۷۷ كِتَابُ الزَّكَاةِ ومنها فراغ المال) وَمِثْلُهُ فِي الْبَزَازِيَةِ ج ۲ ص ۸۴ كِتَابُ الزَّكَاةِ۔

زکوٰۃ میں قیمت فروخت کا اعتبار ہے | سوال :- آجکل بازار میں عموماً دو قسم کے نرخ ہوتے ہیں (۱) محضوک (۲) پرچون۔

محضوک کے نرخ میں مال کی قیمت کم ہوتی ہے اور پرچون کے نرخ میں عموماً زیادہ ہوتی ہے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کس نرخ کے حساب سے ادا کی جائے گی؟

الجواب :- دوکاندار جس نرخ پر بھی سامان فروخت کرتا ہو اسی نرخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وتعتبر بالقيمة يوم الوجوب۔

رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ باب زکوٰۃ الغنم ۱۷

زیورات کے موتیوں کا وزن نصاب میں شامل نہیں | سوال :- سونے کے زیورات میں جو نگ اور

موتی لگے ہوتے ہیں زکوٰۃ دیتے وقت ان کے وزن کو بھی شامل نصاب کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- سونے کے زیورات کی زکوٰۃ کو بغیر نگ و موتیوں کے ادا کیا جائے گا یعنی ان وزن سونے کے وزن میں شمار نہیں ہوگا تاہم اگر یہ تجارت کے لیے ہوں تو پھر ان کی مالیت کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

وفي الهندية: وما اليواقيت واللاآلى والجواهر فلا زکوٰۃ فيها وان كانت حلياً الا ان تكون للتجارة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸ الفصل الثاني في العروض)

مکان کے لیے زمین خرید کر فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- زید نے تین سال پہلے مکان

بنانے کے لیے ایک پلاٹ خریدا جس کی قیمت ۲ لاکھ روپے ہے، تو اب اس پلاٹ پر

۱۷ وفي الهندية: وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدها۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸ الفصل الثاني في العروض)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲ فصل في الغنم۔

۱۸ قال العلامة الحصكفي: لا زکوٰۃ في اللاآلى والجواهر وان ساوت الفاتفاقاً الا ان تكون للتجارة۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۸ کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اور اگر زید اسے فروخت کر دے تو پھر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟
الجواب :- وہ قطعاً زمین جو صرف مکان بنانے کے لیے خریدا گیا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ فروخت کر دینے کی صورت میں جب اس کی قیمت نصاب زکوٰۃ تک پہنچتی ہو تو حوالان حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذا لم تنول للتجارة، وقال ابن عابدين: وأثاث المنزل الخ محتز قوله نام ولو تقديراً وقوله ونحوها أي كتياب البدن لغير المحتلج إليها وكالحوانيت والعقارات۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۸ كتاب الزکوٰۃ) لہ

خالص حرام مال میں زکوٰۃ واجب نہیں | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کس شخص کے پاس خالص حرام مال ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کسی کے پاس جمع شدہ مال خالص حرام ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اس لیے کہ مالک معلوم ہونے کی صورت میں مال کا واپس کرنا واجب ہے اور معلوم نہ ہونے کی صورت میں مال خبیث ہے جو واجب التصدق ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (قوله لو كان الكل خبيثاً) في القنية لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزکوٰۃ لان الكل واجب التصديق عليه فلا يفيد ايجاب التصديق ببعضه (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵ باب زکوٰۃ الغنم) لہ

لہ قال العلامة المرغيناني: وليس في دور السكنى وكتابات البدن وأثاث المنازل و
دواب الركوب وعبید الخدمۃ الخ لانها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنات
(الهداية ج ۱ ص ۱۶۹ كتاب الزکوٰۃ)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۶۹ الباب الاول في تفسيرها وصفها وشرائطها۔
لہ قال العلامة ابن البرزاز الكردي: ولو بلغ المال الخبيث نصاباً لا يجب فيه الزکوٰۃ لان الكل واجب التصديق۔ (فتاوى البرازية على هامش الهندية ج ۱ ص ۸۶ الباب الثاني في المصنف
ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۶ باب الركاز۔

مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص کے پاس کچھ رقم افغانی کرنسی میں ہو تو کیا ان دونوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا کسی ایک قسم کی کرنسی سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی ؟

الجواب :- روپیہ اور سکہ افغانی ہو یا پاکستانی اس میں نصاب زکوٰۃ ۵۲/۲ تولے چاندی یا ۲/۲ تولے سونا کی قیمت ہے، اسی طرح دونوں ملکوں کی کرنسی نوٹوں کی قیمت جب اس نصاب کو پہنچے تو جتنا مال ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔

قال العلامة الحسکفی: وفي عرض تجارة قيمة نصاب... من ذهب او ورق.... مقومًا یا حدھا.... ولو بلغ باحدھا نصابًا وخمسًا وبالآخر اقل قومه بالا نفع للفقير۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۱ باب زکوٰۃ المال) لہ

زیورات میں زکوٰۃ ہر سال واجب ہے | سوال :- کیا زیورات میں ہر سال زکوٰۃ دینا پڑے گی یا عمر بھر میں ایک ہی بار ادا کرنا کافی ہے، ہمارے یہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ اگر ہر سال زیورات سے زکوٰۃ دی جائے تو وہ جلد ہی اصل زر کھو بیٹھے گا، شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں ؟

الجواب :- وجوب زکوٰۃ کا سبب نصاب پر سال کا گذر جانا ہے، جب سونے یا چاندی کے نصاب (چاہے وہ زیورات کی شکل میں ہو یا اپنی اصلی صورت میں) پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، تاہم اگر دوسرے سال نصاب زکوٰۃ

لہ قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب.... يقومها بما هو انفع للمساكين.... قال وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب.... ويضم التداهب الى الفضة۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۷۸، ۱۷۹ باب زکوٰۃ المال)

وَمِثْلُهُ فِي نَوْرِ الْإِيضاح لِلشَّرِيفِ ص ۱۵۶ کتاب الزکوٰۃ۔

۲/۲ تو لے سونے اور ۲/۲ تو لے چاندی سے کم رہ جائے تو اس سال کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، لیکن اگر ہر سال نصاب پورا ہو تو ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: وشرطه ای شرط افتراض ادا تہا حولان الحول وهو فی ملکہ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ) لہ

نفع پر موقوف تجارت کی نیت زکوٰۃ کے لیے عملی تجارت کی محتاج ہے

سوال :- ایک آدمی نے ایک عدد فلائنگ کوچ چار لاکھ پچاس ہزار روپے میں اس نیت سے خریدی کہ اگر کہیں سے

منافع ملا تو میں اس کو فروخت کر دوں گا، پھر اس نے فلائنگ کوچ کو دو سال مزدوری پر چلایا، تو کیا اب ذات فلائنگ کوچ میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی چیز کو خریدتے وقت اگر یہ نیت کی گئی ہو کہ اگر منافع ملا تو اسے

فروخت کر دوں گا، بعد میں اس چیز کو ذاتی فائدے مثلاً مزدوری کے لیے استعمال کیا تو وہ چیز اس وقت تک تجارت کی شمار نہ ہوگی جب تک عملاً اس میں تجارت جاری نہ ہو جائے لہذا صورت مسئلہ میں ذات فلائنگ کوچ کے اندر زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: عن محمد فی رجل اشتوی

عبدًا للخدمة وهو ینوی ان یصار بعبایبہ زکوٰۃ فیہ۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ قال العلامة الکاسانی: اما الاول فنقول لاخلاف فی ان اصل النصاب وهو النصاب الموجود فی اقل الحول یشترط لہ الحول لقول التبی صلی اللہ علیہ وسلم لا زکوٰۃ فی مال حتی یمحو علیہ الحول۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۳ فصل واما الشرائط التي ترجع)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدَايَةِ ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال العلامة الحصکفی: لا یبقی للتجارة ما ای عبد مثلاً۔ قال ابن عابدین: و اشار بقوله مثلاً الى ان العبد غیر قید لکن الاولی ان یقول بعدة قنوی استعماله لیعم مثل الثوب والدابة۔ قال الحصکفی: اشتراک لہا قنوی بعد ذلك خدمته ثم ما فواء للخدمة لا یصیر للتجارة وان نواه

لہا ما لیریبہ الخ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۳ قبیل باب السائمة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل واما الشرائط۔

زکوٰۃ کی مقدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے | سوال: یہاں ہمارے علاقے میں ایک شخص کہتا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، کیا اس کی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب:- زکوٰۃ کی مقدار منصوص ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، مثلاً دو سو روپے میں پانچ روپے اور سو روپے میں اڑھائی روپے صحیح حدیث سے ثابت ہے۔
عن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت عن مائة شئ فاذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم۔

(جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۸۱ باب ما جاء في زکوٰۃ الذهب والورق) لے
صدقہ زکوٰۃ کی مد میں شمار نہیں ہوگا | سوال:- ایک شخص کے پاس کچھ نقد رقم تھی جس میں سے چار سو روپے اس نے صدقہ میں دے دیئے، کیا از روئے شرع صدقہ کئے ہوئے چار سو روپے زکوٰۃ کی مد میں شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟
الجواب:- جو رقم صدقہ میں دے دی گئی ہو اس سے فرض زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی دوبارہ دینا ضروری ہے۔

وفي الهندية: فاذا اتوى ان يؤدى الزکوٰۃ ولحق عزل شيئاً فجعل يتصدق

لے عن ابی سعید بن الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ليس في ما دون خمس ذود صدقة من الابل وليس فيما دون خمس اواق صدقة وليس في ما دون خمسة اوسق صدقة۔ (الصحيح البخاری ج ۱ ص ۱۹۲ باب زکوٰۃ الورق)

وعن انس ان ابا بكر كتب له هذا الكتاب۔۔۔ وفي الرقة ربع العشر فان لم تكن الاتسعين ومائة فليس فيها شئ الا ان يشاء ربها۔

(صحيح البخاری ج ۱ ص ۱۹۶ باب زکوٰۃ الغنم)

ومثله في الهداية ج ۱ ص ۱۸۶ باب زکوٰۃ المال۔

شیئاً فشیئاً الى اخر السنة ولم تحضره النیة لم یجز عن الزکوۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوۃ) ۱۷

نقد رقم کی بجائے دوسری اشیا زکوۃ میں دینا | سوال :- ایک شخص کی زکوۃ
زکوۃ میں نقد رقم کے بدلے میں اس کے برابر کوئی اور چیز ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا
ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوۃ میں غرباء کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے جو چیز ان کے لیے
مناسب ہو وہ انہیں دینا زیادہ مناسب ہے، تاہم اگر اس کے بدلے میں غیر ضروری
چیز بھی دیدی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن عابدین: اما اذا ادى من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة
اتفاقاً۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲ باب زکوۃ الغنم) ۱۸

پینے کا پانی زکوۃ میں دینا | سوال :- بعض علاقوں میں پانی کی کمی کی وجہ سے یا
سفر وغیرہ میں پانی کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لیے
اگر کسی پیاسے یا مسافر کو پانی کی سخت ضرورت ہو تو کیا اسے زکوۃ میں پانی دینے سے

۱۹ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: وانما تشترط النیة لدفع المزاحم
فلتأ..... كما اذا دفع بلا نیة ثم حضرته النیة والمال قائم فی ید الفقیر فانه
یجزئہ وهو بخلاف ما اذا نوى بعد هلاکہ۔

(البعدر المرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوۃ۔

۲۰ قال العلامة الكاساني رحمه الله: واما الذي يرجع الى المؤدى فمتها
ان يكون مالا متقوماً على الاطلاق سواء كان متصوفاً عليه او لا من جنس
المال الذي وجبت فيه الزکوۃ او من غير جنسه۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۱)
فصل واما الذي يرجع الى المؤدى

وَمِثْلُهُ فِي نَوْرِ الْإِيضاح للشرنبلالی ص ۱۵ کتاب الزکوۃ۔

زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- اگر ان علاقوں میں پانی قیمتاً فروخت کرنے کا رواج ہو اور عموماً پانی کی وہاں خرید و فروخت ہوتی ہو تو اگر سپاسا اور مسافر آدمی فقیر اور مصرف زکوٰۃ ہو تو اسے زکوٰۃ میں پانی دیا جاسکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ : اما اذا ادى من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة اتفاقاً۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۲۲۲ باب زکوٰۃ الغنم) لہ
زکوٰۃ کی رقم قسطوں میں ادا کرنا | سوال :- ایک شخص زکوٰۃ کے ایک ہزار روپے میں سے ۸۲۰ روپے مستحقین میں بانٹ دیتا ہے اور باقی ۱۸۰ روپے کسی مستحق زکوٰۃ غریب طالب علم کو ایک سال کے لیے ۵ روپے ماہوار کے حساب سے دینا چاہتا ہے، تو کیا رقم ماہانہ قسطوں میں دینے سے زکوٰۃ شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- کسی غریب اور مستحق طالب علم کو ماہانہ اقساط کے حساب سے زکوٰۃ دینا اگرچہ جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی تاہم بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ یکمشت ادا کی جائے۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ : وافتواضہا عمری ای علی التراخی وصحہ الماتانی وغیرہ وقیل قوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتویٰ کافی شرح الوہبانیۃ فیائثم بتاخیرہا بلا عذر۔ وقال ابن عابدینؒ وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع... اذا لم

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحکسانی رحمہ اللہ : واما الذی یرجع الی المؤدی فمتہا ان یکون ما لا متقوماً علی الاطلاق سواء کان منصوباً علیہ اولا من جنس المال الذی وجبت فیہ الزکوٰۃ او من غیر جنسہ والاصل ان کل مال یرجوع الی تصدق بہ تطوعاً یجوز اداء الزکوٰۃ منہ وما لا فلا۔

ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۱ فصل واما الذی یرجع الی المؤدی

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۴۹ ابواب الثالث فی زکوٰۃ الذهب والفضۃ والعروض۔ الفصل الاول۔

یود حتی مضی حوّن فقد اسلو واثم۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ کتاب الزکوٰۃ) لے
قرضہ وصولی کی اقساط شروع ہونے سے پہلے سالوں کی زکوٰۃ کا حکم | سوال: ایک شخص

۹۴ ہزار روپے ماہوار اقساط پر فروخت کی جبکہ معاہدہ کے مطابق اقساط چار سال بعد
شروع ہوں گی، تو کیا ان چار سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوں گی یا جب قسطوں کی وصولی
شروع ہو جائے تو اس وقت کا اعتبار ہوگا؟

الجواب:۔ زکوٰۃ جس طرح نقد مالیت پر واجب ہوتی ہے اسی طرح دین قوی پر بھی
لازم ہے، لہذا صورت مسئلہ میں کارٹی فروخت کرنے کے بعد جب سال گزر جائے تو قبلہ
رقم پر زکوٰۃ دینا واجب ہو جائے گی چاہے اقساط شروع ہو چکی ہوں یا نہ۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاریؒ، اذا عجل زکوٰۃ سنین یجوز عند علمائنا الثلاثۃ
خلاف الزفر۔ وفي شرح الطحاوی: انما يجوز التعجيل بشرائط ثلاثة۔ احدها: ان
ان يكون الحول منعقدًا وقت التعجيل، والثاني: ان يكون النصاب كاملاً في التي
عجل عنه في آخر الحول، والثالث: ان لا يفوت اصله فيما بين ذلك۔
رتاتارخانیۃ ج ۲ ص ۲۵۳ باب التعجيل الزکوٰۃ لے

لے قال العلامة برهان الدین المرغینا فی رحمہ اللہ: ثم قیل ہی واجبة علی الفور
لانہ مقتضی مطلق الامر وقیل علی التراخی لان جمیع العمر وقت الاداء
ولہذا لا یضمن بهلاك النصاب بعد التفريط۔
الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ، البنا الاول فی تفسیرہا وصفہا وشروطہا۔
لے قال العلامة الحصکفیؒ، ولو عجل ذو نصاب زکوٰۃہ سنین اول نصف صم لوجوب
السبب۔ قال ابن عابدینؒ، بان كان له ثلث مائة درهم دفع منها مائة درهم عن المائتين
عشرين سنة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوى قاضیخان ج ۱ ص ۱۲ فصل فی تعجيل الزکوٰۃ۔

سوال :- ایک شخص کے پاس دس لاکھ کی گاڑی ہے
گاڑی حوائجِ اصلیہ میں داخل ہے تو کیا شخص زکوٰۃ دیتے وقت اس گاڑی کی قیمت لگا کر

اس کی بھی زکوٰۃ دے گا یا گاڑی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے؟

الجواب :- ہر وہ مال جو آدمی کے حوائجِ اصلیہ میں داخل ہو چاہے وہ کتنا ہی قیمتی ہو زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اس لیے موصوف صرف زائد از حوائجِ اصلیہ مال کی زکوٰۃ دے گا، گاڑی کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل و
 دواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لانها مشغولة بحاجته الأصلية
 وليست بنامية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ ہلہ)

سوال :- میری بہت بڑی دوکان
سامان تجارت میں اندازہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی

ہے جس میں ہزاروں اشیاء موجود ہیں تو اگر میں اندازہ لگا کر ان کی زکوٰۃ ادا کروں تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- تجارت کے جملہ سامان پر جب سال گزر جائے تو اس کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دینا لازمی ہے، بہتر یہ ہے کہ جملہ اشیاء کو گن کر ان کی قیمت لگائی جائے البتہ اگر شمار کیے بغیر اندازہ سے زکوٰۃ ادا کر لی ہو تو اندازہ زیادہ لگانا چاہیے تاکہ زکوٰۃ مال تجارت کی قیمت سے کم ادا نہ ہو۔

لما في الهندية: الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها
 نصاباً من الورق والذهب۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الثانی ص ۷)

لما قال العلامة برهان الدین المرعینانی: وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب
 وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لانها مشغولة بالحاجة الأصلية۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۶ کتاب الزکوٰۃ)
 وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَادَّلَتْهُ ج ۲ ص ۲۵۷ کتاب الزکوٰۃ قیل شرط صحۃ اداء الزکوٰۃ۔

لما قال العلامة برهان الدین المرعینانی: الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها
 نصاباً من الورق والذهب لقوله عليه السلام فيها يقوها فيؤدي من كل ما سئى درهم خمسة دراهم۔

(الهدایۃ ج ۱ ص ۱۷۱ باب زکوٰۃ المال، فصل في العروض)

وَمِثْلُهُ فِي فَتَاوَى دَارِ الْعُلُومِ دِيوبَنْد ج ۶ ص ۱۷۱ پانچواں باب (سامان تجارت کی زکوٰۃ)

سوال :- جناب مفتی صاحب امیر نہیں ہزار روپے قرض پر زکوٰۃ کس کے ذمہ واجب ہے؟ ایک شخص پر قرض ہیں لیکن وہ اس سے منکر ہے اور میرے پاس کوئی تحریری ثبوت بھی نہیں اور نہ میرے پاس کوئی گواہ ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ

کہ کیا میرے ذمہ اس قرض کی زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب دین (قرض) کی وصولی کا ظاہری طور پر کوئی امکان نہ ہو تو یہ مال ضمان میں داخل ہے چونکہ مال ضمان میں زکوٰۃ واجب نہیں اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق آپ پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

الجواب :- شریعت مقدسہ میں ہر اس قرضہ پر زکوٰۃ واجب ہے جو دین قوی یا متوسط ہو، یعنی دائن کے پاس گواہ یا تحریری ثبوت ہو یا پھر مدیون (قرضدار) قرضہ کا اقرار کرتا ہو، مگر ساتھ ہی دائن یعنی قرض دہندہ قرض کی وصولی پر قادر بھی ہو تب زکوٰۃ واجب ہوگی، ورنہ بصورت دیگر یہ قرضہ مال ضمان کے حکم میں ہے جس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي، ودَيْنُ كَان بِحَدِّهِ الْمَدْيُونُ سَنِينَ وَلَا بَيِّنَةً عَلَيْهِ. قال العلامة السيد احمد الطحطاوى، (تحت قوله ولا بينة عليه) بل ولو كان عليه بينة على الصحيح. (الطحطاوى حاشية الدر المختار ج ۳ ص ۳۹۳ کتاب الزکوٰۃ) لہ

سوال :- اگر کسی کے پاس مال نصاب

صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کی اور پھر وہ مال مکان کی تعمیر میں خرچ کرنے کے باوجود زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی

نہ کی ہو اور پھر وہ سارا مال اس نے مکان کی تعمیر میں خرچ کر دیا ہو تو کیا اس شخص کے ذمے زکوٰۃ باقی ہے یا کہ ساقط ہو جائے گی؟

لہ لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وعن محمد لا تجب الزکوٰۃ وان كان له بينة لان البينة قد لا تقبل والقاضي قد لا يعدل وقد لا يظهر بالخصوصية بين يديه لما نفع فيكون في حكم الهالك وصحة في التحفة. كذا في غاية البيان وصحة في الخاتبة ايضا. (البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في الدر المختار على مدارد المختار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ۔

الجواب :- جب نصاب پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی لیکن اگر کسی شخص نے ابھی تک زکوٰۃ ادا نہ کی ہو اور سارا مال مکان کی تعمیر یا کسی ضرورت میں خرچ کیا تو اس کے ذمے زکوٰۃ دینا باقی ہے، مال کو اس طرح خرچ کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ البتہ اگر مال ہلاک یا تباہ ہو جائے جس میں زرگی کا ہاتھ نہ ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ ساقط ہے۔

لما قال الشيخ عبد الحی الکنہوی: زکوٰۃ ذمہ پر ہے، خزائنہ الروایات میں عتابیۃ سے منقول ہے: اذا هلك النصاب بعد الحول تسقط الزکوٰۃ عنه وان استهلكه ضمن الزکوٰۃ فی ذمته والاستهلاك اخراج النصاب عن ملكه۔ (مجموعۃ الفتاویٰ فارسی) ج ۲ کتاب الزکوٰۃ ۱۷۱

قرضہ کی وصولی پر قادر نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ | **سوال :-** ایک بد معاش پر میرا کچھ قرضہ ہے تحریری ثبوت کے باوجود وہ میرا قرضہ نہیں

دیتا اور نہ میں اس کی وصولی پر قادر ہوں، تو کیا مجھ پر اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کوئی شخص کمزوری کی وجہ سے کسی بد معاش قسم کے شخص سے اپنا قرضہ وصول نہیں کر سکتا ہو تو راجح یہ ہے کہ اس شخص پر اس قرضہ کی زکوٰۃ واجب نہیں تاہم جتنا وصول ہو جائے تو اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کرے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: قلت وقد قدما اول الزکوٰۃ اختلاف التصحيح فيه ومال الرحمتی الى هذا وقال بل فی زماننا یقر المديون بالدين وبملائۃ ولا یقدر الدائن علی تخليصه منه فهو منه بمنزلة العدم۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹۹ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷۲

حولان حول کے بعد شک گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم | **سوال :-** کسی آدمی کو سال گزر جائے کے بعد شک ہو کہ آیا میں نے

۱۔ قال العلامة بوالبركات النسفی: ولا الهالك بعد الوجوب۔ قال العلامة ابن نجیم: تحتہ..... وقيد باطلا لانه لو استهلكه بعد الحول لا تسقط عنه لوجوه التعدي۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۹، ۲۱۸ کتاب الزکوٰۃ فصل فی الغنم)

وَمِثْلُهُ فِي الدر المختار علی صدر الدر المختار ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل فی الغنم۔ ج ۲

۲۔ لما قال العلامة الحصکفی: ودين كان حجة المديون سنين ولا بيته عليه قال العلامة السيد الطحطاوي تحت قوله ولا بيته عليه بل ولو كان عليه بيته على الصحيح۔ (الطحطاوي حاشية الدر المختار ج ۲ ص ۳۹۳ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۲ ص ۳۳ کتاب الزکوٰۃ۔

ادا کی ہے یا نہیں تو اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: زکوٰۃ کی ادائیگی میں اگر کسی کو شک پڑ جائے کہ آیا اس نے زکوٰۃ ادا کی ہے یا نہیں تو چونکہ زکوٰۃ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں بخلاف صلوٰۃ کے اسلئے زکوٰۃ دوبارہ ادا کرے۔

لما قال العلامة ابن نجيم: وفي الواقعات ولو شك رجل في زكوة فلم يدركها من ام لا فانه يعيد فرق بين هذا وبين ما اذا شك في الصلوة بعد ذهاب الوقت اصلاحا ام لا والفرق ان العمركه وقت لاداء الزكوة فصار هذا بمنزلة شك وقع في اداء الصلوة انه ادى ام لا وهو في وقتها ولو كان كذلك يعيد۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب الزکوٰۃ) لہ

سوال: حکومت جو انکم ٹیکس وصول کرتی ہے کیا اس ٹیکس کی وصولی سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: شریعت اسلامیہ میں زکوٰۃ ایک عبادت ہے جس کے لیے شرعاً محدود و مقادیر وغیرہ مقرر ہیں، بخلاف حکومتی ٹیکس کے کہ اس میں نہ مقدار مال مقرر ہے اور نہ یہ عبادت سمجھ کر لیا جاتا ہے اور نہ اس میں اسلام، بلوغ و عقل شرط ہے بلکہ یہ حکومت اُس قاعدہ کا محض لیتی ہے جو عوام الناس کو ریاست سے ملتا ہے اور نہ اس کے مصارف وہ ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، لہذا ان شرائط کے فقدان کی وجہ سے موجودہ ٹیکس کو زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ مستقل زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

لما قال العلامة بوهان الدين المرغيناني: الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصيباً ملكاً تاماً و حال عليه الحال اما الوجوب فلقوله تعالى و اتوا الزكوة و لقوله عليه السلام اذوا زكوة اموالكم وعليه اجماع الامة۔

والله اية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۱۲ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ وفي التبيين: ولو شك رجل في الزكوة فلم يدركها من اوله يترك فانه يعيدها۔
والفتاوى الهندية ج (۱) مسائل شتى

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى السَّرَاجِيَّةِ ص ۲۶ بَابُ تَيْتَةِ الزَّكَاةِ وَكَيْفِيَةِ الْإِدَاءِ۔

لہ لما قال العلامة ابن نجيم المصري: قوله و شرط وجوبها العقل والبلوغ والا سلام والمحررة اى شرط افتراضها لانها فريضة محكمة قطعية اجمع العلماء على تكفير جاحدها الخ۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَادِلَتُهُ ج ۲ ص ۳۸ کتاب الزکوٰۃ، شرط وجوب الزکوٰۃ۔

سوال :- شادی بیاہ کے موقع پر کپڑوں پر سونے یا چاندی کی کڑھائی میں زکوٰۃ کا حکم | بعض لوگ زمانہ کپڑوں پر سونے یا چاندی کے دھاگوں سے کڑھائی کرتے ہیں تو کیا سال گزر جانے کے بعد اس کڑھائی میں زکوٰۃ دینا بھی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- کڑھائی کے لیے اگر خالص سونے یا چاندی کے دھاگے استعمال کئے جائیں تو اس صورت میں سال گزرنے کے بعد حساب کر کے زکوٰۃ دینا لازم ہے البتہ اگر دھاگے خالص سونے یا چاندی کے نہ ہوں بلکہ ان دھاگوں کو صرف سونے یا چاندی کا پانی دیا گیا ہو تو صرف سونے یا چاندی کا رنگ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

لما قال العلامة ابو بكر الكاساني رحمه الله: لا يعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة فتجب الزكاة فيها سواء كانت دراهم مضروبة او لقرّة او تدبراً او حلياً مصوغاً او حلية سيف او منطقة او العمام او سرج او الكواكب في المصاحف والاواني وغيرها اذا كانت تخلص عند الاذابة اذا بلغت مائتي درهم وسواء كان يمسكها للتجارة او للنفقة او للتجمل او لم ينوش شيئاً۔

(البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل: واما صفة هذا النصاب)۔

سوال :- بعض لوگ شوقیہ طور پر دانتوں پر انسانی جسم کے بعض اعضاء پر سونے یا چاندی کا خول چڑھانے پر وجوب زکوٰۃ کا مسئلہ | بعض لوگ دانتوں کو سونے یا چاندی سے بھر دیتے ہیں۔ تو کیا ایسے لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- زمانہ قدیم سے بعض مصالح اور حالات کی بناء پر سونے یا چاندی کو انسانی جسم کے بعض اعضاء پر استعمال کرنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔ سونے یا چاندی کے ان اعضاء کی دو قسمیں ہیں،

۱۔ قال العلامة ابن نجيم المصري: تجب الزكاة في الذهب والفضة مضروباً او تدبراً او حلياً مصوغاً او حلية سيف او منطقة او لجام او سرج او الكواكب في المصاحف والاواني وغيرها اذا كانت تخلص عن الاذابة سواء كان يمسكها للتجارة او للنفقة او للتجمل او لم ينوش شيئاً۔ (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الزکوٰۃ)۔
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۸ ابواب الثالث في زكاة الذهب والفضة۔

ایک وہ اعضاء جو انسانی بدن میں بالکل پیوست ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنی جگہ سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے اور الگ کرنے کی صورت میں سخت تکلیف ہوتی ہے، گویا کہ وہ مصنوعی اعضاء انسانی جسم کے حقیقی اعضاء کی طرح ہو جاتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو الگ کرنا آسان ہوتا ہے اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ تو اول الذکر میں زکوٰۃ واجب نہیں کیلئے کہ شریعت مقدسہ نے مال نامی ہونے کی جو علت موجب زکوٰۃ کے لیے بیان وہ یہاں مفقود ہے، اور ثانی الذکر قسم میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اس میں نمونہ پائی جاتی ہے۔

سوال :- ایک شخص نے اپنے جملہ مال سے زکوٰۃ کا مال چوری ہو جائے تو ادا کرے گا یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کا اپنے جملہ مال سے صرف جدا کرنا کافی نہیں بلکہ ادائیگی کے لئے کسی فقیر و مسکین کو تملیک کر دینا لازمی امر ہے بدون اس کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، چونکہ صورت مسئلہ میں زکوٰۃ کا مال چوری ہو گیا ہے جس میں تملیک کی شرط مفقود ہے اسیلئے موصوف کیلئے زکوٰۃ کا دوبارہ ادا کرنا لازمی ہے۔

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ: رجل عذر زکوٰۃ ماله وضعها في ناحية بيته فسرقها سارق لا يقطع يده للشبهة وعليه ان يذكرها۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۳۸ کتاب الزکوٰۃ۔ قبل الفصل السادس)



لما قال العلامة الحسینی (رحمی تملیک) خرج الاباحة (جزء مال) خرج المنفعة (عینہ الشارع) وهو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة (من مسلم فقیر) ولو معتوها (غیر ہاشمی ولا مولاہ) ای معتقه (مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه) فلا یدفع لاصلہ وفرعہ (للہ تعالیٰ) بیان لاشتراط النية۔
والدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۵ کتاب الزکوٰۃ۔

باب زکوٰۃ فی اموال

(سونا چاندی اور تجارتی سامان میں زکوٰۃ کے احکام)

سوال :- اگر ایک شخص کے پاس سونا ہو
زکوٰۃ میں سونے کی کون سی قیمت معتبر ہے؟
تو اس میں کون سی قیمت معتبر ہوگی؟ جبکہ مروجہ
قیمت قیمت خرید سے کئی گنا زیادہ ہے۔

الجواب :- سونا ایسا مال ہے جس میں قدرتی طور پر نمو پائی جاتی ہے، اس لیے زکوٰۃ کے
وجوب کے وقت اس سے مقررہ حصہ نکالا جاتا ہے لیکن قیمت ادا کر کے بھی ذمہ فارغ ہو سکتا ہے،
اس لیے اس میں قیمت خرید کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ زکوٰۃ دینے کے وقت جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار
کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقال يوم الاداء و
يقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة ففي اقرب الامصار اليه۔

والدر المختار على صمد ردا المختار ج ۲ ص ۲۸۶ باب زکوٰۃ الغنم۔

سوال :- ایک شخص کے پاس ۴ تلوے سونا
ہے جو اگرچہ سونے کی مقدار نصاب سے کم ہے
لیکن اس کی قیمت حساب سے ۵۲ تلوہ چاندی کی مروجہ قیمت سے اس کی قیمت زیادہ بنتی ہے کیا ایسی
حالت میں اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

لما قال ابن عابدین: افادان وجوب الفهم اذا المرکب کل واحد منهما نصاباً بان كان

لما قال العلامة ابن الحسائم: يقوھا ای المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو كان بعث عبد التجارة الى بلدين
اخرى الحاجة فحال الحول يعتبر قيمته في ذلك البلد ولو كان في مفازة تعتبر قيمته في اقرب الامصار
الى ذلك الموضع كذا في الفتاوى ثم قول ابی حنیفة فيه انه تعتبر القيمة يوم الوجوب وعندهما
يوم الاداء۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۱ باب زکوٰۃ المال فصل في العروض)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۹ باب زکوٰۃ المال۔

اقل فاما اذا كان كل واحد منهما نصاباً تاماً ولم يكن زائداً عليه لا يجب الضم بل ينبغي ان يؤدى من كل واحد زكوة ولو ضم احدهما الى الاخر حتى يؤدى كله من الذهب والفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو النفع للفقراء وواجباً ولا فيؤدى من كل واحد منهما ربع عشرة - (متعة الخالق على هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳ باب زكوة المال)

سوال :- اگر عورت کو والدین نے جہیز میں کچھ زیورات
میاں بیوی کے مشترکہ زیورات میں زکوٰۃ بنا کر دیئے ہوں اس کے علاوہ خاوند نے بھی کچھ زیورات

بنا کر بیوی کو پہننے کے لیے دیئے ہوں، لیکن خاوند اور بیوی کے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ خاوند نے جو زیورات بنائے ہیں وہ اس کی ملکیت ہیں لیکن عورت کو پہننے کا حق حاصل ہے، کیا ایسی صورت میں عورت پر مجموعہ زیورات کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اگر عورت کو خاوند کی طرف سے دیئے گئے زیورات عورت کی ملکیت ہوں اور مجموعہ زیورات شمار کر کے جب نصاب تک پہنچ جائیں پھر تو عورت ان کی زکوٰۃ ادا کرے گی، لیکن اگر خاوند نے زیورات عورت کو عاریتہ دیئے ہوں تو ایسی حالت میں مشترکہ زیورات سے عورت کا اپنا حصہ اگر نصاب تک پہنچتا ہو پھر عورت کے لیے اپنے حصہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے، اور اگر مشترکہ زیورات نصاب کو پہنچتے ہوں لیکن انفرادی طور پر خاوند اور بیوی کا حصہ نصاب سے کم ہو تو پھر کسی ایک پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي^۲ :- وَسَبَبُ اِی سَبَبِ اخْتِصَامِهَا مَلَكَ نَصَابِ حَوْلِ نِسْبَةِ لِلْعَوْلِ لِحَوْلَانِهِ عَلَيْهِ - (الدر المختار علی صدر الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) ۷

۱۔ قال في الهندية : ولو ضم احد النصابين الى الاخر حتى يؤدى كله من الذهب او من الفضة لا بأس به لكن يجب ان يكون التقويم بما هو النفع للفقراء قدراً وواجباً ولا فيؤدى من كل واحد ربع عشرة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۹ کتاب الزکوٰۃ - الباب الثالث في زکوٰۃ الذهب الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِ الدَّرِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۳۰۳ يَاب زَكْوَةِ الْمَالِ

۲۔ قال في الهندية : ومنها كون المال نصاباً فلا من زکوٰۃ في اقل منه -

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۹ کتاب الزکوٰۃ - الباب الاول

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوٰۃ -

سوال :- سونے اور چاندی کے نصاب میں اکابرین کی عبارتیں مختلف ہیں حضرت تھانویؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے لیے

نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کے لیے ساڑھے باون تولہ ہے، جیسا کہ ”امداد الفتاویٰ“ کی عبارت سے واضح ہے لیکن مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کا قول مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ”اوزان شرعیہ“ میں نقل فرمایا ہے کہ علامہ عبدالحی رحمہ اللہ کے نزدیک سونے کا نصاب ساڑھے پانچ تولہ اور چاندی کا نصاب ۳۶ تولہ ۱۵ ماشہ ہے، ان دونوں اکابرین کی رائے میں کس کو اعتبار دینا مناسب ہے؟

الجواب :- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اوفق بالروایات ہے، آپ نے جس تولہ سے حساب کیا ہے ہمارے ہاں یہی نصاب مروج ہے، ممکن ہے مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے تولہ کی مقدار میں اختلاف کر کے اُس تولہ کا حساب کیا ہو جو مروجہ تولہ سے زیادہ ہو، اس لیے آپ نے کم حساب کیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی حضرت تھانویؒ کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ لہذا قال مفتی محمد شفیع صاحب۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوزان شرعیہ“ میں فرمایا ہے کہ علامہ عبدالحی رحمہ اللہ اور بعض دیگر علماء کرام کی تحقیقات اس بارے میں متفاوت ہیں اور تفاوت بھی معمولی نہیں کیونکہ مولانا عبدالحی صاحبؒ کے نزدیک چاندی کا نصاب چھتیس^{۳۶} تولے اور ساڑھے پانچ ماشہ ہے اور سونے کا نصاب پانچ تولہ اور اڑھائی ماشہ ہے، اس تفاوت سے تمام احکام شرعیہ پر اثر پڑتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ سونے کا نصاب شرعی بیس (۲۰) مثقال ہے اور ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے تو اسی حساب سے سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہوگا اور چاندی کا نصاب دو شہدر ہم ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ایک درہم کا وزن تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں حصہ ہے تو اس حساب سے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔

سوال :- اگر زیورات استعمال کے لیے ہوں تو کیا زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے | **ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟**

الجواب :- سونا چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا ویسے ہر حالت میں زکوٰۃ واجب ہے گی، استعمال کے باوجود اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے بشرطیکہ وہ زیور نصاب تک پہنچتا ہو۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی : وفي تبرالذهب والفضة وحليهما وادانيهما الزكوة - (المهداية ج ۱ ص ۱۹۵ باب زكوة المال) ۱۷

سوال :- ایک عورت کے پاس پانچ تولہ سونا ہے جو اس کو خاوند نے حق مہر میں دیا ہے، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی نقد رقم یا چاندی وغیرہ نہیں، اگرچہ سونے کی یہ مقدار نصاب تک نہیں پہنچتی ہے کہ جس سے زکوٰۃ ادا ہو، لیکن سونے کی مروجہ قیمت کے اعتبار سے اس کی اتنی قیمت ضرور بنتی ہے کہ جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے۔ اس طریقہ سے اگر سونے کی قیمت کا حساب کیا جائے تو عورت صاحب نصاب بن سکتی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس صورت میں عورت صاحب نصاب شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- جب اس عورت کے پاس صرف سونا ہو تو اس میں قیمت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ نصاب کی رعایت ہوگی، سونے کا نصاب چونکہ ۲ ۱/۲ تولہ ہے اور ۵ تولہ اس سے کم ہے ایسے یہ عورت صاحب نصاب نہیں۔

لما قال في الهندية : ومنها كون المال نصاباً فلا تجب في اقل منه -

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ - (الباب الاول) ۱۸

لما قال الامام علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکسافی الخفی : فتجب الزکوٰۃ فیها سواء كانت دلائم مضروبة او نقرة او تبراً او حلیاً مصوغاً او حلیۃ سیف او منطقة او لجام او سرج او الکواکب فی المصاحف والاواني وغيرها - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۷۱ فصل في اقسام هذه النصاب)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۷۱ باب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض -

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : وسبب افتراضها ملك نصاب حولانية للحول لحوالاته عليه - (الدر المختار علی صدم رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوٰۃ -

سونا چاندی سے ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے | سوال :- ہم لوگ سونے کی زکوٰۃ اس طرح نکالتے ہیں کہ سونے کا تھنا

کر کے پہلے سال زکوٰۃ دیتے ہیں اس کے بعد پھر کسی بھی سال میں ہم زکوٰۃ نہیں نکالتے ہیں، آیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ہر سال ایسے زیورات سے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے ایک سال زکوٰۃ دینا کافی نہیں کیونکہ یہ نمن خلقی ہیں خواہ جس طریقے سے آدمی کے پاس ہوں ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، کیونکہ سونا چاندی ایسی چیزیں ہیں جن میں نمو اور زیادت خود بخود آتی ہے۔

لما قال العلامة التمریاشی :- واللزام فی مضروب کل منهما ومعمولہ ولوتبراً او حلیاً مطلقاً مباح الاستعمال او لا ولوللتجمل والنفقة لانهما خلقاً اثماً نافیز کیهما کیف کانا۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۸ باب زکوٰۃ المال) لہ

حکومت کی طرف سے عائد جرمانہ کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ دینا | سوال :- اگر ایک شخص پر حکومت ہو لیکن اس شخص کے پاس ادائیگی کے لیے کوئی رقم نہ ہو تو کیا اس کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم جرمانہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی مجبور سے مالی تعاون کرنا بذاتِ خود بہت بڑی نیکی ہے، صورتِ مسئلہ کے مطابق اگر یہ شخص غریب ہو تو بغیر کسی جیلہ کے اس کو زکوٰۃ کی رقم دے کر جرمانہ کے ادا کرنے میں مدد دینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر یہ شخص صاحبِ نصاب ہو لیکن جرمانہ کی ادائیگی اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو تو کسی شرعی جیلہ کے بغیر اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لما قال الشيخ النظام رحمه الله :- ولو قضی دیت الفقیر بزوٰۃ مالہ انکات

لہ قال الامام برهان الدین المرغینانی رحمه الله :- وفي تبرالذهب والفضة وحليهما واولانيهما الزکوٰۃ۔ (الهداية علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۶۱ باب زکوٰۃ المال - فصل فی الذهب)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۱۶۱ فصل صفة النصاب۔

بامره يعونر وان كان بغير امره لا يجوز وسقط الدَّيْنُ -

(الفتاوى الهندية ج ۱۹ کتاب الزکوۃ - الباب السابع في المصارف) ۱۷

اموال تجارت میں زکوۃ کا حکم | سوال :- تجارت میں نقد اور قرض دونوں کا معاملہ ہوتا ہے اس لیے حوالان حول کے بعد اگر کسی تاجر کے پاس

نقد رقم کم اور قرض کی رقم زیادہ ہو تو زکوۃ کی ادائیگی میں کون سا مال معتبر ہوگا؟

الجواب :- تجارت کے کاروبار میں جملہ مالیت کا اعتبار ہوگا خواہ وہ مالک کے پاس نقدی کی شکل میں ہو یا اموال تجارت (یعنی جنس) کی صورت میں موجود ہو، یہاں تک کہ قرض بھی اس میں شمار ہو کر جملہ مال کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔ تاہم اگر قرض سے زکوۃ کی ادائیگی وصولی پر موقوف رہے تو یہ بھی جائز ہے۔

قال زين الدين ابن نجيم: قوی وهو بدل القرض ومال التجارة..... ففي القوی يجب

الزکوۃ اذا حال الحول ويتراخي القضاء الى ان يقبض اربعين درهماً ففيها درهم وكذا فيما زاد بحسابه - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۷ کتاب الزکوۃ) ۱۸

اموال تجارت میں زکوۃ کے وجوب کے لیے مروجہ قیمت کا اعتبار | سوال :- اموال تجارت کے لیے جس مالیت کا اندازہ کیا جاتا ہے اس میں اموال تجارت کی کون سی قیمت معتبر ہوگی؟ کیونکہ

۱۹

له قال العلامة ابن الهمام رحمه الله: - ومحمل هذا ان يكون بغير اذن الحی اما اذا كانت

بأذنه وهو فقير فيجوز عن الزکوۃ علی انه تمليك منه والعائن يقبضه بحكم النیابة عنه ثم

يصير قابضاً لنفسه. وفي الغایة نقلاً من المحيط والمفيد لو قضی بهما دین حی او میت بامره

جاز ومعلوم ارادة قید فقیر المديون او قضی دین حی او میت بغير اذن الحی لا يجوز -

(فتح القدير ج ۲ ص ۲۰۸ باب من يجوز دفع الصدقة اليه - الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف -

۲۰ وفي الهندية: - و (قوی) وهو ما يجب بدلا عن سلع التجارة اذا قبض اربعين زکی

لما مضى كذا في الزاهدی - (الفتاوى الهندية ج ۱۷ کتاب الزکوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَرِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۳۵۵ باب زکوۃ المال -

اشیاء کی قیمت خرید ایک ہوتی ہے جبکہ گاہک کو دوسری قیمت پر دی جاتی ہے۔

الجواب :- اموال تجارت کی قیمت لگانے میں مقامی قیمت کا اعتبار ہوگا پھر قیمت میں تفاوت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں مارکیٹ کی موجودہ قیمت کو اعتبار دیا جائے گا، کیونکہ یہی اس کی مالیت کا معیار ہے۔

لما قال في الهندية :- ويقومها المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو بعث عبداً للتجارة الى بلد آخر فحال الحال تغير قيمته في ذلك البلد ولو كان في مفازة تعتبر قيمته في اقرب الامصار الى ذلك الموضع. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸ کتاب الزکوۃ - الباب الثالث في زکوۃ الذهب والعروض - الفصل الثاني في العروض) ۱۷

سوال :- اگر کسی شخص کا کاروبار ایک جگہ ہو اور رہائش کا رو بار کی جگہ کے فقراء زکوۃ کے زیادہ مستحق ہیں **دوسری جگہ ہو تو کہاں کے فقراء اسکی زکوۃ کے زیادہ مستحق ہیں، کیا اس میں رہائش کا اعتبار ہوگا یا کاروبار کی جگہ کا؟**

الجواب :- فقہاء کرام کی عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ کاروبار کی جگہ کے فقراء ترجیحی سلوک کے مستحق ہیں۔

لما في الهندية : ويكره نقل الزكاة من بلد الى بلد الا ان ينقلها الانسان الى قرابته او الى قوم هم احوال اليها من اهل بلده..... ثم المعتبر في الزكاة مكان المال حتى لو كان في بلد وماله في بلد اخر يفرق في موضع المال - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوۃ - الباب السابع في المصارف) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : (تحت قوله: ويقوم في البلد الذي المال فيه) فلو بعث عبداً للتجارة في بلد اخر يقوم في البلد الذي فيه العبد - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۶ باب زکوۃ الغنم) ومثله في البحار الرائق ج ۲ ص ۲۲۹ باب زکوۃ في الاموال -

۱۸ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : (تحت قول وكره نقلها) اي من بلد الى بلد اخر لان فيه رعاية حق الجوار فكان اولي والمتبادر منه ان الكراهة تنزيهية تأمل فلو نقلها جانرا كان المصروف مطلق الفقراء ويعتبر في الزكاة مكان المال - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف)

ومثله في المراقي الفلاح ص ۳۹۲ باب المصروف -

سوال :- ایک شخص نے دوسری کاروباری آدمی کو مضاربت مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم پر کچھ رقم دی ہے، رب المال دوسرے مال سے زکوٰۃ ادا کرتا رہتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مال اس نے مضاربت پر دیا ہے کیا اس کی زکوٰۃ رب المال پر ہے یا مضارب پر یا دونوں پر؟

الجواب :- مضاربت کی صورت میں جب تک فائدہ نہ ہو تو مضارب کے پاس رقم امانت ہوتی ہے اور مال رب المال کا شمار ہوتا ہے اس لیے زکوٰۃ رب المال کے ذمہ واجب ہے لیکن اگر اس میں یعنی فائدہ ہو کر مضارب کا حصہ بھی اتنا ہو کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہو تو پھر ہر ایک پر اپنے حصے کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی :- وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجعان بالاحصص وبیانہ فی الحاوی فان بلغ نصیب احدهما نصاباً زکاه دون الآخر... واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكوتها اذا تم نصيباً وحال الحول لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهماً من الدين القوی۔

(الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۳۰۲/۳۰۵ باب زکوٰۃ المال) لے

سوال :- ایک شخص مسجد کا متولی ہے اُس نے اپنی ذاتی مسجد کے لیے جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ رقم سے مسجد تعمیر کرائی، اب متولی کا ارادہ یہ ہے کہ یہ رقم لوگوں سے وصول کروں، تو کیا متولی مذکور لوگوں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر سکتا ہے تاکہ رقم ختم ہو جائے؟

الجواب :- مسجد میں زکوٰۃ کی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی کسی شرعی حیلہ کے بغیر مسجد میں زکوٰۃ کی رقم لگانا بے جا ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لما قال فی الہندیۃ: ولا يجوز ان یبني بالزکوٰۃ المسجد وكذا القناطر والسقایا واصلاح الطرق وكري الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب زکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف) لے

لے قال فی الہندیۃ: الخلیطان فی الموائش غیر الخلیطین فان كان نصیب احدیہما یبلغ نصاباً وجبت الزکوٰۃ علی الذی یبلغ نصیبہ نصاباً دون الآخر وان كان احدهما من تجب علیہ الزکوٰۃ دون الآخر فانہما تجب علی من تجب علیہ اذا بلغ نصیبہ نصاباً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب زکوٰۃ۔ الباب الثالث فی زکوٰۃ۔ مسائل شتى) ومثله فی المراقی الفلاح ص ۳۹ کتاب الزکوٰۃ۔

لے لما قال العلامة الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تمليکاً لا باحةً کما مر ولا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینہ۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۳۰۲/۳۰۵ باب المصارف) ومثله فی الهدایۃ علی صدمہ فتع القدير ج ۲ ص ۲۰۱ باب من یجوز دفع الصدقة الیه۔ الخ

مسجد کی رقم پر تجارت کرنا اور اس میں زکوٰۃ کا حکم | سوال: مسجد کے لیے جمع شدہ رقم میں ایک شخص اس نیت سے تجارت کرے کہ

مسجد کی آمدنی میں ترقی ہو، تو از روئے شرع یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب: چند دہندگان یا ان کے معتمد علیہ کی اجازت سے اس رقم پر تجارت کرنا جائز ہے، تاہم اگر یہ رقم متولی کو نہ دی گئی ہو تو یہ رقم چند دہندگان کی ملکیت سے نہیں نکلتی، تو ایسی صورت میں چندہ دینے والے کی اجازت سے تجارت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور مسجد کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے شخصی ملکیت ضروری ہے جو کہ یہاں مفقود ہے۔

لما قال ابن عابدین رحمہ اللہ: وَسَبَبُهُ اِی سَبَبِ افْتِرَاضِهَا مَلِكٌ نَصَابٌ حَوْلِي قَوْلُهُ مَلِكٌ نَصَابٌ فَلَا زَكَاةَ فِي سَوَائِهِمُ الْوَقْفِ وَالْخِلَ الْمَسْبُوكَةِ لِعَدَمِ الْمَلِكِ - (الدم المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) لہ

سوال: اگر کسی نے جن اشیاء کے خریدنے میں تجارت کا ارادہ نہ ہو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں | کوئی چیز ذاتی استعمال

کے لیے خریدی اور اُس وقت یہ ارادہ کیا کہ یہ چیز جب منگنی ہو جائے گی تو اس کو فروخت کر دوں گا، تو کیا یہ چیز اموال تجارت میں شمار ہوگی اور حوالان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اموال تجارت میں خریداری کے وقت تجارت کی نیت ضروری ہے، جہاں کہیں نیت نہ ہو تو پھر ان چیزوں کا شمار اموال تجارت میں نہیں ہوگا۔ مذکورہ صورت میں چونکہ خریداری کے وقت تجارت کی نیت قطعی نہیں اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: - اَوِ اشْتَرَيْتُ شَيْئًا لِلْقَنِيَةِ نَاوِيًا اِنَّهُ وَجَدَ رِبْحًا بَاعَهُ لَا زَكَاةَ عَلَيْهِ - (الدم المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۴ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ قال العلامة السبائیؒ: - واما الشرائط التي ترجع الى المال فمنها الملك فلا تجب الزكاة في سوائهم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك وهذا لان الزكاة تمليكًا والتمليك في غير الملك لا يتصور - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيهِنَ الْمُخْتَلَقَاتِ ج ۱ ص ۲۵۲ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال الشيخ ابن الهمامؒ: فلو اشتري عبداً مثلاً للخدمة ناوياً بعيه ان وجد ربحاً لا لزكاة

فيه - (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۶۶ فصل في العروض)

وَمِثْلُهُ فِي فِتَاوَيِ قَاضِي خَانِ ج ۱ ص ۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔

کتابوں میں زکوٰۃ کا حکم | **سوال** :- ایک شخص کے پاس ذاتی مطالعہ کے لیے کتابیں موجود ہیں، قیمت کا اعتبار کیا جائے تو ان کی مالیت لاکھوں روپے سے بھی زائد بنتی ہے، کیا ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب :- کتابوں پر اُس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب وہ تجارت کے لیے ہوں، ذاتی کتب میں تجارت کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا اموال تجارت میں شمار مشکل ہے، اس لیے ان کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما فی الہندیۃ : ومنها خراج المال عن حاجته الاصلیۃ..... وکذا کتب العلم ان کان من اہلہ وآلات المحترفين۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۴۲ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول)۔
سوال :- ایک شخص کے پاس ایک گاڑی ہے جو مزدوری کیلئے استعمال ہوتی ہے، اس کی آمدنی سے عموماً یہ شخص دوسری گاڑی خریدتا ہے، یوں اُس کے پاس سال بھر کی کمائی سے کئی گاڑیاں جمع رہتی ہیں لیکن نقد رقم سے ہی دست رہتا ہے، کیا اس شخص پر گاڑیوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی گاڑی یا دوسرے ذرائع محنت و مزدوری کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ان سے حاصل شدہ آمدنی کے حساب سے حوالان حول کے بعد اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی بصورت مذکورہ میں جب نقد رقم نہ ہو اور گاڑی تجارت کی نیت سے نہیں خریدی ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ تاہم اگر یہ جیلہ زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کیلئے کیا جاتا ہو تو اس شخص کے گنہگار ہونے میں کوئی شک نہیں۔

لما قال العلامة جلال الدین الخوارزمی :۔ واما آلات الصناع الذین يعملون بہا وظروف الامتعة للتجارة لا تجب فیہ الزکوٰۃ لانھا لیست بمعاد للبتجارة۔ (الکفاۃ فی ذیل فتح القدیر ج ۲ باب زکوٰۃ الاموال فصل فی العروض)۔

۱۔ قال سید احمد الطحاوی :۔ عن حاجته الاصلیۃ..... وکتب العلم کاہلہا فاذا کان عندہ دراهم اعدھا لہذہ الاشیاء وحال علیہا الحول لا تجب فیہا الزکوٰۃ وکتب العلم لغير اہلہا لیست من الخوائج الاصلیۃ وان کان الزکوٰۃ لا تجب علی صاحبہا بدون نیت التجارة۔ (حاشیۃ الطحاوی ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ)۔
وَمِثْلُهُ فِی الشَّامِ ج ۲ ص ۸ کتاب الزکوٰۃ۔

۲۔ لما قال فی الہندیۃ :۔ ولو اشتوی قدوراً من صفر یمسکھا ویواجرھا لا تجب فیہا الزکوٰۃ کما لا تجب فی بیوت الغلۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذہب والعروض۔ الفصل الثانی فی العروض)۔
وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۲۸ باب زکوٰۃ المال۔

سوال :- عموماً زمین سے زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی ہے بلکہ پلاٹ کی خرید و فروخت میں زکوٰۃ کا حکم اس کی آمدنی سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جاتا ہے لیکن ایک

آدمی پلاٹ یا عمارت کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے ایسی حالت میں اس کی تمام تر مالیت جائیداد غیر منقولہ ہوتی ہے تو اس صورت میں حولانِ حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- پراپرٹی کے کاروبار کی صورت میں جائیداد غیر منقولہ اپنی اصلی حالت سے ہٹ کر اموالِ تجارت کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے، اس لیے اس کے ساتھ دیگر اموالِ تجارت جیسا معاملہ ہوگا کہ حولانِ حول کے بعد قیمت لگا کر زکوٰۃ واجب ہوگی، تاہم اس میں کاروباری ارتقاء ہونے کی حیثیت کا تعین خریداری کے وقت کا ہوگا جس کے لیے اس وقت تجارت کی نیت ضروری ہے ورنہ بعد ازاں کاروبار کی نیت کرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما قال ابن نجيم: وما الدلالة في ان يشتري عيناً من الاعيان بغرض التجارة او بواجب حارة التي للتجارة بعرض من العروض فيصير للتجارة وان لم ينو التجارة صريحاً لكن ذكر في البدايع الاختلاف في منافع عين معدة للتجارة ففي كتاب الزكاة من الاصل انه للتجارة بلانية وفي الجامع ما يدل على التوقف على النية فكان في المسئلة روايتان ومشائخ بلخ كانوا يصححون رواية الجامع لان العين وان كانت للتجارة لكن قد يقصد ببدل متافعها المتفعة فيؤاجر الدابة لينفق عليها والدار للعمارة فلا تصير للتجارة مع التردد الا بالنية۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱ كتاب الزكاة)۔

سوال :- علاقہ غیر میں رہنے والے اکثر لوگ اپنے ساتھ اسلحہ رکھتے ہیں اسلحہ پر زکوٰۃ کا حکم اور اسلحہ کی قیمت مقدار نصاب بہت زیادہ ہوتی ہے، تو کیا اس اسلحہ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو اسلحہ مال و جان کے تحفظ کے لیے رکھا جائے اگرچہ وہ قیمت کے لحاظ سے مقدار نصاب سے بہت زیادہ ہو تو حوائجِ اصلہ میں داخل ہو کر اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ

لما قال العلامة الحسكفي: اوفي عرض تجارة قيمته نصاب الجملة صفة عرض وهو هتاما ليس ينقد وهو (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۸ كتاب الزكاة)

ومثله في الهندية ج ۱ كتاب الزكاة۔

اگر تجارت کی غرض سے رکھا گیا ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

قال علی ابن ابی بکر الفرغانی: ولس فی دور المسکن وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب
الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوۃ۔ (الهدایۃ ج ۱ ص ۱۶۱ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷
گدھے اموال تجارت میں ہوں تو زکوٰۃ واجب ہے | سوال: ہمارے پاس کچھ گدھے ہیں جن سے
ہماری غرض صرف کاروبار کا چلانا ہے کیا ان
گدھوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ ایک مُردار شے ہے لہذا اس پر
زکوٰۃ واجب نہیں۔

الجواب: گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں شریعت مقدسہ نے کوئی واضح حکم نہیں دیا ہے اسلئے
گدھوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر گدھے تجارت کیلئے رکھے ہوں جیسا کہ سوال سے مستفاد ہے تو
ان کی قیمت پر زکوٰۃ لازم ہے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا شیء فی البغال والحییر لقوله علیہ السلام لم یُنزل علی
فیہما شیء والمقادیر تثبت سماعاً الا ان یكون للتجارة لان الزکوۃ حینئذ تتعلق بالمالۃ کسائر
اموال التجارة۔ (الهدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ فصل فی الخیل) ۱۸

اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی | سوال: ایک آدمی کے پاس کچھ رقم ہے
اور اس نے ابتداء سال سے اس میں تجارت
شروع کی اور سال کے آخر میں اس نے کچھ منافع حاصل کیا، تو کیا حوالانِ حول کے بعد اصل رقم یا منافع
پر الگ الگ زکوٰۃ واجب ہوگی یا دونوں پر ایک ساتھ؟

الجواب: اگر کسی نے اول سال کی کسی تاریخ سے تجارتی کاروبار شروع کیا اور سال کے

۱۹ وفي المہندیۃ: ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلیۃ فلیس فی دور المسکن وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب
الركوب وعبيد الخدمة وسلاح استعمال زکوۃ۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول فی تفسیرھا الخ)
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۱ ص ۱۱۹ کتاب الزکوٰۃ۔

۲۰ قال علاؤ الدین الحصکفی: (و) لا فی (بغال و حییر) سائمتہ اجماعاً (لیست للتجارة) فلو لها فلا کلام (لا تہما
من العروض۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ باب زکوٰۃ الغنم)
وَمِثْلُهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۵۸ فصل الخامس فیما تجب فیہ الزکوۃ۔

آخر میں اس نے کوئی نفع حاصل کیا تو اس میں اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر سال کی ابتداء اور انتہاء میں نصاب پورا ہو تو دوران سال ناقص ہونے سے زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، سال کے آخر میں تمام مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

قال علی ابن ابی یکر المرغینانی: - ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه وزكوة - (الهداية ج ۱ ص ۱۹۳ فصل في الغنم) -

ضرورت کے لیے خریدی گئی زمین پر تجارت کی نیت کرنا | سوال :- ایک شخص نے کچھ زمین گھر کی تعمیر کیلئے خریدی اور نصف تعمیر کے بعد تجارت کی نیت کر لی، اب تعمیر پر زکوٰۃ کب سے واقع ہوگی؟ ابتداء یا بوقت نیت؟

الجواب :- جو زمین گھر کی تعمیر کے لیے خریدی جائے اور دوران تعمیر اگر تجارت کی نیت کر لی تو قبل النیت خرچ کی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں، کیونکہ تجارت میں نیت بوقت عقد معتبر ہوتی ہے اور بعد نیت جو رقم خرچ کی گئی ہے باقی اموال سے ملا کر اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: - کایبقی للتجارة ما ی عبد مثلاً اشتراه لهما فتوى بعد ذلك خدمته ثم مانوا للخدمة کایصير للتجارة وان نوا لهما ما لم یبعه بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارة عمل فلا تتم بمجرد النية -

(الدر المختار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الزکوٰۃ) -

ذاتی استعمال کیلئے خریدی گئی مشین کو نفع پر فروخت کرنے میں زکوٰۃ | سوال :- اگر کسی شخص نے ایک مشین ذاتی استعمال کیلئے

له وفي الهندية: - ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله وزكوة - الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵۶ فصل منها حولان حول على المال)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ فصل في الغنم -

له قال الامام آفخر الدين القاضی: - اشتري خاد مالا للخدمة وهو ينوي انه لو اصاب رجاء يبيعه قال عليه الحول لا زکوۃ فیہ - (الفتاوى قاضی خان علی هامش الهندية ج ۱ ص ۱۵۶ کتاب الزکوٰۃ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۹ کتاب الزکوۃ -

خریدی ہو لیکن کوئی نفع آور صورت دیکھ اس کو فروخت کر دے تو کیا اس میں زکوٰۃ واجب یا نہیں؟
الجواب:- اگر یہ شخص گزشتہ ایام سے صاحب نصاب ہو تو حولانِ حول کے بعد مشین کی قیمت اور منافع جملہ منافع شمار کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ورنہ حولانِ حول کے بغیر اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي :- وَ سَبَبُهُ اى سبب اقتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه۔ (الدر المختار على صدر الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ) لہ

سوال :- اگر ایک شخص کی دوکان میں کھانے پینے کے برتن، پکانے کی دیگیں اور دوسرے ایسی چیزیں ہوں جو اجتماعی طور پر دعوت اور دیگر پروگراموں میں استعمال ہوتی ہوں، ایسے برتن عموماً کرایہ پر دیئے جاتے ہیں۔ از روئے شرع ایسے شخص کی آمدنی میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ کیا برتن، ٹینٹ اور دیگوں کی قیمت سے بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہ؟

الجواب:- برتنوں، دیگوں اور کراکری ٹینٹ وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ان اشیاء سے جو کمائی حاصل ہو جائے اور نصاب کو پہنچ جائے تو حولانِ حول کے بعد اس نفع میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ولو اشتري قدورا من صفر يسلمها ويواجرها فلا تجب فيها الزکوٰۃ كما لا تجب في بيوت الغلة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الثالث في زکوٰۃ الذهب والعروض۔ الفصل الثاني في العروض) لہ

لہ قال ابن نجيم رحمه الله :- والمراد بكونه حولياً ان يتم الحول عليه وهو في ملكه لقوله عليه السلام لا زکوٰۃ في مال حتى يحول عليه الحول قال في الغاية سمي حوكاً لان الحول تحول فيه۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۳ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۵ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول۔

لہ قال العلامة جلال الدين الخوارزمي رحمه الله :- واما آلات الصناعات الذين يعملون بها وظروف التجارة لا تجب فيه الزکوٰۃ لانها ليست بمعدة للتجارة كما لا تجب في بيوت الغلة۔ (الكفاية في ذيل فتح القدير ج ۲ ص ۲۱۱ فصل في العروض) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۸ باب زکوٰۃ المال۔

سوال :- ایک آدمی کو اپنے مال تجارت میں نقصان ہوا اور مال میں کمی آئی اور سال کے بعد مذکورہ مال میں اضافہ ہوا

اب وہ زکوٰۃ کس طریقے سے ادا کرے گا؟

الجواب :- حوالان حول کے بعد اصل مال اور منافع کو جمع کر کے جب مقدار نصاب ہو تو مجموعہ سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی خواہ منافع ہو یا نقصان، اور اس المال جب مقدار نصاب سے نائد ہو تو باوجود خسارہ کے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔

قال العلامة الشرنبلالیؒ: - وشرط وجوب ادائها حولان حول على النصاب الاصلی واما المستفاد في اثناء الحول فيضم الي معانسه وينزكى بتمام الحول الاصلی سواء استنفيد بتجارة او ميوات - (مرآة الفلاح ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ) -

سوال :- بعض لوگ مکانات، دوکانیں اور پلاٹ تجارت کے لیے مکانات میں زکوٰۃ کا حکم تجارت کی نیت سے خرید کر ان کا کاروبار کرتے رہتے ہیں، ممکن ہے بسا اوقات کچھ وقت کے لیے رہنے کا فائدہ بھی حاصل کریں لیکن عموماً پیش نظر اس میں تجارت ہوتی ہے اور اس مقصد کے لیے باقاعدہ ادارے قائم کرتے ہیں، ایسی حالت میں ان مکانات اور دوکانوں کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- منقولہ جائیداد کی طرح غیر منقولہ جائیداد کا کاروبار بھی معاشرہ کے اہم معاملات میں سے ہے، اگرچہ غیر منقولہ جائیداد بذات خود نمو سے عاری ہونے کی وجہ سے وجوب زکوٰۃ کا عمل نہیں، یہی وجہ ہے کہ رہن سہن یا کرایہ کے لیے بنائے ہوئے مکانات اور دوکانوں پر زکوٰۃ نہیں، لیکن جب یہی جائیداد کاروباری منڈی میں منتقل ہو کر خریدتے وقت باقاعدہ تجارت کی نیت کی گئی ہو تو پھر اموال تجارت کے حکم میں ہو کر اس کی قیمت میں حوالان حول کے بعد زکوٰۃ واجب رہے گا۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله :- وسواء كان مال التجارة عروضاً او عقاراً او شيئاً متايكال او يوزن كان الوجوب في اموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المايعة والقيمة

لہ قال العلامة الحصکفیؒ: وشرط کمال النصاب ولو سائمة في طرفي الحول في الابتداء ولا انعقاد وفي الانتهاء للوجوب فلا يضر نقصانه بينهما - (الدر المختار علی صمد ردة المختار ج ۲ ص ۳۰۲ فصل زکوٰۃ الغنم) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ فصل في الغنم -

وهذه الاموال كلها في هذا المعنى جنس واحد - (البداية الصنائع ج ۲، فصل موال التجارة) ۲۱/۲
سوال :- ایک آدمی کی پتھر کی کان ہے جو اجارہ کے
 ہے لیکن اس کے جملہ ٹیکس بھی حکومت کو ادا کرتا ہے اور کان
 والوں کو بھی فی من کچھ رقم دیتا ہے، تو آیا شخص کل آمدنی سے زکوٰۃ ادا کرے گا یا ٹیکس ادا کرنے کے بعد
 بقیہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟

الجواب :- اس شخص کے دیگر اموال پر جب حوالان حول ہو جائے تو اس کان سے خارج شدہ
 جواہرات کی زکوٰۃ ادا کرے گا بشرطیکہ جواہرات فروخت شدہ ہوں اور اگر فروخت شدہ نہ ہوں تو اس میں
 زکوٰۃ دینا واجب نہیں اور ٹیکس ادا کیے بغیر زکوٰۃ دی جائے گی۔

لما قال ابن الہمام اخرج ابن ابی شیبۃ عن عکرمۃ بن یس فی حجر الملوود ولا حجر الزمرد
 زکوٰۃ الا ان يكون للتجارة - (فتح القدير ج ۲ ص ۱۸۵ باب المعادن والركان) ۲

سوال :- میں ایک تجارت پیشہ آدمی
 کا رخانہ کی زمین اور مشینوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوں، صنعت کے لیے میں نے صابن
 کا ایک کارخانہ لگایا ہوا ہے جس کی کافی زمین ہے اور اس میں مشینیں بھی ہیں، تو کیا مجھ پر کارخانہ
 کی زمین اور مشینوں کی زکوٰۃ لازم ہے؟

الجواب :- صنعتی آلات و وسائل جب تجارت کے لیے نہ ہوں بلکہ کسب کے لیے ہوں تو
 اُن کی ذات پر زکوٰۃ لازم نہیں اگرچہ وہ زمین یا مشینری لاکھوں کروڑوں روپے کی ہی کیوں نہ
 ہو بلکہ اس کی آمدنی پر زکوٰۃ لازم ہے، البتہ اگر زمین یا آلات تجارت کی غرض سے ہوں تو پھر

القول فی الہندیۃ، الزکوٰۃ واجبة فی عروض التجارة کائنۃ ما کانت اذا بلغت قیمتھا فصا باً -
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۹ کتاب الزکوٰۃ - الباب الثالث فی نکوۃ الذهب والفضۃ والعروض - الفصل الثاني فی العروض)
 ومثله فی الہدایۃ علی صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۶، ۱۶۷ فصل فی العروض -

۲۔ قال ابن نجیم: (تحت قوله لا رکاز دار حرب وفیروزج ولؤلؤ وعنبر) ای لا تخمس هذه الاشياء
 اما الاول فلانه حجر مضی يوجد فی الجبال وقد ورد فی الحدیث لا تخمس فی الحجر ونحوه الیاقوت
 والجواہر كما قدمنا من کل جامد لا ینطبع - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۶ باب الركائز)
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الزکوٰۃ - الباب الخامس فی المعادن والركان -

ان کی ذات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ولا في ثياب البدن.... وكذلك آلات المحترفين - قال ابن عابدین: ای سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد او تستهلك - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

اٹے کی مشین اور ٹرک وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں | سوال :- اگر کسی نے ٹرک یا گاڑی

اور ایسا ہی اٹاپینے کی مشین کمائی کے لیے خریدی ہو، کیا حوالانِ حول کے بعد اٹے کی مشین اور ٹرک وغیرہ کی قیمت لگا کر اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں زکوٰۃ کے وجوب کے لیے نقد اور اجناس میں تجارت کی نیت ضروری ہے، ایسی صورت میں نصاب پر حوالانِ حول کے بعد زکوٰۃ واجب رہے گی، اس کے علاوہ جو آلات یا گاڑی وغیرہ محنت و مزدوری کے لیے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ لہذا صورتِ مشولہ میں ٹرک اور اٹاپینے کی مشین چونکہ آلاتِ مزدوری ہیں اس لیے ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ حوالانِ حول کے بعد ان کی آمدنی اگر نصاب تک پہنچتی ہو تو پھر ان پر زکوٰۃ واجب رہے گی۔

قال علی ابن ابی بکر الفرغانی: - ویس فی دور السکنی.... زکوٰۃ.... وآلات المحترفين لما قلنا - (المهدایة ج ۱ ص ۱۸۶ کتاب الزکوٰۃ) ۱۸

۱۷ قال الدكتور وهبة الزحيلي: - ولا زکوٰۃ باتفاق المذاهب على الحوائج الاصلية..... وآلات المحترفين لانها مشغولة بالحاجة الاصلية وليست بنامية اصلاً -

(الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۳۶۶ البحث الثاني سبب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدَايَةِ ج ۱ ص ۱۶۶ کتاب الزکوٰۃ -

۱۸ وفي الهندية: ومتها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنی.... وكذا كتب العلم ان كان من اهله وآلات المحترفين كذا في السراج الوهاج -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۴۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ -

زمین کا کرایہ (ٹھیکہ) پیشگی دینے میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک شخص نے زمین کرایہ پر لی ہے اور دو تین سال کا کرایہ پیشگی مالک

زمین کو دے دیا ہے۔ اس پیشگی کرایہ پر جو زکوٰۃ ہے وہ زمین کے مالک پر ہوگی یا متاجر پر ؟
الجواب :- کرایہ دار نے جو رقم پیشگی دی ہے اگر زمین کی اجرت کے طور پر دی ہے تو زکوٰۃ مالک زمین پر ہوگی اور اگر بطور قرض دی ہو تو زکوٰۃ کرایہ دار پر ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحصفی: فتجب عند قبض اربعین درهماً من الدین المتوی قرض و بدل مال تجارة فكلما قبض اربعین درهماً يلزمه درهم۔

(الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۵ باب زکوٰۃ المال) ۱۷

قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ کس طرح ادا ہوگی | سوال :- آجکل ایسے پتھر پائے جاتے ہیں جو سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں، تو کیا

ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

الجواب :- قیمتی پتھروں مثلاً زمررد وغیرہ میں زکوٰۃ واجب نہیں، ہاں اگر تجارت کیلئے ہوں تو پھر ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما فی الہندیۃ :- ولا شیء فیما یخرج من البحر لعتیر واللؤلؤ والسمک و فیہا ایضاً ولا شیء الا ان یتجرأ فان کان للتجارة فحکمہا حکم العروض۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۵) کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الخامس فی المعادن والکازم ۱۸

لما قال زین الدین ابن نجیم: قسّم ابو حنیفۃ الدّین علی ثلاثۃ اقسام قوی وهو بدل القرض ومال التجارۃ۔ الخ۔ ففی القوی تجب الزکوٰۃ اذا حال الحول ویتراخی القضاء الی ان یقبض اربعین درهماً فیہا درهم وکذا فیما نراد بحسابہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۷)

وَمِثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۸ فصل السادس فی الدیون ومائلہا۔

لما قال العلامة الحصفی: لا زکوٰۃ فی اللآئی والجواهر وان سادت اتفاقاً الا ان تكون للتجارة واکتسب ان ماعد الحجون والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارة۔

(الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۳ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فی موافی الفلاح ص ۳۹۱ کتاب الزکوٰۃ۔ قبیل باب المصروف۔

سوال :- اگر زیورات کی مجموعی تعداد دس تولہ ہو لیکن اس میں دو تولہ قیمتی پتھر اور جو اہر بھی ہوں جو کہ بطور نگینہ زیورات میں استعمال ہو، تو کیا اس صورت میں مجموعی طور پر دس تولہ زیورات کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نگینہ منہا کر کے بقیہ زیورات سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

الجواب :- نیکہ خواہ قیمتی پتھر کا ہو یا موتی کا ہو اُس میں بذات خود زکوٰۃ واجب نہیں، اسلئے سونے (زیورات) سے اس کو منہا کر کے اصل سونے سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی سونے کی مقدار (وزن) میں اس کا شمار نہیں ہوگا۔

لما قال شيخ الاسلام ابى بكر بن على بن محمد :- واما اليواقيت واللاكى والجواهر فلا
زكوة فيها وان كانت حلياً الا ان تكون للتجارة - (الجوهرة النيرة ج ١ ص ١٤١ باب زكوة الذهب) ^{له}
سوال :- قدرتي خزانہ پانے کی صورت میں زکوٰۃ کا
قدرتي خزانہ میں زکوٰۃ کا حکم کیا حکم ہے؟

الجواب :- بیت المال کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے خمس یعنی ۵/۱ حصہ حکومت کو ملے گا اور بقیہ ۵/۴ حصے اس شخص کے پاس رہے گا جس کو خزانہ ملا ہے، خزانہ ملتے وقت اس میں زکوٰۃ واجب نہیں تاہم حوالان حوال کے بعد زکوٰۃ دی جائے گی۔

لما قال الشيخ النظام، ما يخرج من المعادن ثلاثه منطبع بالنار وما تخرج وما
ليس بمنطبع ولا ما تخرج اما المنطبع كالذهب والفضة والحديد والرصاص والنحاس والصفرة فيه
الخمس - (الفتاوى الهندية ج ١ ص ١٨٢ كتاب الزكاة - الباب الخامس في المعادن والركاز) ٢

لـ قال في الهدية : واما اليواقيت والآلئ والجواهر فلا زكوة فيها وان كانت حليا الا ان تكون للتجارة - (الفتاوى الهندية ج ١ ص ١٨ كتاب الزكوة : الباب الثالث ، الفصل الثاني في العروض)
وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِ دَرِّ الْمُحْتَسَرِّ ج ٢ ص ٢٤٣ كتاب الزكوة -

عنه قال العلامة برهان الدين المرغيثاني :- ولنا قوله عليه السلام وفي الركاز الخمس وهو من الركز فاطلق على المعدن ولا نهها كانت في ايدي الكفرة فحوتها ايدينا غلبة فكانت غنيمة وفي الغنائم الخمس - (المهداية على صدر فتح القدير ج ٢ ص ١٨ باب المعادن والركاز) ومثله في البحر الرائق ج ٢ ص ٢٣ باب الركاز -

سوال: ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپے تولہ سونا اور ۲۰۰ روپے نقد پرزکوٰۃ کا حکم تقریباً ۲۰۰ روپے کا سامان زائد از ضرورت موجود

ہے اور اس پر ۲۰۰ روپے قرض بھی ہے، تو کیا اس شخص پر قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب: ہر وہ شخص جس کے پاس ۲۰۰ روپے تولہ سونا یا ۲۰۰ روپے تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا سامان ضرورتِ اصلہ سے زائد موجود ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے اور اگر دو تین اشیاء ہوں مذکورہ اشیاء میں سے تو پھر جو چیز سونا، چاندی میں سے النفع للفقراء ہو تو اسی نصاب سے تینوں یا دو تولوں کو قیمتاً ضم کر کے نصاب بنالیا جائے، اب اگر اس شخص پر قرضہ بھی ہو تو جملہ قیمت سے قرضہ منہا کر کے باقی مال اگر نصاب تک پہنچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ صورتِ مشولہ میں چونکہ ۲۰۰ روپے تولہ سونا اور سامان کی قیمت تقریباً ۱۵،۱۴۱ روپے بنتی ہے اور اگر اس میں سے ۲ ہزار روپے کا قرضہ منہا کیا جائے تو بھی باقی مال نصاب تک پہنچتا ہے اس لئے اس شخص پر قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے۔
 لما قال العلامة ابن عابدین: (قوله والیسار) بان ملک مائتی درہم او عرضاً یساویہا غیر مسکنہ وثیاب اللبس او متاع یحتاجہ الی ان یدبح الاضحیۃ و لملہ عتقاً یرستغله فقیل تلزم لوقیمتہ نصاباً۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۹ کتاب الاضحیۃ)
 قال الامام ابو حنیفۃ یشتم احدهما الی الآخر باعتبار القیمۃ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ)

سوال: اگر کسی شخص کے پاس سائیکل اور گھڑی وغیرہ ضروریات میں داخل ہیں اڑھائی تین ہزار کی سائیکل اور

ایسے ہی ایک قیمتی گھڑی بھی ہو، تو کیا ان اشیاء کی مجموعی قیمت نصاب کو پہنچ کر مالک کو غنی کے حکم میں قرار دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: موجودہ معاشرہ اور حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اشیاء حوائجِ اصلہ میں داخل ہیں اس لیے ان کے مالک کو صاحبِ نصاب قرار نہیں دیا جا سکتا ہے بلکہ بعض اشخاص کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر موٹر سائیکل بھی ان کے لیے ضروریات میں داخل مانا گیا ہے اس لیے اگر یہ شخص غریب ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے۔

قال علی ابن ابی یکر المرغینانی: ولا یجوز دفع الزکوٰۃ الی من بملک نصاباً من ائ مال کان، الی ان قال ویجوز دفعها الی من یملک اقل من ذلك وان کان صحیحاً مکسباً لانه فقیہ الخ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۰۰ باب مصارف الزکوٰۃ)

باب زکوٰۃ السّوائِم

(چرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ کے احکام)

سوال :- اگر ایک شخص کے پاس بیس^۲ بھیر بکریاں ہوں اور بھیر بکریوں میں زکوٰۃ کا حکم اور ان کے ساتھ ان کے تیس^۳ بچے بھی ہوں، اب ان بچوں پر تو سال نہیں گذرا جبکہ بیس^۲ بھیر بکریوں پر سال گذر چکا ہے، اس حالت میں زکوٰۃ کس وقت ادا کی جائے گی۔

الجواب :- صورت مذکورہ میں چونکہ چالیس^۴ بھیر بکریوں پر سال نہیں گذرا ہے بلکہ بیس^۲ پر سال گذرا ہے اور بقیہ (تیس^۳ بچوں) پر سال پورا نہیں گذرا، اس لیے اُس وقت تک زکوٰۃ ادا نہیں کی جائے گی جب تک چالیس^۴ پر سال نہ گذر جائے۔

لما قال فی الہندیۃ :- لیس فی اقل من اربعین من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعین سائمة وحال علیہ الحول ففیہا شاة الی مائۃ وعشرون۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الزکوٰۃ - الباب الثانی - الفصل الرابع فی زکوٰۃ الغنم، لے

سوال :- ایک آدمی اپنے گھاس سے مویشی پال کر دودھ فروخت کرتا ہے، اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- بذاتِ خود اس رقم میں زکوٰۃ واجب نہیں تاہم حولانِ حول کے بعد تکمیلِ نصاب سے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

لما قال الشیخ النظام رحمہ اللہ :- ومنها کون المال نصاباً فلا تجب فی اقل سنہ۔
والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الزکوٰۃ - الباب الاول،

وقال ایضاً :- (ومنها حولات الحول علی المال) العبرة فی الزکوٰۃ لہ قال اکمام برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ :- لیس فی اقل من اربعین من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعین سائمة وحال علیہا الحول ففیہا شاة۔

راہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳۵ فصل فی الغنم
ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۶ باب زکوٰۃ المال فصل فی الغنم۔

للحول القمري - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ الباب الاول) لہ

سوال :- ایک آدمی کی ملکیت میں متعدد چرائگاہ کی اجرت دینے سے زکوٰۃ متاثر نہیں ہوتی گائیں اور بھینسیں ہوں، سال کے اکثر حصہ میں یہ جانور چرتے ہوں لیکن جہاں پر یہ حیوانات چرتے ہیں اس کے لیے باقاعدہ سالانہ کچھ رقم ادا کرنا پڑتی ہے، اب جواب طلب بات یہ ہے کہ کیا رقم کی ادائیگی کے وقت یہ حیوانات سائٹہ شمار ہوں گے یا غیر سائٹہ؟

الجواب :- فقہاء کرام نے حیوانات میں زکوٰۃ کے وجوب کے لیے جو سائٹہ کا ذکر کیا ہے تو ان حیوانات پر یہ تحقیقت صادق آتی ہے اس لیے ماہانہ یا سالانہ رقم کی ادائیگی سے یہ حیوانات سائٹہ کے حکم سے نہیں نکلتے، لہذا سال کے اکثر حصہ میں چرنے کی وجہ سے ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- وشرعاً المکتفیۃ بالوعی المباح ذکوۃ الشمنی فی اکثر انعام لقصد الدر والنسل ذکوۃ الزبلی - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۵ باب السائٹہ) لہ

سوال :- اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ بکریاں ہوں اور اس نے ان کے لیے دو نوکر رکھے ہوئے ہوں جن میں سے ایک نوکر تیس بکریاں

ایک جگہ اور دوسرا نوکر تیس بکریاں دوسری جگہ چراتا ہے، تو کیا اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- ہمارے نزدیک نصاب پر حوالان حول کے بعد مرعی کا ایک ہونا ضروری نہیں، جب ساٹھ بکریاں ایک شخص کی ملکیت ہوں تو انک انک مقامات پر چرنے کے باوجود

لہ قال العلامة الحصکفی :- وَسَبَبُهُ اِی سَبَبِ اقْتِرَاضِهَا مَلْکَ نَصَابٍ حَوْلَ نَسَبَةِ الْحَوْلِ لِحَوْلَانِهِ

علیہ - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ - مطلب فی احکام المعنویہ)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الزکوٰۃ -

لہ قال ابن نجیم رحمہ اللہ :- ہی المتی تکتفی بالمرعی فی اکثر السنۃ بیان للسائٹہ بالمعنی الفقہی لان

اسم السائٹہ لایزول بالعلف لیسیر ولا نہ لایمکن احتراز عنہ قید بالاکثر لا فادۃ لافہ لو علفها نصف الحول فانہا لا تكون سائٹہ فلا زکوٰۃ فیہا لوقوع الشک فی السبب -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۲ باب صدقة السوائٹم)

وَمِثْلُهُ فِی الْجَوْهَرَةِ الثَّیْرَةِ ج ۱ ص ۱۷۱ باب زکوٰۃ الخیل -

اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما قال فی الہندیۃ :- الخلیطان فی الموائش کغیر الخلیطین اسباب الملك
وسواء كانت فی مرعى واحد او فی مراعى مختلفة فان کان نصیب احدہما ینال نصاباً
ونصیب الآخر لا ینال نصاباً وجبت الزکوٰۃ علی الذی ینال نصیبہ نصاباً دون الآخر۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الثالث، مسائل شتى) ۱۷

سوال :- گائے اور بھینس کی زکوٰۃ کے نصاب میں فرق ہے یا نہیں | **گائے اور بھینس**
کی نصاب زکوٰۃ میں کتنی تعداد
ہے جس کو پہنچ کر ان میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اور کیا گائے اور بھینس دونوں ایک شمار
ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب :- گائے اور بھینس میں نصاب زکوٰۃ کم از کم تیس ہیں بشرطیکہ وہ سال کا
اکثر حصہ باہر چراگاہ میں مفت کا چارہ کھاتی ہوں اور اس پر ایک سال کا بچہ یا بچہ جو دوسرے
سال میں داخل ہو زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی :- یس فی اقل من ثلاثین من البقر
صدقة فاذا كانت ثلاثین سائمة وحال علیہا الحول فیہا بیع او تبیعة وہی التي طعنت فی
الثانیۃ الجواسیس سوار السہادیۃ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل فی البقر ۱۸

۱۷ قال ابن الہمام رحمہ اللہ :- ففی الوجوب الجمع بین اکاملاک المتفرقة اذا المراد الجمع
والفریق فی اکاملاک الا لا مکنہ الا تری ان النصاب المفرق فی امکنۃ مع وحدۃ الملك
تجب فیہ ومن ملک ثمانین شاة یس للساعی ان یجعلہا نصابین بان یفرقہا فی مکانین فمعنی
لا یفرق بین مجتمع انه لا یفرق الساعی بین الثمانین مثلاً۔

(فتح القدير ج ۲ ص ۱۲۹ باب صدقة السوائم۔ فصل فی الخیل)

وَمَثَلُهُ فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الِهْنَدِيَةِ ج ۱ ص ۲۲۸ فصل فی صدقة الحملان والفصلان۔

۱۸ لما قال العلامة الحصكفي :- نصاب البقر والجاموس ولو متوالداً من وحش وأهلية بخلاف عسكه
..... ثلاثون سائمة غير مشتركة وفيها يتبع لأنه يتبع أمه ذو سنة كاملة او تبیعة انتاء۔ الخ

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ کتاب الزکوٰۃ۔ باب زکوٰۃ البقر)

وَمَثَلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل فی نصاب البقر۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ بکریوں کی تعداد نصابِ زکوٰۃ میں کتنی ہے جن میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب: بھیر بکریوں کی تعداد جب چالیس تک پہنچ جائے اور ساٹھ بھی ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان میں ایک بکری بطور زکوٰۃ واجب ہوگی؟

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة -

(الهداية ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ - فصل في الغنم)

سوال: احادیث مبارکہ میں گائے، اونٹ، بکری وغیرہ کا نصاب زکوٰۃ تو مقرر ہے مگر بھینس کا نہیں، تو شرعاً بھینسوں کا

نصاب زکوٰۃ کتنا ہے؟

الجواب: بھینس نصاب زکوٰۃ میں گائے کی طرح ہے یعنی جتنا نصاب گائے کا ہے (تیس گائے) اتنا ہی نصاب بھینسوں کا بھی ہے، اسی طرح اگر دونوں مخلوط ہوں تب بھی یہی ایک نصاب ہوگا یعنی دونوں کا نصاب ایک ہی شمار کیا جائے گا۔

لما قال العلامة ابن نجيم: - (قوله والجاموس كالبقرة) لان اسم البقر يتناولها اذ هو نوع منه فيكمل نصاب البقر به وتجب فيه زكاتها وعند الاختلاط تؤخذ الزكوة من اغلبها الخ - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقة البقر) ۲

لما قال العلامة عالم بن علاء الانصاري: - وليس في اقل من الاربعين من الغنم صدقة فاذا كانت اربعين وفي الكافي سائمة غير مشتركة ففيها شاة الى مائة وعشرين - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الزکوٰۃ - الفصل الاول في صدقة السوائم)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الزکوٰۃ، فصل في نصاب الغنم -

۲ وفي الهندية: والجاموس كالبقرة عند الاختلاط يجب ضم بعضها الى بعض لتكمل النصاب ثم تؤخذ الزكوة من اغلبها ان كان بعضها اكثر من بعض -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الزکوٰۃ - الفصل الثالث في زکوٰۃ البقر)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۲۳ کتاب الزکوٰۃ - باب زکوٰۃ البقر -

گھریں پالے ہوئے جانوروں میں زکوٰۃ | سوال :- اگر کوئی شخص جانوروں کی دیکھ بھال گھریں ہی کرتا ہو لیکن یہ جانور تجارت کے لیے ہوں تو کیا

ان جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو جانور بغرض تجارت رکھے جائیں چارے وغیرہ کا بندوبست گھریں کئے یا باہر چہرہ آگاہ میں، مگر وہ جانور بمنزلہ سامان تجارت ہو کر سال گزرنے کے بعد ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اُن کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو۔

لما قال العلامة برهان المرغینانی :- الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب، لقوله عليه السلام فيها يقومها فيؤدى من كل مائتي درهم خمسة دراهم، الخ۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الزکوٰۃ، فصل في العروض) ۱۷

تجارت کے لیے جانوروں میں سونا چاندی کا نصاب معتبر ہے | سوال :- اگر کوئی شخص تجارت کیلئے

گائے یا بیل رکھتا ہو اور ان کی تعداد تیس سے کم ہو تو کیا اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- جو جانور تجارت کی نیت سے پالے جائیں تو اس میں جانوروں کا نصاب زکوٰۃ ضروری نہیں بلکہ جب ان جانوروں کی قیمت ۲۵۰ تولہ چاندی یا ۲۰۰ تولہ سونے کی قیمت تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی چاہے جانوروں کی تعداد نصاب زکوٰۃ تک نہ پہنچتی ہو یا نہ۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغینانی :- الزکوٰۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب، لقوله عليه السلام فيها يقومها فيؤدى من كل مائتي درهم خمسة دراهم۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الزکوٰۃ، فصل في العروض) ۱۸

۱۷ لما قال العلامة ابن نجيم :- (قوله ولا في العلوفة والعوامل) والمراد بنفي الزکوٰۃ عن العلوفة زکوٰۃ السائمة لانها لو كانت للتجارة وجبت فيها زکوٰۃ التجارة۔

(البحر المرائق ج ۲ ص ۲۱۸ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الغنم)

۱۸ لما قال العلامة ابن نجيم :- قوله وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق او ذهب اي يجب ربع العشر في عروض التجارة اذا بلغت نصاباً من احدهما۔

(البحر المرائق ج ۲ ص ۲۲۸ کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ المال)

سوال :- اگر کوئی شخص جانوروں کی زکوٰۃ میں جانور کی بجائے اس کی قیمت دینا

تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی میں فقہ حنفی کی رو سے بعینہ اسی چیز کا دینا ضروری نہیں بلکہ اس کی جگہ قیمت بھی دی جاسکتی ہے بلکہ بسا اوقات قیمت دینا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم :- ويجوز دفع القيمة في الزكاة والكفارة وصدقة الفطر والعشر والتذبر - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الزکوٰۃ - باب في الغنم) - لہ

سوال :- بعض علاقوں میں زیادہ تر گدھے پائے جاتے ہیں گدھوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ تو کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- گدھے یا خجرا یسے جانور ہیں جن کی زکوٰۃ کے لیے شارع علیہ السلام نے کوئی حکم جاری نہیں فرمایا اس لیے ان میں زکوٰۃ نہیں، تاہم اگر تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں تو پھر زکوٰۃ واجب ہے۔

لما قال العلامة برهان الدين مرغینانی :- ولا شيء في البغال والحمير لقوله عليه السلام لم ينزل عليّ فيهما شيء والمقادير ثبت سماعاً إلا ان تكون للتجارة لان الزكاة حينئذ تتعلق بالمالية كسائر اموال التجارة - (الهداية ج ۱ ص ۱۴۱ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الخيل) - لہ

سوال :- میرا ایک ڈیری فارم ہے جس میں بقیس چالیس بھینسیں رکھی ہیں جن کے چارہ وغیرہ کا

لہ قال العلامة برهان الدين مرغینانی :- ويجوز دفع القيم في الزكاة عندنا وكذا في الكفارات وصدقة الفطر والعشر والتذبر - (الهداية ج ۱ ص ۱۴۱ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الخيل)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۳۷ کتاب الزکوٰۃ - باب زکوٰۃ الخيل -

لہ لما قال العلامة ابن نجيم المصري :- (قوله ولا في الحمير والبغال) لقوله عليه السلام لم ينزل عليّ فيهما شيء والمقادير ثبت سماعاً إلا ان تكون للتجارة لان الزكاة حينئذ تتعلق بالمالية كسائر اموال التجارة - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۷ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الغنم)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الزکوٰۃ - الفصل الخامس فيما لا تجب فيه الزكاة -

انتظام میں فارم ہی میں اپنے خرچہ سے کرتا ہوں، تو کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب:- جو جانور گھر میں پالے جاتے ہوں اور ان کے لیے چارہ وغیرہ بھی قیمتاً یا جاتا ہو اور
 باہر چراگاہ میں چرتے ہوں لیکن سال کا کم حصہ، تو ایسے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں، لہذا آپ پر
 زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ اگر ان بھیتوں کو صرف دودھ کے لیے پال رکھا ہو اور ان کے دودھ کو
 فروخت کیا جاتا ہو تو اس صورت میں دودھ کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اُس رقم پر پورا
 سال گزر جائے۔

لما قال العلامة المرتبینانیؒ: وليس في العوامل والعلوفة صدقة..... ثم السائمة
 هي التي تكتفي بالرعي في أكثر الحول حتى لو علفها نصف الحول أو أكثر كانت علوفة لأن القليل
 تابع للأكثر - رالهداية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الخيل - له

سوال:- میں ایک کاشتکار آدمی ہوں میرے
 گائے بیل اور دودھ کی ذاتی ضرورت
 کے لیے رکھی ہوئی بھیتوں میں زکوٰۃ

پاس کچھ بیل ہیں جو میں نے ہل چلانے کے لیے
 رکھے ہوئے ہیں اور دودھ بھینے (سٹے) رہتے
 چلانے کے لیے اور کچھ گائے بھینیں دودھ کی ذاتی ضروریات کے لیے ہیں اور ان کے ساتھ
 ان کے بچے بھی ہیں، تو کیا میرے ذمے ان جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:- جو جانور کسی عمل میں یا رہتے وغیرہ کے لیے رکھے جائیں اُن میں شرعاً زکوٰۃ نہیں
 اور جو جانور دودھ یا بچوں کے لیے پالے جاتے ہوں تو اُن میں زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ سال
 کا اکثر حصہ چراگاہ میں مفت کا چارہ کھاتے ہوں اور نصاب تک بھی پہنچتے ہوں تو ان میں
 زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغينانیؒ: وليس في العوامل والحوامل والعلوفة

له لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: - قوله هي التي تكتفي بالرعي في أكثر السنة بيان
 للسائمة بالمعنى الفقهي..... قيد بالاكثر لاقادة انه لو علفها نصف الحول فانه لا تكون
 سائمة فلا زکوٰۃ فيها لوقوع الشك في السبب -

المحرر المرقوم ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقة السوائم

ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الخيل

صدقة خلافا لما لك له ظواهر النصوص ولنا قوله عليه السلام ليس في الحوامل والعوامل ولا في البقرة المشيرة صدقة - (الهداية ج ۱ ص ۱۷۱ كتاب الزكاة - فصل في الخيل) ۱

سوال :- ہمارے ملک **بھیڑوں کے ساتھ ان کے بچے بھی نصاب میں شمار ہوں گے** | (افغانستان میں اکثر لوگ

بھیڑیں پالتے ہیں جن میں بے اوقات بڑی بھیڑوں کی تعداد کم ہوتی ہے جو نصاب تک نہیں پہنچ سکتی تو کیا بڑی بھیڑوں کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی نصاب میں شمار کیے جائیں گے یا نہیں؟

الجواب :- جانوروں کے نصاب زکوٰۃ میں بڑے جانوروں کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی شمار کیے جائیں اور جب نصاب کو پہنچیں تب ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

لما قال العلامة الحصكفي :- ولا في حمل وفصيل ولد الناقة وعجول ولد البقرة..... الا تبعا لکبير ولو واحداً - (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۲۸۳ کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم) ۲

سوال :- میں نے سواری کے لیے ایک گھوڑا پال رکھا ہے، **گھوڑوں میں زکوٰۃ کا حکم** | تو کیا میرے ذمے اُس گھوڑے کی زکوٰۃ شرعاً واجب

ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں جو گھوڑا سواری کے لیے رکھا جائے وہ وجوب زکوٰۃ سے خارج ہے یعنی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لہذا آپ پر بھی اس گھوڑے کے

۱ لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله :- (قوله ولا في العلوفة والعوامل) للحديث ليس في الحوامل والعوامل والعلوفة صدقة وكان السبب هو المال النامي - الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۸ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الغنم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ، الفصل الخامس فيما لا زکوٰۃ فيه -

۲ لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني رحمه الله :- وليس في الفصلاں والعجا جيل والجلان صدقة عند ابن حنيفة الا ان يكون معها كبار وهذا اخرا قوله وهو قول محمد -

(الهداية ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الخيل)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۸ کتاب الزکوٰۃ، فصل في الغنم -

زکوٰۃ واجب نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: - وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لانهما مشغولة بالحاجة الاصلية۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الزکوٰۃ) ۱۔

سوال :- ہمارے علاقے میں لوگ اونٹ زیادہ پالتے ہیں تو شرعاً کتنے اونٹوں میں زکوٰۃ واجب اور کتنی واجب؟

الجواب :- اسلام کے قانون زکوٰۃ کے مطابق جب اونٹ سال کا اکثر حصہ باہر چراگاہ میں چرتے ہوں اور اُن پر پورا سال گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ جب اونٹوں کی تعداد کم از کم پانچ ہو جائے تو ان میں ایک بکری واجب ہو جائے گی۔

لما قال العلامة برهان الدین: - قال ليس في اقل من خمس دود صدقة فاذ بلغت خمساً سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى تسع، الخ۔

(الهداية ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الزکوٰۃ - فصل في الابل) ۲۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! صرف نصف سال چراگاہ میں چرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ کا حکم؟

میرے پاس تقریباً پچاس گھٹے بھینسیں ہیں جن کو میں سال کے چھ ماہ اپنے گاؤں کے بیلے میں چراتا ہوں اور چھ ماہ اپنے گھر سے چارہ وغیرہ دیتا ہوں، کیا مجھ پر ان مویشیوں کی زکوٰۃ لازم ہے یا نہیں؟

الجواب :- مویشیوں میں وجوب زکوٰۃ کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مویشی سائمہ

۱۔ لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: - ليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل و دواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة لانها مشغولة بحاجة الاصلية وليست بتامة۔ (مراد المختار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمَثَلُهُ فِي عَزِيزِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۳۳۸ کتاب الزکوٰۃ۔

۲۔ لما قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: - قال محمدٌ وليس فيما دون الخمس من ابل السائمة زکوٰۃ في الخمس شاة۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الزکوٰۃ - الفصل الاول في صدقة السوائم)

وَمَثَلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ - باب نصاب الابل۔

ہوں اور سائٹمہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چراگاہ میں چرتے
ہوں۔ صورت مسئلہ کے مطابق چونکہ آپ اپنے مویشیوں کو نصف سال اپنے گھر
سے چارہ کھلاتے ہیں اور نصف سال باہر بیلہ میں چراتے ہیں اس لیے ان مویشیوں
پر سائٹمہ کی تعریف صادق نہیں آتی، لہذا آپ پر ان مویشیوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔
قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: باب السائٹمہ (حی) الراعیۃ وشرعاً
المتکفیۃ بالرعی (المباح ذکرہ الشمنی (فی اکثر العام لقصد الدر والنسل)
ذکرہ الزیلعی و زاد فی المعیط (والزیادۃ فی السم) لیم الذکور فقط
لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوٰۃ فیہا۔۔۔۔۔ (قلو علفہا)
نصفہ لا تكون سائٹمہ، فلا زکوٰۃ فیہا للشک فی الموجب۔ ۱۰
الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۲ کتاب الزکوٰۃ لم



لہ لما قال العلامة عبد الرحمن بن محمد الطیبوی الشہیر بدماہ افتدی:
(السائٹمہ التي تکتفی بالرعی) الرعی بانکسر الکلاء وبالفتح مصدر۔۔۔۔۔
رفی اکثر الحول، فات علفہا نصف الحول او اکثر فلیست بسائٹمہ
لان اربابہا لا بد لہم من العلف ایام الثلج والشتاء فاعتبر الاکثر
لیکون غالباً۔ (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الامم ج ۱ ص ۲۹۲)
باب زکوٰۃ السوائیم

ومثله فی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۸۳ کتاب الزکوٰۃ۔ الخطب
الخامس زکوٰۃ الحيوان والانعام۔

باب العشر (عشر کے احکام و مسائل)

چشمہ کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر کا حکم | سوال :- جو زمینیں چشموں سے ہے ؟ ان میں عشر ہو گا یا نصف عشر ؟

الجواب :- چشموں سے سیراب ہونے والی زمینوں میں عشر دینا واجب ہو گا کیونکہ اس میں مونت اور محنت کم ہوتی ہے اور عشر کا دار و مدار مونت اور محنت پر ہے۔

لما قال في الهندية : ثعماء العشر ماء البئر التي حفرت في أرض العشر وماء العين التي تظهر في أرض العشر وكذا لك ماء السماء وماء البحار والعظام عشري۔

والفتاوى الهندية ج ۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب السادس في زکوۃ النزع والثمار لہ

عشر کس جگہ کے حساب سے واجب ہوتا ہے | سوال :- اگر ایک شخص نے ٹماٹر کی فصل کاشت کی ہو مگر نرخ کی کمی کی وجہ سے اپنے شہر میں کوئی قبول نہ کرتا ہو، تو اس صورت میں اگر یہ شخص وہ ٹماٹر فروخت کے لیے کسی دوسرے شہر لے جائے تو یہ آدمی عشر کس جگہ کے حساب سے دے گا ؟

الجواب :- اگر اپنے شہر میں جنس سے زکوۃ ادا کرے تو فہا ونعت، ورنہ دوسرے شہر میں فروخت کرتے وقت متعلقہ شہر میں جنس کی قیمت کا اعتبار کر کے زکوۃ ادا کی جائے۔

لما قال العلامة الحسکفی، ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفاضة ففي اقرب

الامصار اليه۔ الدر المختار علی صمد مراد المختار ج ۲ ص ۲۸۶ باب زکوۃ الغنم لہ

لہ قال الامام برهان الدين مرغینانی : ثم الماء العشري ماء السماء والابار والعيون والبحار التي لا تدخل

تحت ولاية احد۔ (الهداية علی صدر فتح القديں ج ۲ ص ۱۹۹ باب زکوۃ النزع والثمار)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۳۳ باب العشر۔

لہ قال في الهندية : ويقومها المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو بعث عبدا للتمارة الى بلد آخر فحال

الحول تعتبر قيمة في ذلك البلد ولو كان في مفاضة تعتبر قيمة في اقرب الامصار الى ذلك الموضع۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸ کتاب الزکوۃ۔ الباب الثالث في زکوۃ الذهب والفضة والورق۔

سوال :- آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل سے سیراب ہونے والی نصف عشر کا وجوب اگر ٹیوب ویل استعمال ہوتا ہو

جس میں زمیندار کو بجلی کے بل کے علاوہ مزید کچھ اخراجات بھی کرنے پڑتے ہیں، اس صورت میں آمدنی پر عشر واجب ہوگا یا نصف عشر؟

الجواب :- فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق جس کھیت کی زراعت میں آبپاشی کے لیے بوجھ اٹھانا پڑے تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا، جبکہ ٹیوب ویل سے آبپاشی کی صورت میں مالی بوجھ کسی سے مخفی نہیں اس لیے اس میں نصف عشر واجب ہے۔

لما فی الہندیۃ : وما سقی بالدولاب والدالۃ فقیہ نصف العشر وان سقی سیرا وبدالۃ
يعتبر اکثر السنة فان استویا یجب نصف العشر۔ (الہندیہ ج ۱۸۶ کتاب الزکوۃ - ابواب السدس فی زکوۃ الزرع والثمار) ۱

سوال :- بعض علاقوں میں سادات یا ائمہ مساجد کو قوم کچھ زمین دیتی ہے جس کو عرف میں سیری کہا جاتا ہے، بسا اوقات یہ زمین ماسکاتہ حقوق کے طور پر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ وہ تو

ائمہ مساجد کی ملکیت متصور ہوگی، لیکن جو سیری مساجد کے لیے وقف ہو اور ائمہ مساجد اس میں کاشت کریں تو اس میں عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- زمین سے عشر کی ادائیگی کے لیے مالک ہونا شرط نہیں بلکہ زمین کی آمدنی جس کے لیے ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ ائمہ مساجد سیری سے جو آمدنی لیتے ہیں اس میں عشر یا نصف عشر واجب رہے گا۔

لما فی الہندیۃ : وكذا ملك الارض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الاراضی الموقوفۃ ویجب فی ارض
المأذون والمکاتب۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱۸۵ کتاب الزکوۃ - ابواب السدس فی زکوۃ الزرع والثمار) ۲

۱۔ قال الشیخ الاسلام ابی بکر بن علی بن محمد : وما سقی بغرب او دالۃ او سانیہ فقیہ نصف العشر والدالۃ الدولاب
والسانیۃ البعیر الذی یستقی به الماد۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۵۳ باب العشر)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۳ ص ۳۲۸ باب العشر۔

۲۔ قال ابن نجیم المصری : وكذا ملك الارض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الارض
الموقوفه۔ (البحر الموائق ج ۲ ص ۲۳۷ باب العشر)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۵۳ باب زکوۃ الزرع والثمار۔

سوال :- اگر ایک شخص اس سال عشر ادا کرتے وقت آئندہ سال آئندہ سال کا عشر پیشگی دینا

کا عشر بھی ادا کر دے تو کیا یہ جائز ہے ؟

الجواب :- عشر یا نصف عشر چونکہ پیداوار پر واجب ہوتا ہے، آئندہ سال کا عشر پیشگی دینا قبل الوجوب ادائیگی کے مترادف ہے جس سے ذمہ داری فارغ نہیں ہوتی۔

ووقتہ وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند ابی حنیفہ فلو عجل عشر ارضہ قبل الزرع لایجوز، ولو عجل بعد الزراۃ بعد النبات فانه یجوز، ولو عجل بعد الزراۃ قبل النبات فالاظہر انه لایجوز، ولو عجل عشر الثمار ان کان بعد طلوعها یجوز وان کان قبل طلوعها لایجوز فی ظاہر الروایۃ۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۸۷ کتاب الزکوۃ۔ الباب السادس فی زکوۃ الزرع والثمار) ص ۱۷

سوال :- بعض علاقوں میں لوگوں کا یہ رواج ہوتا ہے کہ زمین کی آمدنی میں گاؤں کے

لوہار، جھام یا دیگر کسب گروں کو ایک مخصوص حصہ دیتے ہیں۔ تو کیا عشران قومی یا علاقائی اخراجات کو منہا کیے بغیر ہی عشر ادا کیا جائے گا یا ان کا حصہ نکالنے کے بعد ؟

الجواب :- عشر یا نصف عشر تمام آمدنی میں واجب ہے مذکورہ اخراجات بھی زمین کی آمدنی میں اس لیے اس کا عشر یا نصف عشر ادا کرنا واجب ہے اور ان اخراجات کو منہا کیے بغیر ہی عشر ادا کیا جائے گا۔

ما قال النبیؐ الاسلام ابی بکر بن علی بن محمد؛ وقال محمد اذا حصدت وصارت فی الجورین و فائدته فیما اذا اکل منه شیئاً بعد ما صار جہیشاً و اطعم غیرہ فہو بالمعروف فانه یضمن عشر ما اکل و اطعم عند ابی حنیفہ و غیرہ... وان اکل منها بعد بلف الحصاد قبل ان حصد فمن عند ابی حنیفہ و ابی یوسف۔

الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۱ باب زکوۃ الزرع والثمار ص ۲

ص ۱۵۱ قال العلامة جلال الدین الخوارزمی: ثم اختلفوا فی وقت الوجوب فوق الوجوب عند ابی حنیفہ یمکن عند ظهور الثمر و عند ابی یوسف و عند الادراک و عند محمد یمکن عند استیکامہ۔ (الکفا فی تیل فتح القدیر ج ۲ باب زکوۃ الزرع والثمار) ص ۱۹۲/۱۹۱

ومثله فی البدائع الصناع ج ۲ ص ۵۲ فصل زکوۃ الزرع والثمار۔

ص ۱۵۱ قال ابن نجیم: واما رکنہ فالتملیک كالزکوۃ وشرائط الاداء ما قدمناه فی الزکوۃ... وان استهلكه غیر المالك اخذ اضمن منه وادی عشره وان استهلكه المالك ضمن عشره و ما دیتانی ذمتہ۔ (المحرر الرائق ج ۲ باب العشر) ص ۲۳۴ ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۸۷ کتاب الزکوۃ۔

سوال: حکومت عوام سے جو عشر اور زکوٰۃ وصول کر کے تقسیم کرتی ہے تو کیا اس سے مالک کی مہ داری

فارغ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حکومت کے واسطے سے زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن مروجہ نظام زکوٰۃ کی خامیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا کسی پر مخفی نہیں کہ عموماً زکوٰۃ اصل مصرف میں خرچ نہیں ہوتی بلکہ سیاسی وابستگی اور پارٹی تعلقات کی بنیاد پر عموماً غیر مستحقین کو دی جاتی ہے اس لیے اس کو دیکھتے ہوئے کہ زکوٰۃ ضائع ہو رہی ہے اس پر اکتفا کرنا دانشمندی نہیں بلکہ دوبارہ اعادہ کرنا بہتر ہے۔

لما قال العلامة صدر الشريعة: وان اخذوا الزكاة المذكورة قال صرفوا الى مصارفها وهي مصارف الزكاة فلا اعادة على المالك وان لم يصرفوا الى مصارفها فعليهم الاعادة (شرح الوقاية ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب زکوٰۃ الاموال)

سوال: پاکستان کی جو زمین ہے (خواہ اس کا تعلق کسی بھی صوبے سے ہو) ہموار ہو یا پہاڑی، اتر وٹے شریعت اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہو گا یا نہیں؟ نیز پاکستان بننے سے پہلے یا بعد جن لوگوں کو زمین ملی ہے اس میں عشر کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ہمارے ملک کی زمین خواہ وہ پاکستان بننے سے قبل کسی کو ملی ہو یا بعد میں، تمام یہ حکومت کی طرف سے مالکانہ قبضہ تسلیم کر کے جملہ مالکانہ تصرفات کا اختیار وے دیا گیا ہے اس لیے مسلمانوں کی ملکیت تسلیم ہونے کے بعد یہ زمین عشری ہے خراجی زمین نہیں ہے۔

لما قال العلامة الحسكي: اخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكاة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والمخراج لاعادة على اربابها ان صرف الماخوذ في محله الا في ذكره والا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله - (التمار على صدر المحتاج ۲ ص ۲۸۸ باب زکوٰۃ الغنم) ومثله في السراجية ص ۲۶ کتاب الزکوٰۃ -

لما وللتفصيل فليراجع الى الكتاب المسمى: "بالقول الماضي في الاحكام الامراض" للعلامة مفتي محمد شفيع صاحب رحمه الله -

قرض مانع وجوب عشر نہیں | سوال :- اگر زمیندار پر کچھ قرض ہو تو کیا مقروض ہونے کے باوجود زمین کی آمدنی سے عشر کی ادائیگی ضروری ہے یا قرض مانع

وجوب عشر ہے ؟

الجواب :- عشر کا وجوب زمین کی آمدنی پر ہے اس میں غنایا مالک نصاب ہونا ضروری نہیں ہے اس لیے مقروض ہونے کے باوجود عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا۔

لما قال الامام برهان الدين المرغینانی: قال ابو حنیفة رحمہ اللہ فی قلیل ما اخرجہ الارض وکثیرہ العشر سواء سقی سبیحاً وسقته السماء۔ (الہدیۃ علی مد فتح القدیر ج ۲ ص ۱۸۶ باب زکوۃ الزرع والثمار) لہ

سوال :- فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ عشر اور خراج دونوں ایک زمین سے نہیں

لیے جائیں گے، لیکن اگر حکومت زمیندار سے آبیانہ یا مالیہ کے نام پر ٹیکس وصول کرتی ہے تو کیا اس سے عشر ساقط ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- فی زمانہ حکومتی ٹیکس دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) آبیانہ جو کہ پانی کے عوض لیا جاتا ہے (۲) زرعی ٹیکس جو کہ پیداوار پر لگایا جاتا ہے۔ اول الذکر یعنی آبیانہ چونکہ اس پانی

کے عوض میں حکومت وصول کرتی ہے جس کا وہ انتظام کرتی ہے اس لیے اس صورت میں بوجہ اخراجات اور محنت و مشقت عشر و سواں حصہ کے بجائے نصف عشر و بیسواں حصہ لازم ہوگا۔

قال العلامة ابن عابدین: لان العلة في العدول عن العشر الى نصفه في مسقي غرض ودالته هي زيادة الكلفة كما علمت وهي موجودة في شواء الماء۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۸ باب العشر) لہ

لہ قال ابی یکر بن علی بن محمد: قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجہ الارض وکثیرہ العشر لحد القلیل الصاع وما دونہ لاشی فیہ وقیل حده نصف الصاع والمراد بالارض

هنا العشر وفيه اشارة الى انه لا يلتفت الى المالك سواء كان بالغاً او صبیاً او مجنوناً او عبداً او كانت الارض وقفاً علی الرباطات او المساجد والمدارس۔

(الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۳ باب زکوۃ الزرع والثمار)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۶ کتاب الزکوۃ۔ الباب السادس فی الزروع والثمار۔

لہ قال الشیخ المفتی عزیر الرحمن: نہری زمینوں میں جن میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۱۷۲ چھٹا باب عشر)

سوال :- اگر کسی شخص سے حکمران یا کوئی جبر و تشدد سے لیے ہوئے عشر کا اعادہ بہتر ہے | ظالم بادشاہ جبر و تشدد سے عشر وصول

کرے تو کیا اس سے ذمہ فارغ ہو جائے گا یا نہیں ؟
الجواب :- اگر کسی سے بصورت ظلم و ستم جبراً عشر وصول کیا جائے تو مالک پر عشر کا اعادہ لازم نہیں۔ چونکہ یہ عشر عموماً حکمرانوں کی عیاشیوں کی نذر ہو جاتا ہے اور کسی ایسی جگہ میں اس کا خرچ ہونا یقینی نہیں جو شریعت نے بطور مصارف متعین کی ہوا اس لیے از روئے احتیاط دوبارہ ادائیگی بہتر ہے تاکہ مالک خود اپنی مرضی سے غریبوں میں تقسیم کر کے اطمینان حاصل کرے۔

قال علی بن ابی بکر المرغینانی: واذا اخذ الخوارج الصدقة السوائم لایشئ علیہم وافتوا بان یعبیوھا دون الخراج انما وقیل اذا نوب بالدفع التصدق علیہم سقط عنه وکذا ما دفع الی کل جائز لا تہم بما علیہم من التبعا فقرأ الاول احوط۔ (المہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ فصل فی الخیل)۔

سوال :- اگر کسی زمین پر حکومت کی طرف سے محمول مقرر ہو جو مقررہ وقت پر ادا کیا

جاتا ہے کیا اس سے عشر پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں ؟
الجواب :- چونکہ حکومت محمول وغیرہ عشر کی نیت سے نہیں لیتی اور نہ صحیح مصرف پر خرچ کرتی ہے اور نہ صحیح طریقہ کار عشر جمع کرنے کے لیے موجد ہے اس لیے سرکاری طور پر محمول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا اور نہ ذمہ فارغ ہوتا ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: اخذ البغاة والاسلاطین الجائزۃ زکوۃ الاموال الظاہرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلۃ الاقی ذکرہ وان لا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبت اللہ

لہ قال علاؤ الدین الحسکفی: اخذ البغاة والاسلاطین الجائزۃ زکوۃ الاموال الظاہرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلۃ الاقی ذکرہ وان لا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبت اللہ اعادۃ غیر الخراج بل الخراج علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۸۸ باب زکوۃ الغنم۔ ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب زکوۃ الغنم۔

اعادة غير الخراج - الخ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ - باب زكاة الغنم ۱۷)

موقوفہ زمین کی آمدنی میں عشر کا حکم | **سوال** :- کسی مدرسہ و مسجد یا دوسرے اداروں کے لیے موقوفہ زمین کی آمدنی میں عشر اور نصف عشر کا کیا حکم ہے ؟ جبکہ ایسی زمین کی ملکیت شخصی نہیں ہوتی !

الجواب :- وجوب عشر میں زمین کی ملکیت شرط نہیں بلکہ ماخوذ من اکلارض کا مالک ہونا شرط ہے ، جو چیز زمین سے حاصل ہو جائے اور جس کی ملکیت اس میں ہو تو اس مالک پر عشر دینا لازم ہے ۔ اگر موقوفہ زمین میں اہل وقف کاشت کرتا ہو تو اس پر عشر دینا لازم ہے ۔ اگر اہل وقف کے سوا کسی دوسرے شخص نے کاشت کی ہو تو اس میں اجارہ اور مزارعت کے اقسام کا حکم جاری ہوگا۔ قال علاؤالدین الحصکفی: ويجب مع الدين وفي ارض صغير ومجنون ومكاتب وما دون وقف — قال العلامة ابن عابدین (تحت قوله ووقف) افا دان ملك اكلارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملك الخارج لانه يجب في الخارج لا في الارض فكأن ملكه وعدمه سواء - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر) ۱۷

کرایہ پر دی ہوئی زمین پر زکوٰۃ کا حکم | **سوال** :- مزرعہ زمین اگر کرایہ پر دے دی جائے کی جا سکتی ہو تو کیا مالک زمین پر عشر واجب ہوگا یا زکوٰۃ لازم ہوگی ؟

الجواب :- مزرعہ زمین اگر کرایہ پر دے دی گئی ہو تو اگر اس کا کرایہ مقدار نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو حولان حول سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی عشر نہیں ، اگر مقدار نصاب سے

۱۷ قال العلامة الكاساني: وما سلاطين زماننا الذين اذا اخذوا لصدقات والعشور والخراج لا يضعونها مواضعها..... فاما الزكاة والصدقات فانهم لا يضعونها في اهلها وقال ابو بكر الاسكاف جميع ذلك يسقط ويعطى ثانياً الخ - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۶۱ فصل واما بيان من له المطالبة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۹۳ فصل في الغنم -

۱۸ وفي الهنديّة: وكذا ملك الارض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الاراضى الموقوفة -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۵ باب السادس في زكاة الزرع والثمار)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۳۷ باب العشر -

کم ہو اور مالک بھی صاحب نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: الزکوٰۃ واجبة علی الحوالع اقل البالغ المسلم اذا ملک نصاباً ملکاً ما و حال علیہ الحول۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

غصب پر عشر کا وجوب | سوال: کسی کی زمین پر غاصب نے قبضہ سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اس پر عشر کے وجوب کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ غاصب ادا کرے گا یا اصل مالک؟

الجواب: عشر کے وجوب کے لیے زمین کا مملوکہ ہونا ضروری نہیں بلکہ آمدنی کی ملکیت ضروری ہے، اس لیے منصوبہ زمین سے جو آمدنی غاصب کے پاس جمع ہو تمام سے عشر کی ادائیگی غاصب پر ضروری ہے تاہم عشر کی ادائیگی سے آمدنی حلال نہیں ہوتی، البتہ اگر غاصب نے تمام آمدنی مالک کو واپس کر دی تو پھر مالک پر اس کا عشر واجب ہوگا۔

قال العلامة ابن عابدین: وان غصب عشریۃ فزرعها ان لم تنقصها الزراۃ فلا عشر علی المالك، وان نقصتها فالعشر علی المالك کانتہ اجرہا یا لنقصان۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب العشر) ۱۸

مُشترکہ مال کی عارضی تقسیم مستقطر زکوٰۃ نہیں | سوال: ہم چار بھائیوں کا کل سرمایہ ۱۸۰ بھیر ہے، کیا ہم بھائیوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: مشترکہ مال کو اگر تقسیم کرنے سے ہر ایک حصہ دار صاحب نصاب بنتا ہو تو ہر ایک پر اپنے حصے کی زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ چونکہ بکریوں میں شرعی نصاب چالیس بکریاں ہیں، چونکہ

لصوفی الہندیۃ: ومنها کون المال نصاباً فلا تجب فی اقل منه لہکذا فی العینی شرح الکتر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۳۵ کتاب الزکوٰۃ۔

۲ قال العلامة زین الدین ابن نجیم: وفي الارض المصنوعة علی الغاصب ان لم تنقصها الزراۃ وان نقصتها فعلى ربا الارض۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۳۷ باب العشر)

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۲ باب السادس فی زکوٰۃ الزراع والثمار۔

تقسیم کے بعد ہر بھائی نصاب کا مالک بنتا ہے اس لیے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہے۔

قال شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی الحنفی: نصاب الغنم ضاناً او معزاً اربعون وفيها شاة وفي مائة واحدی وعشرين شاتان وفي مائتين وواحد ثلاث شياة وفي اربع مائة اربع شياة۔ (متن الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ باب فی الغنم) ۱۷

سوال: جناب مفتی صاحب! ناقابل کاشت زمین

نابل کاشت زمین میں زکوٰۃ کا حکم | پر نہ عشر واجب ہے اور نہ زکوٰۃ واجب ہے جبکہ قابل کاشت زمین میں عشر واجب ہے، لیکن جو آدمی بنک میں ایک لاکھ روپے جمع کراتا ہے اور بنک کی طرف سے اُس پر سالانہ منافع دیا جاتا ہے، تو جس طرح اصل زمین پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی پر ہے اسی طرح بنک میں جمع کردہ ایک لاکھ روپیہ پر زکوٰۃ لازم نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کے ذریعے حاصل شدہ منافع پر زکوٰۃ ادا کی جانی چاہیے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب: صورت مسئلہ میں اصل رقم اور منافع دونوں میں زکوٰۃ لازمی ہے اور اس رقم کا زمین پر قیاس غلط ہے کیونکہ یہ رقم خود ثمن ہے اور زمین خود ثمن نہیں ہے، اثمان را تجر مال تجارت میں داخل ہیں اور زمین مال نامی نہیں لہذا اس میں زکوٰۃ لازمی ہے۔

ما قال علامہ کاسانی: فان كانت اثماناً رابحة او كان يمسكها للتجارة يعتبر قيمتها فان بلغت قيمتها مائتي درهم من ادنى الدراهم التي تجب فيه الزكاة وهي التي الغالب عليها الفضة تجب فيه الزكاة والا فلا، وان لم تكن اثماناً رابحة ولا معدة للتجارة فلا زكاة فيها۔ ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷ فصل الاثمان المطلقة) ۱۸

۱۷ وفي الهندية ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليه الخ وفيها شاة الى مائة وعشرين۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۸ فصل الرابع في زكاة الغنم) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۶ فصل في الغنم۔

۱۸ وقال الشيخ النظام: الدراهم اذا كانت مغشوشة فان كان الغالب هو الفضة فينظر ان كانت رابحة او نوى التجارة اعتبرت قيمتها فان بلغت نصيباً من ادنى الدراهم التي تجب فيها الزكاة وهي التي غلبت فضتها وجبت فيها الزكاة ولا فلا۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۹ كتاب الزكاة الثالث في زكاة الذهب والفضة)

سال کے بعد بیچ جانے والے غلہ میں زکوٰۃ کا حکم | سوال :- ایک شخص کے پاس کافی غلہ ہے، اس میں بیس بیس من گندم پر پورا

سال گزر گیا، اس میں زکوٰۃ لازم ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب گندم برائے تجارت نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ اس میں نمو نہیں پائی جاتی اور گندم سے جب عشر ادا کر دیا گیا ہو تو دوبارہ سال گزرنے سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

لما قال ابن نجيم: وخرج ايضا ما اذا دخل من ارضه حنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب وثوى ان يمسكها ويبيعها فامسكها حولا لا تجب فيها الزكاة كما في الميراث.

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۹ كتاب الزكاة ۱)

عشر کا دہ خوب بائع پر ہے یا مشتری پر؟ | سوال :- اگر مالک نے کھیت کسی ٹھیکیدار آدنی سے عشر یا نصف عشر کی ادائیگی کس کی ذمہ داری ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر فصل تیار ہونے کے بعد فروخت کی جائے تو عشر کی ذمہ داری بائع پر ہے لیکن کچھ فصل کے فروخت کی صورت میں عشر مشتری کے ذمہ واجب ہوگا۔

لما قال في الهندية: واذا باع اكرض العشرية وفيها زرع قد ادرك مع زرعها و باع الزرع خاصة فعشره على البائع دون المشتري ولو باعها والزرع بقول ان فصله المشتري في الحال يجب على البائع ولو تركه حتى ادرك فعشره على المشتري. والهندية ج ۱ ص ۸۷ كتاب الزكاة - ابناء السادة في زكاة الزرع والثمار ۱

۱۔ قال العلامة ابن عدين: (تحت قوله ولا تصح نية التجارة لانها لا تصح الا عند عقد التجارة فلا تصح فيما ملكه بغير عقد كارت ونحوه كما سياتي ومثله الخارج من ارضه لان الملك يثبت بالذات ولا اختيار له فيه ونوعه قال في البحر و خرج اى بقيد العقد ما اذا دخل من ارضه حنطة تبلغ قيمتها نصابا وثوى ان يمسكها ويبيعها فامسكها حولا لا تجب فيها الزكاة كما في الميراث. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۸ كتاب الزكاة ۲)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۸۷ كِتَابُ الزَّكَاةِ -

۲۔ قال العلامة الحصكفي: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعد

فعلى البائع. (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب العشر ۱)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۵۷، ۵۸ فصل شرائط الفريضة -

سوال :- پہاڑوں کے خورد و درختوں میں پھل دار درخت پہاڑوں کی آمدنی میں عشر کا مسئلہ

بھی ہوتے ہیں جیسے اخروٹ اور چنوزی وغیرہ، اگرچہ ان کی مالیت کافی ہوتی ہے کیا اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- پہاڑوں میں خورد و درختوں سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے تو جس کو یہ پھل وغیرہ ملیں اس پر عشر واجب رہے گا۔

لما قال في الهندية : وما يجمع من الثمار لا تشجار التي ليست بمملوكة كاشجار الجبال يجب فيها العشر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الزکوۃ۔ الباب السادس في زکوۃ الزرع والثمار)

سوال :- ایک شخص نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو مزارعت پر دی ہوئی ہے، آمدنی تو مالک زمین اور کاشتکار حسب معاہدہ آپس میں تقسیم کرتے ہیں لیکن عشر یا نصف عشر کی ادائیگی کس پر واجب ہے؟

الجواب :- مروجہ مزارعت میں عموماً آمدنی مالک زمین اور کاشتکار پر مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوتی ہے کسی ایک کے زیادہ فائدے کا قطعی علم نہیں ہوتا ہے اس لیے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ سے عشر یا نصف عشر کا ادا کرنا لازم ہے۔ اس میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مجموعی آمدنی سے مشترکہ طور پر عشر ادا کیا جائے یا تقسیم کے بعد ہر ایک اپنے حصہ کی آمدنی سے ادا کرے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی : وبقولہما ناخذ فی المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من عامل فعليهما با الحصة۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب العشر ص ۳۳۲)

لہ قال العلامة ابن عابدین : تحت قوله كذا يجب العشر في ثمر جبل او مفاضة ان حماه الاكمام، ويجب العشر ولو كان الشجر غير مملوك ولم يعالجه احد۔۔۔ فان ثمر الجبال مباح لا يجوز منع المسلمين عنه۔ وقال ابو يوسف رحمه الله لاشي فيما يوجد في الجبال لان الارض ليست مملوكة ولهما ان المقصود من ملكها النماء وقد حصل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۵ باب العشر)
 وقيل في البرازية على هامش الهندية ج ۲ ص ۹۱ الباب الثالث في العشر والخراج والجزية۔
 لصد في الهندية : وفي المزارعة على قولهما العشر عليهما بالحصة۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۷ الباب السادس في زکوۃ الزرع والثمار

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۲ باب العشر۔

سوال :- ہمارے علاقے میں سیب وغیرہ کے باغات بکثرت ہیں جو کہ پھل ظاہر ہونے کے بعد خرید لیے جاتے ہیں پھر پھل کی پختگی تک یہ سیب وغیرہ مالکوں کے باغات میں چھوڑ دیتے ہیں جب پک کر تیار ہو جاتے ہیں تو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں کیا ان باغات کا عشر مالک پر واجب ہے یا مشتری پر ؟

الجواب :- پھلوں میں اس وقت عشر واجب ہوتا ہے جب یہ درختوں میں ظاہر ہو جائیں اور پک جانے تک فساد وغیرہ سے محفوظ رہیں۔

قال ابن عابدین: قال في الجوهرية واختلفوا في وقت العشر في الثمار والزرع - فقال ابو حنيفة وزفر وجب عند ظهور الثمرة والامن عليها من الفساد - رد المحتار ج ۲ باب العشر

لیکن مروج بیوع فاسدہ ہیں اور بیع فاسدہ قبل القبض مفید للملك نہیں ہوتا لہذا عشر بائع پر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کو قبضہ دیا ہو تو پھر مشتری پر ہوگا۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعده فعلى البائع - رد المحتار ج ۲ باب العشر

سوال :- اگر فصل کسی دوسری جگہ بھیج کر فروخت کی جائے جہاں اس کی قیمت زیادہ ہو، تو عشر کس کی صورت میں عشر کی ادائیگی کا مسئلہ

اس کی قیمت کم ہوتی ہے۔

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ فصل سے علی الفور عشر ادا کیا جائے تاکہ ذمہ جلد فارغ ہو، لیکن اگر کسی نے فصل ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر لی جہاں پر وہ زیادہ قیمت پر فروخت ہوئی تو جملہ قیمت کے اعتبار سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا، کرایہ یا محصول وغیرہ جملہ آمدنی سے کاٹنا جائز نہیں۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ویقوم فی البلد الذی المال خیه - وفي رد المحتار، فلو بعت له وفي المهدية: ولو باعها والزرع بقل ان فصله المشتري في الحال يجب على البائع ولو تركه حتى ادرك فعشره على المشتري - (الفتاویٰ المہدیة ج ۱ مک ۱۸۱ الباب السادس فی زکوۃ الزرع والثمار) ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ مک ۵ فصل واما شرائط الفرضیة -

عبدالتجارة في البلد الذي فيه العبد - (الدرا المختار على صدر رد المحتار ج ۲ باب ۲۸۶ زكاة الغنم)
ايضاً قال ابن عابدين: تحت قوله بلا رفع مؤن اي يجب العشر في الاول ونصفه
في الثاني بلا رفع اجرة العمال ونفقة البقر وكري الا نهار واجرة المحافظ نحو ذلك -
رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۸ باب العشر - له

فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے | سوال :- اگر کوئی آدمی اپنے
کھیت کی فصل کاٹنے سے قبل کسی

دوسرے شخص پر فروخت کر دے تو فصل کاٹنے کے بعد عشر کی ادائیگی کس کے ذمہ ہوگی۔
الجواب :- اگر کسی نے اپنی فصل بچتگی سے قبل فروخت کی ہو اور فصل مشتری کی ملکیت
میں کمال تک پہنچ جائے تو عشر کی ادائیگی مشتری پر لازم ہے، البتہ اگر فصل پک جانے کے بعد
فروخت کی جائے تو عشر بائع پر واجب رہے گا۔

قال علاؤ الدين الحصكفي: ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري
ولو بعدة فعلى البائع - (الدرا المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب العشر) - له

اجارہ پردی ہوئی زمین میں عشر کس پر واجب ہے | سوال :- اگر زمین اجارہ پردی جا
یعنی مالک زمین کاشتکار سے یہ طے
کر لے کر مجھے فی کنال یا فی جریب مثلاً پانچ سو روپے یا پانچ من غلہ سالانہ دے کر تم جس طرح
چاہو زمین کو استعمال کر سکتے ہو، اب اس صورت میں جو آمدنی حاصل ہوگی تو اس کا عشر کس پر

له قال العلامة ابن الهمام: ويقومها المالك في البلد الذي فيه المال حتى لو بيعت عبداً للتجارة الى بلد آخر
لحاجة الحال حول تعتبر قيمته في ذلك البلد - (فتح القدير ج ۲ ص ۱۹۲ فصل في العروض)

وايضاً قال ولا يحتسب فيه امرالعمال ونفقة البقر وكري الا نهار واجرة الحارس
وغیره ذلك - (فتح القدير ج ۲ ص ۱۹۲ باب زكاة الزرع والثمار)

ومثله في الهندية ج ۱۱ الفصل الثاني في العروض - واليعر الرائق ج ۲ ص ۲۳۸ باب العشر -

له وفي الهندية، ولو باعها والزرع بقل ان فصله المشتري في الحال يجب على البائع ولو تركه
حتى ادرك فعشرة على المشتري - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۸ باب السادس في زكاة الزرع والثمار)
ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۵ فصل واما شرائط الفرضية -

واجب ہوگا؟

الجواب :- اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہے جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک کاشتکار ہے، عام فقہاء صاحبینؒ کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن عابدینؒ نے اس میں یوں تفصیل نقل کی ہے کہ اگر زمین کا اجارہ اجر مثل کے برابر ہو یعنی جیسی زمین ہو اسی کی مناسبت سے اجرة مقرر کیا ہو تو عشر مالک زمین پر ہوگا اور اگر اجارہ میں اجرة اجر مثل سے کم مقرر کیا ہو تو عشر کاشتکار پر ہوگا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ عرف عام پر چھوڑا جائے اگر علاقے کے رواج کے مطابق مالک زمین پر عشر ہو تو عشر مالک زمین سے لیا جائے گا اور اگر کاشتکار پر ہو تو کاشتکار پر لازم ہوگا، چونکہ ہمارے علاقے میں کاشتکار کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے اسلئے صاحبینؒ کے قول کی رو سے کاشتکار کو ادا کرنا ہوگا۔

قال علاؤ الدین الحصکفیؒ: والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقال علی المستاجر کستعیر مسلم وفي الحاوی وبقولہما ناخذ۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ باب العشر) ۳۳۲

سوال :- اگر ایک آدمی نے اپنی زمین میں شغل (چارے) میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ شغل (چارے) کاشت کیا ہو، اگر یہ بار بار کاٹا جائے تو کیا ہر بار عشر ادا کرنا ہوگا یا ایک دفعہ کافی ہے؟

الجواب :- شغل کاشت کرنے سے چونکہ زمین کا اشتغال پایا جاتا ہے اس لیے اس میں عشر یا نصف عشر کی ادائیگی ضروری ہے، پھر چونکہ یہ بار بار کاٹا جاتا ہے اس لیے اس کی مجموعی آمدنی کا حساب کر کے عشر ادا کیا جائے گا ورنہ ہر بار ادا کرنا ہوگا۔

لما قال ابی بکر بن علی بن محمدؒ: اما اذا اتخذ ارضه مقصبة او شجرة او مبنیاً للخشیش وساق الیہ الماء ومنع الناس منه یجب فیہ العشر۔ (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۳ باب زکوة الزرع والثمار) ۱۵۳

۱۔ وفي الهندية، ولو أجزأه ضاعشربة كان العشر على الأجر عند أبي حنيفة وعندها على المستاجر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۷ الباب السادس في زکوة الزرع والثمار) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۳۷ باب العشر۔

۲۔ قال العلامة ابن عابدینؒ: (تحت قوله الا فيما لا يقصد و)..... وان المدار على القصد حتى لو قصد به ذلك وجب العشر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۷ باب العشر)

گتے میں عشر کا حکم | سوال :- گتے سے اگر گڑ تیار کیا جائے تو اس سے تو عشر یا نصف عشر دیا جائے گا اور اگر گناشوگر ملز میں فروخت کیا جائے تو اس میں عشر کا کیا طریقہ کار ہوگا ؟

الجواب :- گنا زمین کی مستقل آمدنی ہے اس لیے اس میں عشر یا نصف عشر کی ادائیگی ضروری ہے، تاہم اگر گنا مل پر فروخت ہو تو قیمت سے عشر ادا کیا جائے گا ورنہ گڑ بنانے کے بعد اس کی جنس یا قیمت سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا۔ یہ یاد رہے کہ قیمت سے عشر ادا کرنے کی صورت میں خرچ شدہ رقم منہا کرنا جائز نہیں بلکہ کل قیمت سے عشر ادا کیا جائے گا۔

لما قال الشيخ الاسلام ابی بکر بن علی بن محمد : واما قصب فهو ثلاثة انواع قصب السكر وقصب الذريرة والقصب الفارسی قصب السكر وقصب الذريرة فيهما العشر۔
(المجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۳ باب زكوة الزرع والثمار) ۱۰

گڑ یا اس کی قیمت سے عشر ادا کرنا جائز ہے | سوال :- گتے سے گڑ تیار کرنے کی صورت میں کیا زمیندار گڑ سے عشر ادا کرے گا یا گڑ کی قیمت سے ؟ جبکہ دونوں میں فرق ہوتا ہے۔

الجواب :- چاہی یا سیرابی زمین سے نصف عشر اور بارانی زمین سے عشر ادا کیا جائے گا اور گڑ یا اس کی قیمت دونوں سے عشر ادا کرنا جائز ہے، مثلاً بیس من گڑ میں سے ایک من گڑ یا اس کی قیمت بطور عشر دینا لازمی ہے ماورانی زمین کے بیس من گڑ یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔ (مرتب)
لما قال العلامة برهان الدين المرفياني : وما سقى بغريب او دالية او سانية ففيه نصف العشر على القولين لان المؤمنة تكثرفيه وتقل فيما يسقى بالسما او سيجاً وان سقى سيجاً او بدالية فاما لمعتبر اكثر السنة كما مر في السائمة۔ (الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۹۱ باب زكوة الزرع والثمار) ۱۰

۱۰ قال الامام برهان الدين المرفياني : واما قصب السكر وقصب الذريرة ففيهما العشر لانه يقصد بهما اشتغال الارض بخلاف العصف والتبن لانهما المقصودا لحب۔

(الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۹۱ باب زكوة الزرع والثمار)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّمِ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ رَدُّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۳۲۷ باب العشر۔

۱۰ قال شيخ الاسلام ابی بکر بن علی بن محمد : وما سقى بغريب او دالية او سانية ففيه نصف العشر الدالية الدولا بوالسانية البعير الذي يستقى به المار۔ (المجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۴ باب زكوة الزرع والثمار)
وَمِثْلُهُ فِي الدَّمِ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ رَدُّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۳۲۸ باب العشر۔

مونگ پھلی میں عشر کا بیان | سوال :- مونگ پھلی جو کہ اکثر بارانی زمین میں ہوتی ہے اور اس کی فصل کو پانی کی بھی خاص ضرورت نہیں ہوتی، تو کیا اس میں عشر یا نصف

عشر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ یہ فصل عموماً بارانی زمین کی پیداوار ہوتی ہے اس لیے اس میں عشر واجب رہے گا۔

لما قال في الهندية: ويجب العشر عند أبي حنيفة في كل ما تخرجه الأرض من الحنطة والشعير والدخن والأرز واصلات الحبوب والبقول والرياحين والأوراد والرطاب وقصب السكر والذريرة والبطيخ والخيار والقتاء والبادجان والعصفرو أشباه ذلك مما له ثمرة باقية أو غير باقية قل أو كثر..... ولا تحسب أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ وغير ذلك فيجب إخراج الواجب من جميع ما أخرجته الأرض نصفاً أو عشرًا -
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۶ کتاب الزکوۃ: الباب السادس في زکوۃ الزرع والثمار) ۱۷

سوال :- تبا کو کا عشر سبز پتوں سے دینا ہو گا یا ان کی قیمت سے؟ جبکہ تبا کو کو بھٹی میں پکانے پر کافی خرچہ آتا ہے تو آیا سبز پتوں سے عشر ادا کرنا ہو گا یا بھٹی میں پک جانے کے بعد عشر دینا ہو گا؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں عشر اصل میں اُس پیداوار سے دینا ہے جو زمین سے حاصل ہوئی ہو، تاہم اگر قیمت دینا چاہتے تو پہلے عشر علیحدہ کر کے پھر علاقے کی مروجہ قیمت لگا کر مساکین کو دے دی جائے، اور اگر پکنے سے قبل عشر ادا نہ کیا گیا تو پکنے کے بعد تمام تبا کو سے عشر یا نصف عشر دینا واجب ہو گا اور اس میں سے خرچہ منہا نہیں ہو گا۔

لما قال الإمام برهان الدين المرغيناني: قال أبو حنيفة في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر سواء سقى سبياً أو سقت السماء - (الهداية على صدر الفتح القدير ج ۲ ص ۱۸۶ باب زکوۃ الزرع والثمار) ۱۷
لما قال الإمام برهان الدين المرغيناني: وكل شيء أخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب فيه أجر العمال ونفقة البقر - (الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۱۹۱ باب زکوۃ الزرع والثمار)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۳۸ باب العشر -

۱۷ قال الشيخ أبي بكر بن علي بن محمد: قال أبو حنيفة في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر حد القليل الصاع ومادونه لا شيء فيه وقيل حده نصف صاع والمراد بالارض هنا العشرية -
(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۶ باب زکوۃ الزرع والثمار)
وَمِثْلُهُ فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۷۱ کتاب الزکوۃ فصل في العشر -

گھر کے اندر پھل دار درختوں میں عشر واجب نہیں | سوال :- اگر ایک آدمی کے گھر میں کچھ پھل دار درخت ہوں تو کیا ان کے پھلوں

میں عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- گھر کے اندر اگر پھل دار درخت یا سبزی وغیرہ ہو تو ان میں عشر واجب نہیں کیونکہ یہ گھر کے تابع شمار ہوں گے۔

لما قال طاہر بن عبد الرشید البخاری: رجل فی دارہ شجرة مثمرة لا عشر فیہا وان كانت البلدة عشریة بخلاف ما اذا كانت فی الادامی۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ الفصل شرفی العشر والمخرج) ۲۲۴

مزرعہ زمین کے ارد گرد پھل دار درختوں میں عشر کا مسئلہ | سوال :- اگر زمین میں باقاعدہ

ارد گرد پھل دار درخت ہوں جن سے کافی پھل اور آمدنی حاصل ہوتی ہو تو کیا اس آمدنی میں عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- اگر زمین قابل زراعت ہو اور مستقل باغ نہ ہو تو مزرعہ زمین کے حکم میں ہو کر اس کے درختوں کی آمدنی میں عشر واجب نہیں۔

لما قال الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب: والبستان ما يحوطه حائط فیہ نخیل متفرقة یمن الزراعة وسط الاشجار وان كانت الاشجار ملتفة لا یمن الزراعة فی وسطها فی کرم ولس فی الاشجار التي علی المسانة شی۔ (البزازیة علی هامش المہندیة ج ۲ الباب الثالث فی العشر والمخرج) ۹۱

درختوں کے پتوں میں عشر کا حکم | سوال :- اگر کسی علاقہ میں درختوں کے پتے فروخت کیے جاتے ہوں تو کیا ان کی آمدنی میں عشر یا نصف عشر

۱۔ قال فی الہندیة: ولو كان فی دار رجل شجرة مثمرة لا عشر فیہا۔

۲۔ الفتاوی الہندیة ج ۱ ص ۱۸۶ کتاب الزکوۃ، الباب السادس فی زکوۃ الزروع والثمار

۳۔ قال فی الخلاصة الفتاوی: والبستان کل محوط فیہ اشجار متفرقة یمن نراعه ما وسط الاشجار

ولیس فی اشجار التي علی المسانة شی فان كانت الاشجار ملتفة لا یمن نراعه ارضها فی کرم۔

(خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۶ الفصل العاشر فی العشر والمخرج)

وَمِثْلُهُ فی الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۵۳ باب العشر۔

واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- عشر کے وجوب کے لیے استغناء کا قصد اور نیت کرنا شرط ہے، چونکہ درختوں کے پتے مقصود بالزراعہ نہیں ہوتے اس لیے ان کی آمد فی میں عشر واجب نہیں ہے۔ قال ابن نجیم : وان يكون الخارج منها مما يقصد بزراعة نماء الارض الخ۔ (البحر الرائق ج ۲۳ باب العشر) البتہ اگر زمین کا تیار کرنا اور درخت لگانا اس لیے ہو کہ مقصود بالزراعہ ہو تو پھر ان کے پتوں میں عشر واجب ہے۔

قال علي ابن ابي بكر المرغيناني : اما الحطب والقصب والحشيش لا تسببت في الجنان عادة بل تنقى عنها حتى لو اتخذها مقصبة او مشجرة او منبتا للحشيش يجب فيها العشر۔ (المهداية ج ۱ ص ۱۸۴ باب زكوة الزرع والثمار) ۱۷

سوال :- بسا اوقات غلہ سے بھوسے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، کیا ایسی صورت میں بھوسہ میں عشر کی ادائیگی ضروری

ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس مقصد کے لیے فصل بوئی جاتی ہو یعنی جو مقصود بالزراعہ ہو تو عشر اس سے ادا کیا جائے گا، اس کے علاوہ ضمنی طور پر جو چیز حاصل ہو اگرچہ اس کی قیمت زیادہ ہو اس میں عشر یا نصف عشر واجب نہیں۔ چونکہ گندم اور مکئی کی کاشت سے مقصود غلہ ہوتا ہے اس لیے اس کے بھوسہ یا گھاس میں عشر واجب نہیں۔

قال علي ابن ابي بكر المرغيناني : اما الحطب والقصب والحشيش لا تسببت في الجنان عادة بل تنقى عنها حتى لو اتخذها مقصبة او مشجرة او منبتا للحشيش يجب فيها العشر۔

(المهداية ج ۱ ص ۱۸۴ باب زكوة الزرع والثمار) ۱۸

۱۷ قال ابن عابدین : فلو استمنى ارضه بقوائم الخلاف واما شبهه اذ بالقصب والحشيش وكان يقطع ذلك ويبعه كان فيه العشر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۴ مطلب محکم فی علم ارضی مصروا ۱۸، باب العشر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۶ الباب السادس في زكوة الزرع والثمار۔

۱۸ قال العلامة الحصكفي : الا فيما لا يقصد به استغلال الارض (نحو حطب وقصب) (رسي ووشيش)

وتبن وسعفه الخ حتى لو اشتغل ارضه بهما يجب العشر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۴ باب العشر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۶ الباب السادس في زكوة الزرع والثمار۔

سبزیوں میں عشر کا وجوب | سوال :- بعض سبزیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سال بھر رہنے کا امکان نہیں ہوتا اور وہ جلدی خراب ہو جاتی ہیں، کیا زمین سے ایسی

سبزیوں کے حاصلات پر عشر یا نصف عشر واجب رہے گا یا نہیں؟

الجواب :- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عشر یا نصف عشر کے وجوب کیلئے زمین کی آمدنی میں کسی مدت کیلئے باقی رہنا ضروری نہیں، اسلئے وہ آمدنی جو زمین سے حاصل ہو اس میں عشر یا نصف عشر واجب رہے گا، اگرچہ یہ محدود وقت کے لیے کھانے کی صلاحیت رکھتی ہو، موجودہ دور میں تو ان سبزیوں کا بڑے بڑے گوداموں کے ذریعے کافی عرصے تک محفوظ رہنا کوئی بعید امر نہیں۔

قال ابن عابدین (قوله بلا شرط نصاب وبقاء) فيجب فيما دون النصاب بشرط ان يبلغ صاعاً وقليل نصقه وفي الحضرات التي لا تبقى لهذا قول الامام وهو الصحيح۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر) لہ

افیون میں عشر کے وجوب کا مسئلہ | سوال :- کیا افیون کی آمدنی سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- افیون متعدد مفراشیاء کا مادہ ہے اسلئے اس کی زراعت اور تجارت علی سبیل التول احتراز ضروری ہے تاہم اگر تداوی کیلئے ہو تو پھر اس کی کاشت اور کاروبار جائز ہے۔ زمین سے آمدنی کے وقت نیت چونکہ مقصود با الزراع کی ہوتی ہے اسلئے آمدنی میں عشر کی ادائیگی لازمی امر ہے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیرہ العشر سواد سقی سیما و سقته السماء الا القصب والحطب والحشیش والہدیہ ج ۱ باب زکوۃ الزرع والثمار

لہ قال العلامة ابوبکر انکاسانی: فاما كون الخارج مماله ثمرة باقية فليس بشرط لوجوب العشر بل يجب سواد كان الخارج له ثمرة باقية او ليس له ثمرة باقية وهي الخضراوات كالبقول والرباط والحب والفتار والبصل والصوم ونحوها۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ فصل واما شرائط المحلية)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۶ الْبَابُ السَّادِسُ فِي زَكَاةِ الزَّرْعِ وَالثَّمَارِ۔

لہ وفي المهنديّة: ويجب العشر عند ابي حنيفة في كل ما يخرج من الحنطة۔ وشأن ذلك ماله ثمرة باقية او غير باقية قلّ او أكثر۔ والفتاوى المهنديّة ج ۱ ص ۱۸۶ الْبَابُ السَّادِسُ فِي زَكَاةِ الزَّرْعِ وَالثَّمَارِ وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۲۹۱ باب العشر۔

سوال :- اگر کوئی شخص مقروض ہو تو کیا اس پر عشر کے مقروض پر بھی عشر واجب ہے؟ ادائیگی واجب ہے یا نہیں؟ یا کہ قرض مستقطب عشر ہے؟

الجواب :- قرض اگرچہ وجوب زکوٰۃ سے مانع ہے لیکن وجوب عشر سے مانع نہیں، مقروض ہونے کے باوجود بھی عشر ادا کیا جائے گا۔

لما قال العلامة المحصن: ويمنع الدين وجوب العشر وخارج وكفارة -

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

سوال :- کیا عشر کی رقم کو رفاہ عامہ کے کاموں رفاہ عامہ کے کاموں پر عشر کی رقم خرچ کرنا پر خرچ کیا جاسکتا ہے؟

الجواب :- عشر کا تعلق صدقات واجبہ سے ہے جس میں غیر کی تملیک شرط ہے، چوں کہ رفاہ عامہ کے کاموں میں غیر کی تملیک نہیں پائی جاتی اس لیے رفاہ عامہ کے کاموں میں عشر کی رقم نہیں لگائی جاسکتی۔

قال العلامة المحصن: هي تمليك حرج الاباحة فلو اطعم يتيمانا ناديا الزكاة لا يجزبه الا اذ ارفع اليه المطعوم..... جزء مال خرج المنفعة عينه الشارع -

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزکوٰۃ) ۱۸

سوال :- میں نے شہد کی مکھیاں پال رکھی ہیں جن سے شہد میں عشر واجب ہے یا زکوٰۃ؟ شہد کا کاروبار کرتا ہوں، کیا اس میں عشر واجب

ہے یا زکوٰۃ؟

الجواب :- فقہاء کرام نے مطلقاً شہد میں عشر کا قول کیا ہے اس میں شہد کی پالتویا جنگل مکھیوں کی کوئی قید نہیں، اس لیے آپ پر اس شہد میں عشر ادا کرنا لازمی ہے۔

قال العلامة ابوبکر الكاساني: ثم انما يجب العشر في العسل اذ كان في ارض العشر

۱۷ قال العلامة ابن نجيم، وقيد المصنف بالزكاة لان الدين لا يمنع وجوب العشر والخارج

ويمنع صدقة الفطر - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶ کتاب الزکوٰۃ)

۱۸ قال العلامة ابن نجيم: هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاة يشرط قطع المنفعة

عن المملك من كل وجه الله تعالى لقوله تعالى: وَالْأَنْزَاكُ وَالزَّكَاةُ - وايضا هم التمليك ومواده

تمليك جزء من ماله وهو ربح العشر وما يقوم مقامه - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶ کتاب الزکوٰۃ)

فاما اذا كان في ارض الخراج فلا شيء فيه . (بدائع الصنائع ج ۲ قبل فصل مقدار الواجب)
تاہم اگر مکھیاں خراجی زمین میں رکھی گئی ہوں تو عشر لازم نہیں۔

سوال :- حضرت مفتی صاحب اہم تے قابل کاشت کیا مچھلیوں میں عشر واجب ہے
زمین میں سے کچھ حصہ پر مچھلیاں پالنے کے لیے ایک تالاب بنایا ہوا ہے جس میں مچھلیاں پال کر فروخت کرتے ہیں، تو اس قطعہ زمین میں عشر کس طرح ادا کیا جائے گا؟ مچھلیوں سے یا ان کی قیمت سے؟

الجواب :- عشر کے لیے زمین ہی کی پیداوار ہونا شرط ہے، مچھلیاں چونکہ زمین کی پیداوار نہیں اس لیے ان میں عشر نہیں، البتہ اگر مچھلیاں تجارت کی نیت سے پالی جاتی ہوں اور جب وہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قال الشيخ ابی عیید: ان لا يأخذ من التملك شيئاً حتى يبلغ مائتي درهم فاذا بلغ مائتي درهم فخذ منه الزکوۃ۔ (کتاب الاموال لا فی عیید ص ۳۴۸) ۳

سوال :- اگر ایک مسلمان کاشتکار کا فر حکمران کا مسلمانوں سے ٹیکس یا عشر وصول کرنا
تو کیا اس کا عشر ادا ہو جائے گا یا دوبارہ دینا ضروری ہے؟

الجواب :- کافر حکومت کو مسلمانوں سے خراج وغیرہ لینے کا کوئی حق نہیں، اس لیے کافر حکومت جب کسی مسلمان زمیندار سے عشر یا ٹیکس وصول کرے تو اس سے عشر ادا نہ ہوگا

۱ قال العلامة الحصکفی: يجب العشر في عسل وان قل ارض غير الخراج ولو غير عشرية كعسل ومنا
بخلاف الخراجية لم لا يجتمع العشر والخراج۔ (الدر المختار علی ص ۳۲۵ باب العشر)
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۶ باب زكاة الزرع والثمار۔

۲ قال العلامة الحصکفی: ولا في عين قير اي زفت فقط دهن يعلو الماء مطلقاً اي في ارض عشر
او خراج ولكن في حريمها الصالح للزراعة من ارض الخراج خراج لا فيها تعلق الخراج بالتمكن
من الزراعة واما العشر فيجب في حريمها العشرى ان زرعه والا لا لتعلقه بالخارج۔
قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ولا في عين قير) لانه ليس من انزال الارض انما
هو عين قوارة كعين الماء فلا عشر فيها ولا خراج۔ (رد المختار ج ۲ ص ۳۳۱ باب العشر)

مسلمان پر دوبارہ عشر دینا لازمی ہے۔

لما قال العلامة عبد الغفور الہمایونی السند: واما آنچه حکام نصاریٰ می گیرند پس در ادا خراج محسوب نمی گردد کہ ان الکافرین لیس لهم ولا یتة اخذ الخراج من المسلمین والمؤمنین وایضاً لیسوا بمصادف الخراج حتی اذا اذی المسلمون الیہم ما لا بنیة الخراج ولا یخرجون عن عہدتہ کہ انہم لیسوا بمقاتلین کاهل الحرب ولا دافعین اعداء کاسلام عنہم و عن دارہم بل هم اهل الحرب واعداء المسلمین وکاسلام اعاننا اللہ تعالیٰ علیہم والمصرف للخراج المقاتلون کاهل الحرب ورافعوا الاعداء عن دار کاسلام الخ
(سراج الہندی فی تحقیق خراج السند بحوالہ احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۸ باب العشر) ۱۷

فرنیچر اور کھیلوں کے سامان کیلئے کاشت شدہ درختوں میں عشر کا مسئلہ | سوال: ہمارے علاقے میں لوگ

بعض درختوں کو فرنیچر، کھیلوں کے سامان اور دیگر اشیاء کی بناوٹ کے لیے کاشت کرتے ہیں، کیا ان میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اگرچہ خود درختوں میں عشر نہیں لیکن جب درختوں کی ذات ہی کو مقصد بنایا جائے تو اس میں عشر واجب ہے۔

کما قال الشیخ عبد الحی الکھنوی: المراد ما لا یقصد بہ استغلال الارض غالباً کالتبر نعم لو قصد الاستغلال بشئ منها کما اذا اتخذ الجنان مقصبة ومشجرة۔
(بحوالہ جدید فقہی مباحث ج ۹ ص ۲۳۲) ۱۸

۱۷ قال العلامة الشیخ اشرف العلی التھانوی رحمہ اللہ: عشر وخراج از حقوق شرعیہ است پس چنانکہ انکم ٹیکس مستقطر زکوٰۃ نیست، بچنین محصول سرکاری مستقط این حقوق نباشد
(امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۵۷ باب العشر)

۱۸ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله حتی لو اشغل ارضه بہا یجب بہا العشر) فلو استمنیٰ ارضه بقوائم الخلاف وما شہدہ او بالقصب او الحشیش وکان یقطع ذلک و بیعہ کان فیہ العشر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۷ باب العشر، مطلب فی حکم ارضی مصر والشام) ومثله فی الہندیہ ج ۱ ص ۱۸۶ باب زکوٰۃ الزرع والشمار۔

ایک ہی رقم سے عشر اور زکوٰۃ دونوں ادا کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص پیداوار سے عشر

پر اس رقم میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اس شخص کے پاس نقدی کا نصاب بھی ہے؟
الجواب :- اگر شخص پہلے سے صاحب نصاب ہو اور اس نے ابھی تک نصاب کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو اور یہ رقم زکوٰۃ کی ادائیگی سے قبل صاحب نصاب کے ہاتھ آجائے تو اس رقم کی زکوٰۃ بھی لازم ہوگی۔

لما قال العلامة ابوبکر الكاساني: اكان له طعام فادى عشرة ... او كان له ارض فادى خراجها ... ثم باعها يضم الي ثمنها اصل النصاب - ربدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۷۱، فصل شرائط التي ترجع الى الحال -

ذاتی استعمال کیلئے کاشت کردہ سبزی میں عشر واجب ہے | سوال :- اگر کوئی زمیندار اپنے ذاتی استعمال کے لیے کاشت کرے تو اس پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- عشر ہر اس پیداوار پر واجب ہوتا ہے جو زمین سے نکلے چاہے اپنی ذات کے لیے کاشت کی جائے یا تجارت کے لیے، اس لیے ذاتی استعمال کے لیے کاشت کی ہوئی سبزی میں بھی عشر واجب ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: واما وقته فوق خروج الزرع وظهور الثمر عند ابی حنيفة وعند ابی يوسف وقت الاكدماء - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۷ باب العشر) ۲

خود روپودوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ | سوال :- ہماری زمین میں قدرتی گھاس اور خود روپودے بکثرت ہیں ہم اس کی

لہ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: أما الاستفادة في اشياء الحول من جنس المال غير النجاج والارياح فيضم اليه وينزكى معه عند الحنفية تيسيراً على المذكي - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۲۴۷ المبحث الثاني سبب الزکوٰۃ الخ) ۲
 لہ قال العلامة الحصكفي: ويؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبد صلاحها.

..... (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۱ باب العشر)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۶/۱۸۷ اباب زکوٰۃ الزرع والثمار -

حفاظت کرتے ہیں اور دوسروں کو اُس میں آنے جانے سے روکتے ہیں، تو کیا اس میں عشر واجب ہے؟
الجواب:۔ خود روگھاس میں اگرچہ عشر واجب نہیں لیکن جب اس کی حفاظت کر کے اس کو ذریعہ آمدنی بنایا جائے تو پھر عشر واجب ہے۔

لما فی الہندیۃ: فلا عشر فی الحطب والحشیش..... ولو کان یقطعہ ویبیعہ یجب فیہ العشر کذا فی محیط السرخسی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۶) باب زکوۃ الزرع والثمار

سوال:۔ آج کے جدید طریقہ کاشت میں زراعت پر کافی خرچہ آتا ہے جیسے کھاد، ادویات وغیرہ،

تو کیا ان اخراجات کی وجہ سے عشر پر کوئی اثر پڑے گا؟ یعنی کامل عشر نصف میں تبدیل ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا ادویات و کھاد پر خرچ ہونے والی رقم منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ فقہی ذخائر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین کی پیداوار پر اخراجات زیادہ ہوتے ہوں تو اُس پیداوار میں بیسواں حصہ عشر واجب ہوگا اور جس زمین پر اخراجات کم ہوتے ہوں تو دسواں حصہ عشر لازم ہوگا لیکن اخراجات کو منہا کرنا جائز نہیں، لہذا جدیدہ طریقہ کاشت پر اخراجات زیادہ آنے کے باوجود منہا کرنا جائز نہیں، البتہ عشر بیسواں حصہ کے حساب سے ادا کرنا ہوگا۔

لما قال العلامة الحسینی: وتجب فی سقی سماء وسیم بلا شرط نصاب وبقیۃ و حول الخ..... ویجب العشر ویجب نصفہ فی سقی غرب ودالیتہ لکثرة المؤنۃ۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله لکثرة المؤنۃ) علۃ لوجوب نصف العشر فیما ذکر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ تا ۳۲۸) باب العشر، مطلب فی حکم ارضی مصر والشام

لما قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله حتی لو اشغل ارضہ بہا یجب العشر) فلو استمنی ارضہ بقوائم الخلاف وما شہہ او بالقبأ والحشیش وکان یقطع ذلک و یبیعہ کان فیہ العشر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶) باب العشر، مطلب فی حکم ارضی مصر والشام) ومثله فی الفقہ الاسلامی ادلتہ ج ۲ ص ۸۰۵) مطلب الرابع زکوۃ الزرع والثمار۔

لما قال الشیخ وہبہ الزحلی: ویجب نصف العشر ویجب فیما سقی کالدوالی (الشواہد والنواہی)..... وسبب التفرد واضح وهو کثرة المؤنۃ فی ارض السقی وخصۃ فی ارض البعل کما هو الفرق بین الماشیۃ المعلقۃ والسائۃ الخ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۸۱۳) مطلب الرابع زکوۃ الزرع والثمار۔ خامساً مقدار التواجب وصفته۔

فصل مقصودہ پر عشر واجب ہے | سوال :- ہمارے علاقے میں مکئی وغیرہ کثرت سے کاشت کی جاتی ہے اور اس سے کاشتکار

کے پیش نظر اناج نہیں بلکہ چارا ہوتا ہے جو جانوروں کے لیے انتہائی کارآمد شے ہے تو مقصود بالذات فصل ہوتی ہے نہ کہ اناج، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ اناج اور فصل دونوں میں عشر ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک میں عشر ادا کر دیا جائے تو دوسرے میں عشر نہیں ہے، مسئلہ ہذا واضح فرما کر ثواب دارین حاصل کریں ؟

الجواب :- مکئی کے دانوں میں عشر واجب ہے اس کے گھاس (ٹانٹوں) میں عشر واجب نہیں، البتہ باجرہ اور جوار جو کہ بطور گھاس کاشت کی جاتی ہو دانہ مقصود نہ ہو تو اس کے دس گٹھوں میں سے ایک گٹھا عشر دینا واجب ہوگا، اسی پر وہ سب چیزیں قیاس کی جاسکتی ہیں جن میں مقصود گھاس ہوتی ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: ألا فيما لا يقصد به اشتغال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشيش وتين وسعف الخ حتى لو اشتغل ارضه بها يجب العشر۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۸ باب العشر۔
البتہ اگر صرف ٹانٹے کاٹ کر فروخت کرنے ہوں یا جانوروں کو کھلانے ہوں تو ان میں بھی عشر واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: قال في الفتح غير انه لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فيه لانه صار هو المقصود فلو استتمت ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب والحشيش وكان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر كما في البدائع۔ رد المحتار ج ۲ ص ۵۸ باب العشر۔

لما قال العلامة لكاسانيؒ: ومنها ان يكون الخارج من الارض مما يقصد بزراعتہ نماء الارض وتشتغل الارض به عادة..... حتى قالوا في الارض اذا اتخذها مقصبة وفي شجرة الخلاف التي يقطع في كل ثلاث سنين او اربع سنين انه يجب فيها العشر لان ذلك غلة وافرة۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ فصل واما شرائط المحلية)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۸۳ يَاب زَكَاةُ الزَّرْعِ وَالْثَمَارِ۔

بائع کا مشتری کو کچھ رقم چھوڑ دینے پر عشر کا حکم | سوال: زید نے عمرو سے

اب زید کو اس باغ میں نقصان ہو گیا ہے اور زید نے عمرو کی منت سماجت کر کے اس ہزار روپے معاف کرا لیے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو عشر پچاس ہزار روپے میں سے دینا ہو گا یا چالیس ہزار کے حساب سے؟

الجواب: - عشر پیداوار کی اس رقم کے مطابق واجب ہوتا ہے جس پر بیع ہو چکی ہو، چونکہ صورت مسئلہ میں عمرو نے اصل ثمن سے دس ہزار روپے چھوڑ دیئے ہیں اس لیے زید چالیس ہزار روپے کا عشر ادا کرے گا، کیونکہ عمرو نے بیع میں جو کمی کی ہے وہ اصل بیع یعنی عقد کے ساتھ ملحق ہوگی گویا کہ بیع چالیس ہزار روپے پر ہی ہوئی ہے۔

لما فی الہندیۃ: حط بعض الثمن صیغہ ویلتحق باصل العقد عندنا کالزیادۃ سواء بقی محلاً للمقابلۃ وقت الحط او لحریق محلاً کذا فی المحيط۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۱۷۳ کتاب بیوع، ابنا السادس عشر فی الزیادۃ فی الثمن)۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے

بارے میں کہ سوات، ہزارہ اور کوہستان وغیرہ کے پہاڑوں پر گھنے جنگلات کی کثرت ہے جن میں سے بعض عوام کی اور بعض حکومت کی ملکیت ہیں، تو کیا عوامی جنگلات میں پورا عشر واجب ہے یا نصف؟ یا سرے سے عشر واجب ہی نہیں ہے؟

لہ قال العلامة ابن نجیم: والزیادۃ فیہ والحط متہ ای من الثمن ویلتحقان باصل العقد عندنا وعندہما فر لا یلتحقان..... ولنا انہما بالحط والزیادۃ یغیران العقد من وصف مشروع الی وصف مشروع وهو کونہ رابعاً وخاسراً او عدلاً ولہما ولایۃ الرقع فاوی ان یکون لہما ولایۃ التغیر فصار کما اذا سقط الخيار او شرطہ بعد العقد واذا صح یلتحق بالعقد لان وصف الشئ یقوم بہ لا بنفسہ بخلاف حط الكل لانه تبديل لاصلہ لا تغیر لوصفہ۔
البحر الرائق ج ۶ ص ۱۱۹ فصل فی بیان التصرف فی المبیع والثمن الخ

الجواب :- جنگلات کے ان درختوں میں عشر نہیں ہے تاہم فروختگی کی صورت میں سال گزرنے پر ان کی قیمت پر حسب ضابطہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

لما قال العلامة ابن نجيم رحمه الله : وكذا الا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار لانه بمنزلة جزء الارض لانه يتبعها في البيع الخ۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۸ باب العشر) لہ

بارانی اور چاہی زمین میں عشر کا حکم | سوال :- ایک شخص مثلاً زید کی زمین کنوئیں سے سیراب ہوتی ہے لیکن اس سال برسات

کے موسم میں بارشوں کی کثرت کی وجہ سے کنواں چلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی، تو کیا زید حسب سابق نصف عشر ادا کرے گا یا پورا عشر ادا کرے گا؟

الجواب :- عشر کا تعلق چھ نکہ پانی سے ہے اور فصل جس پانی سے بھی سیراب ہوتی ہو اس کے مطابق عشر واجب ہوگا، لہذا صورت مسئولہ میں چونکہ فصل بارش کے پانی سے سیراب ہوئی ہے اور کنواں چلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لیے اس فصل میں پورا عشر واجب ہے۔

قال العلامة الحسكفي : وتجب في مسقي سماءى مطروسيه كنهر بلا شرط نصاب..... ولو سقى سيعاً وبالة اعتبر الغالب ولو استويا فنصفه وقيل ثلاثة وقيل اربعة۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸ باب العشر) لہ

لہ وفي الہندیۃ : ولا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۶ ابواب السدس فی زکوٰۃ الزروع والثمار)

وَمِثْلُهُ فِي مِدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۵۸ فصل واما شرائط المحلية۔

لہ قال العلامة الكاساني : وعن انس رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال فيما سقته السماء والعين وكان بعلا العشر فما سقى بالرشاء فيه نصف العشر ولان العشر وجب مؤنة الارض فيختلف الواجب بقله المؤنة وكثرتها ولو سقى الزرع في بعض السنة سيعاً وفي بعضها بالة يعتبر في ذلك لان للاكثر حكم الكل كما في السوم في باب الزکوٰۃ۔

(مدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۲ فصل واما بيان مقدار الواجب)

وَمِثْلُهُ فِي الِهْدَايَةِ ج ۱ ص ۱۸۴ باب زکوٰۃ الزروع والثمار۔

عشر میں حولان حول شرط نہیں | سوال :- زید کی ایک ہزار روپے کی افیون کی فصل

ہوئی تھی تو اس نے سو روپے عشر ادا کر کے افیون اپنے پاس رکھ لی جو کہ پورا ایک سال اس کے پاس پڑی رہی، تو کیا سال گزرنے پر اس افیون میں دوبارہ عشر یا زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایک فصل میں صرف ایک بار عشر ادا کیا جائے گا، بار بار سال گزرنے سے عشر واجب نہیں ہوتا اور اگر فصل بار بار آگتی ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا تاہم اگر فصل فروخت کی جائے اور اس کے بدلے میں نقد رقم مل جائے اور اس رقم پر سال گزر جائے تو ضابطہ زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: قوله وحولان حول حتی لو اخرجت الارض مواردًا وجب فی کل مرة لاطلاق النصوص عن قید الحول ولان لعشر فی الخارج حقیقةً فیتکرر بتکرره۔ ابرد المختار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۴۹ باب العشر لہ

پھل پکنے سے پہلے بیع کی صورت میں عشر مشتری پر ہے | سوال :- کیا فرماتے

شخص اپنے باغ کو پھل آنے سے پہلے کسی دوسرے آدمی پر فروخت کر دے اور پھل پکنے تک مشتری بائع سے درختوں پر رہنے کی اجازت بھی لے لے تو پھل پکنے کے بعد عشر بائع پر واجب ہوگا یا مشتری ادا کرے گا؟

الجواب :- عشر ہر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس کی ملکیت میں فصل پیدا ہو، چونکہ صورت مسئلہ میں پھل مشتری کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اس لیے اس کا عشر دینا بھی اسی کے ذمے ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ولو باع الذرع ان قبل ادما کہ فالعشر علی مشتری

لہ قال العلامة الکاسانی: والحول لیس بشرط لوجوب العشر حتی لو اخرجت الارض فی السنة مراراً یتجب العشر فی کل مرة لان نصوص العشر مطلقة عن شرط الحول۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۲ فصل واما شرائط المحلية) ومثله فی الهدایة ج ۱ ص ۱۸۳ باب زکوٰۃ الزروع والثمار۔

ولو بعدة فعلی البائع - قال ابن عابدین: قوله ولو باع الزرع..... ثم هذا اذا باع الزرع وحده وشمل ما اذا باعه وتركه المشتري باذن البائع حتى ادراك فعتد هما عشرة على المشتري..... ولو فيها زرع لم يبلع فعلی المشتري بكل حال - (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۵ باب العشر) ۱۷

وجوب عشر کے لیے زمین کا مالک ہونا شرط نہیں | سوال :- ہم نے کچھ بخر زمین سالانہ دو فصلیں ہوتی ہیں، تو کیا اس طرح کی زمین سے بھی عشر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟
الجواب :- اس صورت میں بھی آپ پر عشر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ وجوب عشر کے لیے ملکیت زمین شرط نہیں ہے۔

لمافی الہندیۃ: وکذا ملک الارض لیس بشرط للوجوب لوجوبہ فی الاراضی الموقوفہ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۵ الباب السادس فی زکوۃ الزرع والثمار) ۱۸

لکڑیوں میں عشر نہ ہونے کی علت کی وضاحت | سوال :- کتب فقہ میں لکھا ہے کہ خطب (لکڑیوں) میں عشر واجب نہیں ہے اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ گھاس، لکڑی اور پانی انسانوں میں مشترک ہے، لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ باقاعدہ کھیتوں کے کناروں یا پانی کے نالوں پر درخت لگائے جاتے ہیں اور لوگوں کو آگ جلانے کے لیے یا مکان کی تعمیر وغیرہ کے لیے درخت کاٹنے

۱۷ فی الہندیۃ: ولو باعها والزرع ان فضله المشتري فی الحال یجب علی البائع ولو تركه حتی ادراك فعشره علی المشتري کذا فی شرح الطحاوی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۵ الباب السادس فی زکوۃ الزرع والثمار)
۱۸ قال العلامة ابن عابدین: قوله ووقت اقدان ملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج لانه یجب فی الخارج کلا فی الارض فکان ملکہ لها وعدمہ سواء۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۹ باب العشر)
ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۶۷ فصل واما شرائط الفرضیۃ۔

سے منع کیا جاتا ہے، تو کیا اس صورت میں بھی عشر واجب ہے یا نہیں؟
 الجواب: فقہاء کرام نے درختوں میں عشر واجب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے
 کہ یہ درخت زمین کے تابع ہیں، لہذا اس علت کے باعث کسی بھی صورت میں عشر
 واجب نہیں ہوگا۔

قال العلامة ابن نجيم: وكذا الا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار
 لانه بمنزلة جزء الارض لانه يتبعها في البيع الخ۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۸ باب العشر)۔

سوال: ہمارے علاقے میں مریچ، پیاز
 ٹماٹر، بنیگن وغیرہ کا بیج دینیری کاشت کیا
 جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اسے باقاعدہ
 فروخت کرنے کی نیت سے اگائے
 ہوئے بیج دینیری پر عشر کا حکم

فصل حاصل کرنے کے لیے دوسرے کھیت میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے بیج دینیری
 کچھ لوگ تو صرف اپنے لیے کاشت کرتے ہیں اور بعض لوگ فروخت کرنے کے لیے کاشت
 کرتے ہیں، تو کیا ایسے بیج سے عشر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب: اگر کسی چیز کے اگانے اور کاشت کرنے کا رواج ہو اور عادتاً اس کی
 کاشت سے نفع اٹھایا جاتا ہو یعنی آمدنی کی غرض سے کاشت کیا جاتا ہو تو اس میں عشر ہے
 اور اگر فروخت کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنے کھیت کے لیے برائے فصل کاشت
 کیا گیا ہو تو پھر جب یہ فصل کامل ہو جائے تو اس میں سے عشر ادا کیا جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: قوله لا فيما لا يقصد الخ اشار الى
 ان ما اقتصر عليه المصنف كالنخل وغيره ليس المصاد به ذاته بل لكونه
 من جنس ما لا يقصد به اشتغال الارض غالباً وان المدار على القصد

لہ قال العلامة الكاساني: ومنها ان يكون الخارج من الارض ما يقصد به مراعاة
 بناء الارض وتشتغل الارض به عادة فلا عشر في الحطب والحشيش والقصب
 الفارسي۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ فصل واما شرائط المعلية)
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۶ الباب السادس في زكاة الزروع والثمار۔

حتیٰ لو قصد به ذلك وجب العشر كما صرح به بعده -

(رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۵۵ باب العشر) لہ
فصل کے بار بار اگنے پر عشر کا حکم | سوال :- جو ادا باجرہ وغیرہ کی فصل کئی بار
 اگتی ہے تو کیا ہر بار اس سے عشر دینا واجب ہے یا ایک بار ہی دینا کافی ہے؟

الجواب :- عشر کا تعلق فصل کے اگنے کے ساتھ ہے چاہے وہ ایک بار اگے یا
 بار بار ہر مرتبہ اس سے عشر ادا کیا جائے گا، لہذا صورت مسئلہ میں جو ادا باجرہ وغیرہ زمین
 سے جتنی بار بھی اگے اتنی بار عشر دینا واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وحولان حول حتیٰ لو انخرجت الارض مراراً وجب
 فی کل مرة لا طلاق النصوص عن قید الحول ولان العشر فی الخارج حقيقة
 فيتكرر بتكرره الخ - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۹ باب العشر) لہ

درختوں اور لکڑیوں میں عشر و زکوٰۃ کا مسئلہ | سوال :- زید نے اپنے کھیت
 سے کچھ درخت کاٹے جن کی قیمت تخمیناً چار ہزار روپے ہے جس میں ایک ہزار روپے اس نے مزدوری میں دیدیئے،
 اب زید باقی رقم میں عشر ادا کرے گا یا زکوٰۃ، اور کس حساب سے ادا کرے گا۔
الجواب :- اگر زید نے یہ درخت کھیت میں بقصد فصل بوئے تھے تو پھر ان

لہ قال العلامة الكاساني: ومنها ان يكون الخارج من الارض مما يقتصد بزراعتہ تمام
 الارض وتشتغل الارض به عادة - ربدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ فصل واما شرائط المحلية
 ومثله في الهداية ج ۱ ص ۱۸۲ باب زکوٰۃ الزروع والثمار -

لہ قال العلامة الكاساني: والحول ليس بشرط لوجوب العشر حتیٰ لو اخرجت
 الارض في السنة مراراً يجب العشر في كل مرة لان نصوص العشر مطلقة عن
 شرط الحول ولان العشر في الخارج حقيقة فيتكرر الوجوب بتكرره الخارج -
 ربدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۲ فصل واما شرائط المحلية
 ومثله في الهداية ج ۱ ص ۱۸۳ باب زکوٰۃ الزروع والثمار -

درختوں کی کل قیمت یعنی چار ہزار روپے میں عشر واجب ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: قوله الآ فیما لا یقصد ان المزار علی القصد حتی لو قصد به ذلك وجب العشر كما صرح به بعدہ۔

مراد المختار علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۸ باب العشر

اور اگر یہ درخت کھیت کے تابع تھے اور بقصد فصل نہیں تھے تو پھر ان میں عشر واجب ہے نہ زکوٰۃ۔

لما فی الہندیۃ: ولا عشر فیما ہوتا بع للارض كالنخل والاشجار۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۶ الباب السادس فی زکوٰۃ الزرع والثمار لہ

اجارہ کی نقد رقم پر زکوٰۃ کا حکم | سوال:۔ اجارہ اگر نقد رقم پر ہوا ہو مثلاً فی جریب ایک ہزار روپے، یہ اجارہ زمین تو

مال ہے، اب اس رقم پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی یا عشر؟

الجواب:۔ اجارہ کی یہ رقم دوسری آمدنی کے تابع ہو کر سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی عشر نہیں البتہ اس زمین سے فصل حاصل کرنے والے پر عشر واجب ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: والعشر علی المؤجر کخارج موظف وقال علی المتأجر کتعبیر مسلم وفی الحادی وبقولہما ناخذ۔ وقال ابن عابدین: قال فی فتح القدیر لہما ان العشر منوط بالخارج وهو المستأجر۔۔۔ فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولہما فی ذلك۔

الدر المختار مع مراد المختار ج ۲ ص ۵۵ مطلب ہل یجب العشر علی المزارعین فی ارضی السلطانیۃ لہ

لہ قال العلامة الکاسانی: ومنہا ان یکون الخارج من الارض مما یقصد بزراعته نماء الارض وتشتغل الاذن بہ عادی فلا عشر فی الخطب والنبش والقصب الفارسی۔ (ردائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ فصل ما شرائط الملیۃ) ومثله فی الہدیۃ ج ۱ ص ۱۸۳ باب زکوٰۃ الزروع والثمار۔

لہ قال العلامة الکاسانی: ولواجر ارضہ العشریۃ فعشر الخارج علی المؤجر عندہ وعندہما علی المتأجر وجہ قولہما ظاہر لما ذکرنا ان العشر یجب فی الخارج والخارج ملک المستأجر فکان العشر علیہ کالمستعیر الخ۔

(ردائع الصنائع ج ۲ ص ۵۶ فصل وما شرائط الفرضیۃ)

ومثله فی الننف فی الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲ المعاملۃ فی الاراضی العشریۃ۔

عشر فی الفور واجب ہے یا علی التاخیر؟ | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک زمیندار

تیار ہو جاتی ہے تو اس کا عشر اسی وقت ادا نہیں کرتا بلکہ ایک کاپی پر لکھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ قرض خواہ بہت تنگ کر رہے ہیں اس لیے پہلے قرضہ ادا کرتا ہوں، کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے جبکہ میری ساری فصل بھی قرضہ کی مقدار سے کم ہے، جب خدا تعالیٰ قرضہ سے نجات دے دیں گے تو پھر یہ سب عشر ادا کروں گا۔ تو کیا از روئے شرع اس زمیندار کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں عشر کی ادائیگی علی الفور واجب ہے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص محض مقروض ہونے کی وجہ سے عشر دینے میں تاخیر کرے گا تو اس عمل سے گنہگار ہو جائے گا، کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: **وَأْتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ** (سورۃ - جبکہ احادیث میں بھی عشر کی ہلد از جلد ادائیگی کا حکم وارد ہوتا ہے۔

لما فی الہندیۃ: ولا یأکل شیئاً من طعام العشر حتی یؤدی عشرہ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۷ باب العشر)

تاہم اگر وہ عشر کا مال اپنے قرض میں دیدے تو اس سے اس کا قرضہ تو ادا ہو جائے گا مگر عشر اس کے ذمہ قرض رہے گا، اور اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا۔

(کما فی القاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۶)

اسی طرح الدر المختار میں بھی یہ تصریح ہے کہ: **ولذا کان للامام اخذہ جبراً ویؤخذ من التركة** و يجب مع الدیت فی ارض صغیر الخ
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر)

سوال :- اگر کسی زمین کو نہری اور بارانی پانی سے سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار پر عشر کس حساب سے واجب ہوگا؟ کیا اس زمین کی پیداوار

میں بارانی پانی سے سیرابی کے حساب سے عشر واجب ہوگا یا نہری پانی کے حساب سے؟
برائے مہربانی تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- جو زمین دو مختلف الانواع پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں وجوب عشر کے لیے اکثریت کا اعتبار ہوگا، مثلاً ایک فصل کو اگر پانچ بار آبپاشی کی ضرورت ہے تو تین بار حین پانی سے اسے سیراب کیا جائے عشر اس کے حساب سے دیا جائے گا، یعنی ایک فصل کی آبیاری تین بار نہری یا کنوئیں کے پانی سے کی گئی اور دو بار بارانی پانی سے تو اس کی پیداوار میں نصف العشر کے حساب سے عشر ادا کیا جائے گا اور اگر تین بار بارانی پانی سے سیراب کی گئی ہو تو پورا عشر لازم ہوگا۔ البتہ اگر اس زمین کو دونوں قسم کے پانی سے مساوی طور پر سیراب کیا جائے تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نظر الفقہاء کی وجہ سے نصف العشر کے حساب سے عشر ادا کیا جائے گا۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري، وان سقى بعض السنة بالة والبعض بغیرها فالاعتبار اکثرهما مرفی السائمة والعلوقة وان استويا يجب نصف العشر نظراً للفقراء كما في السائمة - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲ باب العشر)

امارت اسلامیہ جبراً عشر وصول کر سکتی ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے، وہ یہ کہ کیا امارت اسلامیہ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی سے زبردستی عشر وصول کرے؟ برائے مہربانی جواب باحوالہ عنایت فرمائیں؟

الجواب :- عشر چونکہ زمین کی پیداوار پر واجب ہوتا ہے اور زمین کی پیداوار اموال ظاہری کی طرح ہے اسلئے اگر کوئی شخص عود عشر ادا نہ کرتا ہو تو امارت اسلامیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے زبردستی عشر وصول کرے اور اس وصولی سے اگر چہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا مگر ثواب نہیں ملے گا، تاہم اگر اپنے اختیار سے عشر ادا کرے تو اجر و ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: لهدا اجاز ان يأخذ جبراً ويسقط عن صاحب الارض الا انه لا ثواب له الا اذا ادى اختياراً - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۳ باب العشر) لہ

لہ قال العلامة المحقق، وحول حولات فيه معنى المؤقة ولذا كان الامام اخذ جبراً وليؤخذ من التركة قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله اخذ جبراً) ويسقط عن صاحب الارض كما لو ادى بنفسه الا انه اذا ادى بنفسه يثاب ثواب العبادۃ واذا اخذ الامام يكون له ثواب ذهاب ماله في وجه الله - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر)

نابالغ کی مملوکہ زمین میں عشر کا مسئلہ | سوال :- کیا نابالغ بچوں کی مملوکہ زمین کے پیداوار پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ کیا عشر کے وجوب کے لیے بلوغ شرط ہے جس طرح زکوٰۃ کے وجوب کے لیے مزر کی (زکوٰۃ دینے والے) کا بالغ ہونا شرط لازم ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ کے وجوب کے لیے اگرچہ مزر کی (زکوٰۃ دینے والے) کا بالغ ہونا ضروری ہے مگر عشر کا معاملہ اس سے الگ ہے، عشر زمین کی پیداوار پر لاگو ہوتا ہے اس میں مالک کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے صورت مسئلہ میں نابالغ کی مملوکہ زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے مالک کا بالغ ہونا ضروری نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: واما العقل والبلوغ فليسا من شرائط الوجوب حتى يجب العشر في ارض الصبي والمجتون لان فيه معنى المؤنة۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۳ باب العشر)۔

خود رو گھاس میں عشر کے وجوب کا حکم | سوال :- بعض علاقوں میں ایک خاص قسم کا چارے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اسے پانی دیتے ہیں تاکہ سوکھ نہ جائے۔ اس مقصد کے لیے اپنی زمین کا کچھ حصہ مخصوص کر دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس گھاس سے منع بھی کرتے ہیں، کیا ایسی گھاس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- عشر زمین کی ہر اس پیداوار میں واجب ہے جو مقصود ہو چاہے اس کی کاشت کی جائے یا از خود پیدا ہو جائے، چونکہ خود رو گھاس عموماً مقصود اصلی نہیں ہوتا

لما قال العلامة الحصكفي: ويؤخذ من التركة ويجب مع الدين وفي ارض صغير ومجنون ومكاتب وما دون ووقف وتسميته زکوٰۃ۔ قال العلامة ابن عايدین تحت قوله وفي ارض صغير ومجنون ومكاتب من مدخول العلة فلا تشترط في وجوبه العقل والبلوغ والحريّة۔ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر)

ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۵ الباب السادس في زکوٰۃ الزرع والثمار۔

اس لیے اس میں عشر واجب نہیں، لیکن جب اس کی حفاظت کی جائے، اس کو بروقت پانی دیا جائے، اور دوسروں کو اس سے منع کیا جائے تو پھر اس صورت میں وہ گھاس مقصودی ہو جاتا ہے جس کی طرف حکم شرعی متوجہ ہوتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اگر واقعی اس قسم کے گھاس کے لیے زمین مخصوص کر کے اس میں گھاس کی نشوونما کی جاتی ہو تو پھر اس میں عشر واجب ہے بصورت دیگر کوئی عشر نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفی: (الایما) لا یقصد به اشتغال الارض (نحو حطب وقصب) فارسی (وحشیش) وتبن وسعف وصمغ وقطران وخطمی و اشنان وشجر قطن ویاذ نجان ویزربطیخ وقشاء وادویة کحلیة وشونیز حتی لو اشتغل ارضه بهما یجب العشر۔ (الدر المختار علی مدار المختار ج ۲ ص ۳۲۴ باب العشر) لہ

سوال :- جناب مفتی صاحب! فتاویٰ ہندیہ اور در مختار کی عبارت وشجر القطن سے پیٹا ہونے والے شبہ کا ازالہ بعض کتب فقہ مثلاً الدر المختار اور ہندیہ وغیرہ کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ شجر قطن کی پاس کے پودے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ تو کیا واقعی کیس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؟ جبکہ کیس آجکل ہمارے کی بہت اہم پیداوار ہے، برائے مہربانی فقہ حنفی کی روشنی میں ہماری اس الجھن کو دور فرمائیں؟

الجواب :- احناف کے ہاں عشر زمین کی ہر اس پیداوار میں واجب ہے جو مقصودی ہو، کیس چونکہ مقصودی پیداوار ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ بالاتفاق واجب ہے، البتہ مقدار نصاب میں احناف کے ہاں اختلاف ہے۔

لہ لما قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: وعلى هذا كل ما لا يقصد به اشتغال الارض لا یجب فیہ العشر مثل السعف والتبن۔ وقال فیہ ایضاً: انما استثنی الثلاث لانه لا یقصد بها اشتغال الارض غالباً حتی لو اشتغل بها ارضه وجب العشر۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۴۱۵ باب العشر)

ومثله فی الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ابواب السادس فی زکوٰۃ الزرع والثمار۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني، قال ابو يوسف فيما لا يوسق كالزعفران
والقطن يجب فيه العشر اذا بلغت قيمته خمسة اوسق من ادنى ما يوسق - الخ
قال محمد: ويجب العشر اذا بلغ الخارج خمسة مدا من اعلى ما يقدر به
نوعه - (الهداية ج ۱ ص ۱۸۴ باب العشر)

وقال العلامة ابن نجيم المصري، ويجب في العصفور والكتاب وبررة كل
كل واحد منها مقصود فيه ثمر اختلفا فيما لا يوسق كالزعفران والقطن فاعتبر
ابو يوسف قيمة ادنى ما يوسق كالذرة واعتبر محمد خمسة اعداد من اعلى
ما يقدر به نوعه فاعتبر في القطن خمسة اجمال كل حمل ثلاث مائة من - الخ
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۵ باب العشر)

اور جہاں تک در مختار اور ہندیہ کی عبارات کا تعلق ہے تو وہاں شجرہ قطن یعنی
کیپاس کے پودے کی نفی ہے کیپاس کی نہیں، اس لیے کہ اس کی پیداوار میں مقصود اصلی کیپاس
ہوتی ہے اس کا پودا نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله وشجرة قطن) اما القطن نفسه ففيه
العشر كما مر - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۴ باب العشر) لہ



لہ لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله بلا شرط نصاب وبقاء فيجب
فيما دون النصاب بشرط ان يبلغ صاعاً وقبل نصفه وفي الخضراوات
التي لا تبقى وهذا قول اكمام وهو الصحيح - كما في التحفة وقال:
لا يجب الا فيما له ثمرة باقية حولاً بشرط ان يبلغ خمسة ان كان
فيما يوسق والوسق ستون صاعاً كل صاع اربعة اماء والا فحتى
يبلغ قيمة نصاب من ادنى الموسوق عند الثاني واعتبر عند
الثالث خمسة امثال مما يقدر به نوعه ففي القطن خمسة اجمال
وفي العسل افراق وفي السكر اماء وتما مہ فی النهر۔

(رماد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر)

نہری زمین میں عشر اور نصف عشر کا مسئلہ | سوال :- ایسی نہری زمین جس کی نہر کے کھودنے کرنی پڑتی ہو کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر؟

الجواب :- سوال میں مذکور نہری زمین کے بارے میں دو مختلف اور متضاد رائیں ملتی ہیں، اول یہ کہ سوال میں مذکور جیسی زمین میں عشر لازم ہوگا، اور اس کے مقابلے میں دوسری رائے یہ ہے کہ ایسی زمین کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے۔ درج ذیل کتابوں کی عبارات اپنے اطلاق و صراحت سے رائے اول کا ثبوت دے رہی ہیں :-

(۱) در مختار میں ہے : ويجب اى العشر فى مسقى سماء اى مطر وسيم كنهر ويجب نصفه فى مسقى غرب اى دلو كيرود الىه اى دولا ب الخ۔ (ج ۲ باب العشر)

یعنی جو زمین مطر و نہر سے سیراب ہو رہی ہو اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا اور غرب و دالیہ سے سیراب کی جاتی ہو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہوگا۔

(۲) كنز الدقائق على هامش البحر الرائق میں ہے : يجب فى غسل ارض العشر ومسقى سماء وسيم ونصفه فى مسقى غرب وداليه۔ (ج ۲ ص ۲۳۴، ۲۳۸ باب العشر)

یعنی عشری زمین کے شہد اور مطر و نہر سے سیراب کی گئی زمین کی پیداوار میں عشر لازم ہے اور وہ زمین جو غرب و دالیہ سے سیراب کی جاتی ہو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے۔

(۳) بدائع الصنائع میں ہے : فماسقى بماء السماء او سقى سيمافقيه عشر كامل وماسقى بغرب او داليه او سانية فقيه نصف العشر۔ (ج ۲ ص ۶۲ باب العشر)

یعنی جو زمین باران و نہر سے سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں عشر اور جو غرب و دالیہ اور سانیہ سے سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے۔

(۴) فتاویٰ الہندیہ میں ہے : وماسقى بالدولاب والدالية فقيه نصف العشر وان سقى سيماً وداليه يعتبراكثر السنة فان استويا يجب نصف العشر۔ (ج ۱ ص ۱۸۶ باب العشر)

یعنی جو زمین دولاب و دالیہ سے سیراب کی گئی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے اور جو نہر و مطر سے سیراب کی گئی ہو تو اس کی پیداوار میں عشر لازم ہے اور جس زمین کو دونوں قسم کا پانی دیا گیا ہو تو پھر ان میں سے جو پانی زیادہ دیا گیا ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا،

البتہ مساوات کی صورت میں نصف عشر لازم ہوگا۔

(۵) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: سوال نمبر ۲۶۱: ایک قطعہ زمین جو پہاڑ کے پانی سے سیراب ہوتا ہے مگر محنت و مشقت سے بند یا نہر سے سیراب کیا جاتا ہے، تو شرعاً اس میں عشر واجب ہے یا نصف عشر؟ الجواب: عشر واجب ہے کیونکہ مسقی سماء و سح میں عشر واجب ہوتا ہے، کذا فی الدر المختار۔ انتہی ملخصاً۔ (رج ۶۱۴ باب العشر کتاب الزکوٰۃ)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہی ہے: سوال: نہری زمینوں میں عشر ہے یا نصف عشر؟ الجواب: نہری زمینیں جن میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار: ویجب نصفہ فی مسقی غرب و دالیہ و فی کتب الشافعیۃ و سقاہ بما یشترکہ و قواعدنا لا تاہاہ الخ فقط (رج ۶۲۴ باب العشر)

اس جواب سے بطور مفہوم مخالف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نہری زمین کے پانی کا محصول نہ لیا جاتا ہو اس میں پورا عشر واجب ہوگا اور مفہوم مخالف نصوص میں اگرچہ معتبر نہیں لیکن روایات فقہیہ میں معتبر ہے۔ (شرح عقود رسم المفتی)

(۶) الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے: وحکم زکوٰۃ الزروع والثمار ہوانہ یجب فیہا العشر اذا كانت خارجة من ارض تسقى بالمطر والسیح والماء الذی یسیح علی الارض من المصارف ونحوها ونصف العشر اذا كانت خارجة من ارض تسقى بالدلاء ونحوها۔ (رج ۶۱۶ باب العشر)

وفیہ ایضاً، وانما یجب نصف العشر ان تسقى بالآلات فان سقى بالمطر او السیح فالعشر ولو اشترى المطر ممن نزل بارضہ وانفق علیہ حتی اوصلہ لارضہ من غیر آلة رافعة ففیہ العشر ایضاً۔ (رج ۶۲۳ باب العشر)

(ترجمہ) بارش و نہر وغیرہ سے جو زمین سیراب کی جاتی ہے تو اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا اور جو زمین دلاء و کھول سے سیراب کی جاتی ہے تو اس کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہوگا۔

نیز الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے کہ جو زمین آلات کے ذریعہ سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہوگا اور بارش و نہر وغیرہ سے سیراب ہونے کی صورت میں عشر واجب ہوگا، لہذا اگر کسی شخص نے بارش کا پانی خرید کر محنت و خرچہ بغیر آلہ رافعہ کے

اپنی زمین تک پہنچا دیا تو اس کی زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا۔

(۷) امداد الفتاویٰ میں ہے: الجواب فی رد المحتار ویجب ای العشر فی مستی سماء وسیح ونصفه فی مستی غرب ودالیه وفی کتب الشافعیۃ اوسقاه بماء اشتراه وقواعدنا لاتاباه ولوسقی سیحا وباللہ اعتبار الغالب ولو استویا فنصفه وقیل ثلاثۃ ارباعہ ۵- اس سے معلوم ہوا کہ اگر آبپاشی پانی خرید کر کرتا ہے تو بیسواں حصہ پیداوار کا دے اور اگر مفت کے پانی سے کرتا ہے تو کنوئیں سے آبپاشی کرتے ہیں بھی بیسواں حصہ دے اور نہر سے کرنے میں دسواں حصہ دے جبکہ زمین عشری ہو یعنی کسی کافر سے نہ لی گئی ہو۔ (جلد ۲ ص ۵۸ باب العشر۔ کتاب الزکوۃ)

اور ایضاً امداد الفتاویٰ میں ہے: سوال: بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۹ میں ہے اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہو گئی یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترانی میں کوئی چیز بوٹی اور بے سینچے پیدا ہو گئی، تو ایسے کھیت میں جتنی پیداوار ہوئی ہے اس کا دسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے، اور اگر کھیت کو روٹ چلا کر کے یا کسی اور طریقہ سے سینچا ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ خیرات کرے۔ فقط۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہری اور بارانی کھیت میں دسواں حصہ واجب ہے اور چاہی میں بیسواں۔ اور علاج القحط والوباء میں مرقوم ہے: اگر بارانی ہو تو دسواں حصہ اور اگر چاہی ہو یا نہری ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ علاج القحط میں نہری زمین کا حکم صراحتاً بیسواں حصہ مرقوم ہے اور عربی کتابوں میں سے بھی نہری کا حکم دسواں حصہ معلوم ہوتا ہے۔ کما فی القدوری: العشر واجب سوا رستی سیحا و مستقہ السماء۔ ازیں سوا اس عرضداشت کے جواب سے ممتاز فرمانا۔ (۱) سینچنے سے کیا مراد ہے (۲) رستی کا اسباب، رستی کے کیا معنی ہیں؟

الجواب: کچھ تعارض نہیں ہے، جس نہری میں دسواں حصہ لکھا ہے وہ وہ ہے جس میں سینچنا یعنی آبپاشی کرنا اور قیمت دینا نہ پڑے، چنانچہ بہشتی زیور کی پہلی عبارت میں اس کی تفسیر ہے اور جس نہری میں بیسواں حصہ لکھا ہے مراد اس سے وہ ہے جس میں آبپاشی کرنا پڑے یا پانی کی قیمت دینا پڑے الخ (جلد ۲ کتاب الزکوۃ۔ باب العشر) اور بہشتی زیور کی اس عبارت: ”اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے“ الخ

کا ترجمہ ”جنتی کالے“ میں یہ لکھا گیا ہے: ”طریقہ دادہ چہ کہ داز مکہ بارانی وہ باد
سیند دریا ب و غیرہ نہ او بہ کیدہ او ابورا و استوخہ حاجت نہ وہ
نویہ پیداوار کنے سے لسمہ حصہ خیرات و د کول واجب حی الی قولہ
او کہ پتہ ارقی و ریہ بلہ شہ طریقہ او بہ کیدہ نویہ شلمہ دہ“ اس
ترجمہ سے معلوم ہوا کہ سینچنے کا معنی ہے کہ پانی کو کسی چیز (آلہ) کے ذریعے نکال کر
زمین کو دیا جائے۔

(۸) خیر الفتاویٰ میں ہے: (سوال) ”چترال میں گرمیوں کے موسم میں برف کا پانی ندیوں اور
وادیوں میں بہتا ہے، لوگ ان سے نہریں نکالتے ہیں اور اپنی اراضی کو پانی دیتے ہیں
یہ نہریں کہیں ایک فرلانگ لمبی کہیں ایک میل کہیں زیادہ لمبی ہوتی ہیں، پھر سردیوں میں یہ نہریں خراب
خواب ہو جاتی ہیں تو لوگ بعض جگہ تقریباً بیس دن تک ان کی اصلاح کرتے رہتے ہیں پھر
اس نہر میں پانی جاری کرنے کے بعد تقریباً ڈیڑھ (۱۲) ماہ تک دو آدمی نہر کی دیکھ بھال
کرتے ہیں تاکہ کہیں ٹوٹ نہ جائے، اب اس پانی سے جو زمینیں سیراب ہوتی ہیں ان میں
عشر ہوگا یا نصف عشر۔ درمختار وغیرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عشر ضروری ہے
جبکہ حکومت آبیارہ وغیرہ بھی نہیں لیتی۔ (سائل: مولوی فضل مولیٰ، چترال)

الجواب: آپ کی اراضی میں عشر ہی واجب ہوگا، چند دن نہر کی کھدائی میں لگ جائیں
اور پھر دو ماہ تک اس سے سیرابی ہوتی رہے تو اسے مؤنت کبیرہ قرار نہیں دیا جاسکتا،
خصوصاً جبکہ آپ کے یہاں سابقہ تعامل بھی عشر ہی کا ہے و تعجب فی مسقی سعادای مطہ
وسیح کنہر۔ معلوم ہوا کہ نہر سے سیراب شدہ فصل پر عشر ہوگا اور اس کی عمومی صورت
یہی ہوتی ہے کہ نالی کاٹ کر لائی جاتی ہے۔ (جلد ۲۵، ۲۶ باب العشر)

(۹) شرح التنویر میں ہے: ”و لوسقی سیعاد بالآلة اعتباراً بالغالب و لو استویاً فنصفه و قیل
ثلاثة ارباعہ۔ (رج ۲ ص ۵۵ باب العشر) یعنی ہر فصل نہر سے سیراب
ہونے کے ساتھ آلہ (رافعہ) کے ذریعہ بھی سیراب کی جاتی ہو تو اس صورت میں غالب کا
اعتبار کیا جائے گا، یعنی زیادہ پانی سیح (کانہر) کا دیا گیا ہو تو عشر لازم ہوگا اور اگر
زیادہ پانی آلہ رافعہ سے دیا گیا ہو تو نصف عشر لازم ہوگا اور مساوات کی صورت میں
نصف عشر لازم ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عشر کا تین چوتھائی لازم ہے۔

اور رائے اول کی تائید فقہاء کی اس تعبیر و يجب نصفه في مسقي غرب وداليہ
 (یعنی جو زمین غرب ودالیہ سے سیراب ہوتی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے) سے
 بھی ہو رہی ہے، کیونکہ یہ تعبیر صاف طور سے بتا رہی ہے کہ نصف عشر کے لزوم میں اس خرچ و
 مٹوت کا اعتبار ہے جو پانی دینے اور زمین کو سیراب کرنے کے وقت لازم آتا ہے اور جو اس
 پہلے آیا ہو اس کا نصف عشر میں دخل نہیں ہے، ورنہ پھر فقہاء اس تعبیر ”و يجب نصفه في مسقي
 غرب وداليہ“ کی جگہ یہ تعبیر فرماتے: ”و يجب نصفه في مسقي البيوت“ یعنی جو زمین کنوئیں سے
 سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر لازم ہے، مگر فقہاء نے پہلی تعبیر کو اختیار
 فرمایا ہے جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار اس خرچ اور مٹوت کا ہے جو
 پانی دینے اور زمین کے سیراب کرنے کے وقت آتا ہے اور جو خرچ و مٹوت اس سے پہلے
 آتا ہے وہ معتبر نہیں ہے۔ نیز اس رائے کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے:

عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سقت السماء والعيون
 او كان عثريا العشر وما سقي بالنضح نصف العشر۔ (مشکوٰۃ ج ۱، کتاب الزکوٰۃ)

(ترجمہ) ”حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ
 زمین جو آسمان (بارش کے پانی) یا چشمہ سے سیراب ہوتی ہو یا عاثر سے سیراب کی جاتی ہو تو اس
 کی پیداوار میں دسواں حصہ لازم ہے اور وہ زمین جو کنوئیں سے کھینچ کر سیراب کی جاتی ہو تو اس
 کی پیداوار میں بیسواں حصہ لازم ہے۔“ اور ہامش مشکوٰۃ میں ہے کہ عاثر نہر جیسا
 ایک گڑھا ہوتا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے جس سے فصل سیراب کی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے رائے ثانی کا ثبوت ملتا ہے:-

(۱) احسن الفتاویٰ میں ہے: ”چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین کہ در دیار مایاں
 کاریز و قنات ہا ہستند کہ از مزرعہ تا منبع آب مثلاً دوازده ہزار بغل فاصلہ دارد و ہر سال
 کار و زحمت میخوابد کہ اگر کار کردہ نشود آبش خشک شود و خرچ و مصرف کارش باندازہ
 ای میباشد کہ نصف بلکہ دو حصہ محصول پیداوارش بکارکنان صرف میشود درین صورت
 عشر واجب شود یا نصف عشر؟ مسئلہ مذکورہ بالا بالتحقیق و بجوالہ کتاب و باب تحریر
 فرمودہ رفع اشتباہ فرماید و اجر دارین حاصل فرماید“

الجواب باسم ملہم الصواب:- درین صورت نصف عشر واجب است قیاساً علی الغرب

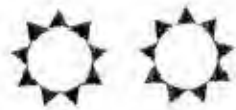
والدالية قال في الشامية تحت قوله روقواعدا لاتاياك (لان العلة في العدول عن العشر الى نصفه في مستقى غريب وداليه هي زيادة الكلفة كما علمت وهي موجودة في شرائع الماده رد المحتار ج ۵۵ باب العشر ۲ فقط والله تعالى اعلم
(ج ۲ ص ۳۳۶ باب العشر)

(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس سوال کے جواب میں ہے کہ نصف عشر کا کیا معنی ہے؟
میں عشر دوں یا نصف؟ الجواب: نصف عشر بیسواں حصہ ہے اور یہ فرق پانی کی قیمت وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی اراضی عشریہ میں اصل عشر یعنی دسواں حصہ پیداوار کا دینا واجب ہے لیکن اگر زمین کو پانی دینے میں مزدوری زیادہ صرف ہوئی اور مشقت ہوئی اور خرچ بڑھ گیا تو بجائے عشر کے نصف عشر دینا واجب ہوتا ہے۔
لہذا احتیاط رائے اقل میں ہے کہ عشر لازم ہوگا کیونکہ زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور کم دینے میں عدم فراغ ذمہ کا خطرہ ہے۔

میت کے مال میں وجوب عشر | سوال: جناب مفتی صاحب! ہم کاشتکار لوگ ہیں، چند دن قبل میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، انتقال سے پہلے انہوں نے کچھ زمین میں گندم کاشت کی جو ان کی زندگی میں ہی پختہ ہو گئی تھی، اب ہم نے اس کی کٹائی وغیرہ مکمل کی ہے۔ تو کیا ان کے اس مال پر عشر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب: عشر محاصل اراضی کا وظیفہ ہے اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق آپ کے والد مرحوم کی کاشت کردہ اراضی کی پیداوار میں بھی عشر واجب ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: لذل الو مات من عليه العشر والطعام قائم
يؤخذ منه بخلاف الزكوة - البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۳ باب العشر ۱



لما قال العلامة المحصلي: يؤخذ من التركة ويجب مع الدين وفي ارض
صغير ومجنون - الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب العشر